خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب

ماہنامہ

آنچل

کراچی

aanchalpk.com aanchalnovel.com

ماہنامہ آنچل کراچی

جلد نمبر	40
شمارہ نمبر	08
دسمبر	2018

اشتہارات اور دیگر معلومات
0300-8264242

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی
رکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹرز
رکن چیمبر آف کامرس

aanchalpk.com

aanchalnovel.com

www.aanchalpk.com/blog

onlinemagazinepk.com/recipes

/Naeyufaq Aanchal & Hijab official group

/women.magazine

اس شمارے میں

ابتدائیہ

دانش کدہ

تلخ و شیریں

سلسلہ وار ناول

مکمل ناول

ناولٹ

افسانے

پبلشر: مشتاق احمد قریشی پرنٹر: جمیل حسن، ابن حسن پرنٹنگ پریس
ہاکی اسٹیڈیم کراچی، دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز، عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔ 74400



مستقل سلسلے

خط وکتابت کا پتہ: "آنچل" پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون: 021-35620771/2
فیکس: 021-35620773 ایک از مطبوعات نئے اُفق پبلی کیشنز۔ ای میل info@aanchal.com.pk

حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو اسے نرم مزاج بنا دیتے ہیں۔
(المعجم الکبیر للطبرانی: 2274 حسن لغیرہ)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

دسمبر 2018ء کا آنچل آپ کے ذوق مطالعہ کی تسکین کے لیے حاضر ہے۔

گزشتہ ماہ کچھ بہنوں نے اپنی رائے دی کہ آپ نے نئے پاکستان کے بارے میں لکھا ہے کہ ابھی تک کچھ نہیں بدلا۔ جناب یہ کیا کم ہے کہ ڈالر کو پر لگ گئے ہیں' وہ بلند سے بلند پرواز کر رہا ہے اور اس کی پرواز نے اچھے اچھوں کے چھکے چھڑا دیے ہیں۔ آج کل کے حکمرانوں نے جو روش اختیار کی ہے اس میں راتوں کی نیندیں تو گئیں دن کا قرار بھی گیا۔ ملازم پیشہ افراد کا اپنی آمدن میں گزارہ مشکل ترین بنا دیا گیا ہے۔ پڑھنے کی شدید خواہش کے باوجود مہنگے ہونے والے تفریحی جرائد اب قوت خرید سے باہر ہوتے جا رہے ہیں۔ جتنی رقم میں چار ڈائجسٹ آ جاتے تھے، اب ایک ہاتھ نہیں آ رہا۔ تفریح اس قدر مہنگی ہوگئی ہے کہ بس حد ہی ہوگئی۔ ہم ضروریات زندگی پوری نہیں کر پا رہے تو تفریح کہاں سے کریں، تفریح کے تمام ذرائع ہاتھ سے نکلے جا رہے ہیں۔ حکمرانوں نے نیا پاکستان بنانے اور تبدیلی کے جو نعرے لگائے تھے اگر تبدیلی یہی ہے کہ مہنگائی کے عفریت کو کھلا چھوڑ دیا جائے تو یہ کون سی نئی تبدیلی ہے اس پر تو گزشتہ تمام حکومتیں عمل پیرا رہی ہیں۔ پہلے ہی غربت و بے روزگاری کیا کم تھی کہ اب مزید اضافہ ہوگیا ہے۔ بس ہم تو دعا ہی کر سکتے ہیں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ حکمرانوں کو ہدایت عطا فرمائے کہ وہ انتقامی کارروائیوں سے نکل کر انتظامی کارروائیوں کی طرف توجہ دیں' آمین۔

اپنے غم و غصے کا اظہار قارئین نے جس دل جلے انداز میں کیا ہے اس کی اشاعت کے کم از کم ہمارے صفحات متحمل نہیں ہو سکتے۔ امید ہے کہ جلد یہ مہنگائی کے بادل بھی چھٹ جائیں گے کیونکہ ہر تاریکی کے بعد اجالا اور ہر رات کے بعد سویرا ضرور نمودار ہوتا ہے۔ نئی ٹیم کو تھوڑا وقت اور موقع ضرور دینا چاہیے اور اچھے کی امید رکھنا چاہیے کہ امید پر دنیا قائم ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ ہمارا اور آپ کا حامی و ناصر ہو۔

تمام بہنوں سے گزارش ہے کہ "دوست کا پیغام آئے" میں مختصر اور جامع پیغام ارسال کیا کریں تاکہ زیادہ سے زیادہ پیغامات شامل کیے جا سکیں۔

اس ماہ کے ستارے:

رفاقت جاوید، سلمیٰ غزل، سیما بنت عاصم، طلعت نظامی، ناہید فاطمہ حسنین، تسنیم شریف، ام زویا۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعا گو

قیصر آرا

حمد

جو دل کی آنکھیں کھلیں ہم کو یہ ہوا معلوم
وہ راز جاں گئے جو نہ پہلے تھا معلوم

گناہ گارِ ازل ہوں سرشت میں ہے خطا
تجھے تو میرے خدا سب ہے ماجرا معلوم

خدا کی ذات کو کیا سمجھے عقل انسانی
ابھی تو اپنی ہی ہستی کا راز نا معلوم

خدا کی ذات کے منکر رہے یہ بھول ہوئی
اجل کا وقت جو آیا تو ہوگیا معلوم

نہیں ہے تو ابھی راز حیات سے واقف
تجھے وجودِ عدم کا ہے کیا پتا معلوم

جو حال پھول کا پوچھا کلی سے بلبل نے
لگی وہ کہنے مجھے کیا پتا خدا معلوم

تنویر پھول

نعت

کوئی منزل نہیں طیبہ کے نگر سے آگے
وقت بڑھتا نہیں سرکار ﷺ کے در سے آگے

شوقِ دیدار مدینہ ہے عجب حالت جذب
بڑھتے جاتے ہیں قدم راہگزر سے آگے

جذبۂ عشق ہے دائم حد ادراک سے دور
مدح سرکار ﷺ کی منزل ہے ہنر سے آگے

حاضری آپ ﷺ کے در کی ہوئی واجب ورنہ
کون جاسکتا تھا اللہ کے گھر سے آگے

سبز گنبد کی تجلی کا ہے اعجاز کہ ہم
دیکھ سکتے ہیں میاں! حد نظر سے آگے

گھیرے رکھتا ہو جسے آپ ﷺ کی رحمت کا حصار
کون بڑھ سکتا ہے اس خاکِ بسر سے آگے

ہے عطا ان کی مرے ظرف سے بڑھ کر مختار
ہے کرم ان کا دعاؤں کے اثر سے آگے

مختار علی

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

دوجواب آں

مدیرہ

سباس گل...... رحیم یار خان

پیاری سباس! سدا شاد و آباد رہو۔ پہلے تو ہماری جانب سے کتاب کی اشاعت پر مبارک باد قبول کریں۔ یقیناً "خواب وخیال اور آنسو" قارئین کی توجہ کا مرکز ضرور بنے گی۔ بھئی کیوں نہ بنے آپ لکھتی ہی کمال کا ہیں۔ حجاب اور آنچل میں جب بھی آپ کی تحریر شامل ہوئی قارئین نے پسند کیا اور خطوط کے ذریعے اظہار بھی کیا۔ ہماری بھی کوشش ہوتی ہے کہ آپ کو جلد از جلد جگہ دیں لیکن صفحات کی کمی کے باعث تحریر تاخیر کا شکار ہو جاتی ہے۔ خیر آپ تو سمجھتی ہیں اس لیے کبھی شکایت بھی نہیں کی۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو مزید کامیابیوں سے نوازے اور آپ کا قلمی سفر یونہی ترقی کی منازل طے کرتا رہے آمین۔

الصیٰ محبوب...... کراچی

ڈیئر الصیٰ! خوش رہو۔ آپ کی تحریر "گڑیا" کے عنوان سے موصول ہوئی، پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے لیکن تھوڑی محنت اور توجہ کی ضرورت ہے۔ موضوع آپ نے بالکل ٹھیک منتخب کیا' معاشرے میں بچیوں کے ساتھ غلط رویہ دیکھ کر ماں اپنی بیٹی پر روک ٹوک کرتی ہے، لیکن اس روک ٹوک سے بچی کی شخصیت متاثر ہو یہ تو ٹھیک ہے، لیکن وہ خود اس حادثے کا شکار ہو جائے، یہ بات تحریر کو کمزور کر گئی، اس لیے مطالعہ پر زور دیں اور نامور مصنفین کی تحریروں کو مطالعہ کا حصہ بنائیں۔

قرۃ العین سکندر...... لاہور

پیاری قرۃ العین! سدا سہاگن رہو، آپ کی کتاب "تم سنگ نیناں لاگے" کی اشاعت پر بے حد مبارک باد۔ بے شک اپنی خواہش کی تکمیل انسان کو خوشی سے دوچار کرتی ہے اور آپ کا صاحب کتاب ہونے کا یہ خواب پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کے قلم کو مزید وسعت عطا فرمائے اور بہت سی کامیابیاں آئندہ بھی آپ کا مقدر بنیں' آمین۔ اس خوشی کے موقع پر ہماری نیک تمنائیں آپ کے ہمراہ ہیں۔ آپ کی تحریر "دل مضطرب" منتخب ہوگئی ہے۔

حیاء بخاری...... ڈیرہ اسماعیل خان

ڈیئر حیا! سدا سلامت رہو، یہ جان کر بے حد افسوس ہوا کہ آپ کی طبیعت ناساز ہے اور آپ ہسپتال میں زیر علاج رہیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کو جلد صحت کاملہ عطا فرمائے' آمین۔ بے شک یہ مشکل وقت آپ کے لیے بے حد تکلیف دہ اور کٹھن ہوگا۔ ایسے میں ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو گرم ہوا کے جھونکوں سے بھی محفوظ رکھے اور بہاریں ہمیشہ آپ کے سنگ رہیں' آمین۔ قارئین سے بھی دعائے صحت کے لیے ملتمس ہیں۔

ساریہ چودھری...... گجرات

پیاری ساریہ! سدا آباد رہو، ہمارا یہ چاسبق آموز تو ضرور ہے لیکن آپ کی تحریر خالص تبلیغی ہے۔ اگر وہ اچھے انداز سے لکھی گئی ہوتی تو شاید جگہ بنا لیتی۔ مخلصانہ مشورہ ہے کہ ہلکی پھلکی تحریر لکھیں، جس موضوع پر آپ نے قلم اٹھایا ہے انداز بیاں اس کے شایان شان نہیں۔ انداز بالکل بھی متاثر نہیں کر پایا اس لیے معذرت چاہتے ہیں۔ کہانی میں اس بات کا خیال رکھیں کہ نصیحت بھی اس انداز میں ہو کہ طبیعت پر گراں نہ گزرے اور کہانی کا حسن برقرار رہے۔

صائمہ قریشی...... لندن

پیاری صائمہ! سدا سہاگن رہو، آپ کی تحریروں کی کتابی اشاعت پر بے حد مبارک باد۔ "تم چاند بن کر رہنا" اور

"محبت میری آخری شرارت تھی" یقیناً پڑھنے والوں کے لیے ایک خوشگوار اضافہ ثابت ہوگی ویسے بھی یہ تحریر جب حجاب کی زینت بنی تھی تو سب قارئین نے بے حد سراہا تھا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کو مزید ترقی عطا فرمائے اور آپ کا قلمی سفر یونہی کامیابی سے جاری رہے آمین۔

رقیہ ناز...... میلسی وہاڑی

پیاری رقیہ! شاد رہو آپ کے تمام گلے شکوے پڑھے، میمونہ رومان اور ایمان وقار کا کہنا ہے کہ جب تک شاعری معیاری نہیں ہوگی وہ پرچے کی زینت نہیں بنے گی۔ اگر تھوڑی بہت اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ خود بھی کردیتی ہیں۔ آپ کی شاعری اگر معیاری ہوئی تو اپنی جگہ خود بنالے گی۔ آپ دیگر سلسلوں میں شرکت کرسکتی ہیں۔ دلکش مریم تک آپ کی شادی کی مبارک باد ان سطور کے ذریعے پہنچ جائے گی۔ اپنی نگارشات کو ارسال کرنے میں جو دشواریوں پیش آتی ہیں ان تکالیف سے انکار ممکن نہیں، ہم آپ کی کوشش کو سراہتے بھی ہیں اور اپنی ایسی بہنوں کا خیال رکھنے کی بھی کوشش بھی کرتے ہیں۔

طیبہ خاور سلطان...... وزیر آباد

ڈیئر طیبہ! سدا سہاگن رہو، یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آنچل نے آپ کی ذات میں بہت سی مثبت تبدیلیاں پیدا کیں۔ بے شک وہی لوگ کامیاب بھی ہوتے ہیں جو نہ صرف اچھی باتوں کو پڑھتے ہیں اپنا مطالعہ وسیع کرتے ہیں بلکہ اس پر عمل بھی کرتے ہیں کیونکہ علم اسی وقت مفید ہوتا ہے۔ جب اس پر عمل بھی ہو۔ ہمارے شہر میں کچھ دن قیام پذیر رہیں اور یہاں گھوم پھر کر آپ کو اچھا لگا، خوشی کی بات ہے۔ ویسے بھی اس شہر کو عروس البلاد کہا جاتا ہے اور رونقوں کا یہ شہر ہر کسی کو خوش آمدید کہتا ہے۔ نیا سلسلہ آپ کو پسند آیا، جان کر اچھا لگا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو نیک وصالح اولاد سے نوازے آمین۔

ایس این شہزادی کھرل......

جڑانوالہ

پیاری شہزادی! جگ جگ جیو، آپ کا شکوہ پڑھا اب جواب شکوہ حاضر ہے۔ آپ کی نگارشات موصول ہوتی ہیں تو ان میں سے بہترین چیزیں منتخب کرلی جاتی ہیں۔ شاید اسی وجہ سے باقی نگارشات نظر انداز ہوجاتی ہیں اور دیگر بہنوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوتا ہے کہ سب سے اچھی چیز کو شامل کیا جاتا ہے۔ بہرحال آئندہ آپ کا پیغام شامل کرلیں گے۔ مصباح علی سید اور اُم ایمان قاضی تک آپ کے ناول کی فرمائش ان سطور کے ذریعے پہنچ جائے گی۔ آپ کے ساتھ ساتھ ہم بھی منتظر ہیں کہ کب یہ مصنفین آنچل کی زینت بنتی ہیں اور جہاں تک تبدیلی کی بات ہے وہ تو ضرور آئی ہے۔ بس یہ تبدیلی عوام کے حق میں نہیں۔ انہیں پہلے سے زیادہ مشکل حالات میں ڈال دیا گیا ہے۔

حنا شبیر...... سیالکوٹ

عزیزی حنا! سدا شاد رہو آپ کے علمی شوق اور لگن کے متعلق جان کر اچھا لگا۔ بے شک جب مطالعہ کا شوق پیدا ہو جائے تو ایسی ہی کیفیت ہوتی ہے کہ پڑھے بغیر سکون میسر نہیں آتا، چاہے کتاب کا ایک صفحہ ہی کیوں نہ پڑھا جائے۔ آپ تمام سلسلوں میں شرکت کرسکتی ہیں۔ آئندہ آپ کے تبصرے کا انتظار رہے گا امید ہے شریک محفل رہیں گی۔

نور چودھری...... کمالیہ

ڈیئر نور! آباد رہو آپ کا مفصل خط پڑھ کر بے حد اچھا لگا لکھائی کی بات جانے دیں، ہم اصل مطلب ومفہوم تک پہنچ ہی جاتے ہیں۔ چاہے آپ کیسے بھی لکھیں، ویسے آپ کی لکھائی تو اچھی ہے۔ اس دنیا بعض لوگ ایسے ہیں جو نہ خود مطمئن اور سکون سے رہتے ہیں اور نہ ہی دوسروں کو خوش حال اور آسودہ دیکھ سکتے ہیں۔ شاید آپ کے اردگرد بھی ایسے ہی لوگ موجود ہیں۔ پھر ایسے مشکل حالات میں ہی اپنے اور پرائے کی پہچان ہوتی ہے۔ یہ مشکلات جہاں آزمائش ہیں وہیں زندگی کے بہت سے رموز سے واقفیت بخش دیتی ہیں اور آپ کو کھرے کھوٹے کی پہچان بھی کرادیتی ہے۔ ان

معاملات پر آپ رنجیدہ مت ہوں، اگر آپ کے والدین آپ کے مستقبل کے لیے کوئی فیصلہ کریں گے تو یقیناً سوچ سمجھ کر ہی کریں گے۔ آج اللہ سبحان وتعالیٰ نے آپ کے گھر کو خوشیوں کا گہوارہ بنا دیا ہے تو وہ سب آپ سے ناتا جوڑنے کے خواہاں ہیں۔ بہر حال دعا گو ہیں کہ آپ کے معاملات بہتر ہو جائیں اور جو آپ کے حق میں بہتر ہو وہی معاملہ اللہ سبحان وتعالیٰ عطا فرما دے آمین۔

سلمیٰ غزل...... کراچی

پیاری سلمیٰ! سدا سہاگن رہو، چلیں اس بات کا تو آپ نے اقرار کر لیا کہ ہمیشہ آپ کے افسانوں کو جگہ دی گئی اور کبھی رد نہیں کیا۔ ہاں البتہ دیر سویر ضرور آپ کے حصے میں آئی اور وجہ بھی یہی ہے کہ کثیر تعداد میں کہانیاں موصول ہوتی ہیں سب کو بیک وقت خوش رکھنا اور ناراض ہونے کا موقع نہ دینا کافی مشکل ہوتا ہے۔ اسی لیے اس طرح کے معاملات درپیش آتے ہیں۔ اگر یہ تحریر بھی ہمیں موصول ہوتی تو ضرور شامل ہو جاتی، بہر حال جانے دیں، آپ کی یہ تحریر پرچے کی زینت بن گئی ہے۔ امید ہے آئندہ بھی قلمی تعاون حاصل رہے گا۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

لیلیٰ رب نواز...... ودھیوالی بھکر

پیاری لیلیٰ! سدا مسکراؤ، شکوہ وشکایات سے بھرپور آپ کا خط موصول ہوا۔ بے شک آپ کا کہنا بجا ہے کہ جب آپ اپنی نگارشات بھیجتی ہیں تو انتظار بھی خود بخود آپ کے حصے میں آ جاتا ہے اور پھر نام نہ دیکھ کر کوفت بھی ہوتی ہے۔ بہر حال جہاں تک شاعری کی بات ہے تو شاعری کے لیے اس کا معیاری ہونا ضروری ہے اور قافیہ ردیف کے علاوہ اشعار کا ہم وزن ہونا بھی ضروری ہے۔ اگر شاعری میں اس طرح کی خامیاں ہوں گی تو لگانا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اس لیے معذرت۔ آپ شاعری کے علاوہ دیگر سلسلوں میں شرکت کریں۔ امید ہے جلد شامل کر لیں گے۔

انعم زھرہ...... ملتان

عزیزی انعم! جگ جگ جیو، ہر ماہ آپ سے نصف ملاقات بے حد خوشی کا باعث بنتی ہے اور یہ قلمی رابطہ اب تو بے حد خلوص اور اپنائیت کا رشتہ بن گیا ہے۔ آپ کی خوشی ہماری خوشی کا باعث بنتی ہے اور آپ کا دکھ از خود ہی رنجیدہ کر دیتا ہے۔ یہ جان کر بے حد مسرت کا احساس ہوا کہ آپ کی ذاتی کاوش اور شاعری کو سب نے سراہا۔ منقبت پڑھ کر آپ ہر ایک کی داد وتحسین کی مستحق ٹھہریں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کو بہت سی خوشیاں عطا فرمائے اور آپ کو بہت سی رحمتوں اور برکتوں سے نوازے آمین۔

زونا خرم...... دینہ

ڈیئر زونا! شاد رہو، آپ کی تحریر "ہماری انوکھی جٹھانی" حجاب میں "ہیں کواکب کچھ" کے عنوان سے لگ چکی ہے۔ البتہ آپ سے رابطہ کرنا مشکل نظر آ رہا ہے کیونکہ تحریر پر درج آپ کا پتا غیر واضح ہے۔ اپنے مکمل پتا سے آگاہ کرنے کے لیے آپ دفتر کے نمبر پر رابطہ کریں یا پھر تحریری طور پر اپنا مکمل پتا ارسال کر دیں تاکہ قلمی رابطہ بحال رہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو مزید کامیابیوں سے نوازے۔

شگفتہ خان...... بھلوال

پیاری شگفتہ! سلامت رہو، خط کے ذریعے آپ کی علالت کے متعلق علم ہوا۔ بے شک صحت وتندرستی اللہ سبحان وتعالیٰ کی عطا کردہ وہ عظیم نعمت ہے۔ جس کا ہم شکر ادا کر ہی نہیں سکتے اور اس نعمت کی قدر واہمیت کا اصل اندازہ بھی اسی وقت ہوتا ہے جب بیماری ہمیں گھیر لیتی ہے۔ بہر حال خوشی غم، دکھ وتکلیف سب اللہ سبحان وتعالیٰ ہی کی طرف سے آتی ہیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ جلد روبصحت ہو جائیں آمین۔ ہم آپ کو ہرگز نہیں بھولے۔ بس ہر وقت نام لے کر ذکر نہیں ہوتا، لیکن آپ جیسے قارئین کی یاد ہمیشہ ہمارے دل میں تر وتازہ رہتی ہے۔ قارئین سے بھی دعائے صحت کے ملتمس ہیں۔

نجم انجم اعوان...... کورنگی کراچی

ڈیئر نجم! مانند نجوم جگمگاتی رہو، آپ کی مشکلات کا انداز ہو گیا۔ بے شک آپ کا کہنا درست ہے کہ کراچی جیسے شہر

میں بغیر کسی روزگار کے گزارہ مشکل ہے۔ یوں اچانک سے شوہر کی نوکری ختم ہوجانا بہت سے مسائل آپ کے لیے لایا ہوگا۔ لیکن ان حالات میں مایوس ہونے کے بجائے اسے اللہ سبحان وتعالیٰ کی طرف سے اپنے لیے آزمائش سمجھیں اور ایسی آزمائش میں وہ اپنے نیک بندوں کو ہی ڈالتا ہے۔ ہمارے پاس تو آپ کی تسلی وتشفی کے لیے صرف چند الفاظ ہی موجود ہیں اور دعاؤں کا ذخیرہ۔ اپنے رب کی رحمت سے مایوس نہ ہوں، ضرور وہ کوئی نہ کوئی سبب بنادے گا اور آپ کی مشکل کو دور کردے گا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کی تمام مشکلات اور مصائب کو دور کرکے جلد راحت کا معاملہ فرمادے آمین۔

ریما نور رضوان...... کراچی

ڈیئر ریما! سدا سہاگن رہو، آپ کی ناساز طبیعت کے متعلق علم ہوا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کو صحت وتندرستی عطا فرمائے اور ہر بیماری وغم سے محفوظ رکھے آمین۔ قارئین سے بھی دعائے صحت کے ملتمس ہیں۔

تبسم بشیر حسین...... ڈنگہ

ڈیئر تبسم! سدا مسکراؤ، آپ کا شکوہ کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ آنچل بھی آپ کو اپنا ہی سمجھتا ہے اور آپ کی نگارشات بھی شائع کرتا ہے۔ جہاں تک کہانیوں کی بات ہے تو ابھی آپ کو بہت محنت کی ضرورت ہے۔ سادہ اور آسان الفاظ میں کہیں تو آپ فی الحال اپنا مطالعہ وسیع کریں۔ دیگر نامور مصنفین کے انداز تحریر کو سامنے رکھیں اور اس محنت کے بعد لکھنے کی طرف آئیں۔ اگر تحریر میں اتنی گنجائش ہوتی ہے کہ تھوڑی بہت اصلاح کے بعد لگ جائے تو ہم ضرور اصلاح کرتے ہیں، لیکن ابھی آپ کو اصلاح سے زیادہ مطالعہ کی ضرورت ہے۔ ناقابل اشاعت تحریریں واپس نہیں بھیج سکتے۔ آپ آئندہ فوٹو اسٹیٹ اپنے پاس رکھا کریں۔

مہرین کنول...... کراچی

ڈیئر مہرین! جگ جگ جیو، آپ کی تحریر "جولا وارث نہیں" اور "سوچتا ہوں وہ کتنے معصوم تھے" موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ جن موضوعات پر آپ نے قلم اٹھایا ہے ان پر پہلے بھی مصنفین لکھ چکی ہیں اور یقیناً ایسی تحریریں آپ کی نظروں سے بھی گزری ہوں گی۔ اس کے باوجود آپ کے انداز تحریر میں پختگی نہیں۔ اس لیے پوری توجہ سے حالات وواقعات ذہن میں ترتیب دیں، پھر قلم بند کیا کریں۔ امید ہے مایوس ہونے کے بجائے ان باتوں پر عمل کریں گی اور لکھائی پر بھی خاص توجہ دیں گی۔

ناقابل اشاعت:۔

بچکانہ تحریر، کامل یقین، تیری چاہ میں، واپسی، رواجوں کے اسیر، آن اور انا، میری عائشہ، چڑیا چگ گئیں کھیت، خوشیوں کے عوض، میری پہلی محبت، یمنیٰ اختر، کلیاں اور خوش بو، تھا یقین کے آئے گی راتاں کبھی، ذرا پھر سے کہنا، سرخ محبت، وہ پیدا ہوا تو عجیب تھا، سج کر قدم دھر مٹیارہ، محبت ہم سفر میری، بنت آدم، صلیب، سوچتا ہوں وہ کتنے معصوم تھے، جولا وارث نہیں، چکنا چور، ڈبل 2 چورن مصالحہ، فنا ہوکر، ایک پھول کھلا اور ٹوٹ گیا، کب ملیں گے صنم، ایک نئی صبح، لمحہ فکریہ، بیٹے کی بارات، نصیب، دل لگی، بے نام، افسانہ ایک رشتے کا، بدلتی رت بدلتے لوگ، معیار محبت، بن مانگی محبت، نیو جنریشن، دھنک کے رنگ، تجھے چاہا تھا، سوچ، احساس، گڑیا، ایک خواب کی بات، ہماری آرزو، دل مضطرب، صبح نو کی نوید، محبت جان کی بازی، محبتوں کے نصیب، مہر وفا اور تم، یہ چراغ بے نظیر ہے، میرے ہاتھ ہیں لہولہو، یہ ستارہ بے زباں ہے، پھر میری آنکھ سحر تک روئی، سرخ محبت۔

قابل اشاعت:۔

دل دعا اور دسمبر، حوصلے کی جیت، میرے بخت کا ستارہ، دل کی آواز سن، ہارے بھی تو بازی مات نہیں، تم یوں ملے، دل مضطرب، کافر رواجوں کے اسیر۔



دانش کدہ

الکوثر

مشتاق احمد قریشی

جہاں محبت وشفقت کی توقع ہو وہاں اگر نفرت وعداوت کا لاوا پھوٹ پڑے جہاں تائید واعانت کی امید ہو وہاں مخاصمت ومخالفت کا طوفان امڈ پڑے تو یقیناً یہ سب کچھ نا صرف غیر متوقع اور تکلیف دہ بھی ہوگا کیونکہ ابولہب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ ایک ہی باپ کی اولاد اور سگے حقیقی بھائی تھے۔ اس لیے بجا طور پر امید کی جاسکتی تھی کہ وہ اپنے سگے بھائی کے یتیم بیٹے کی تائید وحمایت میں اس کے شانہ بشانہ کھڑا ہوگا۔ اُن کی تائید ونصرت میں بھرپور مددگار وحمایتی ہوگا۔ جب کہ اس کے برعکس اس کا پورا قبیلہ بنی ہاشم جس کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چشم وچراغ تھے نے اس کے باوجود کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے تھے لیکن جی جان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ وحمایتی تھے۔ عرب کے تمام قبائل میں یہ رواج تھا کہ وہ ہر حال وصورت میں اپنی قوم قبیلے اپنے خاندان کے فرد کی حمایت وحفاظت ہر قیمت پر کرتے تھے۔ چاہے وہ کتنا ہی ظالم کیوں نہ ہو۔

ابولہب تو خونی اور خاندانی رشتے کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمسایہ بھی تھا۔ دونوں گھروں کے درمیان صرف ایک دیوار حائل تھی۔ پڑوسی کا حق دنیا کے تمام معاشروں میں تسلیم کیا جاتا ہے۔ پڑوسی ہونے اور چچا ہونے کے ناتے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی زندگی وحالات سے بھی بخوبی آگاہی رکھتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بےداغ کردار سے پوری طرح باخبر تھا۔ اس کے باوجود جب اس نے اسلام دشمنی میں انتہا کردی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر ہر طرح پریشان اور تکلیف پہنچاتا تھا۔ اس کے ساتھ اس کی بیوی بھی اس کی ہر طرح مدد کرتی۔ دین حق سے اس کا بغض وعناد اتنا شدید تھا کہ وہ ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگا رہتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتا رہتا۔ اس لیے ہی اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کو اس کے نام سے منسوب فرمایا۔ اس سورۃ کے مطالعے سے ہمیں بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ بارگاہِ رسالت میں معمولی سے معمولی گستاخی بھی رب کائنات کو کس قدر ناگوار گزرتی ہے۔ یہ سورۃ مبارکہ رہتی دنیا تک اگر ابولہب اور اس کی بیوی کے لیے بددعا کی حیثیت رکھتی ہے۔ تو اہلِ ایمان کے لیے ایک واضح تنبیہ بھی ہے کہ حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں معمولی سی بےادبی کے بھی کتنے بھیانک نتائج نکل سکتے ہیں کہ کب غضب الٰہی کی بجلی کوندے اور بےادب گستاخ کو جلا کر رکھ دے۔

اس سورہ میں ابولہب کا نام لے کر اس کی مذمت کی گئی ہے۔ ایسا اس لیے کیا گیا کہ مکہ کے باہر کے عرب جب حج کے موقع پر آتے اور مختلف بازاروں میں جمع ہوتے تو ان کے سامنے ابولہب جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سگا چچا تھا وہ ان کی سرعام مخالفت اور برائی کرتا جب کہ یہ عرب کی معروف روایات کے بالکل خلاف بات تھی کہ کوئی اپنا خونی رشتہ دار اس کی مخالفت کرے اور خاص طور پر چچا جو باپ کی جگہ سمجھا جاتا تھا۔ وہ خود سب کے سامنے اپنے بھتیجے کو برا بھلا کہے اور اسے پتھر مارے۔ اس پر الزامات عائد کرے لوگ ابولہب کی باتوں سے متاثر ہوکر رسول صلی

اللہ علیہ وسلم کے بارے میں شک میں پڑ جاتے لیکن جب یہ سورہ نازل ہوئی تو ابولہب نے مارے غصے کے اول فول بکنا شروع کردیا تو لوگوں نے از خود سمجھ لیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں اس شخص کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ یہ شخص اپنے سگے بھتیجے کی دشمنی میں پاگل ہوگیا ہے۔

ابولہب کا اصل نام عبدالعزیٰ تھا۔ ابولہب اسے اس کے رنگ کے باعث کہا جاتا تھا جو سرخ وسفید چمکتا ہوا تھا۔ لہب آگ کے شعلے کو کہتے ہیں۔ ابولہب کے معنی شعلہ رُو کے ہوتے ہیں۔ یہاں اس کے نام کے بجائے اس کی کنیت سے پکارا گیا ہے۔ اس لیے کہ وہ زیادہ تر اپنی کنیت ابولہب سے ہی پکارا جاتا تھا۔ دوسرے اس کا اصل نام تو ایک خالص مشرکانہ نام تھا۔ عبدالعزیٰ یعنی عزیٰ کا بندہ اور عزیٰ کفار قریش کے ایک بُت کا نام تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کیسے پسند کرتا کہ اس کے کلام میں اسے اس مشرکانہ نام سے پکارا جائے۔ تیسری اور سب سے اہم یہ کہ سورۃ میں جو انجام اس کا بیان کیا گیا ہے اس کے لیے اس کی کنیت ہی زیادہ مناسب ہے۔ علاوہ ازیں اسے اپنے انجام کے اعتبار سے جہنم کی آگ کا ایندھن بننا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی بیوی ام جمیل بھی دشمنی میں اپنے خاوند سے کسی طرح کم نہیں تھی۔

اس آیت کے نزول کے سبب میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم الٰہی ہوا کہ اپنے رشتے داروں کو ڈراؤ اور ان سے تبلیغ کا آغاز کرو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ کی پہاڑی پر چڑھ کر آواز لگانے لگے۔ ''یا صباحاہ'' اس طرح کی آواز قبائل میں خطرے کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ اس آواز پر آپ کے تمام رشتہ دار جمع ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذرا بتلاؤ اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ اس پہاڑ کی پشت پر ایک گھڑ سوار لشکر ہے جو حملہ آور ہوا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات کی تصدیق کرو گے؟ تو سب نے مل کر کہا کیوں نہیں ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کبھی جھوٹا نہیں پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر سن لو کہ میں تمہیں ایک بہت بڑے عذاب سے ڈرانے آیا ہوں (اگر تم اسی طرح کفر وشرک میں مبتلا رہے) یہ سن کر سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا ابولہب نے کہا ''تبا لک'' تیرے لیے ہلاکت ہو کیا تُو نے ہمیں یہاں یہی سنانے کے لیے جمع کیا تھا؟ جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی۔ (صحیح بخاری، تفسیر سورۃ تبت مسند احمد، مسلم، ترمذی، ابن جریر)

حضرت ابن زید رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ابولہب نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روز دریافت کیا کہ اگر میں تمہارے دین کو مان لوں تو مجھے کیا ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اور سب ایمان لانے والوں کو ملے گا۔ اس پر اس نے کہا میرے لیے کوئی خاص فضیلت نہیں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور آپ کیا چاہتے ہیں؟ اس پر وہ بولا ناس جائے اس دین کا جس میں میں اور دوسرے لوگ برابر ہوں (ابن جریر)

حضرت ربیعہ بن عباد الدیلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نوعمر تھا میں اپنے والد کے ساتھ ذوالحجاز کے بازار میں گیا تو وہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔ ''لوگو کہو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے فلاح پاؤ گے۔'' رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے ایک شخص یہ کہتا جارہا تھا کہ ''یہ جھوٹا ہے اپنے آبائی دین سے پھر گیا ہے۔'' میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے تو انہوں نے بتایا کہ یہ ان کا چچا ابولہب ہے۔ (مسند احمد۔ بیہقی) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جہاں جہاں بھی اسلام کی دعوت دینے جاتے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے وہاں پہنچ جاتا اور لوگوں کو بات سننے سے روکتا۔ ان ہی حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری روایت بھی ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ایک ایک قبیلے کے پڑاؤ پر جاتے اور فرماتے ''اے بنی فلاں بنی فلاں میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ صرف اللہ کی

عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو تم میری تصدیق کرو اور میرا ساتھ دو تاکہ میں وہ کام پورا کروں جس کے لیے اللہ نے مجھے بھیجا ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے ایک اور شخص آتا اور وہ کہتا کہ بنی فلاں یہ تم کو لات اور عزیٰ سے پھیر کر اس بدعت وگمراہی کی طرف لے جانا چاہتا ہے جسے یہ لے کر آیا ہے۔ اس کی بات ہرگز ہرگز نہ مانو اور اس کی پیروی نہ کرو۔ میں نے اپنے باپ سے پوچھا یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا یہ ان کا چچا ابولہب ہے۔ (مسند احمد۔ طبرانی)

حضرت طارق بن عبداللہ المحاربی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ذوالمجاز کے بازار میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے کہتے جاتے ہیں کہ "لوگوں لا الہ الا اللہ کہو فلاح پاؤ گے اور پیچھے ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر مار رہا ہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایڑیاں تک خون سے تر ہو گئیں اور وہ شخص ساتھ ساتھ یہ بھی کہتا جاتا ہے کہ یہ جھوٹا ہے اس کی بات نہ مانو۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ ان کا چچا ابولہب ہے۔ (ترمذی۔ مسند احمد۔ طبرانی)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ساتویں سال میں قبیلہ قریش کے تمام خاندانوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے کی پاداش میں بنی ہاشم اور بنی المطلب کا معاشرتی اور معاشی مقاطعہ (بائیکاٹ) کیا اور یہ دونوں خاندان اپنی اخلاقی خاندانی عرب روایات کو نبھاتے ہوئے اس کے باوجود کہ وہ دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت پر ثابت قدم رہتے ہوئے ان کے ساتھ شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں تنہا یہی شخص ابولہب تھا جس نے عرب اور اپنی خاندانی اخلاقی روایات کے خلاف کفار قریش کا ساتھ دیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خاندان کے افراد کا یہ بائی کاٹ یعنی مقاطعہ تین سال تک جاری رہا۔ اس عرصے میں دونوں خاندانوں بنی ہاشم اور بنی المطلب پر فاقوں کی بھی نوبت آ گئی مگر ابولہب کا یہ حال تھا کہ جب کوئی تجارتی قافلہ مکہ میں آتا اور شعب ابی طالب سے کوئی فرد محصورین کے لیے خوراک کا سامان خریدنے آتا تو ابولہب تاجروں سے پکار پکار کر کہتا کہ ان کے ہاتھ سامان نہ بیچو ان سے اتنی قیمت مانگو کہ یہ خرید نہ سکیں۔ اس طرح تمہیں جو نقصان ہوگا وہ میں پورا کروں گا۔ چنانچہ وہ ان محصورین شعب ابی طالب سے اتنی قیمت طلب کرتے جسے وہ ادا نہ کر سکتے اور خالی ہاتھ لوٹ جاتے حالانکہ ان کے بچے بھوک سے بلک اور تڑپ رہے ہوتے تھے پھر وہ ان تاجروں سے وہ چیز بازار کے بھاؤ سے خرید لیتا۔ (ابن سعد و ابن ہشام)

ابولہب کی ان ہی تکلیف دہ باتوں اور اعمال کے باعث اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں اس کا نام لے کر اس کی مذمت کی ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اسلام کی مخالفت اور کفر پر اصرار کی وجہ سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی بھی کوئی اہمیت نہیں تاکہ لوگوں کے دلوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہ بات صاف ہو جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خاندانی رشتے کی وجہ سے دین کے معاملے میں کوئی رعایت مل جائے گی۔ جب علی الاعلان اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے پر ان کے سگے چچا کی خبر لے لی تو اوروں کی کیا حیثیت و اہمیت اس دین اسلام میں کسی لاگ لپیٹ کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ ایمان لے آنے پر غیر اپنا ہو سکتا ہے اور ایمان نہ لانے سے اپنا غیر ہو جاتا ہے اگر وہ کفر کرے اور کفر پر قائم رہے اسلام کے معاملے میں کوئی نسبت، کوئی تعلق اہمیت نہیں رکھتا۔ صرف دین اسلام میں داخل ہو کر ایک اللہ ایک رسول کی اطاعت واتباع سے ایسے رشتے بن جاتے ہیں جو خونی اور موروثی رشتوں سے کہیں مضبوط اور اہم ہوتے ہیں اس کی سب سے اہم اور بڑی مثال غزوات میں ملتی ہے جب باپ بیٹے کے سامنے، بیٹا باپ کے سامنے، بھائی بھائی کے آمنے سامنے تمام رشتوں ناتوں کو بھول کر

مدمقابل آجاتے رہے ہیں۔
۔تبت کا لفظ خسران' نامرادی و بربادی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ (قرطبی) 'تبت یدا یہ بددعا ہے۔ یہاں وتب فرمایا گیا ہے' جس کے معنی ہیں وہ تباہ ہوگیا۔ ٹوٹ پھوٹ کررہ گیا۔ اس کا جسم ریزہ ریزہ ہوگیا۔ یہ جملہ جزائیہ ہے۔ اس سے مراد بددعا کے ہیں اور ابولہب نے تڑپ تڑپ کر جان دی۔ اس کے جسم کا گوشت گھل گھل کر گرنے لگا۔ اس کے بیٹوں نے جن پر اسے بہت ناز تھا' اسے گھر سے باہر نکال دیا۔ جہاں اس نے نامرادی' مایوسی کے عالم میں جان دی۔

یدا' ید (ہاتھ) کا تثنیہ ہے معنی ہاتھ کے ہیں۔ اس سے مراد نفس بھی ہے جز کہہ کر کل مراد لیا گیا ہے۔ یعنی ہلاک و برباد ہوجائے یہ بددعا ان الفاظ کے جواب میں ہے جو ابولہب نے غصے اور عداوت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہے تھے (اور وہ ہلاک ہوگیا) آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اسے بددعا کے ساتھ ساتھ اس کی ہلاکت و بربادی کی خبر بھی دی ہے۔ اس آیت میں ابولہب کے ہلاک ہونے کی خبر' پیش گوئی ہے کوئی کوسنا نہیں یا ہلاک کیے جانے کی خواہش کا اظہار نہیں کیا گیا۔ اس کے معنی ہیں۔ ''وہ ہلاک ہوگیا'' آئندہ پیش آنے والے واقعے کو ماضی کے صیغے میں بیان کیا گیا ہے گویا اس کا ہلاک ہونا ایسا یقینی امر ہے جیسے وہ ہوچکا ہو اور پھر ایسا ہی ہوا اس سورہ کے نزول کے چند سال بعد جنگ بدر کے چند روز بعد ابولہب طاعون سے بدتر بیماری عدسیہ میں مبتلا ہوکر مرا۔ تین دن تک اس کی لاش بے گوروکفن پڑی رہی۔ اس کے گھر والوں نے اسے یوں ہی چھوڑ دیا۔ کیونکہ انہیں چھوت لگنے کا خوف تھا مرنے کے بعد بھی تین روز تک کوئی اس کے قریب نہیں جاسکا اس کی لاش پڑے پڑے سڑ گئی۔ سخت بدبو پھیلنے لگی تو لوگوں نے اس کے بیٹوں کو طعنے دینا شروع کردیئے۔ ایک روایت یہ ہے کہ انہوں نے کچھ حبشیوں کو اجرت دے کر اس کی لاش اٹھوائی اور ان ہی مزدوروں نے اسی طرح بے کفن گڑھا کھود کر ڈنڈوں کی مدد سے لاش کو دھکیل کر گڑھے میں پھینک دیا اور اوپر سے مٹی اور پتھر ڈال کر قبر کو بند کردیا۔ (اسیر التفاسیر)

اللہ اکبر کیسی عبرت ناک موت نصیب ہوئی کہ اس کے دونوں بیٹے زندہ تھے اور اس کے باوجود انہوں نے اپنے باپ کی لاش کے قریب جانا قبول نہیں کیا جب کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادگان تو رحلت فرما گئے تھے۔ تب اس نے اور اس کے ساتھیوں نے کہا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جڑ کٹ گئی۔ وہ بے نشان ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام عربوں کو ہی نہیں بلکہ آنے والے زمانوں تک کے لوگوں کو دکھا دیا کہ جڑیں مضبوط اور نشادروں کی موجودگی کے باوجود وہ کیسے اور کس طرح اپنے گمراہوں کو سزا دے کر نشانِ عبرت بنا دیتا ہے اور کس طرح اس کی جڑ کٹ گئی۔ اس کی سب سے بڑی شکست اس وقت ہوئی جب اس کی بیٹی ''درہ'' ہجرت کرکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوئی اور اسلام قبول کرلیا جس دین کی راہ میں اس کے باپ نے روڑے اٹکائے' اس کی راہ روکنے میں اپنی پوری زندگی گزار دی تھی اور پھر فتح مکہ کے موقع پر اس کے دونوں بیٹوں عتبہ اور مُعتب' حضرت عباسؓ جوان کے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے' کی وساطت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اسلام قبول کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنے باپ کی ساری زندگی کی مخالفت اور گمراہی جس میں انہوں نے اس کا بھرپور ساتھ دیا تھا یک لخت بھلا دیا اور دین اسلام کو اپنا لیا۔

(جاری ہے)



تلخ و شیریں

رابعہ شاہین

س:۔کفالت کی ذمہ داری کب سے سنبھالی؟

☆جب سے ہوش سنبھالا گھر میں غربت کے سائے دیکھے۔ ہمارے بابو جی کو منہ کا کینسر تھا۔ بڑی دو بہنوں کی شادی ہوچکی تھی مگر ان کے گھروں میں بھی اتنی غربت تھی کہ وہ آئے دن ہمارے گھر آجاتیں، ایک بہن کے دو بچے تھے دوسری بہن کے ہاں صرف ایک بیٹا تھا۔ مجھ سے چھوٹی بہن کی بھی شادی ہوگئی تھی۔ وہ جدہ میں رہتی تھی۔ شوہر سے چھپ کر وہ کچھ مالی مدد کردیا کرتی تھی۔ بڑا بھائی بینک میں افسر تھا مگر اس کی اپنی فیملی تھی۔ تین چھوٹی بچیاں تھیں۔ وہ کرائے کے گھر میں رہتا تھا تو وہ تھوڑی بہت مدد کردیا کرتا تھا پھر بابو جی کی معمولی سی پنشن تھی تو ماں جی بہت کھینچ تان کر گزارہ کرتی تھیں۔ میں میٹرک میں تھی جب میں نے ٹیوشن پڑھانا شروع کیا۔ اس سے صرف یہ فرق پڑا کہ میں نے اپنی پڑھائی کا خرچا خود اٹھالیا، جب میں نے بی اے کیا تو میری تین چھوٹی بہنیں اور دو بھائی اسکول میں پڑھ رہے تھے مجھ سے چھوٹی بہن کی قرض لے کر شادی کردی گئی تو وہ جدہ چلی گئی۔ گھر کے حالات دگرگوں تھے اور پھر قرض کا بار۔

میں جس زمانے کا ذکر کررہی ہوں اس وقت فی بچہ پانچ روپے فیس لیتی تھی پھر مجھے ایک گھر میں تین بچیوں کو ٹیوشن پڑھانے کا موقع ملا جہاں سے تیس روپے ملتے تھے تو سب سے پہلے میں نے اپنی تعلیم پر توجہ دی۔ بی اے کے بعد میں نے یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا۔

یونیورسٹی سے گھر آنے کے بجائے میں اکیڈمی میں پڑھانے چلی جاتی' وہیں سے شام کو انگریزی کی کلاس اٹینڈ کرتی اور سات آٹھ بجے گھر پہنچتی۔

گھر میں جن بچوں کو ٹیوشن پڑھاتی تھی انہیں چھوٹی دونوں بہنوں نے سنبھال لیا۔ میں نے خوب محنت اور دل جمعی سے تعلیم حاصل کی یہاں تک کہ انگریزی میں ماسٹر سیکنڈ پوزیشن میں پاس کیا اور سلور میڈل حاصل کیا۔

اسی وجہ سے مجھے اسی کالج میں لیکچرار کی جاب مل گئی جہاں میں خود پڑھتی تھی۔ صبح کالج جاتی وہاں سے فارغ ہوکر پھر اکیڈمی پڑھانے جاتی۔ دو چار بڑے گھروں کی ٹیوشن مل گئی تھی تو باری باری وہاں جاتی۔ یوں صبح ساڑھے سات بجے کی نکلی میں تقریباً رات بارہ بجے گھر واپس پہنچتی۔ اس محنت کا اللہ پاک نے بھی خوب صلہ دیا۔ چھوٹے بہن بھائیوں کی تعلیم کا سلسلہ جو وقتی طور پر رک گیا تھا وہ پھر سے شروع ہوگیا اور الحمدللہ قرض بھی اتار دیا۔

س: گھر والوں کی ضروریات جائز طریقے سے پوری کرنے کے لیے آپ نے کیا قربانی دی۔ خود میں کیا تبدیلی لائیں؟

☆بس اپنی ضروریات کو پس پشت ڈال کر گھر والوں کی ضروریات کو مقدم رکھا۔ جب آپ گھر سے باہر جاتے ہیں تو بھانت بھانت کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے اگر آپ ایک خاتون ہیں تو آپ کے ساتھ کام کرنے والی خواتین آپ کے لباس سے آپ کی حیثیت کا اندازہ کرکے آپ کو ڈی گریڈ کرنے کی کوشش کرتی ہیں اس لیے سب سے پہلے مہنگے اور قیمتی لباس پہننا شروع کیے اور پھر ہماری شخصیت ہمارے اسٹوڈنٹ پر بھی اثر انداز ہوتی ہے تو اچھا لباس خواہش سے زیادہ ضرورت کی حیثیت رکھتا ہے پھر یہ چھوٹا بھرم بھی رکھنا ہوتا ہے کہ ہمیں نوکری کی ضرورت نہیں، ہم شوقیہ کام کرتے ہیں۔

س: اس سارے عرصے میں گھر والوں کا رویہ کیسا رہا؟

میں صبح کی نکلی رات کو گھر واپس پہنچتی تھی تو تھکن سے برا حال ہوتا تھا۔ بابو جی بیمار تھے تو وہ جلد سو جاتے تھے۔ چھوٹے بہن بھائی بھی سوتے ہوئے ملتے لیکن ماں جی میرے انتظار میں جاگ رہی ہوتی تھیں۔ وہ میرے بغیر کھانا نہیں کھاتی تھیں۔ میں دن بھر بسکٹ وغیرہ سے کام چلاتی تو رات کو بھوک بھی لگ رہی ہوتی تھی پھر ہم ماں بیٹی رات کو کھانا کھاتے۔ میں انہیں دن بھر کی روداد سناتی۔ کبھی وہ شرمندہ ہوتیں کہ مجھے اتنی محنت کرنا پڑ رہی ہے اور کبھی میں کمزور پڑتی تو میری ہمت بندھاتیں۔ ماں جی کا سہارا نہ ہوتا تو شاید میں آدھے راستے میں ہی تھک کر گر جاتی۔ چھٹی والے دن بھی میری بہنیں مجھے گھر کا کام نہ کرنے دیتیں' سب میرے آرام و سکون کا خیال رکھتے تھے۔

س: کبھی ناگوار صورت حال کا سامنا کرنا پڑا اور اس موقع پر آپ نے کیا طرز عمل اختیار کیا؟

☆ نہ آپ لوگوں کی زبانیں روک سکتے ہیں نہ ہر ایک کو اپنی شرافت کا یقین دلا سکتے ہیں۔ ہمارا معاشرہ مردوں کا معاشرہ ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ جس طرح مائیں اپنی بیٹیوں کی تربیت کرتی ہیں انہیں شرافت سکھاتی ہیں اسی طرح انہیں بیٹوں کی تربیت بھی کرنی چاہیے انہیں خواتین کی عزت کرنا، سکھانا چاہیے۔ انہیں بھی نظریں نیچی رکھنے کی تعلیم دینی چاہیے۔ جب تک ہم بیٹوں کی تربیت اس طرح نہیں کریں گے جس طرح قدم قدم پر بیٹیوں کی کرتے ہیں انہیں اچھے برے کی پہچان بتاتے ہیں تب تک ہر اس خاتون کو جو اپنے گھر کی معاشی ضرورت پورے کرنے کے لیے باہر نکلتی ہے ناگوار صورت حال کا سامنا کرنا تو پڑے گا اور طرزِ عمل کیا اختیار کریں؟ ایک شریف خاتون سوائے خاموشی اور صبر کے کیا کرسکتی ہے۔

س: کہتے ہیں کہ آپ اچھے تو جگ اچھا تو کیا واقعی ایسا ہی ہے۔ محض آپ کا اچھا ہونا کافی ہے؟

☆ اگر اس دنیا میں ہر شخص اپنی جگہ اچھا ہو تو یہ دنیا جنت نہ بن جائے۔

س: کبھی پیشہ وارانہ رقابت کا شکار ہوئیں؟

بہت دفعہ کالج میں جب غیر نصابی سرگرمیوں کا ہفتہ منایا جاتا تو ادبی سرگرمیوں کی ذمہ داری مجھے سونپ دی جاتی تو مختلف مقابلوں کے انعقاد کے سلسلے میں جس خاتون کو ہمارے مقابل ذمہ داری دی جاتی تو وہ کھیلوں کو کھیل سمجھنے کے بجائے ذاتی انا کا مسئلہ بنا لیتیں بعد میں بھی بہت دن تک ان کا منہ پھولا رہتا۔ اب سوچتی ہوں تو سارے جھگڑے بچکانہ لگتے ہیں اور ہنسی بھی آتی ہے کیونکہ میں بھی خم ٹھونک کر میدان میں اتر جاتی تھی۔

س: اپنے جونیئرز اور سینئرز کے ساتھ آپ کا کیا رویہ رہا؟

☆ میں نے ہمیشہ اپنے بڑوں کا ادب کیا اور جونیئرز کے ساتھ میں خود بھی جونیئر بن جاتی تھی۔ بچوں کو پڑھاتی تھی تو ان کی ذہنیت کو سامنے رکھ کر خود بھی بچہ بن جاتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جونیئرز سے ہمیشہ دوستی رہی اور تمام اسٹوڈنٹس میرے گرویدہ رہے۔

س: کبھی عزتِ نفس کا سودا کیا؟

☆ آہ......!! چھوڑیں اس بات کو جانے دیں۔

س: ملازمت کے لیے محض ایمان داری کافی نہیں، خوشامد اور چاپلوسی بھی ضروری ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

☆ ہاہاہا...... یہ سب سے دلچسپ سوال ہے۔ ایماندار آدمی کی اس دنیا میں جگہ ہی کہاں ہے۔ بندہ یا تو ایمان داری دکھا لے یا پھر نوکری کرلے۔ ایک چینی کہاوت ہے کہ جسے مسکرانا نہیں آتا اسے دکانداری نہیں کرنا چاہیے اسی طرح میں کہتی ہوں کہ جسے خوشامد اور چاپلوسی کرنا نہیں آتی اسے نوکری نہیں کرنا چاہیے۔

س: اگر آپ نے اپنے ہداف اور مقاصد حاصل کرلیے تو اب گھر والوں کا رویہ کیسا ہے؟ پیچھے مڑ کر دیکھتی ہیں تو طمانیت کا احساس ہوتا ہے یا رائیگانی کا؟

☆ جس وقت میں تعلیم حاصل کر رہی تھی۔ بابو جی کی بیماری آخری اسٹیج پر تھی۔ جتنا ہمارے بس میں تھا ہم نے ان کا علاج کرایا مگر بابو جی کو بچا نہ سکے اس کا قلق آج تک ہے۔ کاش بابو جی کا اچھا سا علاج کرا سکتی۔ خیر بہن بھائیوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ چھوٹے بہن بھائیوں کی شادی کردی ہے۔ سب اپنے اپنے گھروں میں خوش ہیں میں۔ ریٹائرمنٹ کے بعد گھر میں اکیلی رہتی ہوں، اب بھی ٹیوشن پڑھاتی ہوں اور بہت کم فیس لیتی ہوں تو اسٹوڈنٹ کی تعداد بہت زیادہ ہے تو اس معروفیت میں اچھا وقت گزر جاتا ہے۔ تنہائی کا زیادہ احساس نہیں ہوتا۔ پھر ہر دس پندرہ دن بعد سارے بہن بھائی میرے گھر میں جمع ہوتے ہیں خوب رونق لگتی ہے۔ بہنوں کا تو یہ میکہ ہے۔ ماں جی کے جانے کے بعد سب نے مجھے ماں کا درجہ دے دیا ہے چھوٹے بھائی بھی بہت عزت کرتے ہیں۔ بڑے بھائی تو بہت ضد کرتے ہیں کہ ان کے گھر آجاؤں۔ ان کی بھی تینوں بچیوں کی شادی ہوگئی ہے مگر یہ گھر میرے ماں باپ کا گھر ہے میں جب تک زندہ ہوں میرے بہن بھائیوں کے لیے یہ ماں باپ کا گھر رہے گا۔ وہ ہمیشہ ہماری یادوں میں ہماری باتوں میں زندہ رہیں گے اور یہ گھر سونا ہوگیا تو یادیں مر جائیں گی۔

اور جب رات کو سونے لیٹتی ہوں تو چپکے سے پتا نہیں ماں جی کہاں سے آجاتی ہیں۔ انہیں پھر سے دن بھر کی روداد سناتی ہوں وہ پھر سے میری ہمت بندھاتی ہیں۔ بڑی بہنوں کے حالات بھی بدل گئے ہیں۔ اللہ کا کرم ہے کہ اس نے مجھے حوصلہ اور ہمت دی کہ میں اپنے بہن بھائیوں کے کام آسکی۔ دعا ہے کہ اللہ ان سب کی خوشیوں کو یوں ہی سلامت رکھے کہ دنیا میں بہن بھائیوں سے بڑھ کر آپ کا کوئی خیر خواہ نہیں ہوسکتا۔

❁

قسط نمبر 27

تیری زلف کے سر ہونے تک

اقرا صغیر احمد

حوصلے جب بلند ہو جائیں
مسئلے تب ٹھکانے لگتے ہیں
اس کی زنجیر کے سب ہی حلقے
پاؤں پکڑ کر منانے لگتے ہیں

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

شاہ زیب پیارے میاں کے گھر جاتا ہے اور وہاں سے آ کر سب گھر والوں کو آگاہ کرتا ہے کہ پیارے میاں اپنی فیملی کے ساتھ ملک سے فرار ہو چکا ہے۔ یہ صدمہ سب گھر والوں کے لیے بہت سے مصائب لے کر آتا ہے۔ ایسے میں صوفیہ کی حالت بے حد ابتر ہو جاتی ہے۔ منور صاحب کو بھی سودہ کا دکھ اور رسوائی ہلا کر رکھ دیتی ہے۔ ان کی بگڑتی طبیعت کے پیش نظر ڈاکٹر کو بلایا جاتا ہے۔ ایسے میں مدثر صاحب شاہ زیب کو سودہ سے شادی کا کہتے ہیں لیکن وہ بھی اس فیصلے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ جہاں آرا سائرہ سے مدد مانگتی ہیں اور اس کی مرحومہ بیٹی کا تذکرہ کر کے اپنی نواسی کو بچانے کا کہتی ہیں ایسے میں سائرہ ان کی مدد کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ جہاں آرا وہاں سے مطمئن تو ہو جاتی ہے لیکن سراج اور برکھا کا دھمکی آمیز لہجہ انہیں سکون نہیں لینے دیتا جلد ہی وہ اس سے مہلت لینے اور انشراح کو منانے کا کہہ کر ٹال دیتی ہیں انہی باتوں کے دوران ہوٹل میں فائرنگ کی آواز گونجتی ہے۔ جہاں آرا اور برکھا بوکھلا جاتے ہیں۔ جنید کی دادی کو یہ بات بالکل پسند نہیں آتی کہ زید کے ہوتے ہوئے چھوٹے بھائی کا نکاح سودہ سے طے کیا جائے وہ سب کو مشورہ دیتی ہیں کہ زید کا نکاح سودہ سے ہونا چاہیے، عمرانہ یہ بات سن کر مشتعل ہو جاتی ہے اور جنید کی دادی کی بات سے صاف انکار کر دیتی ہیں یہ تمام صورت حال جنید کے لیے برداشت کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایسے میں وہ مائدہ اور اپنے رشتے کو ختم کرنے کی بات کرتے ہوئے اسے عمرانہ کو سمجھانے کا کہتا ہے۔ مائدہ اس صورت میں گھبرا جاتی ہے۔ وہ اپنی محبت سے دستبردار ہونا نہیں چاہتی تھی اسی لیے ماں کے ساتھ دھمکی آمیز رویہ اختیار کرتے سودہ اور زید کے نکاح کی راہ ہموار کرتی ہے۔ عمرانہ کو تعریفی کلمات کے لالچ میں الجھا کر وہ اس سے یہ فیصلہ کرانے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ پہلے بھی عمرانہ نے جس فراخ دلی سے صالحہ کو گھر میں آنے کی اجازت دی تھی اس پر سب ہی لوگ اس کے معترف ہو گئے تھے مائدہ کی ان دھمکیوں پر عمرانہ کے پاس کوئی راستہ نہیں رہتا وہ مجبوراً اس رشتے پر آمادہ ہو جاتی ہیں۔ انشراح کے سامنے نوفل کا ایک نیا روپ سامنے آتا ہے۔ وہ اسے اپنے ساتھ ریسٹ ہاؤس میں لے آتا ہے اور اسے شادی کی پیشکش کرتا ہے جبکہ پہلے دوستی اور پھر محبت کا یہ بھرپور اعتراف انشراح کو حیرت سے دوچار کر دیتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)



اچانک بے ہوش ہونے والی سودہ کو زید نے پھرتی سے تھام لیا اور اس صورت حال پر گھبرا کر شاہ زیب بھی آگے بڑھا۔

"ارے یہ سودہ کو کیا ہوا...... بے ہوش کیوں ہوگئی؟"

"گھبراؤ نہیں سارا دن جس ذہنی واعصابی تناؤ سے گزری ہے اس کا نتیجہ ہے یہ، ٹینشن کے باعث بے ہوش ہوگئی ہے۔" ابھی وہ کہہ ہی رہا تھا کہ زمرد بیگم اور بوا کی نظریں سب سے پہلے ادھر پڑی تھیں پھر اس کے بعد ہال روم میں یہی صدائیں گردش کررہی تھیں کہ دلہن بے ہوش ہوگئی۔

"جو کچھ آج ہوا وہ غیر متوقع وسخت اذیت ناک تھا ہمارے اعصاب ابھی تک شل ہیں پھر یہ ایک نازک سی کم عمر بچی ہے کہاں تک برداشت کرسکتی ہے بے ہوش تو ہونا ہی تھا۔" مدثر اور منور بھی وہاں پہنچ گئے اور منور صاحب نے کہا۔

"تایا جان اس کو ہوش نہیں آرہا۔" شاہ زیب نے اسے ہوش میں لانے کی تمام تدبریں کرتے ناکامی سے کہا۔

"نو پرابلم بیٹا...... سودہ کو روم میں لے جاؤ ریسٹ کرے گی تو ٹھیک ہوجائے گی اس وقت اس کو آرام کی سخت ضرورت ہے۔" ان کے ہلکے پھلکے انداز میں کہنے پر گھر کی خواتین کے اترے ہوئے چہروں پر رونق بحال ہوئی، ماسوائے عمرانہ کے، وہ اندر ہی اندر آتش فشاں کی مانند کھول رہی تھیں۔ ہونٹوں پر عارضی مسکان سجائے ان دیکھی آگ میں جلتی وہ گاہے بگاہے بیٹی کے ہنستے مسکراتے چہرے کو گھور رہی تھیں۔ آج اپنی ہی بیٹی نے ان کو شکست دی تھی۔ اپنی خوشیوں کی خاطر ماں کی خوشیاں راکھ کرڈالی تھیں۔

"عمرانہ آپ کی بہو بے ہوش ہوگئی۔" ایک خاتون نے کہا۔

"منحوس کو کبھی ہوش نہ آئے...... ایسے ہی مرجائے اللہ کرے۔"

"پریشان نہ ہوں یہ تو ٹینشن کی وجہ سے بے ہوش ہوئی ہے۔"

"ہاں ہاں ریسٹ کرے گی ٹھیک ہو جائے گی آپ فکر نہ کریں۔" دوسری خاتون نے بھی ان کی خاموشی کو پریشانی پر محمول کیا۔

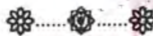
"ایکسکیوزمی...... میں ذرا اپنی بہو کو دیکھ آؤں۔" وہ مصنوعی فکر مندی ظاہر کرتی مہمان خواتین سے اجازت طلب کرنے لگیں اور اس طرف بڑھ گئیں جہاں گھر کے دیگر لوگ موجود تھے۔

"کیا سوچ رہے ہیں میاں......؟ سودہ بیٹی کو کمرے تک چھوڑ آئیں۔" حسب عادت بوا کو سودہ کا خیال آیا تو وہ کہہ اٹھیں۔

"میں......میں چھوڑ کر آؤں گا بوا......؟" زید سٹپٹا کر گویا ہوا۔

"آپ ہی جائیں گے...... اب یہ آپ کی ہی ذمہ داری ہیں' بھول گئے کچھ دیر قبل جو بڑی سعادت مندی سے قبول ہے، قبول ہے قبول ہے کی گردان کی تھی۔" جنید بھی کہاں پیچھے رہنے والا تھا اور اس کی شوخی پر زبردست قہقہہ لگا اور زید حسب عادت اس کو گھور بھی نہ سکا کہ بڑا مشکل مرحلہ تھا۔

"بھائی بھائی کو اپنے بیڈروم میں نہیں لے جایئے گا فی الوقت تو ان کے ہی بیڈروم میں شفٹ کیجیے گا۔" شاہ زیب نے بزرگوں کی موجودگی کو بالائے طاق رکھ کر پھر شرارتی لہجے میں کہا اور اس بار قہقہوں کا طوفان امڈ آیا اور زید بھی مسکرا دیا۔ شور و غل نے سودہ کو بھی ہوش کی دنیا میں لا کھڑا کیا تھا۔



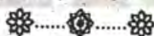
فائرنگ ہوتے ہی وہاں چیخ و پکار مچ گئی تھی یہ ایک درمیانے درجے کا ہوٹل تھا۔ برکھا نے اپنی شناخت چھپانے کے لیے اس ہوٹل کا انتخاب کیا تھا۔ معزز لوگوں کی آمد و رفت بھی نہ تھی جرائم پیشہ لوگ یہاں آتے جاتے تھے اب وہ اور دیگر ایسے ہی لوگ کمروں سے نکل کر بھاگ رہے تھے۔ جہاں آرا بھی غائب دماغی کے ساتھ واش روم کی طرف بڑھیں فائرنگ کے ہوتے ہی وہ واش روم میں گھس گئی تھیں کیونکہ یہ ٹارگٹ کلنگ تھی جس میں اصل نشانہ برکھا تھی اور چکی میں پسنے والے گھن کی مانند سراج بھی مارا گیا تھا چند لمحوں بعد حملہ آوروں کے بھاگنے کی آواز سنائی دی تھی۔

سامنے ہی برکھا کی لاش پڑی تھی جس کی کھلی آنکھوں میں موت کی دہشت جم کر رہ گئی تھی کچھ فاصلے پر سراج بھی اپنے ہی خون میں ڈوبا اوندھا پڑا تھا۔ لمحوں میں وہ زندگی کی پُرفریب راہوں سے نکل کر موت کی پُرہول وادی کے باسی بن گئے تھے۔ جہاں آرا نے دروازے کی اوٹ سے باہر کا منظر دیکھا اور باہر آ کر لمحے بھر میں ہونے والا ان کا عبرت ناک انجام دیکھتی رہ گئیں۔

زندگی اور موت کی راہیں ساتھ ساتھ چلتی ہیں انسان اس بات سے بے خبر ہوتا ہے کہ کب کس موڑ پر زندگی موت کی راہ پر چھلانگ لگا کر قصہ تمام کردے۔ برکھا کا زرق برق لباس، طلائی زیورات بڑے بڑے نوٹوں کے انبار جن کی خاطر وہ اپنا ضمیر و ایمان فروخت کر چکی تھی ان میں سے کوئی بھی اس کو نہیں بچا پایا تھا۔ سراج کی لمبی زبان، تیز دماغ، شاطر پن و مکاری جس پر اس کو بہت ناز تھا وہ سب بھی موت کے آگے بے بس و لاچار ثابت ہوئے تھے اور اب وہ اپنے خون میں تربتر بے یار و مددگار پڑے تھے۔

جہاں آرا کا سکتہ زیادہ طویل ثابت نہیں ہوا پولیس کے آنے سے قبل وہ یہاں سے نکل جانا چاہتی تھیں وہ تیزی سے وہاں سے نکل کر باہر دوڑتے بھاگتے لوگوں میں شامل ہوگئیں اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر کچھ آگے بڑھی تھیں جب انہوں نے پولیس کی گاڑیوں کو اس سمت جاتے دیکھا۔ گھر آ کر وہ سیدھی اپنے کمرے میں آئیں اور بے سدھ ہو کر بیڈ پر لیٹتے

ہی لمبے لمبے سانس لینے لگیں ان کے دل و دماغ کی بری حالت تھی۔
''خیریت ہے ناں ماسی، تم برکھا کے یہاں گئی تھیں اس نے پھر کوئی دھمکی دی ہے۔ ایسا کیا ہوا ہے جو تمہاری یہ حالت ہورہی ہے؟'' بالی نے ان کے پیچھے آ کر فکرمندی سے استفسار کیا۔
وہ جو منظر دیکھ کر آئی تھیں ابھی تک اس کی دہشت وخوف سے باہر نہیں آ پارہی تھیں ہر جگہ خون ہی خون ان کو دکھائی دے رہا تھا اور برکھا کی خوف سے کھلی آنکھیں گویا ان کو ابھی بھی گھور رہی ہوں ان کو یہی لگ رہا تھا۔
''ماسی، سب ٹھیک ہے ناں؟'' بالی کو بھی خوف سے اختلاج قلب ہونے لگا۔
''ہاں، سب ٹھیک ہے..... سب ٹھیک ہوگیا وہ..... وہ برکھا اور سراج دونوں مارے گئے..... دونوں مر گئے۔''
''سچ..... دونوں مر گئے۔'' بالی کے لبوں پر مسکان اجاگر ہوئی۔
''مگر تم تو بہت ٹینشن میں لگ رہی ہو، کسی کی موت کا سن کر خوشی تو کسی کو بھی نہیں ہوتی لیکن جو لوگ کسی کی زندگی چھیننے کے در پے ہو جائیں تو ان کی موت مظلوم کی خوشی کا باعث بن جاتی ہے۔''
''تم ٹھیک کہہ رہی ہو ان کے مرنے سے مجھے بہت خوشی ہوئی ہے کہ وہ کسی طرح جان چھوڑنے کو راضی نہ تھی مگر اطمینان کے ساتھ ساتھ نہ معلوم ایسا کیا ہے جو مجھے مضطرب اور بے چین کیے ہوئے ہے؟''



''میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں..... کیا تم مجھ سے شادی کرو گی؟'' اس کے انداز میں بے حد ٹھہراؤ اور سنجیدگی تھی وہ اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا تھا اس کی آنکھوں میں چاہت کی قندیلیں جگمگا رہی تھیں۔
''شادی.....؟'' انشراح کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوئیں۔
''ہاں شادی..... میں شادی کے لیے کسی لمبے چوڑے افیئر کو نہیں مانتا نہ ہی یہ پسند ہے کہ شادی سے پہلے محبت کی جائے اور دنیا کو تماشا دکھایا جائے کہ ہم محبت کرتے ہیں۔'' وہ اس وقت کوئی اور ہی نوفل لگ رہا تھا۔
''لیکن..... بات دوستی کرنے کی ہوئی تھی۔'' انشراح کو اپنی خود اعتمادی ہوا ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔
''بیوی دوست بھی ہوتی ہے ناں اچھی شادی دوستی سے ہی چلتی ہے اور ہماری شادی مثالی ہوگی ان شاء اللہ۔'' وہ مضطربانہ انداز میں دانتوں سے ہونٹ کاٹ رہا تھا بہت عجیب سے جذبات تھے۔ چہرے کی سرخی اور آنکھوں کی لالی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ نہ جانے وہ کن لمحات سے گزر رہا تھا اضطراب وانبساط کی دھوپ چھاؤں اس کی ذات کا مظہر تھی۔ انشراح تذبذب کا شکار ہوگئی۔
''میری اسٹڈی ابھی چل رہی ہے۔''
''شادی کے بعد بھی چلتی رہے گی نو ڈاؤٹ۔''
''ابھی ہمیں ایک دوسرے کو سمجھنے کی ضرورت ہے یا یوں سمجھ لیں میں اتنے کم ٹائم میں شادی کرنا نہیں چاہتی۔''
''تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں ہے یا اعتبار کرنا نہیں چاہتی؟'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا گمبھیر لہجے میں گویا ہوا۔
''بات اعتبار کرنے نا کرنے کی نہیں ہے میں ابھی شادی کرنا ہی نہیں چاہتی۔''
''اوکے ریلیکس ٹینس مت ہو..... میں تمہیں پریشان نہیں دیکھ سکتا پہلی بار میں نے اپنی زندگی میں کسی کی کمی محسوس کی ہے مجھے فیل ہوا ہے، میری لائف بے رنگ اور ان کمپلیٹ ہے اپنی بے رنگ زندگی کے ادھورے پن کو میں تمہارے وجود سے مکمل کرنے کی آرزو رکھتا ہوں۔'' وہ پوری طرح سے ٹوٹا بکھرا ہوا ایک شخص تھا جس کے لبوں سے نکلنے والے ہر لفظ میں ذاتی تنہائی و تشنگی کی محسوس کی جانے والی تپش تھی۔

اس کا ہر سانس اس کی محبت سے مہکا ہوا تھا وہ اس سے شادی کا خواہاں تھا بہت سادگی سے پرپوز کر گیا تھا۔ بہت شائستہ و معتبر انداز میں۔ دور بہتا سمندر، سرمئی بادلوں سے ڈھکا آسمان خوشبو بھری نم ہوائیں اردگرد پھیلا سناٹا اور تنہائی بہکنے کے لیے ماحول سازگار تھا مگر ایک نگاہ غلط نوفل کی اس کی طرف نہ اٹھی تھی۔ وہ اس کے سامنے سینے پر ہاتھ باندھے مودب کھڑا تھا جیسے وہ کوئی بہت قابل احترام ہستی ہے اور انشراح جو مزاجاً مخلص و بامروت لڑکی تھی ماں باپ کے ٹھکرائے جانے کا انتقام لینے کے لیے بے حس و پتھر بن گئی تھی نوفل کے کردار کی مضبوطی واچھائی اس کو ڈگمگانے لگی تھی۔

"اینی وے...... میں ابھی شادی کرنا نہیں چاہتی شاید کبھی شادی نہ کروں۔ کیا آپ ساری زندگی میرا انتظار کریں گے؟" اس نے ماحول کے بوجھل پن کو دور کرنے کی خاطر ہنس کر کہا۔

"ہوں...... میں ساری زندگی ویٹ کروں گا مگر تم ایسا کیوں سوچ رہی ہو...... کیا تمہاری لائف میں بھی کوئی ٹریجڈی ہے آئی مین......" وہ نا معلوم کیا پوچھتا پوچھتا لب دبا کر خاموش ہو گیا۔

"آپ کی زندگی میں صرف ایک ٹریجڈی ہے کہ آپ کے پیرنٹس میں سپریشن ہو گئی اور میری پوری زندگی ٹریجڈی ہے اب کیا بتاؤں؟"

"کچھ نہیں بتاؤ۔ میں تمہارے بارے میں کچھ جاننا بھی نہیں چاہتا۔" اس کے بھاری لہجے میں حلاوت تھی اپنائیت تھی۔

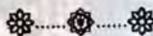
"آپ کے گھر والے بھی کچھ جاننا نہیں چاہیں گے میرے بارے میں۔"

"نہیں...... بالکل نہیں۔" لہجے میں غضب کا اعتماد و یقین تھا۔

"ان کے لیے سب سے اہم بات یہ ہوگی کہ میں نے اپنا جیون ساتھی چن لیا ہے اس خوشی سے بڑھ کر کوئی اور بات کسی کے مدمقابل نہیں آ سکتی۔"

"گھر میں سب سے زیادہ کس کے قریب ہیں آپ پپا ممی کی تو ڈیتھ ہو گئی ہے آپ کے۔" وہ اب سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہے تھے کیونکہ ملازم نے عاکفہ اور بابر کے آنے کی اطلاع دی تھی وہ استفسار کرنے لگی۔

"ڈیڈی کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔ مما زندہ ہیں میں ان سے ملنا پسند نہیں کرتا کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا جینا مرنا یکساں ہوتا ہے۔"



"کیا کہا تم نے ذرا پھر سے ریپیٹ کرو اپنی بات۔" یوسف نے چند لمحے ہکا بکا رہنے کے بعد استفسار کیا۔

"واہ کیا کانفیڈینس ہے میں سمجھ رہی تھی اپنی ناجائز اولاد کا سن کر آپ مکر جائیں گے جھوٹ بولیں گے مجھ سے نگاہیں نہ ملا پائیں گے مگر آپ نے ثابت کر دیا وہ آپ کی بھول نہیں تھی آپ عادی ہیں ان گھناؤنی حرکتوں کے۔" وہ چیخنے لگیں معاً وہاں سے گزرتی زرقا ان کی بلند آواز سن کر کمرے میں آ گئیں۔

"حمرہ کیا ہوا ہے جو اتنا ہنگامہ کر رہی ہو؟ پورے پورشن میں آواز گونج رہی ہے ملازموں کا خیال کرو۔"

"ملازموں کو ہی نہیں پوری دنیا کو میں بتاؤں گی اس بے وفا شخص کی اصلیت، کس طرح اپنی حیثیت و مرتبے کا ناجائز فائدہ اٹھاتا رہا ہے اس کے وجیہہ اور خوب صورت چہرے کے پیچھے کتنا مکروہ و کریہہ چہرہ پوشیدہ ہے۔"

"اسٹاپ اٹ حمرہ، ہوش کے ناخن لو...... ایسا بھی کیا غصہ کہ انسان بالکل ہی تہذیب و تمیز کا دامن چھوڑ کر جو منہ میں آئے وہ بکتا چلا جائے۔" زرقا نے جنون و انتقام میں سدھ بدھ بھولی حمرہ کو جھنجوڑ کر کہا۔

"ہوش کی ضرورت مجھے نہیں آپ کو ہے آپی...... اس شخص نے میرے ساتھ آپ کے اعتماد کو بھی توڑا ہے بے وفائی کی

ہے دھوکہ دیا ہے۔" یوسف دہری اذیت کا شکار تھے ایک طرف حمرہ نے ان کے کردار کی بدصورتی کو جس طرح نمایاں کیا تھا وہ نفرت بھرا انداز لب ولہجہ سہنا محال تھا دوسری طرف ان کے منہ سے اپنی بیٹی کی موجودگی کا سن کر ان کے دل کی حالت بن جل مچھلی کی مانند ہوگئی تھی۔

حمرہ ان کی حالت سے بے نیاز اپنے ماتم میں مگن تھی جبکہ زرقا پوری طرح سے یوسف کی دگرگوں حالت سے واقف ہونے کے ساتھ ساتھ حمرہ کو بھی سنبھال رہی تھیں جو سخت جنونی ثابت ہورہی تھی۔

"یہ قصہ گزرے ماضی کی دھول ہے اس کو جتنا کریدو گی اتنا ہی اپنے سانسوں میں تنگی محسوس کرو گی بہتر یہی ہے حال میں پلٹ آؤ۔"

"ہنہہ......!" انہوں نے ایک جھٹکے سے زرقا سے اپنے ہاتھ چھڑائے۔

"اس کا مطلب ہے آپ پہلے سے آگاہ ہیں...... اندھیرے میں فقط میں ہوں۔"

"نہیں...... بدگمانی کے جال میں مت پھنسو حمرہ، مجھے بھی چند دن قبل یوسف نے آگاہ کیا ہے تم امریکا گئی ہوئی تھیں۔"

"میرے ہرجائی پن و بے وفائی کی جو چاہو سزا دے دو میں ہر سزا کے لیے تیار ہوں مگر مجھے یہ بتا دو یہ سب تمہیں کس نے بتایا؟" وہ کسی سائل کی مانند آنکھوں میں آنسو بھرے کشکول لیے کھڑے تھے۔

"ہوں...... یہ خوب ہے پوری زندگی اپنی من کانیوں میں گزار دی جائے اور جب وقت پڑے تو یہ انداز اپنا لیے جائیں اور دوسرے کے جذبات عزت محبت کی کوئی ویلیو ہی نہیں ہے عورت کے لیے کسی غیر مرد کی طرف دیکھنا بھی حرام ہے اور مرد کے لیے حرام بھی حرام نہیں ہوتا۔" حمرہ کسی طرح ان کو معاف کرنے پر راضی نہ تھیں۔

"پلیز حمرہ، یوسف اس حقیقت سے ہی بے خبر تھے کہ وہ ایک بیٹی کے باپ ہیں یہ خبر آج تم نے دی ہے تمہیں کس نے بتائی ہے یہ بات؟"

"میرا دماغ پھٹ رہا ہے اعصاب شل ہورہے ہیں میں نے یہ سب سن کر بھی یقین نہ کیا تھا۔ میری محبت و اعتماد مجھے جھوٹی تسلیاں دے رہا تھا بہلا رہا تھا کہ یہ سب بکواس ہے یوسف کسی عورت کے ساتھ ایسے تعلقات قائم نہیں کرسکتے میں سارے سفر میں یہی سوچتی آئی تھی کہ یہ سب جھوٹ اور سازش ہے۔ کوئی میرے اور یوسف کے درمیان فاصلوں کو جنم دینا چاہتا ہے۔ میں ان سے کہوں گی تو یہ فوراً میرے سر پر ہاتھ رکھ کر کہیں گے...... یہ سراسر جھوٹ ہے بکواس اور لغویات ہے۔" انہوں نے خاموش ہوکر چند لمحے تنفس درست کیا۔

"مگر یہاں معاملہ بالکل ہی توقع کے برعکس ثابت ہوا کیسی ندامت، کہاں کی شرمندگی ان کے ہر لفظ میں اعتراف موجود تھا۔"

"تمہارے دکھ ورنج میں، میں تمہارے ساتھ ہوں تمہاری تکلیف میں فیل کررہی ہوں یوسف سے تمہاری محبت کی گہرائیوں سے بھی آگاہ ہوں کیا اس محبت کے بدلے تم یوسف کو معاف نہیں کرو گی؟"

"دھوکہ بھی میں کھاؤں اور معاف بھی میں ہی کروں؟"

"تم بھول جاؤ سب وہ ماضی کی ایک کہانی تھی۔"

"کیا کہانی تھی جو حقیقت بن کر سامنے آئی ہے۔" حمرہ کہہ کر وہاں سے چلی گئی تھیں۔

❀......❀......❀

"اوہ یہ کیا کردیا میں نے خود ہی اپنا بیٹا اپنے ہاتھوں سے صوفیہ اور اس کی بیٹی کے حوالے کردیا۔ جس طرح چڑیا چیل

سے اپنے بچوں کو چھپا کر رکھتی ہے اس سے زیادہ میں نے اپنے بچوں کی حفاظت کی تھی اور آج کیا ہوا مجھے...... کیوں میں نے اپنے اکلوتے کماؤ بیٹے کو ان ڈائنوں کے چنگل میں دے دیا اور ہار گئی' شکست فاش ہوگئی مجھے۔'' محفل کی گہما گہمی عروج پر تھی، مہمان ضیافت سے لطف اندوز ہونے میں مصروف تھے سودہ کو صالحہ اور بوا وہاں سے لے جا چکی تھیں۔ زید نکاح کی مبارک باد وصول کرنے میں مگن تھا اس کے انداز میں ابھی بھی بے یقینی و بے اعتباری کی کیفیت موجود تھی لبوں پہ بہت پھیکی سی مسکراہٹ تھی۔

لوگ طعام میں مصروف ہوئے تو عمرانہ کو بھی بیٹھ کر سوچنے کی فرصت ملی اور تنہائی میں محسوس ہونے والے پہلے ہی خیال نے گویا ان کے دل کو مٹھی میں لے کر مسل دیا اور وہ تڑپ اٹھیں۔

''شکست فاش اور یہ بدترین شکست دینے والی کوئی غیر نہیں میری کوکھ سے جنم لینے والی بیٹی ہے۔ میری اپنی بیٹی جس کی خوشیوں کی خاطر میں نے اس کی غلطیوں پر پردہ ڈالا، اس کے عیبوں کے پردہ پوشی کی، اس کی خوشیوں کی خاطر کیا کچھ نہ کیا اور وہ اس قدر خود غرض و بے وفا نکلی کہ ذرا بھی ماں کے متعلق نہیں سوچا، اپنی خوشیوں کی خاطر ماں کی خوشیاں راکھ کر ڈالیں کیا بیٹیاں ایسی ہوتی ہیں؟'' ان کو لگا بھری دنیا میں وہ تنہا رہ گئی ہوں' جن بچوں کی خاطر انہوں نے دنیا تیاگ دی تھی وہ ہی ان کو تنہا کر چکے تھے۔ کسی چوکیدار سے بڑھ کر ان کی چوکیداری کی تھی اور رات چوکیداری کی تھی...... اس بارش کی رات زید نے محض سودہ کی خاطر اپنا بیڈ روم چھوڑ کر نیچے لاؤنج میں وہ رات گزاری تھی۔ یہ کوئی معمولی بات نہ تھی زید کسی کی بھی خاطر اپنا روم نہیں چھوڑا کرتا تھا۔ اس بارش والی رات لاؤنج میں سونا ان کو اس کے دل کے بدلتے موسم کی نوید دے گیا تھا۔ یہ سچ تھا کہ اپنے جذبوں کی خبر اس کو بھی نہ ہونے پائی تھی مگر وہ ماں تھیں اور ایسی ماں جو بچوں کو ہی حیات کا محور مانتی تھیں اور پھر غیر محسوس طریقے سے وہ بیٹے کی ڈھکی چھپی ڈری سہمی محبت سے آگاہ ہوتی چلی گئی تھیں نتیجتاً سودہ کے ساتھ ان کا رویہ سرد سے سرد ہوتا چلا گیا تھا لیکن آج وہ جیت کر بھی ہار گئی تھیں۔ بیٹی کی ہٹ دھرمی اور جارحانہ انداز نے ناممکن کو ممکن بنا دیا تھا۔

''مما...... کیا ہوا آپ یہاں الگ تھلگ کیوں بیٹھ گئیں...... طبیعت تو ٹھیک ہے آپ کی؟'' زید جو گاہے بگاہے ان کو دیکھ رہا تھا پھرتی سے قریب آ کر استفسار کرنے لگا۔ عمرانہ کا دل ایک دم ہی بھر آیا۔

''ارے کیا ہوا ممی......؟'' مائدہ بھی ان کے پاس آ کر فکر مندی سے پوچھنے لگی۔ اس کو دیکھتے ہی ان کے گداز ہوتے دل نے کرختگی اختیار کرلی' پلکوں کے پیچھے چھانے والی گھٹا یکلخت جھلسانے والی دھوپ میں بدل گئی۔

''آپ کے سامنے پوری کہانی بدل گئی' بات کہاں سے کہاں جا پہنچی اور آپ مجھ سے پوچھ رہی ہو کیا ہوا ہے ممی؟'' زید کی موجودگی میں جبراً انہوں نے اپنے لہجے پر قابو رکھا تھا ورنہ دل یہی کر رہا تھا کہ سامنے کھڑی مائدہ کا منہ تھپڑوں سے لال کردیں۔

''یہ تو بہت امیزنگ کہانی ہے ممی...... کیوں بھائی آپ خوش ہیں ناں؟'' وہ اب زید سے لپٹ گئی' زید کے لبوں پر مسکراہٹ بھی نہ ابھر پائی تھی۔ وہ ماں کے دل کی حالت و جذبات بخوبی سمجھ رہا تھا اسے یہ تجسس ہی شدت سے ستا رہا تھا کہ وہ اتنے بڑے فیصلے پر راضی کیونکر ہوئیں بھلا؟

''پاگل ہوگئی ہو تم یہ بھی خوشی کی بات ہوسکتی ہے کسی کی مصیبت میرے بچے کے سر تھوپ دی گئی ہے یہ شادی نہیں بربادی ہے بربادی۔'' بلاآخر بلی تھیلے سے باہر آ گئی تھی' ضبط کا پیمانہ ٹوٹا تو دل کی بھڑاس لبوں پر وارد ہوئی' زید کے جذبات مزید سرد ہوگئے تھے۔

''مما پلیز یہاں تماشہ کری ایٹ کرنے کی کوشش نہ کریں۔'' مائدہ نے عمرانہ سے سرگوشی میں کہا۔

''جنید اور اس کی دادی ابھی یہاں موجود ہیں...... میں نہیں چاہتی وہ آپ کا اصلی چہرہ دیکھیں' ایک روپ آپ انہیں دکھا چکی ہیں اور نہیں دکھانے دوں گی' مجھے وہاں ان کے گھر جانا ہے میرا ہی خیال کرلیں۔''

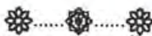
''تم نے میری پروا کی تھی جو میں تمہارا خیال کروں؟'' وہ بھی آہستگی سے غرا کر اس کو گھورنے لگیں۔

''پھر دکھائیں تماشہ میں بعد میں کیا کرتی ہوں یہ بھی معلوم ہوجائے گا باپ کی محبت سے محروم رہی ہوں خاوند کی چاہت سے دوری برداشت نہیں کرپاؤں گی آج نہیں تو کل جنید میرا خاوند ہوگا۔'' ان ماں بیٹی کے الجھنے سے بے خبر زید کسی مہمان کے ساتھ کچھ فاصلے پر محو گفتگو تھا۔ مائدہ دوبارہ ماں کو دھمکی دے کر وہاں سے جاچکی تھی۔

عمرانہ بیٹی کے ہاتھوں شکست یہ شکست کھا کر گھائل دل لیے وہاں سے اٹھ کر مہمانوں کی طرف آگئیں جو فیصلہ انہوں نے کیا تھا اس کی لاج بھی رکھنی تھی کہ آج انہوں نے بے انتہا تعریف و توصیف سمیٹی تھی۔

سوکن کو گلے لگانے کی فراخدلی حالانکہ گلے لگانا دور کی بات آنکھ ملانا بھی انہوں نے پسند نہیں کیا تھا، پھر سودہ کو بہو بنانے کی جو اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کیا وہ گویا لوگوں کو ان کا گرویدہ بنا گئی تھی۔

''جنید بھائی آج سے قبل آپ نے کبھی اتنا خاموش و افسردہ دولہا دیکھا ہے' معمولی سی خوشی کی رمق، ہلکی سی مسرت کی کرن بھائی کے مکھڑے پر نہیں ہے۔'' عمرانہ کی باتوں نے اس کے دل کو کسی خوش فہمی میں مبتلا ہونے نہ دیا تھا اور جس تحقیر و نفرت بھرے انداز میں اس کی شادی کو بربادی کا نام دیا تھا اس کا دل تاریکی میں ڈوب گیا تھا شاہ زیب کی بات بھی اس پر کوئی اثر نہ کرسکی تھی۔



دروازے پر دستک بہت شدت سے دی جارہی تھی جہاں آرا بڑی مشکل سے نیند کی آغوش میں سمائی تھیں معاً مسلسل دستک سے ہڑبڑا کر بیدار ہوئیں۔

''آرہی ہوں بابا...... صبر تو کرو، چل کر ہی آؤں گی اڑ کر نہیں۔'' انہوں نے غصے سے بڑبڑاتے ہوئے دروازہ کھولا اور اچھل کر دور ہوئیں' خوف سے ان کی آنکھیں پھٹ گئی تھیں۔

''تم...... تم دونوں تو مر گئے تھے پھر...... پھر یہاں کیسے؟'' سامنے کھڑے سراج اور برکھا کو دیکھ کر وہ گھگھیا کر گویا ہوئیں۔

''مر گئے تھے......'' سراج نے مسکراتی برکھا کو دیکھ کر قہقہہ لگایا۔

''تم تو یہی سمجھو گی آیا کہ سراج مر گیا اس کی رقم تمہاری ہوئی اور برکھا بھی مر گئی تو لڑکی دینے سے تم بری الذمہ ہوگئیں؟'' سراج کے بعد برکھا نے بھی اس کو گھورتے ہوئے کہا۔

''یہ کیسے ہوسکتا ہے......! یہ ممکن نہیں ہے کہ تم زندہ ہو' تم لوگوں کو مرے ہوئے میں نے خود دیکھا اور مر کر کوئی زندہ نہیں ہوتا۔'' جہاں آرا کا خوف و دہشت سے برا حال تھا۔

''ٹھیک کہا تم نے مر کر کوئی زندہ نہیں ہوتا اور ہم مرے نہیں۔''

''میڈم...... کیوں بحث کرتی ہو، یہ عورت ورت خوامخواہ وقت ضائع کررہی ہے۔ مجھے اس سے رقم چاہیے اور تمہیں لڑکی دونوں ہی آسانی سے حوالے نہیں کرے گی۔ میری سوچ سے زیادہ ٹیڑھی عورت ثابت ہورہی ہے یہ۔''

''پھر تم ہی بتاؤ کوئی طریقہ جس سے یہ وقت ضائع کیے بنا ہمارا کام کردے ٹائم بالکل بھی نہیں ہے۔ ہمارے پاس۔'' برکھا کے لہجے میں غصہ تھا۔

''آپا...... تم نے سنا میڈم کیا کہہ رہی ہیں؟ شرافت سے میرا پیسہ اور لڑکی میڈم کے حوالے کردو اسی میں تمہاری بچت

ہے......وگرنہ......لڑکی تو تمہارے ہاتھ سے جائے گی، پیسہ و دولت بھی اور ساتھ میں تمہاری جان بھی۔'' سرج کے تیور بری طرح بگڑے۔

''تم لوگ اندر کس طرح آ گئے......میں نے چوکیدار کو سختی سے منع کیا تھا۔''

''بیکار باتیں مت کرو، لڑکی کو بلاؤ۔''

''میں نے کہا تھا ناں لڑکی ملے گی نا دولت حاصل کر پاؤ گے، تم لوگوں کی خیریت اسی میں ہے کہ واپس چلے جاؤ ورنہ......میں پولیس کو کال کر دوں گی۔ پولیس تمہاری ساری بد معاشی واکڑ نکال دے گی۔'' جہاں آرا خوف کے نرغے سے چھٹکارا حاصل کر چکی تھیں۔

''سراج......تم ٹھیک کہتے ہو یہ عورت سیدھے طریقے سے بات نہیں مانے گی، تم ایک کام کرو، اس کو کھڑکی سے باہر پھینک دو، اس کے مرنے کے بعد ہمارا کام بالکل آسان ہو جائے گا۔ تم اس کی ساری دولت لے لینا اور میں انشراح کو لے جاؤں گی......چلو جلدی کرو۔'' برکھا نے گھورتے ہوئے سراج کو حکم دیا اور وہ حکم کی بجا آوری کے لیے گردن ہلاتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ اس نے آگے بڑھ کر جہاں آرا کو اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھائے تھے۔ وہ چیختے ہوئے پیچھے ہو کر دیوار سے جا لگی تھیں تب ہی جھٹکے سے آنکھ کھل گئی تھی۔ انہوں نے خوف و دہشت سے اردگرد دیکھا، وہاں نیم اندھیرے میں سناٹا تھا، دبیز ریشمی پردوں نے شام کو رات کی تاریکی میں بدل دیا تھا۔ ان کی سراسیمہ نگاہیں دروازے کی سمت گئیں۔ وہ اسی طرح بند تھا، جس طرح بالی بند کر کے گئی تھی۔ وہاں سراج تھا نہ برکھا۔ بس ایک عجیب سی پراسراریت کمرے میں محو رقصاں تھی۔



تمہارے شہر کا موسم سہانا لگے
بس ایک شام چرالوں اگر برا نہ لگے
تمہارے بس میں اگر ہو تو بھول جاؤ ہمیں
تمہیں بھلانے میں شاید ہمیں زمانے لگے

وہ سارا دن بہت خوشگوار گزرا تھا۔ نوفل کی شخصیت کے کئی ان دیکھے پہلوؤں سے آشنائی ہوئی تھی۔ ظاہری طور پر سڑیل، اکڑو، بد مزاج و کڑوے لہجے والا نوفل باطنی طور پر خوش مزاج، ملائم و شیریں طبیعت و اعلیٰ اخلاق کا مالک تھا۔ اس کی شخصیت میں خلوص، اپنائیت و مروت کسی خزانے کے مانند چھپی ہوئی تھی اور اس خزانے سے صرف ان لوگوں کو حصہ ملتا تھا جنہیں وہ اپنے دل سے قریب محسوس کرتا تھا، جو اس کی محبت کا حق دار ہوتا تھا۔

''کس سوچ میں گم ہو گئی ہو انشی، نوفل بھائی کی محبت پر بھی کوئی شک ہے تمہیں؟ انہوں نے پوری سچائی سے تمہارے آگے اپنا دل کھول کر رکھا ہے۔ ان کے قول و فعل میں ذرا بھی تضاد نہیں ہے۔'' نوفل اور بابر دوسرے روم میں گئے تو عاکفہ نے اس سے کہا۔

''قول و فعل میں تضاد کی بات نہیں ہے......لیکن پہلے محبت کا اظہار، پھر فوراً ہی شادی کا پرپوزل دینا......یہ سب بہت جلدی نہیں ہے؟''

''ایک ہی دن میں فرش سے عرش تک چھلانگ لگانے کی سعی کی جا رہی ہے۔'' وہ عاکفہ کے سامنے خاصی گڑبڑا رہی تھی، کیونکہ اس کے انتقامی جذبوں سے پوری طرح صرف بالی آگاہ تھی، حتیٰ کہ اس معاملے میں نانی کو بھی اس نے دور ہی رکھا تھا۔ وہ ان کی لالچی طبیعت سے بخوبی آگاہ تھی اور اب عاکفہ کے خلوص کے آگے وہ نگاہیں نہ ملا پا رہی تھی۔

''یہی بات تو ثابت کررہی ہے کہ وہ تمہارے معاملے میں کس قدر سیریس ہیں۔انہوں نے ٹائم ویسٹ کیے بنا تمہیں پرپوز کیا ہے بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ انہوں نے تمہاری مرضی معلوم کی ہے تاکہ باقاعدہ تمہاری نانی سے رشتے کی بات کی جائے۔'' عاکفہ غور سے اس کے چہرے کے بدلتے رنگ دیکھ رہی تھی، جہاں ہر رنگ میں ''نہ'' نظر آرہی تھی۔ انشراح عجیب دوراہے پر پھنس گئی تھی، یہاں وہ ہورہا تھا جو اس کی پلاننگ کے بالکل ہی برعکس تھا، اس کے لب خاموش تھے۔

''اس میں اتنا سوچنے کی بات تو نہیں ہے انشی...... اگر تم ابھی ذہنی طور پر تیار نہیں ہو تو میں نوفل بھائی کو انتظار کرنے کا کہہ دیتی ہوں، مجھے یقین ہے وہ انتظار کرلیں گے۔'' عاکفہ اس کی کیفیت سمجھ نہیں پارہی تھی۔

''میں کبھی بھی شادی نہیں کروں گی، انتظار کرنا فضول ہی ہوگا۔''

''کیا بچوں جیسی باتیں کررہی ہو، کیوں شادی نہیں کرو گی تم؟ آخر کس کے سہارے زندگی گزاروں گی، بوڑھی نانی اور بالی کب تک تمہارا ساتھ دیں گی اور اس معاشرے میں کس طرح زندہ رہ پاؤ گی؟ جہاں تنہا عورت کے لیے مرد گدھ و بھیڑیے بن جاتے ہیں۔''

''وہ عورت کمزور ہوتی ہے جو خود کو کمزور سمجھتی ہے، میں کمزور ہوں نہ کبھی بنوں گی، عام عورت سے الگ زندگی ہے میری، میرا حوصلہ و عزم بھی دیگر عورتوں سے جدا اور مضبوط ہے۔''

''کچھ بھی کہہ لو، یہ حقیقت ہے مرد کے بنا زندگی گزارنا آسان نہیں، ہماری زندگی میں بے حد کٹھنائیاں ہوتی ہیں نشیب وفراز آتے ہیں، جو تنہا گزارنا سہل نہیں، تمہیں اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔''



یوسف کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہاں اپنی بیٹی کو تلاش کریں حمرہ نے زرقا کو بتایا تھا کہ انہوں نے لندن میں اس ڈائریکٹر کی بیوی کا پیچھا اس وقت تک نہیں چھوڑا تھا جب تک اس نے سب کچھ سچ سچ نہ بتا دیا تھا۔اس خاتون کی زبانی ہی معلوم ہوا تھا کہ نوریہ نے لڑکی کو جنم دیا تھا، پھر کچھ عرصے بعد کسی تاجر سے شادی کرکے ملک سے باہر چلی گئی تھی اور جہاں آرا اس کو پکا معلوم نہ تھا وہ بیٹی کے ساتھ ہی چلی گئی تھی یا نہیں گئی تھی مگر اس کو پھر کہیں دیکھا نہیں گیا تھا۔بازار تو وہ بہت پہلے ہی چھوڑ چکی تھی۔

اب کسی شک وشبہے کی گنجائش ہی نہ رہی تھی۔وہ حقیقتاً ایک بیٹی کے باپ بن گئے تھے۔جائز وناجائز کی سوچ سے مبرا ہوکر ان کے اندر پدرانہ محبت وشفقت کا ساگر امڈ رہا تھا حالانکہ حمرہ انہیں معاف کرنے کو تیار نہ تھی۔ناراضی وخفگی کی خلیج ان کے درمیان بے حد وسیع ہوگئی تھی۔حمرہ ان کا سامنا کرنا چھوڑ چکی تھیں، بیڈروم بھی علیحدہ کرلیا تھا۔حمرہ ان کی محبت تھی، نوریہ کے سنگ انہوں نے محض ٹائم پاس کیا تھا۔زرقا ان کی پہلی بیوی تھی جس کو انہوں نے طویل عرصے تک معمولی سی بھی اہمیت نہ دی تھی۔حمرہ سے شادی کے بعد ان کا سارا ٹائم فقط حمرہ کے لیے ہی تھا، وہ اس کو دل وجان سے چاہتے تھے اور اس چاہت نے کتنی تنگدستی ونفرت کا ثبوت دیا تھا...... ان کے دل کی صدا ابھری تھی کہ والدین کے اولاد کے حق میں کیے گئے فیصلے بہترین ہوتے ہیں اس ٹھکرائی ہوئی عورت نے ہر موڑ پر ان کو سہارا دیا تھا۔آج بھی وہ سب بھلا کر ان کے درمیان پل بننے کی کوشش میں تھیں۔ماضی کی رنگینیاں اب اپنی پوری کریہہ صورتوں کے ساتھ ظاہر ہورہی تھیں۔کوئی اور وقت ہوتا تو وہ حمرہ کے واویلوں میں الجھ کر رہ جاتے مگر یہاں معاملہ نوفل کا تھا۔نوفل جو ان کی اولاد نہ ہوتے ہوئے بھی اولاد سے بڑھ کر تھا۔انہیں اس کی غیر محسوس طریقے سے نگرانی کروانی پڑ رہی تھی کہ تنویر تاک میں بیٹھا تھا کب موقع ملے کب وہ اپنا وار کرجائے...... آج سارا دن وہ گھر سے باہر رہا تھا۔دن رات کی آغوش میں چھپ جانے کو تیار تھا۔سارا دن بادلوں کی

سورج سے آنکھ مچولی جاری رہی تھی اب بھی گہرے بادلوں کی سیاہی کائنات کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی۔ اور اس تاریکی نے شام کو رات میں تبدیل کردیا تھا۔ ان کا دل مضطرب ہونے لگا تھا۔ دل میں پہلے ہی اداسی و بے قراری کا موسم تھا۔ نوفل کی سارے دن کی غیر حاضری انہیں وسوسوں کا شکار کرنے لگی جس سے گھبرا کر انہوں نے اس کو کال کرڈالی تھی۔

"نوفل بیٹا...... کب تک واپسی ہے آج آپ نے سارا دن گھر سے باہر اسپنڈ کیا، آپ کی غیر موجودگی میں، میں بہت ہی بور ہوا ہوں۔"

"سوری پاپا...... آج سارا دن گزر گیا اور میں فیل ہی نہ کرسکا کہ دن کس طرح اتنی جلدی رات میں بدل گیا۔"

"اوہ...... آپ کو معلوم ہی نہ ہوا کہ دن کس طرح تیزی سے گزر گیا اور مجھے لگا لمحہ لمحہ کچھوے کی چال سے گزر رہا ہے۔ ہاہاہا یہ سارا کمال ہوتا ہے گیدرنگ کا، لوگ ہم مزاج ہوں تو وقت گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلتا' لگتا ہے آپ کو کچھ زیادہ ہی اچھے لوگ مل گئے ہیں۔" انہوں نے شوخ انداز میں قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"جی...... گھر آکر سب بتاتا ہوں آپ کو۔" اس کا انداز بھی شوخ ہوا۔

❀......❀......❀

"کیا ہوا ماسی، کیوں چیخ رہی تھیں؟" بالی ان کی دلدوز چیخ سن کر وہاں آئی تھی اور بیڈ پر خوف زدہ و سہمی ہوئی جہاں آرا پر نگاہ پڑی اس نے جھٹ پٹ تمام سوئچز آن کرکے کمرہ روشن کردیا تھا۔

"ماسی...... خیریت تو ہے ناں کیا ہوا ہے بہت ڈری ہوئی ہو؟" بالی نے بیٹھ کر ان کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

"و...... وہ دونوں...... آئے تھے ابھی......"

"کون دونوں آئے تھے؟ میں نے تو کسی کو آتے ہوئے نہیں دیکھا۔"

"آئے تھے وہ دونوں...... برکھا اور سراج...... سراج اپنا پیسہ مانگ رہا تھا اور برکھا انشراح کو لے جانے آئی تھی......" وہ بے ربط انداز میں بولیں، ان کی آنکھوں میں خوف ہی خوف تھا، ہوش و خرد سے بالکل بیگانہ محسوس ہورہی تھیں۔

"وہ دونوں مرگئے ہیں۔ تم نے ضرور کوئی خواب دیکھا ہے۔"

"نہیں وہ نہیں مرے، وہ زندہ ہیں اور یہی بتانے آئے تھے کہ وہ مرے نہیں...... زندہ ہیں اور ہر حال میں اپنا پیسہ اور انشراح کو لے کر جائیں گے۔ بالی...... بالی ایسا کرتے ہیں، ہم سب کہیں چھپ جاتے ہیں کسی ایسی جگہ جہاں وہ ہمیں ڈھونڈ نہ سکیں، کبھی بھی ڈھونڈ نہ پائیں۔" بالی کو ان کا ذہنی توازن درست نہ لگا۔

"ماسی...... یاد کرو تم نے خود ان کی لاشیں دیکھی ہیں، وہ مرگئے اور مرنے کے بعد کوئی زندہ نہیں ہوتا۔"

"وہ مرگئے...... میں نے خود دیکھا ہے انہیں، وہ دونوں زندہ ہیں اور بار بار اپنے مطالبات کا تقاضا بھی کررہے ہیں...... بلکہ وہ برکھا کہہ رہی تھی اگر میں نے اس کی بات نہ مانی تو وہ سراج سے کہہ کر مجھے کھڑکی سے باہر پھنکوادے گی...... اور وہ سراج، وہ میرا گلہ دبانے آرہا تھا...... تم انشراح کو بلاؤ، ہمیں ابھی اور اسی وقت یہ گھر چھوڑ کر کہیں روپوش ہونا پڑے گا۔" ہوش و حواس سے بیگانہ وہ خوف کا پیکر لگ رہی تھیں۔ بالی کا بازو بڑی سختی سے دبوچے ہوئے وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بول رہی تھیں۔ گویا کہیں سے بھی برکھا اور سراج نمودار ہوجائیں گے۔

ان کی اس ڈری سہمی بلکہ ذہنی طور پر مفلوج حالت نے بالی کو بری طرح شاک پہنچایا آج سے قبل اس نے انہیں اس طرح ڈرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔

"بالی...... تم اس طرح کیوں کھڑی ہو، کیا تمہیں بھی ڈر لگ رہا ہے ان دونوں سے...... تم بھی ڈر رہی ہو ناں؟ تمہیں

بھی انہوں نے ڈرایا ہے...... ہاں...... تمہیں بھی ڈرایا ہے وہ ایسے ہی خطرناک لوگ ہیں اب کیا کریں کہاں جائیں گے ہم؟" وہ بالی کو گم صم دیکھ کر خوف زدہ انداز میں گویا ہوئیں۔

"ہم کہیں نہیں جائیں گے، یہاں اپنے گھر میں ہی رہیں گے......"

"تمہیں ڈر نہیں لگ رہا؟ وہ بہت خطرناک لوگ ہیں سراج ہم دونوں کو کھڑکی سے باہر پھینک دے گا، یا پھر گلا دبا کر مار دے گا اور پھر برکھا کا راستہ صاف ہوجائے گا وہ انشراح کو اپنے ساتھ لے جائے گی۔"

"ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا ماسی' وہ دونوں مر گئے ہیں' اب دنیا میں واپس نہیں آئیں گے۔ دنیا سے جانے کے بعد کوئی واپس نہیں آتا۔" بالی نے ٹھنڈے پانی کے چھینٹے ان کے چہرے پر مارے تھے اور اس وقت تک مارتی رہی جب تک وہ پھریری لے کر حواسوں میں نہ آ گئی تھیں۔

"یہ...... اتنی سردی میں کیوں بھگو رہی ہو مجھے دماغ خراب ہوگیا ہے تمہارا بالی...... کیا کر رہی ہو تم؟" بڑے چوکنا انداز میں انہوں نے بالی کو ڈانٹا اور بالی کے اضطراب کو قرار آنے لگا تھا۔

"شکر ہے، ہوش میں آ گئی ورنہ میرا تو دم ہی نکلنے والا تھا۔"

"ایسا کیا ہوگیا تھا مجھے جو تمہارا دم نکلنے لگا تھا؟" وہ بالی سے ٹاول لے کر چہرہ و گردن صاف کرتے ہوئے استفسار کرنے لگیں۔ بالی نے بھی ایک ایک بات دہرائی تو وہ سن کر ہک دک رہ گئیں۔

"میں ایسی باتیں کر رہی تھی...... کیا پاگل ہوگئی تھی میں؟"

"انسانی خون دیکھنا آسان کام نہیں ہوتا ماسی۔"

"ہوں صحیح کہہ رہی ہو کل تک میں اس کی موت کی تمنائی تھی...... لیکن یہ معلوم نہ تھا موت سے بے خبر دنیا کے مزے میں مگن زندگیوں کو لمحہ بھر میں موت کے ہاتھوں میں دیکھنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہوتی ہے۔"



رات کا سیاہ آنچل دھیرے دھیرے سرک رہا تھا۔ صبح کی روشن پیشانی نمودار ہوچکی تھی۔ کل سارا دن اور رات تک متحرک رہنے والے لوگ بے خبر سو رہے تھے۔ فجر کی نماز کی ادائیگی بھی بمشکل ہوئی تھی۔

ان میں ایک سودہ تھی جس کی آنکھوں میں نیند لمحوں کے لیے آئی تھی۔ وگرنہ وہ تنہائی میسر آتے ہی خالی ذہن کے ساتھ چھت کو گھورتی رہی تھی۔ کیا عجیب کھیل کھیلا تھا اس کے ساتھ مقدر نے' کل تک وہ مسز پیارے بننے والی تھی اور آج مسز زید بن گئی تھی۔ مسز پیارے بننا کوئی کمال نہ تھا مگر مسز زید بننا بہت بڑی انہونی تھی، بے حد حیران کن بات تھی...... وہ ایک ایسے شخص کی شریک حیات بنا دی گئی تھی جس سے ہمیشہ اس کو دور رکھا گیا تھا کہ جس کی پرچھائیں سے بھی اس کو خوف محسوس ہوتا تھا۔ یہی خوف اس کے ساتھ ساتھ پروان چڑھا تھا اور اب بے خوف اس کے حوالے کردی گئی تھی۔ اس سوچ نے ہی اس کا ذہن ماؤف کردیا تھا۔ اس لمحے صوفیہ نے کروٹ بدلی اور اس نے بھی گہری سانس لے کر خود کو قسمت کے حوالے کردیا تھا کہ جو ہونا تھا وہ ہوچکا تھا۔

روٹھی ہوئی سردی کراچی پر مہربان ہوچکی تھی۔ شال لپیٹے ہوئے وہ باہر آئی۔ سارا گھر سناٹے و نیم تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے بوا کے کمرے کی طرف دیکھا وہاں بھی دروازہ بند تھا۔ خلاف معمول آج وہ بھی بیدار نہ ہوئی تھیں ورنہ وہ چڑیوں سے پہلے جاگنے کی عادی تھیں، لگتا تھا آج سب کا لمبی تان کر سونے کا ارادہ تھا۔ وہ کچن میں آئی' رات سب کے اصرار کے باوجود اس نے کھانا نہیں کھایا تھا۔ اب چائے کی طلب محسوس ہو رہی تھی۔ برنر جلا کر اس نے چائے تیار کرنے رکھ دی۔ معاً خیال آیا کہ کوئی بیدار ہو نہ ہو بڑے ماموں اپنی روٹین کے مطابق نماز فجر کے بعد سونے کے عادی نہ تھے۔

اس نے کچن کی کھڑکی سے دیکھا باہر ہلکی سی کہر چھائی ہوئی تھی۔ سرمئی غبار فضاؤں میں چھایا ہوا تھا' سورج کے طلوع ہونے میں ابھی وقت تھا' کچھ فاصلے پر ماموں کی پشت دکھائی دے رہی تھی۔ وہاں چھتری تلے رکھی چیئر پر وہ بیٹھے ہوئے تھے۔

چائے تیار کر کے اس نے کیتلی میں بھری، پھر کیتلی پر ٹی کوزی چڑھا کر ٹرے میں کپ ساسرز کے ساتھ رکھ کر وہ کچن سے نکل آئی۔ لان میں قدم رکھتے ہی تیز ٹھنڈی ہوا کے جھونکے نے اس کے چہرے کو چھوا تھا۔ سردی کے ساتھ ایک تازگی بھرے احساس نے بھی اس کو پژمردگی سے نکالا تھا۔

"السلام علیکم! صبح بخیر ماموں جان۔" اس نے ٹرے ٹیبل پر رکھتے ہوئے انہیں سلامتی دی، وہ جو نیوز پیپر پڑھنے میں اردگرد سے بے خبر تھے۔ اس کی کومل آواز پر سر اٹھایا اور خوشگوار لہجے میں گویا ہوئے۔

"ارے تم اٹھ گئیں بیٹا؟ خوش و آباد رہو۔" انہوں نے اٹھ کر اس کے سر پر دست شفقت رکھا اور دعاؤں سے نوازا۔

"سدا سہاگن رہو بیٹی...... اس وقت چائے کی شدید طلب ہو رہی تھی۔" وہ بھاپ اڑاتے کپ کو اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے گویا ہوئے اور لفظ سہاگن اسے گم صم سا کر گیا تھا۔ وہ کھڑی کی کھڑی رہ گئی تھی۔

"کیا میں سہاگن ہوں؟ زبردستی کے باندھے گئے بندھن پائیداری کی سند پاتے ہیں کبھی، جذبۂ ہمدردی کے تحت اس کو قبول کیا گیا تھا یا خاندانی ناموس کو بے داغ رکھنے کے لیے یہ سب کیا گیا تھا ماموں۔" آہ دل سے نکلی۔

معاً بھاری قدموں کی مانوس آواز پر وہ سراسیمہ سی ہوئی' پھرتی سے سر پر جمی شال کو چہرے کی طرف کھینچا، دل کی دھڑکن تیز ہوئی اور پورے بدن میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی تھی۔

"آؤ...... آؤ بیٹا گڈ مارننگ......" منور صاحب نے کپ ٹیبل پر رکھتے ہوئے بڑی گرمجوشی سے آگے بڑھ کر زید کے سلام کا جواب دیتے ہوئے گلے لگایا۔

منور صاحب سے گلے ملتے ہوئے زید کا چہرہ اس کی طرف تھا۔ نگاہ سیدھی اس پر پڑی جو لائٹ کلر سوٹ پر پرپل کلر کی کشمیری شال میں اپنا ملکوتی چہرہ جھکائے بیٹھی تھی۔ زید کی تھکی ہوئی آنکھوں میں ایک دم ہی زندگی انگڑائی لے کر بیدار ہوئی اور لب بے ساختہ مسکرا اٹھے کہ اس کو پانا ایک دیوانے کا خواب تھا اور آج وہ تعبیر بن کر اس کے سامنے بیٹھی تھی۔ جتنی دور تھی اتنی ہی اس کی اپنی تھی۔ اب وہ شجر ممنوع نہ رہا تھا۔ سرشاری و طمانیت کے سمندر میں وہ ڈوبتا چلا گیا تہہ در تہہ۔

"چائے ٹھنڈی ہو جائے گی بیٹا۔" وہ سودہ کے چہرے پر نظریں جمائے یہ بھول ہی گیا تھا کہ وہ تایا کے شانے سے لگا ہوا ہے۔ ان کی مسکراتی آواز پر خجالت بھرے انداز میں علیحدہ ہوا۔

"آؤ چائے پیتے ہیں۔" وہ دوستوں کے انداز میں اس کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھے اور اسے کرسی پر بیٹھا دیکھ کر سودہ گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ارے تم کہاں جا رہی ہو بیٹی۔" منور صاحب مسکرا کر بولے۔

"وہ...... اندر...... ممی اٹھ گئی ہوں گی چائے دے دوں انہیں۔" اس نے اپنی بوکھلاہٹ پر بمشکل قابو پایا۔

"کوئی نہیں اٹھے گا ابھی، سب آدھی رات کے بعد ہی سوئے ہیں اور...... صوفیہ کے بیدار ہونے کی بات رہنے دو، وہ دوپہر تک ہی جاگے گی، تم آرام سے ہمارے ساتھ بیٹھ کر چائے پیو۔" ان کا انداز حتمی تھا وہ طوعاً کرہاً بیٹھ گئی۔ دل کی دھڑکن گویا پورے وجود میں سرائیت کر گئی تھی۔ وہ کانپتے ہاتھوں سے اس کے لیے چائے بنانے لگی۔ چائے میں چینی ملاتے ہوئے ہاتھ کی لرزش نے چوڑیوں اور چمچ کی کھنکھناہٹ سے عجیب جلترنگ فضا میں بکھیر دیا تھا۔ اس کی بوکھلاہٹ و گھبراہٹ کو محسوس کر کے زید تو دل میں محظوظ ہو رہا تھا جبکہ منور صاحب نے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

''اتنی گھبراہٹ کی کیا بات ہے بیٹا...... زید سے اب آپ کا رشتہ بدل گیا ہے' بے شک ابھی نکاح ہوا ہے رخصتی نہیں ہوئی مگر یہ تعلق اتنا مضبوط ہوتا ہے کہ کسی سے ڈرنے جھجکنے کی ضرورت نہیں رہتی۔''

''جس طرح یہ مجھے دیکھ کر بھاگ رہی تھیں لگتا ہے میری موجودگی میں اب یہ گھر کے کسی کونے کھدرے میں کاکروچ کی مانند چھپ جائیں گی۔'' رشتہ بدلا تو زید کا لہجہ بھی بدل گیا تھا۔

''نہیں ہرگز نہیں' جس طرح سے پہلے رہتی آئی تھی اس طرح سے بلکہ اس سے بھی زیادہ حاکمانہ انداز میں رہو۔ کل تک اس گھر کی تم بیٹی تھیں اور آج بہو بھی ہو اب کسی سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں...... جس طرح کل تک پورے گھر میں بلا روک ٹوک پھرتی تھیں اب بھی اسی طرح رہنا اور میری نصیحت ہے......'' وہ چائے پیتے ہوئے سنجیدہ ہو کر کچھ توقف سے گویا ہوئے۔

''عمرانہ کا خیال تمہیں پہلے سے زیادہ کرنا پڑے گا اور ہوسکتا ہے وہ تمہارے لیے پہلے سے زیادہ سخت اور سرد مہر رویے کا مظاہرہ کرے۔ بہت دل آزاری و پریشانیوں کا بھی سامنا کرنا پڑے بہر حال اس نے جس جذبے کے تحت بھی یہ کام کیا ہے بڑے ظرف و بڑائی کی بات ہے' پہلے اس نے صالحہ کو اس گھر میں آنے کی اجازت دی پھر تمہیں بہو بنالیا۔''

''بات آپ کی بالکل درست ہے تایا جان' ڈیڈی سے دلبرداشتہ ہونے کے بعد ممی کی تمام توقعات مجھ سے وابستہ ہوگئی تھیں' انہیں یقین سے بھی بڑھ کر یقین تھا میں ان کو کبھی مایوس نہیں کروں گا اور بخدا میں نے ایسا ہی کیا ماسوائے ایک ان کی خواہش کو رد کرنے کے علاوہ۔''

''ایسی کیا خواہش تھی وہ مجھے یقین نہیں آرہا آپ عمرانہ کی کسی آرزو کی نفی بھی کرسکتے ہیں۔'' منور صاحب سخت متعجب ہوئے۔

''وہ خواہش رکھتی ہیں کہ میں عروہ سے شادی کروں۔'' بولتے ہوئے اس کی غیر ارادی نگاہیں سودہ کے چہرے پر گئیں جو ہنوز شال کی اوٹ میں ملفوف جھکا ہوا تھا۔



رات گئے اس کی واپسی ہوئی تھی سارا دن ان لوگوں کے ساتھ گزرنے کا بالکل بھی احساس نہ ہوا تھا۔ نوفل بہت بہترین بے حد کیئرنگ میزبان ثابت ہوا تھا۔ اس کے ملازمین بھی ٹرینڈ تھے مشروبات آئسکریم چائے کافی کے ساتھ فرائڈ ڈرائی فروٹس و چائنیز اور اٹالین ڈشز سرو کرتے رہے تھے۔ رات ساحل پر ہی باربی کیو تیار کرنے کا اہتمام تھا اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کے ساتھ گرم گرم مزے دار باربی کیو آئٹمز نے موسم کا مزہ دوبالا کردیا تھا۔ ڈنر کے دوران اور ڈنر کے بعد قہوہ نوش کرنے تک وہ لوگ خوشگوار باتوں میں مصروف رہے ماسوائے انشراح کے۔ عاکفہ کو اس نے صاف انکار کردیا تھا وہ نوفل سے شادی نہیں کرے گی جس کا عاکفہ نے خاصا برا مانا تھا اور اس کا انکار لے کر وہ وہاں گئی تھی اور وہ اس سے شدید ردعمل کی توقع کررہی تھی کہ نجانے وہ اب کیا رویہ رکھے گا۔ یہ حقیقت تھی اپنی بات کی نفی' اپنی ذات کی نفی کوئی ایک ہی برداشت کرتا ہے ورنہ اصل دشمنی یہی سے شروع ہوتی ہے لیکن یہاں اس نے بہت تحمل بردباری و ضبط کا مظاہرہ کیا' اس کے تیور بدلے تھے نہ رویہ۔ اس کی خاموشی کو اس نے شدت سے نوٹ کیا تھا اور عاکفہ بابر کے آگے بڑھتے ہی بھاری لہجے میں اس سے مخاطب ہوا۔

''تم چپ کیوں ہو عاکفہ کا میری فیور میں بولنا برا لگا ہے کیا؟''

''نہیں' ایسی کوئی بات نہیں۔''

''پھر خاموش رہنا کا کوئی ریزن تو ہوگا۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا پھر سردی بڑھ جانے کے باعث ان لوگوں نے واپسی

کی راہ لی تھی۔ وہ عاکفہ کے ساتھ بیک سیٹ پر براجمان تھی بابر فرنٹ سیٹ پر تھا جبکہ ڈرائیو نوفل کر رہا تھا سارے دن کی تھکن عود کر آئی تھی عاکفہ نے اس کے شانے پر سر رکھ کر آنکھیں موندلیں' بابر بھی سیٹ کی بیک سے سر ٹکا کر آنکھیں بند کر کے شاید آرام کر رہا تھا راستے بھر وہ دونوں جاگتے رہے تھے اور وہ لحہ لحہ اس کے وجیہہ چہرے پر اداسی و رنج کی کیفیت دیکھتی آئی تھی چہرے پر حزن تھا آنکھوں میں سوز۔ وہ اس قدر سنجیدہ اور کرب میں مبتلا تھا کہ اس کو یہ بھی خبر نہ ہو سکی تھی کہ وہ کتنی توجہ سے اس کا جائزہ لے رہی تھی اور اندر ہی اندر کتنی مسرور تھی اس کے دشمن کی جان اس طوطے میں ہی تھی اسے ایک دم مارنے والی وہ نہ تھی اس کی خواہش تھی اس طوطے کی بار بار گردن مروڑی جائے کیونکہ اس کی اذیت کسی اور کی اذیت تھی وہ بنگلے کے باہر اس کو چھوڑ گیا تھا اور وہ مسرور سی بالی سے ہیلو ہائے کر کے سوگئی تھی اور تھکن اتنی تھی کہ اس نے بالی کی غیر معمولی سنجیدگی بھی محسوس نہ کی تھی۔

صبح ناشتے کی ٹیبل پر کئی نیوز اس کی منتظر تھیں برکھا اور سراج کا قتل جہاں آرا کا وہاں سے آنا اور خواب میں ڈر جانا سب ہی زیر گفتگو تھا۔

''حیرت ہے کسی سے نہ ڈرنے والی نانو دو مرے ہوئے لوگوں سے خوف زدہ ہیں جبکہ ان کو قتل کرانے میں تمام تر کوشش ان کی ہی ہے۔''

''ماسی کوشش نہ بھی کرتیں تو مرنا تو ان کو تھا ہی زمین پر رہ کر زمین و آسمان والے سے بے خوفی ونڈر پن ایک دن ایسی ہی موت دیتا ہے۔''

''ہوں...... اب تو نانو بالکل ٹھیک ہیں ناں؟'' اس نے جوس کا گلاس خالی کر کے ٹیبل پر رکھتے ہوئے متفکر انداز میں پوچھا۔

''ہوں...... میں نے احتیاطاً رات ہی ڈاکٹر سے چیک اپ کرایا تھا ڈاکٹر کی بھی یہی رائے تھی وہ کسی خوف کے زیر اثر ہیں' اس نے ذہنی سکون کی دوائیاں دی تھیں وہ کھا کر سو رہی ہیں۔'' بالی نے چائے پیتے ہوئے کہا۔

''چلو اچھا ہے...... جتنا سوئیں گی اتنا مائنڈ فریش ہوگا۔''

''اور تم سناؤ کل کا ٹرپ کیسا رہا...... کہیں نوفل نے پرپوز کرنے کے لیے تو نہیں بلایا تھا؟'' وہ ناشتے سے فارغ ہو کر لاؤنج میں چلی آئیں۔

''ہاں اس نے پرپوز کیا ہے بلکہ عاکفہ سے بھی سفارش کرائی تھی کہ میں اس کی نہیں تو عاکفہ کی بات ہی مان لوں۔''

''رئیلی مجھے پہلے ہی پتا چل گیا تھا وہ تمہیں پرپوز کرنے کے لیے ہی بلا رہے ہوں گے اور تم نے کیا کہا؟'' وہ خاصی پُر جوش تھی۔

''یہ پتا نہیں ہے تمہیں وہ اگر مجھے پرپوزل دے گا تو میں کیا جواب دوں گی؟'' وہ پاؤس پر پاؤں رکھ کر طنزاً مخاطب ہوئی۔

''تم نے انکار کر دیا ہوگا؟ دس از ناٹ فیئر۔''

''تھینکس گاڈ مجھے کسی حد تک بھی سمجھتی ہو ورنہ میرے خیال میں تم ساری انرجی نوفل بھیا پر ہی ضائع کر دیتی ہو۔''

''یہ تم نے ذرا اچھا نہیں کیا...... اس دور میں کون ایسا ہے جو اتنی محبت کا مظاہرہ کرے' اس سے بڑھ کر ان کی محبت کا ثبوت کیا ہوگا کہ انہوں نے فضولیات میں وقت ضائع کرنے کے بجائے تم سے شادی کی خواہش بیان کر دی' سچی محبت یہی ہوتی ہے۔''

''مائی فٹ سچی محبت...... ہونہہ...... یہ دولت مند خاندانی شکاری ہوتے ہیں سب کا شکار کرنے کا الگ الگ طریقہ و

انداز ہوتا ہے۔ کوئی شرافت کی نقاب لگا کر شکار کرتا ہے تو کوئی مکاری کا ماسک استعمال کرتا ہے۔ لاحاصل کو حاصل کرنے کے لیے کئی تدبیریں کرنی پڑتی ہیں نوفل بھی شرافت کا پرچار کرکے مجھے حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن اس بار الٹ ہے۔ شکار اپنا جال شکاری پر ہی ڈال رہا ہے۔" وہ مسکرا کر گویا ہوئی معاً دور سے کوئی چیخ گونجی اور متواتر چیخنے کی آوازوں نے انہیں پریشانی سے اٹھ کر بھاگنے پر مجبور کردیا تھا وہ جہاں آراء کے کمرے کی طرف تیزی سے آئی تھیں۔



"اپنی بات جاری رکھو میری بیٹی کو ایسی باتوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا بہت فراخ دل ہے میری بیٹی ایسی باتوں کی پروا نہیں کرتی ہے۔" وہ اس کی نگاہوں کی چوری پکڑ کر شوخی سے بولے۔

"اوہ...... سوری میرا یہ مطلب نہیں تھا میں یہ بتا رہا تھا کہ مما کی یہ آرزو مجھ سے پوری نہ ہوسکی اور ہوتی بھی کیونکر تاحیات ایک ایسے تعلق کے ساتھ کس طرح وقت گزارا جاسکتا ہے جس سے آپ کا دل ہم آہنگ نہ ہو، اگر کھانا من پسند نہ ہو تو میں بھوکا رہنے کو ترجیح دیتا ہوں زبردستی نہیں کھاتا۔" اس کی یہ بات سودہ کو بہت کچھ باور کرا گئی تھی ضروری نہیں ہوتا کہ ہر بات کی وضاحت صاف و کھرے لفظوں میں کی جائے کبھی پسندیدگی و ناپسندیدگی کا اظہار مبہم انداز میں بھی کردیا جاتا ہے۔ یہ تواز بر تھا کہ وہ اس کے اور اس کی ماں کے لیے کبھی بھی پسندیدہ نہ رہی تھی جس کی وضاحت اس نے کردی تھی۔

"ماموں جان میں اندر جانا چاہتی ہوں۔" وہ آہستگی سے بولی منور صاحب نے اس کو جانے کی اجازت دے دی۔

"بہت باحیا اور شرمیلی لڑکی ہے کبھی صوفیہ بھی ایسی ہوا کرتی تھی۔"

"شروع سے مجھے اس کا یہی انداز اٹریکٹ کرتا تھا۔" وہ اس کو پانے کی خوشی میں اس قدر مگن تھا کہ بولنے کے بعد اپنی بے باکی کا احساس ہوا تو خجل سا ہو کر ان کی طرف دیکھا مگر وہ شاید سن نہ سکے تھے یا سنی ان سنی کرکے کسی گہری سوچ میں گم ہوگئے تھے۔

"کیا ہوا آپ کس سوچ میں مستغرق ہوگئے ہیں تایا جان؟"

"میں سوچ رہا ہوں اگر سودہ پیارے میاں کی ہوجاتی تو پھر کیا ہوتا۔"

"وہاٹ یو مین میں سمجھا نہیں آپ کی بات......؟" ان کی ادھوری بات پر وہ ناسمجھ انداز میں گویا ہوا۔

"پھر آپ کا کیا ہوتا بیٹا؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولے۔

"مجھے تو لگ رہا ہے اللہ سے تم بے حد قریب ہو تب ہی سودہ تم سے دور ہوتے ہوئے معجزانہ طور پر ہمیشہ کے لیے تمہاری بنادی گئی۔" وہ ان کے انکشاف پر اس طرح بیٹھا رہ گیا گویا سالوں سے چوری کرتے چور کو رنگے ہاتھوں چوری کرتے پکڑ لیا گیا ہو۔

"ارے اتنے کنفیوز کیوں ہورہے ہو بیٹا؟ کچھ دیر قبل تک میں پیارے کی دل ہی دل میں کلاس لے رہا تھا مگر اب دعا دے رہا ہوں کچھ مشکلات و پریشانیوں سے ہم گزرے ضرور لیکن گھر کی خوشی گھر میں ہی رہ گئی...... سودہ کو اتنا چاہتے تھے اور اس کو جدا کرنے میں خود ہی سب سے آگے آگے تھے۔" ان کا لہجہ ہر قسم کے طنز سے پاک اور محبت و شفقت سے لبریز تھا زید نے سوچا اب کچھ چھپانا ان کو فریب دینے کے مترادف ہوگا۔

"تایا جان آپ یہ بھید کیسے پاگئے یہ وہ سیکریٹ ہے جو میں نے خود سے بھی چھپا کر رکھا تھا در حقیقت یہ محبت امپاسبل تھی۔"

"محبت کو ممکن و ناممکن جذبے بناتے ہیں' جذبہ جس قدر پاکیزہ کھرا ہوگا اس کی تاثیر اتنی ہی طاقت ور ہوگی کہ اپنے راستے میں آنے والے پہاڑوں کو بھی ریزہ ریزہ کرکے بکھیر دے گی' رہا سوال یہ سیکریٹ مجھے کیسے معلوم ہوا یہ تمہاری

آنکھیں کبھی بھی اتنی روشن و سچے موتیوں کی مانند جگمگاتی نہ تھیں اور سودہ پر نگاہ پڑتے ہی جس طرح تمہارے اندر زندگی کی روشنی دمک اٹھی تھی ایسی روشنی وتابنا کی میں نے کبھی بھی تمہارے اندر نہ دیکھی تھی۔"

"آپ کی ہر بات درست ہے آپ کی بصیرت کا میں قائل ہوگیا ہوں۔ یہ سچ ہے آج سے قبل زندگی کی خوب صورتی کو میں نے دیکھا ہی نہ تھا آپ نے پوچھا اس کو خود سے جدا کرنے میں کیوں پیش پیش تھا؟" وہ مؤدب لہجے میں دل کی حکایتیں سنانے پر آمادہ ہوگیا۔

"آپ کو معلوم ہے مما نے ہمیشہ ہمیں سودہ اور پھپو سے دور رکھا ایک وقت ایسا تھا جو مما کہتی گئیں میں سچ مانتا گیا لیکن وقت کبھی کسی کے تابع نہیں رہتا ایک نہ ایک دن سچائی و غلط بیانی کو ظاہر کر دیتا ہے۔" دانستہ اس نے اپنے ماں کے جھوٹ کو غلط بیانی کہا تھا کہ ماں کی عزت کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا مقصود تھا منور صاحب کو اس پر فخر محسوس ہوا۔

"پھر معلوم ہی نہ ہوسکا کب اور کیسے یہ معاملہ چپکے چپکے اتنا مضبوط ہوگیا اور جب مجھے خبر ہوئی تو بہت دیر ہوچکی تھی مجھے معلوم تھا سودہ کو پانا آسمان کی وسعتوں میں چمکتے چاند کی طلب کے مترادف ہوگا...... اِدھر مما کا اصرار تھا کہ میں عروہ کو اپنانے کی ہامی بھرلوں اُدھر وہ بھی یہی خواہش دل میں بسائے پاگل ہورہی تھی۔ مما کے بڑھتے اصرار پر میں نے ہمیشہ کے لیے ملک چھوڑنے کی دھمکی دی تھی عروہ کو بھی میں کئی موقعوں پر صاف انکار کرتا رہا تھا جس کا بدلہ وہ مجھ پر اور سودہ پر گھٹیا الزام لگا کر لے چکی تھی میں نے سوچ لیا تھا تاحیات شادی نہیں کروں گا اور کبھی کسی کو بھی بھنک نہ پڑنے دوں گا کہ میں سودہ کو پسند کرتا ہوں کیونکہ مما کی دل آزاری مجھے کسی طرح بھی قبول نہ تھی دل کے تقاضے ماں کی محبت پر حاوی نہیں ہوسکتے۔"

"بے شک بیٹا ماں کا مرتبہ بہت اعلیٰ ہے یہاں تمہاری پاکیزہ محبت کی جیت ہوئی ہے مگر بیٹا دنیا ہمیشہ پیار کی دشمن رہی ہے۔ مشکلات کا آغاز اب ہوگا عمرانہ نے شاید جنید اور اس کی دادی کے دباؤ میں یا مائدہ کے مستقبل کی خاطر اتنی بڑی قربانی دی ہے لیکن جہاں تک میں عمرانہ کی نیچر سمجھتا ہوں وہ اپنی اس قربانی کو رائیگاں کرنے میں دیر نہیں لگائے گی۔"

"جی میں خود سمجھ نہیں پا رہا انہوں نے یہ فیصلہ کس طرح کرلیا...... یہ وہ فیصلہ ہے جو دنیا اِدھر کی اُدھر ہوجانے پر بھی مما نہیں کرنے والی تھیں۔" اس نے دانستہ ان کی دل آزاری کے باعث یہ بتانا مناسب نہ سمجھا کہ وہ رات سے ہی پچھتاووں کا شکار ہونے لگی تھیں اور انہوں نے جس نفرت سے کہا تھا کہ "یہ شادی نہیں بربادی ہے" ساری رات وہ اس لہجے اور لفظوں کے بھنور میں ڈوبتا اور ابھرتا رہا تھا۔ یہاں تک کہ سودہ کو پانے کی خوشی بھی برف بن گئی تھی جو اب اس کو دیکھ کر ہی پگھلی تھی۔

"میں اللہ ذوالجلال کا شکر گزار ہوں کہ اس نے تمہارے حق میں بہت اچھا فیصلہ کیا اور وہ اپنی رحمت سے اس فیصلے کو بہتری عطا کرے یہاں تمہیں بھی بہت ثابت قدم رہنا ہوگا۔ بے حد بھاری ذمہ داریاں تم پر عائد ہوگئی ہیں عمرانہ کے ہر شر کا مقابلہ تمہیں بے حد فرماں برداری و اطاعت گزاری سے کرنا ہوگا، ساتھ ساتھ اپنے نکاح کے بندھن کو بھی برقرار رکھنا ہوگا جس کو تاراج کرنے کی ہر ممکن سعی کی جائے گی۔"



"ممی...... ممی ایک بے حد بیڈ نیوز ہے۔" عفرا نے تقریباً بھاگتے ہوئے آکر بدحواس لہجے میں کہا اس کے انداز پر رضوانہ کے ساتھ عروہ بھی چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"ارے کون سی قیامت آگئی ہے جو اس قدر بدحواس ہورہی ہو؟"

"بس یوں سمجھیے قیامت ہی آگئی ہے۔" وہ عروہ کی طرف دیکھ کر کچھ اس انداز میں گویا ہوئی کہ عروہ کا دل عجیب انداز

میں دھڑک اٹھا۔

"اب بولو گی بھی یا سسپنس کری ایٹ کرتی رہو گی۔"

"کیا بولوں، کس طرح سناؤں ایسی بیڈ نیوز، میری زبان ہی ساتھ نہیں دے رہی۔"

"دیکھو، بہن کی طبیعت پہلے ہی ٹھیک نہیں ہے ٹانگ میں ایسی موچ آئی ہے کہ پین کی وجہ سے فیور بھی ہو گیا ہے اور تم ہو کہ اصل بات بتانے کے بجائے پہیلیاں بجھوار ہی ہو کیا ہوا ہے اصل بات بھی تو معلوم ہو؟" رضوانہ تحمل آمیز لہجے میں گویا ہوئیں۔

"ممی مائدہ کی کال آئی تھی میرے پاس ابھی......"

"وہ یہ پوچھ رہی ہوگی ناں کہ ہم کل نکاح میں کیوں شریک نہیں ہوئے اب اس کو کیا معلوم کہ ہم تیار ہو کر گھر سے نکل ہی رہے تھے کہ عروہ سینڈل کی ہیل ٹوٹنے کے باعث ایسی گری کے پاؤں میں موچ آ گئی اور......"

"ممی یہ بات نہیں ہے بات کچھ اور ہے عفرا کا چہرہ بتا رہا ہے کہ کوئی سیریس میٹر ہے تم بتاؤ عفرا کیا کہہ رہی تھی مائدہ؟" عروہ خلاف معمول عفرا کو سنجیدہ و پریشان دیکھ کر بھانپ گئی کہ مائدہ نے کوئی بہت ہی اعصاب شل کرنے والی خبر دی ہے۔

"وہ...... مائدہ...... کہہ رہی تھی...... سودہ...... کا نکاح زید بھائی سے ہو گیا ہے۔"

"وہاٹ......! کیا بکواس کر رہی ہو تم؟" عروہ بے یقینی سے چلائی۔

"یہ سچ ہے مائدہ نے پوری اسٹوری سنائی ہے۔"

"نو...... نیور...... امپاسبل...... زید میرا ہے وہ صرف میرا ہے مائدہ جھوٹ بول رہی ہے، جلتی ہے وہ مجھ سے یہ کیسے ہو سکتا ہے زید مجھے ہرٹ کر کے سودہ سے نکاح کرے......" عروہ کی سماعتوں میں گویا بلاسٹ ہوا تھا اس کی سوچنے سمجھنے کی قوتیں مفلوج ہو کر رہ گئی تھیں وہ پاگلوں کی مانند چیخنے چلانے لگی تھی۔

"عروہ سنبھالو خود کو پاؤں میں اتنی تکلیف ہے پہلے ہی اور تم......" ان کے باقی ماندہ لفظ منہ میں ہی رہ گئے تھے عروہ نے جنونی انداز میں سائیڈ ٹیبل پر رکھا سامان پھینکنا شروع کر دیا تھا ساتھ ساتھ چیخ بھی رہی تھی رضوانہ اور عفرا اس کو سنبھالنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھیں۔

"عروہ میری بچی یہ کیا کر رہی ہو صبر کرو مجھے عمرانہ سے تصدیق تو کر لینے دو یہ بات سچ بھی ہے یا نہیں، ہو سکتا ہے مائدہ نے جوک کیا ہو تم تو جانتی ہو عمرانہ سودہ سے کتنی نفرت کرتی ہے بلکہ سودہ ہی کیا صوفیہ کی بھی دشمن ہے وہ۔ ہر وقت اس کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ دونوں ماں بیٹی کو گھر سے کہیں دور دفع کر دے پھر کس طرح وہ سودہ کو بہو بنانے کا فیصلہ کر سکتی ہے۔" شاید وہ عروہ کے ساتھ ساتھ خود کو بھی ایسی طفل تسلیوں سے بہلا رہی تھیں مگر عروہ کے دل کی حالت کچھ اور ہی کہہ رہی تھی، دھڑکنیں آگ کی لپیٹیں بن گئی تھیں کسی پل چین و قرار نہیں مل رہا تھا۔

"آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں ممی، عمرانہ آنٹی کو کال کر کے معلوم کریں ممکن ہے مائدہ نے کوئی گیم ہی کھیلا ہو۔" عروہ کی جنونی حالت نے عفرا کے حواس بھی گم کر دیے تھے اس کو ذرا احساس نہ تھا کہ وہ اس خبر کا اتنا برا اثر لے گی۔

"یہ مائدہ نے نہیں زید نے گیم کھیلا ہے...... آپ کچھ بھی کہہ لیں لیکن میرا دل کہہ رہا ہے وہ اپنی چاہت کو پانے میں کامیاب ہو چکا ہے۔ سودہ اس کی ہو چکی ہے یہ ہی اس کی خواہش تھی۔"

"تم رو مت، میں ابھی عمران سے معلوم کرتی ہوں تم دیکھنا کس طرح دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوتا ہے۔" وہ جو درد کے خوف سے زمین پر پاؤں نہیں ٹکا رہی تھی اب جلے پاؤں کی بلی کی مانند ادھر سے اُدھر چکرا رہی تھی بکھرے بال، بہتے آنسو اس کو کسی پل چین نہ تھا اور اس بے چینی میں اس وقت مزید اضافہ ہو گیا جب عمرانہ نے کال ریسو نہ کی تھی۔



"نانو......نانو کیا ہوا......؟" چیخوں کی آواز سن کر وہ وہاں آئیں تو جہاں آرا کو خوف زدہ انداز میں آتے دیکھ کر انشراح نے پوچھا۔

"وہ سراج اور برکھا میرے روم میں پھر آ گئے ہیں اور برکھا سراج سے کہہ رہی ہے مجھے کھڑکی سے باہر پھینک دے مجھے کہیں چھپا دو وہ مجھے کھڑکی سے باہر پھینک دے گا۔" انشراح ان کی حالت دیکھ کر ہک دک رہ گئی وہ کسی بچے کی مانند خوف سے کانپتی ہوئی اس سے لپٹ گئیں ان کے جسم پر کپکپاہٹ بڑی واضح تھی۔

"چلو...... بھاگ چلیں یہاں سے وہ یہاں بھی آ جائیں گے۔" انہوں نے انشراح کو مارے خوف کے بری طرح بھینچ لیا ان کی ایسی حالت دیکھ کر وہ خود ہکابکا رہ گئی تھی نہ تسلی کے لیے زبان حرکت کر سکی نہ جسم نے کوئی جنبش کی تھی۔ نانی کا ناقابل یقین روپ اس کے سامنے تھا جو نگاہوں کا دھوکہ محسوس ہو رہا تھا۔

"تم سن کیوں نہیں رہی ہو میری بات، سمجھنے کی کوشش کرو وہ خطرناک لوگ ہیں یہاں آ جائیں گے ہم سب کو مار دیں گے۔" وہ اس سے علیحدہ ہو کر بالی سے مخاطب ہوئیں اور بالی جو پہلے بھی ان کی ایسی حالت دیکھ چکی تھی ان کا ہاتھ پکڑ کر انشراح کے کمرے میں لے آئی انشراح بھی ساتھ ہی تھی۔

"آپ یہاں آرام سے سو جائیں کوئی نہیں آئے گا میرے روم میں۔" بالی ڈور لاکڈ کرنے لگی تو وہ ان کے قریب بیٹھ کر محبت سے گویا ہوئی۔

"یہاں کوئی نہیں آئے گا، سراج اور برکھا بھی نہیں آئیں گے۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر معصوم انداز میں استفسار کرنے لگیں انشراح کی آنکھوں میں جلن ہونے لگی اس نے بمشکل آنسوؤں کو ضبط کیا۔

"بولو، تم بولتی کیوں نہیں ہو؟" وہ اس وقت پہچان سے بھی محروم تھیں۔

"تم بے فکر ہو کر سو جاؤ ماسی سراج اور برکھا یہاں نہیں آئیں گے۔" آنسو ضبط کرنے سے اس کی آواز رندھ گئی تھی بالی نے ان کے سر میں انگلیاں پھیرتے ہوئے ایسے ہی کہا جیسے کسی بچے کو بہلایا جاتا ہے۔

"تم سچ کہہ رہی ہو وہ یہاں نہیں آئیں گے کیا تم ان کو مار کر بھگا سکتی ہو، تم ان دونوں کو مار دو گی؟" ان کی عقل و خرد سے عاری گفتگو انشراح سے برداشت نہیں ہو سکی وہ بے آواز منہ پھیر کر رو دی۔ جس عورت کو اس نے مردوں کی مانند بہادری و جی داری سے جیتے دیکھا تھا ڈر و خوف جن کو چھو کر نہیں گزرا تھا ان کی خوف کے مارے بچکانہ حرکتوں نے ان کو زار و قطار رونے پر مجبور کر دیا تھا۔

"انشی تم تو مسائل کا حل نکال لیتی ہو اب تم ہی رو رہی ہو، اگر تم یوں رو دو گی پھر میں کیا کروں گی؟" ان کے سونے کے بعد بالی اس کے پاس آئی جو اس کمرے سے ملحق کمرے میں آ کر رو رہی تھی۔

"نانی کی کنڈیشن دیکھی ہے تم نے......؟ سب کو ڈرانے والی آج خود ہی ڈر کا شکار ہو گئی ہیں، کیسا خوف، کیسا ڈر ہے ان کی آنکھوں میں۔ لگتا ہے مینٹلی کنڈیشن بہت اپ سیٹ ہو گئی ہے وہ ہمیں پہچان نہیں رہی ہیں۔"

"پہلے تم چپ تو ہو، ماسی کی دیوانگی سے زیادہ مجھے تمہارے آنسو وحشت زدہ کر رہے ہیں۔" بالی ٹشو سے اس کے آنسو صاف کرنے لگی۔

"تم نویرہ آنٹی کو فون کرو اور بتاؤ نانی کی طبیعت کے متعلق پھر ہم وہی کریں گے جو وہ کہیں گی مجھے سمجھ نہیں آ رہا ہے کیا کرنا ہے۔"



عمرانہ حسب عادت دن چڑھے سوکر اٹھیں اور ذہنی طور پر بیدار ہوتے ہی انہیں یہ خیال کوڑے کی مانند لگا کہ رات کیا ہوا تھا۔ یہ خیال آتے ہی وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔

''مائدہ کی باتوں میں آ کر میں نے کتنی بڑی غلطی کردی' زید کو اپنے ہاتھوں سے اس لڑکی کو سونپ دیا۔ اب وہ اس کو میرے خلاف کردے گی' مجھ سے دور ہوجائے گا' وہ جو ماں کو دیکھ کر جیتا ہے پھر ماں کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرے گا...... سودہ اور صوفیہ کا ہوجائے گا آہ......!''

''ارے مما کیا ہوا' طبیعت کیسی ہے آپ کی، سر پکڑ کر کیوں بیٹھی ہیں؟'' اسی دم مائدہ وہاں آئی ان کو سر پکڑے بیٹھے دیکھ کر فکرمندی سے بولی۔

''کس بات کا بدلہ لیا ہے تم نے مائدہ، تمہیں پیدا کرنے کا' تمہاری جائز وناجائز خواہشات پوری کرنے کا یا تمہاری غلطیوں کو چھپانے کا جو تم نے ایک ناپسندیدہ ترین لڑکی کو میری بہو بنانے پر مجبور کردیا۔''

''یہ کیسی باتیں کررہی ہیں مما...... میری کن حرکتوں کے آپ طعنے دے رہی ہیں' کیا کیا ہے میں نے؟ سودہ سے نفرت کرنا چھوڑ دیں آپ اب۔'' وہ بھی ان کی ہی بیٹی تھی سوان ہی کے انداز میں کہا۔

''محبت کرنے کا ٹھیکہ تم نے لیا ہے تم ہی کرو مجھے معاف کرو وہ ہی بہتر ہے۔''

''اللہ ممی کیا ہوگیا ہے آپ کو؟ کس طرح کی بات کررہی ہیں۔''

''بیدار ہوگئی ممی آپ گڈ آفٹرنون۔'' معاً زید کی وہاں آمد ہوئی۔

''ہوں جاگ گئی...... دیکھ لو پوت کے پاؤں پالنے سے ہی دکھائی دیتے ہیں۔ روزانہ میرے جاگنے سے قبل ہی وہ بیڈ ٹی لے کر آتی تھی اور آج مجھے جاگے کتنی دیر ہوگئی ہے سودہ کا پتا ہے نہ بیڈ ٹی کا۔'' انہوں نے زید کو دیکھتے ہی منہ بنا کر کہا۔

''پہلے آپ مجھ سے تو معلوم کرلیں بھائی کو شکایت بعد میں لگائیے گا۔ سودہ اوہ سوری سودہ بھابی آپ کے لیے چائے لائی تھیں مگر آپ سو رہی تھیں میں نے کہہ دیا وہ کچھ دیر بعد لے آئیں میں نے کال کردی ہے وہ لا رہی ہوں گی۔'' بھائی کو دیکھ کر مائدہ نے موڈ اچھا کرلیا تھا لیکن عمرانہ کے چہرے کے زاویے مزید بگڑتے چلے گئے' موڈ بری طرح آف تھا۔

''اوہ تم بہت چمچہ گیری کررہی ہو خوامخواہ ہی۔''

''خوامخواہ کیوں...... اکلوتے بھائی اور اکلوتی بھابی ہیں میری۔''

''ہونہہ، آنے والا وقت ہی بتلائے گا وہ کس طرح اکلوتی رہتی ہے۔'' وہ دل ہی دل میں بڑبڑا کر رہ گئیں' اسی دم سودہ چائے لے آئی اور وہاں زید کو دیکھ کر لمحے بھر کو ٹھٹکی۔

''آ جاؤ بس بند کرو یہ اداکاری بڑی نیک پروین بننے کی۔'' وہ سودہ کو گھور کر طنزیہ لہجے میں بولیں' وہ پہلے ہی ہراساں تھی رہی سہی کسر ان کے خونخوار موڈ نے پوری کردی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ان کے قریب آئی اور مودبانہ انداز میں چائے کا مگ انہیں دیا۔ ابھی وہ چائے دے کر پلٹی ہی تھی کہ ان کی دہاڑ پر گھبرا کر مڑی۔

''یہ چائے ہے یا اپنا منہ دھو کر لائی ہو؟'' شدت اشتعال سے چیختے ہوئے انہوں نے بھاپ اڑاتا مگ سودہ کے چہرے کی طرف اچھال دیا اور کمرہ سودہ کی چیخ سے گونج اٹھا تھا۔

(ان شاء اللہ کہانی کا بقیہ حصہ آئندہ شمارے میں)



کورا کاغذ

رفاقت جاوید

وعدے کا ترے کچھ بھروسہ نہیں ہمیں
کچھ اپنی زندگی بھی نہیں اعتبار کی
نظریں بیان کر نہیں سکتیں حالِ غم
ہو ترجمانی کیسے دلِ زار زار کی

''حیدر...... میں اپنی زندگی کی یہ انمول خوشی اپنے رب کے ہاتھوں میں دے کر پُرسکون ہوگئی ہوں' کیونکہ وہ محبت کرنے والے کا ساتھ دیتا ہے۔ اس لیے امید ہے کہ اب میری محبت لاحاصل نہیں رہے گی۔ ایک دن اچانک میری آغوش میں گر کر میرے وجود کے انگ انگ میں سما جائے گی۔ کیوں حیدر...... ایسا ہوگا ناں؟'' زریاب نے اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں حیدر کو تلاشتے ہوئے دل ہی دل میں سرگوشی کی۔

''زری...... ایک گھنٹے سے ان ہاتھوں کی لکیروں میں کسے ڈھونڈ رہی ہو؟'' نوریہ نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے آہستگی سے پوچھا۔

''نور تم...... جاننے کے باوجود ایسا سوال کیوں کرتی ہو؟ میں ان لکیروں میں حیدر کو ڈھونڈ نکالوں گی' اگر وہ نہ ملا تو قسم سے ان ہی لکیروں کے سنگ اس کے نام کی لکیر کھرچ کر بنالوں گی۔'' زریاب مستحکم لہجے میں بولی۔

''یار...... یہ بھی دیکھ لیتے ہیں' جب یہ لایعنی خواہش اور معصوم سوچیں پرستان کی پریوں کی طرح تمہارے ذہن میں وارد ہوتی ہیں تو تم بھی ایک معصوم پری نظر آنے لگتی ہو میری بات مانو، اس طلسماتی دنیا سے باہر نکل کر خود کو دیکھو اور جس پر فریفتہ ہو چکی ہو اس کی بے یقین زندگی کا جائزہ لو۔ تم ڈاکٹر ہو اور جو تمہارا سپنوں کا شہزادہ ہے وہ محبِ وطن فوجی ہے جو تم سے نہیں اپنے وطن سے پیار کرتا ہے اور اپنا خاندان اس کے لیے اہم نہیں بلکہ وہ اس دھرتی کی سلامتی اور آزادی کی بقا کے لیے نثار ہونے کی خواہش رکھتا ہے۔'' نور نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ ''اپنے لیے کسی ڈاکٹر کو منتخب کرنا بہتر ہی رہے گا۔''

''نور...... میں نہیں مانتی...... جو مرد اپنی بیوی اور خاندان کا وفادار ہوتا ہے وہ ملک سے کبھی دغا بازی نہیں کرسکتا اور جسے اپنے ملک کے ذرے ذرے سے عشق ہوتا ہے، وہ بے مثال شوہر ثابت ہوتا ہے۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''تم کیا جانو' وفاداری جبلت کا حصہ نہ ہو تو ایسا مرد محافظ بننے کے قابل نہیں ہوتا...... وہ ان سرحدوں کا محافظ اور جری جوان ہے' عشق نے تمہارے ذہن وقلب کو الٹی جانب دھکیل دیا ہے اب تم کسی کی نہیں سنو گی۔'' نور زچ ہو کر بولی۔

''افسوس کا مقام ہے کہ معاملہ فقط دل سے منسوب ہو چکا ہے۔ میری بات پر غور کرنا' اگر بچہ اپنے والدین کا

تابعدار اور فرماں بردار نہیں، ان کی بات پر توجہ نہیں دیتا' تو وہ ملک سے وفا کیسے کرسکتا ہے؟ ایسے لوگ بیوی کو پیار وعزت دینے اور اس کی ذمہ داری اٹھانے سے قاصر رہتے ہیں۔ ایک تربیت یافتہ نوجوان جب فوجی اکیڈمی جوائن کرتا ہے تو بچپن کی تربیت ہی اسے آگے بڑھنے کی ہمت وجرات بخشتی ہے' فوجی ٹریننگ ایسی جلا بخشتی ہے کہ اس کی وفاو ایثار اپنے ملک کے لیے وقف ہوجاتی ہے اور پھر ازدواجی زندگی کے محاذ پر بھی وہ ذمہ دار ہی ٹھہرتا ہے۔" اسی اثنا میں موبائل کی رنگ ٹون نے اسے اپنی طرف متوجہ کرلیا۔

"حیدر کی کال ہے۔" وہ نور سے سرگوشی کرتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔

"کیا کریں اس ڈاکٹر صاحبہ کا' ایک فوجی کا یونیفارم ہی اسے لے بیٹھا۔" نور نے دل میں کہا۔

آدھے گھنٹے بعد زرناب واپس آئی تو اس کا چہرہ پھول کی مانند کھلا ہوا تھا اور وہ خوشی سے مغلوب نظر آرہی تھی۔

"پھر رشتہ بھیج رہا ہے کہ ابھی تک ٹال مٹول تک ہی محدود ہے۔" نور نے چھیڑا۔ "یار اب کی بار تمہیں ٹرخا دیا تو اسے بھول جانا۔"

"نور...... کل اس کی دو بھابیاں ہمارے گھر آرہی ہیں' اف اس دن کے انتظار میں مجھے کیسے کیسے خیال نہ آئے؟" وہ پُرتسکین طویل سانس اندر کھینچ کر بولی۔ "اب دعا کرو کہ ان خواتین کو میں پسند آجاؤں' ماں کی بات ذرا دوسری ہے۔"

"بے فکر رہو' پسند کیوں نہیں آؤ گی ڈیئر؟ سسر پسند کرچکے ہیں بن دیکھے ورنہ یہ تشریف نہ لاتیں۔ آج کل کا زمانہ دوسرا ہے' لڑکی اور لڑکا دو چار ملاقاتوں کے بعد ہی فیصلہ کرلیتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کے لیے مناسب ہیں بھی یا نہیں...... آج کل کے مشینی دور میں کسی کے پاس ہیر را نجھے جیسی محبت کرنے کا وقت ہی کب ہے اور پھر سالہا سال کی ملاقاتوں کے بعد ناکامی کا سامنا کرنا اور جان کی بازی لگا دینے کی سوچ ہی کہاں ہے؟ مجھے امید ہے کہ حیدر نے سب کو رضا مند کرلیا ہوگا' پھر پریشان کاہے کو ہو۔"



"یہ بتاؤ کہ تم نے اپنے والدین کے گوش گزار کر کے ان کی آمادگی کو بھانپ تو لیا ہوگا؟" نور نے سوالیہ انداز میں اسے گھورا تو زری نے اثبات میں سر ہلایا۔

"پھر، تو پسندیدگی کا مسئلہ معمولی سا بھی سر نہیں اٹھا سکتا' آج کل کے والدین کے لیے بھی اسی میں آسانی ہے۔ ایک وقت تھا کہ گھر میں جب لڑکی جوان ہوتی تھی تو اس کے والدین کی نیندیں حرام ہو جایا کرتی تھیں اور پھر رشتہ داروں اور دوست احباب میں ان لڑکوں پر نظر جم جایا کرتی تھی جو برسر روزگار بھی ہوتے تھے اور والدین ان کی عادات کا تھوڑا بہت ادراک بھی رکھتے تھے......" نور نے سنجیدگی سے کہا۔ "یہی وجہ تھی کہ طلاق شاذونادر ہی سننے میں آیا کرتی تھی' مزے کی بات سنو میری امی آج بھی پرانی فرسودہ روایات پر مکمل بھروسہ رکھتی ہیں اور مجھے اٹھتے بیٹھتے لیکچر سننے کو ملتے ہیں کہ خبردار جو اپنا رشتہ خود ڈھونڈنے کا تصور بھی کیا تو بہت برا ہوگا۔"

"بہت دقیانوسی سوچ ہے آنٹی کی' حالانکہ دیکھنے اور بات چیت کرنے میں اپنی سوچ سے برعکس نظر آتی ہیں۔ لگتا ہے پراسرار ہیں تمہاری امی۔" وہ چھیڑنے کے انداز میں بولی۔

"آپس کی بات ہے۔ وہ اپنی بیٹی کو خوب جانتی ہیں کہ یہ بدھو کوئی ایرہ غیرہ پسند کر کے اٹھا لائے گی' اس لیے اس کو ابھی سے ہی ڈس کرج (حوصلہ شکنی) کرنا بہتر رہے گا۔"

'زری شاید تم سچ کہہ رہی ہو' عجیب ہی بات ہے کہ کئی لوگ دھات کے زمانے کی روایتوں کے آج بھی اسیر ہیں' وہ اپنی اولاد کو کانفیڈنس میں لینے اور دینے کا تصور بھی نہیں کر سکتے' شائد وہ بیٹی کو دکھی دیکھنے کی ہمت نہیں رکھتے۔ اس لیے اپنی ہی پسند پر مطمئن وخوش رہتے ہیں۔ پھر جھٹ منگنی پٹ بیاہ کا اہتمام کرتے وقت بیٹی سے پوچھنا گوارہ نہیں کرتے کہ دوران تعلیم' اتنی بڑی ذمہ داری نبھانے کے قابل ہو بھی یا نہیں...... ایک ہی رٹ ہوتی ہے' سب ہو جائے گا' کچھ مشکل نہیں وغیرہ وغیرہ......

میں تو اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں کہ امی نے سب سے پہلے میری تعلیم مکمل کرنے پر زور دیا' ورنہ میں آج ڈاکٹر ہرگز نہ ہوتی' اس احسان مندی کے پیش نظر میں اپنی پسند کا لڑکا اپنے والدین کے سامنے لے جانے سے قاصر ہوں...... اور ایک دن مجھے ان ہی کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑے گا...... کیونکہ مجھے ان پر مکمل بھروسا بھی ہے کہ وہ میرے مستقبل کے لیے بہترین فیصلہ کریں گے۔ ان شاء اللہ میرا جیون ساتھی لاجواب ہوگا' امید تو یہی ہے۔" وہ طمانیت بھرے لہجے میں بولی۔

"مجھے تمہاری منطق قطعاً سمجھ نہیں آئی کہ کیا ہماری زندگیوں کے فیصلے کرنے کا حق صرف والدین کو ہے' ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے' میری چوائس قابل تحسین ہے۔ بے شک میری محبت یک طرفہ ہے کچ آگے بڑھتی رہی' دوسری طرف تو مکمل ٹھنڈ ہی تھی۔ بندے کو ڈھیٹ ہونا چاہیے یار' مجھے یقین تھا کہ وہ میری محبت کی تپش وحدت سے بچ نہیں سکے گا' تم تو مجھے بخوبی جانتی ہو ناں کہ میں نے اس سے کبھی اظہار عشق نہیں کیا...... لیکن وہ میری نگاہوں کی کہانی جانتا تھا' خاموش تھا، نجانے کیوں؟ جس دن وہ ہسپتال میں ایک زخمی دلیر سپہ سالار کی حیثیت سے ایڈمٹ ہوا تھا تو اس کا مقدس شہیدوں اور غازیوں کا پہناوا خون میں تر بتر تھا۔ اسے دیکھتے ہی میں فسوں میں چلی گئی' حالانکہ اسی پہناوے میں ملبوس مجھے دن بھر ہسپتال میں بیسیوں افسران نظر آتے ہیں' لیکن کسی کی طرف میرا دھیان تک نہ گیا' یہ یونیفارم کی محبت وعقیدت نہیں ہے اس کے اندر کی جرأت ودلیری کی پرستش ہے کہ میں اس کی ہمسفر بننے کے خواب دیکھنے لگی اور اب اس کی خوش آئند تعبیر میرے اور تمہارے سامنے ہے......" وہ جوش سے بولی۔

"یار ذرا ہولے ہولے' ایسا نہ ہو کہ تمہارے پیرنٹس کو یہ لڑکا پسند نہ آئے' فوجی جوان کو بیٹی کا رشتہ دینا اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم نے سمجھ رکھا ہے۔ آنٹی اور انکل اکلوتی بیٹی کی وجہ سے تو بار بار سوچیں گے اور فیصلہ کرنا مشکل ہے

ڈیئر...... اس کے لیے تیار رہو کہ یہ ناممکن بھی ہوسکتا ہے۔" نور نے سنجیدگی اور فکرمندی سے کہا۔ "اپنے بھیا سے مشورہ کرو' وہ کبھی نہیں مانے گا' آخر تم اس کی لاڈلی اور اکلوتی بہن ہو۔"

"اللہ نہ کرے نور...... یہ بدعامت دو۔" وہ اچھنبے سے اچھل کر بولی۔ "شکل اچھی نہ ہو تو زبان کو تو شیریں رکھو۔"

"زری میں تم پر ایک اور حقیقت واضح کرنا چاہتی ہوں' جسے تم نے بالکل ہی اگنور کردیا ہے۔ قصور تمہارا نہیں' اس اندھی محبت کا ہی سمجھتی ہوں۔" وہ سنجیدہ لہجے میں بولی۔

"اب کون سا نیا شگوفہ چھوڑنے لگی ہو...... کبھی مثبت بات بھی کرلیا کرو' امید اچھی ہو تو کامیابی دوڑ کر گلے لگالیتی ہے' اس لیے ذرا سوچ کر پھلجڑی چھوڑنا......" وہ بھی مسکراتے ہوئے بولی۔

"بات کچھ یوں ہے کہ حیدر کی ہارڈ ایریا میں پوسٹنگ ہوئی تو پھر کیا کروگی؟" وہ توقف کے بعد بولی۔

"اس کے ساتھ اپنی پوسٹنگ بھی ہوجائے گی' کیا یہ رول بھول چکی ہو' آخر اسی فوجی ہسپتال میں ڈاکٹر ہوں...... اس کے ساتھ چلتی بنوں گی۔" وہ دونوں ہاتھوں کو ملتے ہوئے بولی۔ "سسرال میں کیونکر ٹھہروں گی' وہ تو ہانڈی چولھے پر لگادے گا' سنا ہے سسر جی کافی سخت مزاج کے فوجی آفیسر تھے۔"

"محترمہ آپ ایک سویلین ڈاکٹر کی حیثیت سے یہاں متعین ہیں۔ تم اس کے ساتھ کیسے جاسکتی ہو؟ ہارڈ ایریا میں بیوی کا کیا کام؟ یہ نان فیملی اسٹیشن ہوتے ہیں' سوچ لو کہ ایک عدد بوڑھے حواس باختہ سسر' چار عدد جٹھانیاں اور تمہارے محافظ جابر چار عدد جیٹھ گھر میں موجود ہوں گے۔ جوائنٹ فیملی سسٹم میں رہ لوگی کہ نہیں...... یہ مسئلہ گمبھیر ہے پیاری......" وہ سوچتے ہوئے بولی۔

"اے اماں...... سب جانتی ہوں۔ دل بہلانے کو خیال کرلیا ہے تو کوئی برا فعل سرزد نہیں ہوا' تم تو ایسی دوست ہو کہ وقتی طور پر مجھے خود کو بیوقوف اور انجان بننے پر خوش بھی نہیں ہونے دیتیں...... یار سب ٹھیک ہوجائے گا۔ تم دیکھتی جاؤ کہ آگے آگے محبت کس جانب جائے گی' وہ میرے بن رہ نہیں پائے گا......" وہ قہقہہ لگا کر بولی۔

"مجھے تم سے یہ توقع نہیں تھی' تم ایک تعلیم یافتہ لڑکی ہو اور نجانے کس دنیا میں رہتی ہو......" وہ حیرت و تاسف سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"نور...... میں بس گئی ہوں اس ہواؤں اور فضاؤں کی دنیا میں ٹینکوں کی گھن گرج میں اور سمندروں کی اٹھلاتی لہروں میں...... جو حقیقت ہے دھوکا یا فریب نہیں۔ میں نے فیصلہ خوب سوچ سمجھ کر کیا ہے' اپنی اس مختصر زندگی میں کوئی نیک کام ہی کرجاؤں بلکہ تم بھی اسی لکیر پر چل نکلو' جو میں نے خوب غور و خوض کے بعد کھینچی ہے۔" وہ شگفتگی سے لہراتی ہوئی بولی۔

"ان غازیوں کی بیوی ہونا فخر نہیں تو کیا پچھتاوا ہوگا' پگلی کہیں کی۔"

"میں نے تمہیں اپنا مسئلہ بتادیا کہ میں اپنے والدین کی رضامندی کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاسکتی...... میرا گھرانہ ابھی بھی پرانی روایات و رسومات کا قائل ہے...... مجھے بھی اعتراض نہیں' اس لیے تو تمہیں بھی سمجھانے کی کوشش کررہی ہوں۔" نور ابھی تک سنجیدہ اور سمجھانے پر مصر تھی۔

"اسے کہتے ہیں جہالت...... پڑھے لکھے جاہل' جو ایک ہی جگہ پر ساکت و جامد رہنے میں اپنی بڑائی سمجھتے ہیں...... اور کنوئیں کے مینڈک کی طرح اسی میں خوشی خوشی زندگی گزار جاتے ہیں......" زرناب نے تمسخرانہ انداز میں کہا تو نور مسکرا دی تھی۔



مبارک' کی دلنشین و پرتسکین آوازوں میں نکاح کی رسم ادا ہوئی اور دو دن کے وقفے سے زرناب، کیپٹن حیدر کی دلہن بن کر پیا دیس سدھار گئی۔ چند دنوں میں ہی حیدر کو اس کی فطرت کا بخوبی اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ ایک لاابالی اور جذباتی قسم کی لڑکی ہے' ایسی لڑکی جب محبت کرنے پر

آتی ہے تو اسے دنیا کی باتوں کی پروا نہیں رہتی اور اگر نفرت کرنے پر آتی ہے تو پھر وہ ماضی کی تمام شوخ و شنگ، رنگیلی یادیں اور حسین و جمیل دل کو بھانے والی باتیں اور معصوم حرکتیں بھلا کر تاریک و سیاہ کھائیوں میں کود جاتی ہے' ایسا کرنے کے لیے اسے کوئی بڑا سانحہ اور حادثہ نہیں چاہیے ہوتا...... وہ معمولی سی بات پر مدتوں کے یارانے توڑنے سے باز نہیں آتی' اس لیے اس نے تہیہ کرلیا کہ ازدواجی زندگی کے محاذ پر فتح یابی کے لیے اسے جوائنٹ فیملی سسٹم کا حصہ ہی کیوں نہ بنایا جائے' یہ سسٹم زندگی کے نشیب و فراز سے مقابلہ کرنے کے لیے لاجواب ہے' یہ سوچ کر اس نے اسے اپنے گھر چھوڑا اور خود اسکردو اپنے فرائض نبھانے چل دیا۔

وہ اس کی دوری اور جدائی کو وقتی و عارضی سمجھتے ہوئے اس زہر کو امرت سمجھ کر پی گئی جبکہ اس کے والدین اسے یو ایس ایم کی کے بعد ریزیڈنسی کے لیے امریکہ بھائی کے پاس بھیج کر وہاں شفٹ ہونے کا خواہش مند تھے اور اس کی شادی کا خواب بھی انہیں شاداں و فرحاں رکھتا رہا کہ بیٹی بھی اپنے کسی کولیگ ڈاکٹر سے شادی کرنے کے بعد وہاں کی نیشنلٹی حاصل کر کے ہمارے قریب ہی ہوگی' یہ ایسا خواب تھا کہ جسے خوش آئند تعبیر دینا کسی کے اختیار میں نہ رہا اور طوعاً و کرہاً والدین نے اپنی لاڈلی بگڑی ہوئی بیٹی کی خوشی کی خاطر ہتھیار ڈال دیے تھے' خوش شکل ڈاکٹر ہونے کی وجہ سے وقتاً فوقتاً اس کے متعدد گھرانوں سے رشتے بھی آتے رہتے تھے' کیا مجال کہ والدین نے اپنی بیٹی پاکستان چھوڑنے کا تصور بھی کیا ہو۔

دوسری طرف زرناب بھی شعوری طور پر ہر لڑکے کا موازنہ حیدر سے کرتی رہی اور اس کے انکار سے والدین کو بھی ذہنی سکون ملتا رہا...... جب حیدر کی طرف سے گرین سگنل ملا تو اس نے والدین کو قائل کرنے میں ٹھوس دلائل دے کر کامیابی حاصل کرلی۔

اس کے تصورات میں خون میں لت پت حیدر کا پُرسکون اور فخر میں نہایا ہوا چہرہ ہر وقت گھومتا رہتا تھا...... جس سے اسے بے پناہ محبت' ایک لمحے میں ہی ہوگئی تھی اور ایسی محبت قاتلانہ حد تک خطرناک ہوتی ہے' وہ اسی پر اکتفا کیے حیدر کے قریب ہونے میں کوشاں رہی۔

حیدر اپنے گھرانے میں سب سے چھوٹا تھا' چار کنال کی کوٹھی میں چار جٹھانیاں پہلے دن سے ہی چھریاں تیز کیے موجود ملیں...... جو اعلا تعلیم حاصل کرنے کے باوجود سسر جی کی حکم کا احترام کرتے ہوئے گھرداری اور بچوں کو پروان چڑھانے میں مصروف تھیں...... اس کا ہاسپٹل میں نوکری کرنا جٹھانیوں کو ایک آنکھ نہ بھایا تھا' اس ردعمل میں وہ سسر کی طرف سے ناانصافی اور شوہروں کی زیادتی پر نالاں رہنے لگیں...... گھر کی چپقلش اور جٹھانیوں کے طعنوں و تشنوں سے گھبرا کر اس نے حیدر کو حالات حاضرہ سے آگاہ کیا اور روتے تڑپتے ہوئے موبائل پر مظلومیت کی سچی جھوٹی داستانیں بیان کرنے کے بعد بولی۔

''حیدر...... آپ کو میری رتی بھر پرواہ نہیں' مجھے ان ظالم بھابیوں کے چنگل میں سونپ کر خود عیاشی کی زندگی گزار رہے ہو' دس از ناٹ فیئر...... یہ ظالم عورتیں مجھ سے کچن کا کام لینا چاہتی ہیں' مجھے گھرداری قطعاً پسند نہیں۔''

''میں عیاشی نہیں کررہا جانم' یقین جانو، گولیوں کی بوچھاڑ میں جانتی ہو مجھے کون یاد آتا ہے۔'' وہ اسے محبت سے بھرپور لہجے میں سمجھانے لگا۔ ''کچن میں ان کا ہاتھ بٹانے سے حالات بدل سکتے ہیں اس میں سبکی تو نہیں ہونی چاہیے۔''

''حیدر میں نے تمہیں اپنے بارے میں تفصیلاً بتایا تھا' یہ بتاؤ کہ میں کہاں پر ہوں؟ یہ درجہ ہے میرا تمہارے دل میں' تمہاری بھابیاں تو اس دنیا کی خوش قسمت ترین عورتیں ہیں جنہیں اپنے شوہروں کی قربت نصیب ہے۔'' وہ آنسو بہاتے ہوئے بولی۔ ''اور میں تم سے دور، ان کے تشنوں کا نشانہ بنی تمہاری منتظر ہوں۔''

''زری بیگم...... تمہیں جاب کی رفاقت نصیب ہے میری جان، پاپا اسی لیے تو تمہیں جاب کرنے سے منع نہیں کررہے تاکہ تمہارا دل بہلا رہے' میری جاب میں تم

کہیں بھی فٹ نہیں ہو کیونکہ تم سویلین ڈاکٹر ہو، تمہیں وہیں قیام کرنا پڑے گا، کیپٹن کو گھر ملتا ہے نہ شیلٹر۔"

"حیدر...... میری جاب تمہاری کمی پوری نہیں کر سکتی، تم کیوں نہیں سمجھتے؟ میں تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں، میں نے تم سے شادی کی ہے، جدائی اور دوری کا سودا تو نہیں کیا تھا۔" وہ آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

"تو کیا نوکری چھوڑ کر گھر بیٹھ جاؤ گی، ایسا کبھی تصور بھی نہ کرنا...... فوجی کی بیوی کو اپنے شوہر کے شانہ بشانہ چلنے کا گر نہ آئے تو وہ عورت بیوی بننے کے قابل نہیں سمجھی جاتی......" وہ بناوٹی رکھائی سے بولا۔

"جان، ویسے سوچنے کا مقام ہے کہ اگر جاب چھوڑنے سے ہم ایک دوسرے کے قریب رہ سکتے ہیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں...... تمہاری قربت میرے لیے اہم ہے، اگر فوج تمہیں گھر نہیں دے سکتی تو سول میں کرائے کا گھر تو لے سکتے ہو ناں...... اس دو ٹکے کی نوکری کی کوئی وقعت نہیں ہے۔" وہ ایک دم ہنستے ہوئے بولی۔

"یہ تو ناممکن ہے۔ تم مسائل نہیں سمجھتیں......" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"تو پھر تم گولی مارو اس نوکری کو، جو جدائی کے سوا کچھ نہیں۔" وہ پشیمان سی ہو کر بولی۔

"تم یہ کیا کہہ رہی ہو؟ تم نے جس یونیفارم سے پیار کیا تھا، اسے اتار پھینکوں؟ حیرت ہوئی تمہاری یہ بات سن کر...... میں تمہیں جذباتی اور لاابالی لڑکی تو سمجھتا ہی تھا لیکن تم تو نادان اور سطحی بھی نکلیں۔" وہ اضطراری کیفیت میں بولا۔

"حیدر میں نے ان کپڑوں سے پیار نہیں کیا، ان کپڑوں کے اندر چھپے ہوئے حیدر کو چاہا تھا، جب وہی مجھ سے دور ہے تو میں خوش و مطمئن کیسے رہ سکتی ہوں؟ ذرا تم خود سوچو کہ ارینج میرج اور لو میرج میں یہی فرق تو ہے کہ بیوی ہر پل اپنے پیار کی سنگت میں گزارنا چاہتی ہے......" وہ خوشامدانہ انداز میں بولی۔

"میری جان تھوڑا سا صبر کر لو، بہت جلد میری پوسٹنگ سیالکوٹ ہونے والی ہے اور ساتھ ہی رینک بھی اس یونیفارم پر سج اٹھے گا۔ وہاں تم میرے ساتھ ہی رہو گی، سویٹ ہارٹ، اگر تم مجھے خوش و خرم اور مطمئن دیکھنا چاہتی ہو تو خود کو مصروف رکھو، دل کو بہلائے رکھو اور گھر والوں کے ساتھ گھل مل کر رہو گی تو وقت کو پر لگ جائیں گے۔"

"سچ؟ کب تک یہ مژدہ راحت سننے کو ملے گا، باقی میں ان سے گھل مل کر مزید ذلیل نہیں ہونا چاہتی۔ مجھے جلدی بتاؤ کہ کب تک پوسٹنگ کے امکان ہیں۔" وہ بے چینی سے بولی۔

"یہ مجھے معلوم نہیں...... تم میرے حال سے بے خبر ہو، یہاں کی زندگی بہت تلف ہے، نہ تم میرے ساتھ ہو نہ ہی کوئی اپنا رشتہ دار دوست اور ہمدرد میرے قریب ہے۔ میں ہوں اور میرے ساتھ سپاہیوں کی نفری...... تم ان حالات میں یاد نہیں آؤ گی تو کیا بھول جاؤں گا تمہیں...... تم تو اپنوں میں ہو، سسرال اور اپنی کولیگ میں عیاشی ہی عیاشی ہے تمہاری......" وہ آزردگی سے بولا۔

"آئی ایم سوری، حیدر تم نے درست کہا...... اگر تم اجازت دو اور پاپا کو رضامند کرنے میں کامیاب ہو جاؤ تو میں ماما کے گھر چلی جاؤں، کچھ تو دل بہل جائے گا، جب جاب سے گھر پہنچوں گی تو ماما میرے انتظار میں ہوں گی...... چائے میرے ساتھ پئیں گی اور ڈیڈی اسکریبل سے میرا دل بہلائے رکھیں گے۔ سسرال کبھی میکہ نہیں ہو سکتا...... ایسا تو سوچنا ہی نادانی ہے، تم بھی اس سچائی کو تسلیم کر لو اور مجھے میکے میں رہنے کی اجازت دے دو۔"

"او کے میں پاپا سے بات کرتا ہوں اگر وہ نہ مانے تو پھر میں کچھ نہیں سمجھا سکوں گا...... کیونکہ اب تم ہماری ذمہ داری ہو، ہر حال میں اور ہر لمحے۔ پاپا نہیں چاہتے کہ تمہارے میکے والے میری جاب کا خمیازہ بھگتیں۔" اس کے لہجے میں قدرے سختی تھی۔

"حیدر...... ماما اور ڈیڈی یہاں چند مہینوں کے مہمان ہیں...... وہ امریکہ میرے بڑے بھیا کے پاس گرین کارڈ کی غرض سے جانا چاہتے ہیں، آخر بھیا ہی تو ان کے

بڑھاپے کا سہارا ہیں...... اس لیے میں انہیں یہاں روکنا نہیں چاہتی' چند مہینے ان کے ساتھ بتالوں تو بہت خوب رہے گا' اپنے پاپا کو سمجھائیں کہ مجھے چند لاکھ حق مہر کے عوض انہوں نے خرید نہیں لیا۔"

"بات تو درست ہے' لیکن پاپا نہیں مانیں گے' وہ اپنی بہوؤں کو میکے بہت کم جانے دیتے ہیں' کہتے ہیں کہ اگر لڑکیاں ہر وقت اپنا دھیان پیچھے رکھیں تو سسرال میں گزارا مشکل ہو جاتا ہے۔ میاں کی بھی نہ عزت رہتی ہے نہ قدر...... کیونکہ والدین کی سپورٹ تو انہیں ایک کوڑی کا نہیں چھوڑتی۔ زری ان کا زندگی بھر کا تجربہ ہے اس لیے میں ان سے بحث مباحثہ نہیں کروں گا...... تمہیں بھی ان کے اصولوں کے مطابق ہی چلنا پڑے گا ڈیئر۔"

"ہائے یہ باتیں تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتائیں...... یقین جانو کہ کبھی شادی نہ کرتی۔ یہ تو قید بامشقت کی علامتیں ہیں' حیدر مجھے سفوکیشن (گھٹن) ہونے لگی ہے۔" وہ لمبے لمبے سانس لینے لگی۔

"محبت وہ جو مشروط نہ ہو' تمہاری محبت شرائط میں مقید ہے تو اسے محبت کا نام دے کر اس کی انسلٹ مت کرو زری۔" وہ خفگی اور افسوس سے بولا۔

"تم خفا ہو گئے میری معمولی سی بات پر اور میں ہوں کہ یہاں چھوٹے سے لے کر بڑے تک کی ہر نازیبا حرکت اور ہر غیر مناسب بات پر چپ رہ جاتی ہوں۔ خوب قدر دانی کی ہے آپ نے میری۔" وہ سسکیاں بھرنے لگی تو حیدر خاموش ہو گیا' وہ اس وقت اسے مزید پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ موبائل بند کر کے وہ اس کی باتوں سے نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔



شادی کے تین سالوں میں اللہ تعالیٰ نے انہیں دو بیٹوں سے نوازا تھا۔ جب کہ تین سالوں کے عرصے میں حیدر کا گھر آنا بہت کم رہا...... اگر میس کا کمرہ شیئر کرنے کی اجازت ملی بھی تو اس نے زری کی معصومانہ حرکتوں کی وجہ سے مسترد کر دیا۔ پاپا نے بھی حوصلہ افزائی نہ کی' معمولات زندگی میں زری نے اپنی جاب کو بھی خیر باد کہہ دیا تھا۔ اس کے والدین امریکہ بیٹے کے پاس جا چکے تھے...... حیدر کی جاب ریکوائرمنٹس' اپنی جگہ پر قائم و دائم تھیں...... ان کی زندگی میں بچوں کی وجہ سے مثبت تبدیلی تو آ ہی چکی تھی' حیدر بھی زری اور بچوں کی کمی کو شدت سے محسوس کرتے ہوئے انہیں اپنے ساتھ رکھنے کا تمنائی تھا۔ میجر کے رینک پر گھر کا ملنا مشکل نہ تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ زری نہ تو گھر اور نہ ہی بچوں کی نگہداشت کر سکے گی' اس لیے باپ بیٹے نے اس کی ٹریننگ کے لیے سسرال میں قیام کرنے پر فوقیت دی اور راز راز ہی رہا تھا۔

"اف ایک فوجی افسر کی زندگی ایسی غیر یقینی ہوتی ہے۔ کاش مجھے اس کا اندازہ ہوتا' اب تو تمہیں معمولی ہی سی رہائش گاہ تو ملنی چاہیے' عجیب ہی تماشا ہے تمہاری فوج۔" دل کے پھپھولے پھوڑنے کے بعد وہ حیدر سے بولی' محبت جب اندھی اور بہری ہو جاتی ہے تو پھر نہ کچھ نظر آتا ہے نہ ہی اپنے خیر خواہوں کی نصیحتیں سنائی دیتی ہیں۔

"حیدر' کیا تمہیں مجھے حاصل کرنے کے بعد اونچی پرواز کا احساس تھا؟ میرے تو پاؤں خوشی کے مارے زمین پر ٹک نہیں رہے تھے...... مجھے اس کا علم تو ہو گیا تھا کہ شادی کے موقع پر میں تم سے زیادہ خوش تھی۔ یہ سچ ہے ناں...... حیدر جی...... آج اس کا اعتراف تو کر لو کہ تم سوچوں میں ڈوبے ہوئے کن الجبروں میں الجھے ہوئے تھے...... آج سچ اگل دو کہ کوئی اور یاد آ رہا تھا یا میری قربت کے حصول کا افسوں تھا...... آج تک یہ معمہ حل نہیں کر سکی' یا اونچی اڑان کا خوف تھا کہ کہیں منہ کے بل نہ گر جاؤ۔"

"یار یہ تم نے کیسے سوچ لیا' تمہیں حاصل کرنے کے بعد مایوس و اداس کیوں ہوں گا......؟ ہاں بہت سی سوچوں میں گھرا ہوا ضرور تھا۔ زری' میں جانتا تھا کہ تمہیں فوجی زندگی گلیمر لگ رہی تھی جو تمہارے لیے ایک امتحان اور میرے لیے ازدواجی زندگی بہت بڑی ذمہ داری ہے' لیکن تم اس سے نابلد تھیں' یہی خوف ہمیشہ سے میرے سنگ رہا' میری زندگی بے حد لطف تھی' میں نے برف کے تودوں

پر رات گزاری' اتنی شدید سردی کا تم اندازہ نہیں لگا سکتیں' سوئیٹر' کوٹ' دستانے' پہننے کے باوجود میں کپکپاتا رہتا تھا' ان علاقوں کے موسمی تقاضوں کا کیا بتاؤں؟ تم کچھ سننا ہی نہیں چاہتی تھیں' تم مجھے ہر بار ایک ہی طعنہ دیتی رہیں کہ میں عیاشی کر رہا ہوں' جیسے میں گرم دبیز لحاف میں گہری نیند سو رہا ہوں اور تم جاگ رہی ہو میری یاد میں...... جانم فوجی کی زندگی کھیل تماشا نہیں' اس میں سہل پسندی اور آرام کا کوئی دخل نہیں ہوتا...... مانا کہ تمہاری برہمی' غصہ اور ناراضی جائز تھی' لیکن مجھے تو اپنا حلف نبھانا تھا جو میں نے صدق دل سے اٹھایا تھا۔" وہ مستحکم لہجے میں بولا۔ "اس زندگی کو شیئر کرنے کی تم میں ہمت و حوصلہ نہیں۔"

"کیا میری عمر اسی گھر میں جٹھانیوں کی گھرکیوں میں گزر جائے گی۔ تم نے میرا تجزیہ صرف اس سے کیا کہ مجھے گھر کے کام نہیں آتے جبکہ یہ کام نوکروں کے کرنے کے ہیں...... کوئی سمجھتا ہی نہیں' میں نے ڈاکٹر کی ڈگری لی ہے' خانساماں کی نہیں۔"

"اوہو...... پھر رونا دھونا شروع...... میری جان تم میری بیوی کے ناطے بہترین دوست اور خیر خواہ بھی ہو' اب کی بار اگر پنجاب میں پوسٹنگ نہ ہوئی تو فوج کو خیر باد کہہ دوں گا...... اب تو خوش ہو جاؤ اور دعا کرو کہ نارتھ سے جان چھوٹ جائے۔" وہ خوشامدی لہجے میں بولا۔

"فوج سے تو مجھے بے پناہ محبت ہے حیدر...... تمہیں ایسی بیہودہ حرکت ہرگز نہیں کرنے دوں گی...... وہ تو میں تمہیں تنگ کرنے کے لیے کبھی کبھار کہہ دیتی ہوں۔" وہ ایک دم سے کھل گئی۔

"تو پھر اپنی ہر وقت کی ریں ریں کا کوئی علاج سوچوں میں گھر چند دنوں کی چھٹی ہنسی خوشی سے بتانے آتا ہوں' یہاں پل بھر کو چین نصیب نہیں ہوتا۔" اس نے اس کی انگارہ آنکھوں پر بھیگی پلکوں کو ہاتھ سے خشک کرتے ہوئے کہا۔

"شوہر کو اتنا پیار دو' اس کی اتنی خدمت کرو کہ وہ بیوی کے بغیر ایک لمحہ بھی گزار نہ سکے...... کیا ایک بیوی ہونے کے ناطے تم نے ایسا رول نبھایا...... یہاں بھی نوکروں کے ہاتھ کے کھانے کھانے کو ملتے ہیں...... بھابیاں ہی آگے پیچھے میرے کام کرتی ہوئی نظر آتی ہیں......" وہ پژمردگی سے بولا۔ وہ بے ساختہ بولی۔

"تو پھر ایسے کرو نوکری کو لات مارو اور بھابیوں سے خوب خدمت کراؤ۔"

"ایک بیوی کے کہنے پر اپنی بے شمار ماں' بہنوں کی امیدوں پر پانی پھیر دوں۔" اس نے ایک دم سے چونک کر ہاتھ اپنی طرف کھینچ لیا۔

"اگر اپنا مقام سسرال میں بنانا چاہتی ہو تو ان سے ہر کام کی تربیت لو۔ سوری ٹو سے کہ تم نے تو اپنی تعلیم کو ہی ڈبو دیا ہے...... اللہ کے واسطے یہ جھتیں کرنا چھوڑ دو...... اس لیے تو کہا جاتا ہے کہ ڈاکٹر لڑکی کے لیے ڈاکٹر کا رشتہ ہی مناسب رہتا ہے...... دونوں ایک دوسرے کو سمجھتے ہیں...... ایک دوسرے کے مددگار ہو کر زندگی گزار جاتے ہیں...... تمہاری پسند تمہیں دھوکا دے گئی۔"

"حیدر تم اپنی باتوں پر غور کرو کہ میری حماقت اور تمہاری طرف سے میری ذلت اور توہین...... اگر یہ بچے نہ ہوتے تو تمہیں اس ذلت کا مزا اسی وقت چکھا دیتی......" وہ غصے سے دانت پیستے ہوئے بولی۔ "تمہیں بیوی نہیں ہر فن مولا ملازمہ چاہیے تھی۔"



"یار میں نے ایسی کون سی بدتمیزی کر ڈالی کہ تم یوں سیخ پا ہو گئی ہو...... بیوی اپنے شوہر کے لیے آسودگی اور راحت کا سامان ہوتی ہے' میں جونہی گھر میں قدم رکھتا ہوں' تم شکایتوں کے انبار لگا دیتی ہو' یہ ہے تمہاری محبت...... مجھ پر نہ سہی ان معصوم فرشتوں پر ہی رحم کھاؤ' کیوں گھر خراب کرنے پر تل گئی ہو...... غصہ تھوک دو' چلو اٹھو اچھا سا تیار ہو جاؤ' ڈنر کے لیے باہر چلتے ہیں......" وہ خوشامدانہ انداز میں اس کا سر سینے سے لگا کر بولا۔ "شاباش اچھی بیوی کی طرح فوراً تیار ہو جاؤ...... چلتے ہیں باہر۔"

"ان دو بچوں کے ساتھ...... یہ کیسے ممکن ہے؟" اس

کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔
''بھئی جہاں ہم وہاں ہمارے بچے..... ان کے بغیر تو ہماری خوشی ہمارا سکون اور ہماری فیملی ہی ادھوری ہے ناں۔'' وہ مسکرا کر بولا۔ اس کی بات سن کر اس کے مزاج مبارک میں ہلکا سا سکون کوندا۔
''بیگم میری مجبوری کا غصہ مجھ پر اتار لیا کرو ان بچوں کو تو ہلکی سی چپت بھی ماری ناں تو وہ کوسوں دور بیٹھے ہوئے بھی میرے دل پر جا لگے گی..... خون سے نہا جائے گا یہ بدن سوچ لو.....'' وہ عزیز کو بوسا دے کر بولا..... ''یہ بچے تو میری روح ہیں۔''
''آج ماما اور ڈیڈی یہاں ہوتے تو اپنی تنہائی، خاموشی اور اکیلا پن ان سے شیئر کر لیتی..... بلکہ میں جاب ہی نہ چھوڑتی، صبح بچے ان کے حوالے کرتی اور واپسی پر چیک کرتی اور اس جہنم میں آ جاتی رات گزارنے کے لیے..... اگر تم نہیں سمجھتے اس گھر کا ماحول، ان خونی رشتہ داروں کو، تو آئندہ تمام غصہ خود پر اتار لوں گی۔'' وہ افسردگی سے بولی۔
''اب تو جو ہونا تھا ہو گیا..... خود کو اسی میں ایڈجسٹ کرو..... معمولی سی فضول باتوں پر اس قدر شور مچانا گھر بھر کو حیران و پریشان کر دیتا ہے، مجھے تو تعجب ہونے لگتا ہے کہ بات اتنی سیریس تو نہیں ہوتی..... جس کا تم بتنگڑ بنا ڈالتی ہو۔'' وہ زچ ہو کر بولا۔
''حیدر تم کیوں نہیں سمجھتے، ان دو بچوں کو اکیلے پروان چڑھانا آسان نہیں..... اب تو میرے اعصاب بھی جواب دینے لگے ہیں..... دلی طور پر بے حد مایوس اور ذہنی طور پر خود کو لاوارث محسوس کرنے لگی ہوں..... راتوں کی خاموشی اور تنہائی میں جب میری آنکھ کھلتی ہے تو بیڈ پر ہاتھ پھیر کر تمہیں محسوس کرنے کی ناکام کوشش سے خود کو مزید بے بس و بے ہمت کر لیتی ہوں۔ کاش ان اذیت دہ لمحوں میں تم میرے ساتھ ہوتے تو اس ہیجانی کیفیت سے اگلے لمحے باہر نکل آتی..... مگر بدقسمتی سے پاپا کا بہت انفلوئینس ہے تم پر..... ورنہ اس مسئلے کا حل تم ڈھونڈ ہی نکالتے.....'' وہ آنکھیں مسلتے ہوئے بولی۔
''زری ان باتوں کو فل اسٹاپ لگاؤ..... اٹھو اور فوراً تیار ہو جاؤ، عزیز اور موسیٰ کو میں تیار کرتا ہوں.....'' اس نے عزیز کو کھلونوں سے کھیلتے ہوئے دیکھ کر کہا۔
''آج عزیز کو بابا نہلائیں گے اور موسیٰ کو بھی۔'' وہ محبت آگین لہجے میں بولا۔
''مجھے ممی نہلائیں گی..... بابا، آپ یہاں سے جائیں..... آپ ہماری ممی کو رلاتے ہیں۔'' عزیز کی زبان صاف تھی لیکن ڈیڑھ سالہ موسیٰ نے توتلی زبان میں ہی انکار کر دیا۔ حیدر نے زری کی طرف حیران کن نظروں سے دیکھا اور کندھے اچکائے۔
''اس سے تم نے کیا سبق سیکھا ہے حیدر۔'' وہ رکھائی سے بولی۔
''بہت خطرناک سبق سیکھا ہے۔ اپنی پوزیشن کا احساس ہو گیا ہے۔'' اس کے لہجے میں ہلکی سی جھنجلاہٹ آ گئی۔
''جب تم چھ مہینے بعد ان بچوں کو اپنی شکل مبارک دکھاؤ گے تو ان معصوم بچوں سے کیا توقع رکھ سکتے ہو کہ تمہیں اچھلتے کودتے ویلکم کہیں گے..... موسیٰ کو تو کچھ یاد بھی نہیں ہوگا، کہ تم اس کے باپ ہو، ایک اجنبی شخص کے ساتھ دوستی ہو بھی جائے تو بے حد وقتی اور سطحی ہوتی ہے۔'' وہ تاسف بھرے لہجے میں بولی۔
''زری پلیز، دل جلانے والی باتیں مت کرو.....'' وہ خفگی سے بولا..... ''میں چند دنوں کے لیے تمہاری قربت کے حصول کے لیے آتا ہوں، وہ بھی قیل و قال میں ہی گزر جاتے ہیں اب سمجھ میں آیا کہ میرے کولیگز چھٹیوں کے باوجود گھر کا رخ کیوں نہیں کرتے؟ ایسے بھی ہیں جو انگلیوں پر دن گنتے ہیں، اگر ایک تعلیم یافتہ خاندان کی پڑھی لکھی عورت روایتی بیوی کا کردار ادا کرنے میں فخر محسوس کرتی ہے تو میں کسی اور سے کسی قسم کی توقع نہیں رکھ سکتا..... اس گھر میں پانچ خواتین ہائیلی ایجوکیٹڈ ہیں لیکن ان کی ایجوکیشن فقط ڈگریوں تک محدود ہے..... میرا تجربہ ہے کہ فوجی کو شادی کرنے کا کوئی حق نہیں، وہ وطن کی دھرتی

کی حفاظت وسلامتی کے لیے پیدا کیا جاتا ہے' اسے اپنا حلف نبھانے کے لیے دنیا کے ان بکھیڑوں سے دور ہی رہنا چاہیے......" وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

"حیدر اب تو تم سے غلطی سرزد ہوگئی ہے۔ پچھتاوے کا کیا فائدہ؟ دو حلف نبھانے کی کوشش کرتے جاؤ ممکن ہے تمہیں کامیابی نصیب ہو کیونکہ دونوں حلف ایک دوسرے کی ہمراہی میں چلتے ہیں۔ مجھے یہ احساس ستانے لگا ہے کہ عورت زمین سے آسمان تک پہنچا سکتی ہے اور آسمان سے مٹی کا ذرہ بھی بنا سکتی ہے۔"

"تمہاری جیسی عورت تو دین کے قابل چھوڑتی ہے نہ دنیا کے' میرے ساتھ تو یہ ٹریجڈی ہوئی اور تم بھی اس کا شکار ہوگئیں' جبکہ میں سمجھتا تھا کہ تم میری بے مثال ساتھی ثابت ہوگی......اب تو میں تم سے ناامید ہوگیا ہوں......تم کسی قسم کی آزمائش میں کسی کا بھی ساتھ دینے کے قابل نہیں ہو۔" وہ حسرت ویاس سے بولا۔

"حیدر میں بھی تم سے کسی قسم کی امید نہیں رکھ سکتی......تم سچ کہتے ہو کہ میں لاابالی اور جذباتی عورت ہوں' آج میں جس حال میں ہوں' یہ اسی فطرت کا نتیجہ ہے' اچھی بھلی تھی کہ تم پر مرمٹی' کاش میں نوریہ کی نصیحت ہی مان لیتی......اب تو مجھے یہ بھی گمان ہونے لگا ہے کہ میرے والدین کو بیٹے کے پاس جانے کی جلدی تھی......مجھے سر سے اتارنے میں ہی انہیں عافیت نظر آرہی تھی......انہوں نے بھی اپنی جان چھڑائی اور تمہارے سر منڈھ دیا......" وہ آنسو بہاتے ہوئے بولی۔

"تم کسی طرح مجھے امریکہ بھیج دو تاکہ دو چار مہینے میری زندگی کے بھی یادگار ثابت ہوسکیں۔"

"زرناب بیگم......تم ذہنی طور پر ایک بیمار عورت ہو......تمہارے ہیجان انگیز اعصاب اسی کی نشاندہی کرتے ہیں......تمہیں سائیکاٹرسٹ کی ضرورت ہے......کیونکہ جس ماں کی گود دو بچوں سے بھری ہو......وہ خود کو تنہا محسوس کرے' جس کا شوہر اس پر فریفتہ ہو وہ خود کو لاوارث سمجھے......اور جس کا سسر اور جیٹھ اس کا خیال رکھیں' وہ خود کو مظلوم سمجھے تو اسے بیماری نہیں تو صحت یابی سمجھوں......؟" وہ اضطراری لہجے میں بولا۔

"حیدر، میں جانتی ہوں کہ اب تم مجھے خاندان بھر میں پاگل ظاہر کرکے ذلیل وخوار کرنا چاہتے ہو......ذرا غور کرو کہ اس کا ذمہ دار کون ہے......تمہاری غیر موجودگی نے میری خوشیوں اور راحتوں کو نگل لیا......اتنا سا ہی اعتراف کرلو کہ تم نے ہی مجھے پاگل بنادیا۔" وہ بے بسی سے بولی۔

"اس کا سدباب تو ہونا چاہیے......" وہ سوچتے ہوئے بولا۔

"حیدر......مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ تم گولی چلانے کے علاوہ کچھ اور ڈھنگ کا کام کرنے کے قابل نہیں ہو......" وہ غصے میں بولی۔ "بیوی بچوں کی ذمہ داری اٹھانا تو ہے ہی ناممکن......"

"تم درست کہہ رہی ہو......میں اعتراف کرتا ہوں' فیصلہ کرنے کا تمہیں بھی اختیار ہے اور مجھے بھی......" وہ بھی غیظ وغضب میں بولا۔

"اس کے بارے میں سوچ سمجھ کر فیصلہ کرتے ہیں' آخر ہم دونوں بااختیار ہیں۔"

"کیسا فیصلہ؟" وہ انجان بن کر حیرت سے بولی۔

"اگر تم مجھ سے رشتہ توڑنا چاہتی ہو تو مجھے بلاتکلف بتادو۔" وہ اسی غصیلے لہجے میں بولا۔ "کیونکہ میاں بیوی کے لڑائی جھگڑے سے پاک رہے یہ گھر......میں ان لڑائیوں کا عادی نہیں ہوں۔"

"استغفار......یہ کیسی بیہودہ بات کی ہے تم نے......ہم دونوں خیالات کا اظہار کرتے ہیں......تم نے گفتگو کو لڑائی جھگڑے کا نام دے دیا۔ ویری سیڈ نیوز......" وہ کانوں کو ہاتھ لگا کر بے اختیار بولی۔

"تمہیں میری محبت پر یقین ہے کہ نہیں......" وہ خود پر قابو پاتے ہوئے بولا۔

"ہے، سو فیصدی ہے......اگر یقین نہ ہوتا تو آج یہاں تمہاری موجودگی کے بغیر ایک لمحہ بھی نہ رہ پاتی......یہاں کیوں ذلیل ہو رہی ہوں......اچھے بھلے دنوں کی

امیدوانتظار میں یہاں سڑ رہی ہوں۔" وہ بھی اپنے غصے پر قابو پاکر بولی۔

"تو پھر یہ جاہل بیویوں والی لڑائی چھوڑ دو...... ورنہ میں گھر آنا ہی چھوڑ دوں گا اور کان کھول کر سنو کہ کل سے عورت کی خوبیوں کو نفرت وحقارت سے دیکھنا چھوڑ دو......" وہ نرمی سے بولا۔

"مجھے دھمکیاں مت دو حیدر...... میں بچوں کو دادا کے سر پر تھوپ کر یہاں سے فرار ہوجاؤں گی...... تم ڈھونڈتے رہ جاؤ گے۔" وہ ذرا سا دھیمے لہجے میں دھمکی دیتے ہوئے بولی۔

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے' بھلا فرار ہونے والی بیوی کو شوہر کیونکر ڈھونڈے گا...... ہاں اسے طلاق دینے کے لیے اس کا سراغ لگانے کی کوشش ضرور کرے گا...... اس لیے ایسی غلطی کبھی خواب میں بھی نہ کرنا......" وہ بھی ہنستے ہوئے بولا۔

"حیدر تم تو ہتھے سے ہی اکھڑ جاتے ہو...... تم نے مجھے ماما کو تمام حالات بتانے پر مجبور کردیا ہے۔ ابھی تمہارے سامنے ہی ان حالات کا ذکر کرتی ہوں...... ایک لفظ کا بھی ہیر پھیر نہیں ہوگا......" وہ ہلکی سی آواز میں بولی۔

"انہیں میں بھی تمہارا ناقابل برداشت رویہ بتا کر اپنا فیصلہ بھی ان کے گوش گزار دوں گا...... پھر کیا کرو گی؟ یقین جانو وہ تمہیں جھوٹا اور غلط ثابت کریں گی کیونکہ عورتیں تم جیسی پھوہڑ اور بیکار نہیں ہوتیں ورنہ گھر جنت کا گہوارہ بننے کے بجائے دوزخ بن جاتا......"

"حیدر...... دھمکیاں' تڑیاں اور جان لیوا طعنے...... یہ بری عورتوں کی عادات تم میں کیسے سرائیت کرگئی ہیں۔" وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"آہا...... تمہاری رفاقت میں کچھ عرصہ اور گزار لیا تو مکمل طور پر زبان سے عورتوں کی گفتگو پھوٹے گی...... اللہ کے لیے مجھے ایک نارمل مرد ہی رہنے دو...... اف اللہ بچائے اس مخلوق سے' کہنے کو بہت مظلوم بنتی ہے' ذرا سا کریدو تو چنگاریاں بھری ہوئی ہیں اس میں۔" وہ ہلکا سا قہقہہ لگا کر صلح جوئی کی طرف آ گیا۔

"یار اب یہ تو تو میں میں چھوڑو بھی...... سرتاج کے سامنے سر تسلیم خم کرتی ہوں کہ تم بے مثال و برتر...... میں ہر لحاظ سے کمتر......" وہ بھی صلح و پیار سے بولی۔

"مابدولت نے تمہیں معاف کیا۔"

"شکر ہے کہ بالآخر تم نے ایک بہت بڑی حقیقت کو مان ہی لیا...... اب لڑائی ہوئی ختم اور جلدی سے تیار ہوجاؤ......" وہ بیڈ سے اٹھ گیا۔

"حیدر یہ معمہ میں آج تک حل نہیں کرسکی کہ تم مجھے موم کی گڑیا سمجھتے ہو کہ جب چاہا اپنی خواہش کے مطابق موڑ توڑ لیا۔" وہ بھی بیڈ سے نیچے اتر آئی۔

"بیوی وہی بھلی جو ہو موم کی گڑیا......" وہ قہقہہ لگا کر بولا۔

"شوہر وہی اچھا جو ہو جورو کا غلام......" وہ بھی خوشدلانہ لہجے میں بولی۔

"عزیز...... بابا اپنے بیٹے کو چاکلیٹ دلائیں گے ڈھیر سارے...... جلدی سے بابا سے تیار ہوجاؤ......" وہ عزیز کو بوسہ دے کر بولی اور موسیٰ کو اٹھا کر باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

"بیچاری ڈاکٹر زرتاب ایک فوجی کے ہتھے چڑھ گئی...... جسے محبت کرنی نہ آئی...... جب یہ الفاظ میری زبان پر آتا ہے تو زبان تھرتھرانے لگتی ہے تو وہ میری محبت پر یقین کیونکر کرے گی......" وہ خودکلامی کرتا ہوا عزیز کو اٹھا کر باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ عزیز چاکلیٹ کے لالچ میں حیدر کی طرف مانوسیت واپنائیت سے دیکھنے لگا۔

"بدمعاش کہیں کا' تجھے دنیا کی سمجھ ابھی سے ہی آ گئی ہے۔" حیدر محظوظ ہوتے ہوئے بولا۔ "کچھ کرنا ہی پڑے گا ان بچوں کی خاطر۔"



"یار، سمجھ گیا ہوں اب ایک ہی بات کو بار بار دہرانا چھوڑ دو۔" حیدر نے اپنے کولیگ راشد خان سے تمسخرانہ لہجے میں کہا۔

"اگر تم نے ایک لفظ کا بھی ہیر پھیر کیا ناں تو بھابی فوراً تمہاری چالاکی کی تہ تک پہنچ جائیں گی...... میں نے تو اپنا الو اسی گفتگو سے سیدھا کیا تھا لیکن یہ مت بھولو کہ تمہاری بیگم ایک تعلیم یافتہ خاتون ہیں...... ممکن ہے کہ تمہارا وار خالی جائے......" راشد نے حیدر کو تلقین کرتے ہوئے کہا۔

"تمہارے ساتھ رہے گی تو سب کچھ دھیرے سے سیکھ جائے گی' سزا اس کے گناہ سے بہت بڑی ہے یار۔"

"ارے عورتیں ایک ہی مزاج کی ہوتی ہیں...... زیادہ فرق نہیں ہوتا ان میں...... میں نے اپنے گھر میں پانچ خواتین کو دیکھا بھی ہے اور پرکھا بھی خوب ہے......اور پھر اپنی امی کی آغوش میں پروان بھی چڑھا ہوں۔ کچھ خاص فرق نہیں پایا۔ بڑی دو بھابیاں کالج میں لیکچرار تھیں...... ایک بھابی سیل فون کمپنی میں منیجر اور چوتھی پڑھی لکھی سلیقہ شعار...... گھریلو خاتون ہیں اور میری بیگم ڈاکٹر صاحبہ...... سب کی جبلت ایک جیسی' سب کے مزاج' ڈیمانڈز میں انیس بیس کا فرق سمجھو...... لگتا ہے یہ ازدواجی زندگی بھی ایک آزمائش کبیرہ ہے...... جو اس میں سے ایک بار گزر گیا...... جنت کی حوریں اس پر حلال کردی گئیں......" وہ حجت آمیز لہجے میں بولا تو راشد خان نے طویل قہقہہ لگایا۔

"جو چار بار گزر گیا تو پھر اس دنیا میں ہی حوروں کی بھرمار ہوگئی۔ یار اب سمجھا ہوں کہ...... یہ ایسی منحوس ہستیاں ہیں کہ مرنے کے بعد بھی بھوت' چڑیل اور نجانے کن شکلوں میں شوہر کی جان نہیں چھوڑتیں...... شادی تو عذاب جان ہی بن گئی ہے۔ تم چار کی بات کرتے ہو۔"

"ان جن بھوت پریت سے نہ زندگی میں گلوخلاصی ملی نہ مرنے کے بعد ایسا معجزہ ہوگا......" حیدر نے زچ ہو کر کہا۔

"فی الحال ہماری بھابی کی خواہش پوری کرنے کی فکر کرو...... میں نے جو سبق رٹایا ہے ناں...... اسے بھولنا نہیں۔" راشد خان نے پھر سے سمجھانا شروع کردیا......

"بولو کہ تم ان سے کیا کہو گے؟"

"کوشش رائیگاں ہی جائے گی یار...... تمہاری بھابی کیا شے ہے تم نہیں جانتے...... میرا خیال ہے تم سے ملوانا ہی پڑے گا...... وہ یوں باتوں سے قابو میں آنے والی نہیں...... حاضر جواب ایسی ہے کہ چند جملوں کے بعد دوسرے کی تو بولتی بند ہوجاتی ہے......" وہ آہ بھرتے ہوئے بولا۔

"اوکے...... اس سے تم نے ایک ہی جملہ کہنا ہے کہ میں نوکری چھوڑ رہا ہوں...... تم نوکری پکڑلو...... میں گھرداری اور بچوں کی پرداخت کے طریقے سیکھ لوں گا...... گھر میں مہارانی بن کر بقیہ زندگی گزاروں گا۔ تم میری تمام ذمے داریاں نبھانے کے لیے مناسب ہو...... مجھ سے بہتر ثابت ہوگی......" راشد خان نے پھر سے تمام جملے سمجھائے۔

"تم اسے نہیں جانتے راشد...... اس سے ملنے کے لیے تیار ہوجاؤ......" وہ ذرا سا مسکرایا۔

"زہے نصیب۔" راشد نے سر جھکا کر کہا تو حیدر نے سراثبات میں ہلادیا تھا۔



مہینے کے اوائل دنوں میں وہ ہمیشہ کی طرح اداس اور مایوس نظر آرہی تھی۔ حیدر کو یہاں سے رخصت ہوئی ہفتہ ہی تو ہوا تھا۔ یہ سوچ کر اس نے جس طرف نظر دوڑائی وہی سوگوار ماحول لگا۔ اسی شش و پنج میں مبتلا وہ بچوں کو تیار کر کے اپنے کمرے سے نکل کر لاؤنج میں صوفے پر منہ پھلائے بیٹھ گئی...... جٹھانیاں حسب معمول ناشتے میں خوشدلی سے مصروف تھیں...... بڑی جٹھانی نے اس کی طرف خالی نظروں سے دیکھا اور چائے پکاتے ہوئے بولی۔

"زرتاب...... مزاج شریف کیسے ہیں؟ ملازم سے ناشتہ کے لیے بول دو' پراٹھا کھاؤ گی کہ ٹوسٹ......" زرتاب نے جواب دینے کے بجائے عزیز سے ناشتے کا پوچھا۔

"عزیز تم کیا کھاؤ گے...... فوراً بتاؤ۔"

''مما میں چاکلیٹ کھاؤں گا...... مجھے پراٹھا نہیں کھانا...... دودھ بھی برا لگتا ہے۔ پیٹ میں اوئی ہوجاتی ہے۔''

''پہلے ناشتہ کرو ذرا جلدی سے اسکول سے دیر ہورہی ہے۔ میں جب تمہیں اسکول سے پک کرنے آؤں گی تو اپنے چاند کے لیے چاکلیٹ خرید کر لیتی آؤں گی...... فی الحال ناشتہ کرو......'' وہ تیزی سے بولی۔ ''اگر تم نے ناشتہ کرنے سے انکار کیا تو خفا بھی ہوجاؤں گی...... چاکلیٹ بھی نہیں لاؤں گی۔''

''زرناب عزیز کو چاکلیٹ دینا بند کرو...... اس کے دانتوں کی حالت دیکھو تین سال کی عمر میں بھربھری مٹی بن گئے ہیں۔'' جٹھانی نے بھنویں چڑھا کر کہا۔

''ماں بچوں کو ان کی پسند کا ناشتہ اپنے ہاتھ سے بنا کر کھلائے تو کیسے ممکن ہے کہ وہ انکار کریں۔''

''بھابی، میرے معاملات میں بولنے اور مشورے دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ اپنے کام سے مطلب رکھیں...... میرے بچے شکر پر گزارہ کریں یا آٹے پر...... آپ کو اس سے کیا؟ اگر میری ساس زندہ ہوتی تو وہ ایک ہوتی...... یہاں چار ساسیں میری جان کو آ گئی ہیں...... یہ نہ کرو وہ نہ کرو...... آپ سب کو میں جاہل دکھتی ہوں ناں...... اسی خوش فہمی میں رہیے...... اس بار حیدر سے دو ٹوک فیصلہ نہ کیا تو میرا نام بھی زرناب نہیں......'' وہ تڑاخ کر بولی۔ بات کرتے ہوئے غصے سے کانپ بھی رہی تھی...... جٹھانی نے فوراً پانی کا گلاس اس کی طرف بڑھایا۔

''غصہ تھوک دو حیدر کو گئے ہفتہ ہی تو ہوا ہے خوامخواہ پانچ ساڑھے پانچ مہینے دل جلانے کا کیا فائدہ؟ جب وہ آئے گا تو اپنا فیصلہ سنا دینا......'' وہ تمسخرانہ انداز میں بولی۔ یہ مشورہ پسند آیا۔

''بھابی آپ تینوں قسمت کی دھنی خواتین ہیں، میں بھی اس گھر کی سب سے چھوٹی بہو ہوں...... یہاں عجیب ہی حسرت زدہ قسمت لے کر آئی ہوں کہ اگر میں پانچ سالہ شادی کے عرصے میں سے حیدر کے ساتھ گزری ہوئی مدت کا حساب کروں تو ایک سال بھی نہیں بنتا اور آپ سب صبح دوپہر شام رات اپنے شوہر کی ہمراہی میں خوش و خرم زندگی گزار رہی ہیں۔ مجھے شادی کر کے کیا ملا؟'' وہ عزیز کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے بولی۔

''پگلی...... یہ دو بچے ملے اور عورت کو کیا چاہیے؟'' جٹھانی نے دانت نکالتے ہوئے چھیڑا۔

''تم لوگ کیا جانو کہ شوہر کی غیر موجودگی میں بچوں کو پروان چڑھانا کتنا مشکل ہوتا ہے...... ان کے لیے باپ بننا پڑتا ہے اور دل گردہ اتنا بڑا کر کے سسرال کی ناجائز اور غیر مناسب باتوں سے درگزر کرنا پڑتا ہے۔ بھابی! اب میں یہاں سفوکیشن محسوس کرنے لگی ہوں کیونکہ یہاں پانچ سال گزارنے کے باوجود تم لوگوں کو اپنا نہ سکی...... تو یہ گھر میرا کیسے ہوا؟'' وہ موی کو گود سے اتارتے ہوئے بولی۔

''زرناب...... ہم تمہاری ذہنی حالت پر بہت افسوس کرتی ہیں، تم اس معاملے میں سو فیصدی درست کہتی ہو لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ حیدر کی جدائی اور دوری میں پاگل ہوجاؤ...... ان بچوں کی طرف دیکھو، یہ ماں کے بغیر ایک گھنٹہ بھی نہیں گزار سکتے...... اگر تم بیمار پڑ گئیں تو ان کی نگہداشت کون کرے گا؟''

''بھابی! میں بہت ڈھیٹ ہوں، آج تک تو بیمار ہوئی نہیں...... سب مل کر دعا کریں کہ میں ہسپتال ایڈمٹ ہوجاؤں، اس اولاد کی خاطر حیدر کو چھٹی مل جائے گی اور وطن کی محبت کا نشہ بھی ہرن ہوجائے گا...... مجھے حیدر کے رویے اور سلوک پر بہت حیرت و افسوس ہوتا ہے، اپنے چاروں بھائیوں سے ہی دوسرا مزاج ہے۔ اب تو مجھے یقین ہو چلا ہے کہ وہ مجھے اپنے ساتھ رکھنا ہی نہیں چاہتا...... جو شخص اپنی بیوی اور بچوں کی ذمہ داری اٹھانے سے کتراتا ہو وہ اپنے ملک کے لیے بہترین سپاہی ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا...... فوج بھی اس سے دھوکا کھا گئی......'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''زرناب، ہمیں تمہاری پریشانی کا اندازہ ہے......

لیکن حیدر کی مجبوری بھی ہمیں نظر آتی ہے...... اس بار پاپا سے کہہ رہا تھا کہ اب وہ نارتھ سے واپس آنے والا ہے اور تمہیں اپنے ساتھ لے جائے گا۔ ہمیں بھی حیرت ہے کہ اسے کس وقت کا انتظار ہے...... میجر کو گھر تو مل ہی جاتا ہے۔"

"یہ بکواس سنتے ہوئے مجھے پانچ سال ہوگئے...... آئی ایم سوری بھابی' غصے سے منہ سے نکل گیا آخر حد ہوتی ہے ناں' اب تو نئی نسل کے لیے وصیت چھوڑ جاؤں گی کہ اگر کسی فوجی سے محبت کرنے کی بیماری لاحق ہوگئی ہے تو بھول کر بھی کیپٹن سے شادی کرنے کی غلطی مت کرنا...... بریگیڈیئر چاہے بچوں والا رنڈوا کیوں نہ ہو؟ وہ قدر دان ثابت ہوتا ہے' فوری طور پر گھر بھی مل جاتا ہے' بمعہ ملازموں کے۔ اس سے پہلے تو بیوی لاوارث اور دوسروں کی مرہون منت ہی رہتی ہے...... میری مثال سب کے سامنے ہے۔" وہ آزردگی اور پچھتاوے بھرے لہجے میں بولی اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی لاؤنج کی کھڑکی کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

صبح کا وقت بے حد خوش گوار تھا اور کھڑکی سے ہلکی ہلکی خنکی بھی اسے چھو رہی تھی...... مالی لان میں پانی بکھیر رہا تھا' خاکروب ڈرائیووے پانی سے دھو رہا تھا' وہ بڑبڑائی۔

"سب بے کار اور فضول ہے' یہ زندگی یہ دنیا اور اس کے باسی سب کے سب دھوکے باز اور منافق ہیں......"

چھوٹی جٹھانی اس کی اندرونی کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے عزیز اور موی' کو پیار سے کرسیوں پر بٹھانے میں کامیاب ہوگئی...... عزیز نے تو ٹوسٹ کھانا شروع کردیا تھا لیکن موی' اپنی ڈائننگ چیئر پر بیٹھا ہی ماں کو بلانے لگا تو زرتاب چونک کر بچوں کے قریب پہنچ گئی...... لاؤنج میں جٹھانیوں اور بچوں کی موجودگی میں ناشتہ کرنے کے باوجود اسے احساس تنہائی ستاتا رہا۔ یہ احساسات ہی تو ہوتے ہیں جو چہرے کی کیفیات پر مہر ثبت کردیتے ہیں۔ اور انسان کبھی خود کو خوش بخت تو کبھی منحوس گرداننے لگتا ہے۔

سسر جی صوفے پر بیٹھے ناشتہ تناول فرمانے لگے...... جیٹھ بھی تیار ہوکر باری باری کمروں سے نکل کر میز کے اردگرد بیٹھ گئے۔ اسے ایسے لگا جیسے یہاں ایک محفل جم چکی ہے اور وہ اس محفل کا حصہ ہرگز نہیں...... اسے خود پر بے پناہ غصہ آنے لگا...... اس کا دل تڑپ کر رہ سکا اور مظلومیت کے احساس تلے دب گیا...... اس نے قابل رحم نظروں سے سب کا جائزہ لیا کہ شاید کوئی ہمدردی کے چند بول کہہ کر مجھے اس باطنی تنہائی سے چھٹکارا دلا سکے...... اسے مظلوم تصور کرتے ہوئے عزیز کو اسکول چھوڑنے کی حامی بھرلے لیکن کسی نے اس کے دل کی خواہش کو سمجھنے کی کوشش ہی نہ کی...... وہ ناشتہ کیے بغیر وہاں سے اٹھی...... دونوں بچوں کو کرسیوں سے اتار کر عزیز کا لنچ بکس خانساماں سے لیا اور گاڑی کی چابی اٹھا کر دروازے سے باہر نکل گئی۔ کسی کو میرے کھانے اور آرام کی پرواہ کیونکر ہوگی...... جیٹھ بھائی کے بچوں کی ذمہ داری کیونکر اٹھائیں گے...... جبکہ اسکول ان کے رستے میں پڑتا ہے...... وہ خود کلامی کرتی ہوئی واپس پلٹی اور سسر سے گویا ہوئی۔

"پاپا! موی' کو آپ اپنے ساتھ بٹھا لیجیے...... آج اس کا موڈ بہت بگڑا ہوا ہے...... رستے بھر چیختا چلاتا' روتا پیٹتا رہے گا...... میں آپ کو سچ بتا رہی ہوں' ایسی حالت میں کئی بار ایکسیڈنٹ ہوتے ہوتے رہ گیا۔ پاپا میرا نروس بریک ڈاؤن ہوجائے گا...... تو کون پالے گا ان بچوں کو' ان کے باپ کو تو آپ نے دیکھ ہی لیا ہے حد درجے غیر ذمہ دار......"

"بیٹا...... فوجی کی بیوی کو ہمت و جرأت سے حالات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے' بیچارا مجبور ہے ورنہ تمہیں ہمارے پاس ہرگز نہ چھوڑتا' چند ماہ تم یوں سمجھو کہ یہ تمہاری ٹریننگ کا اہم ترین وقت ہے' بیٹا یہ جو شادی کا بندھن ہوتا ہے ناں بہت نازک اور کمزور بھی ہے اور فولاد کی طرح مضبوط بھی ہوتا ہے' عورت کے اختیار میں ہوتا ہے کہ اسے توڑ دے یا جوڑے رکھے...... تم نے جس دن یکجہتی کا امتحان پاس کرلیا' حیدر تمہیں اپنے ساتھ لے جائے گا...... چاہے اسے اپنے میس کے کمرے میں ہی کیوں نہ رکھنا

پڑے......" وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔

"کیا یہ شرط حیدر کی طرف سے ہے یا آپ کی طرف سے۔" وہ چونکی اور ان کے اور قریب ہوگئی۔ عزیز مسلسل ہارن بجا رہا تھا' موئی اس کے سینے سے چمٹا ہوا تھا۔

"شرط نہیں...... وقت کی ضرورت سمجھو...... ہم تعلیم کی طرف سے تو بالکل بے فکر ہیں تم اپنے پاؤں پر کھڑے ہوکر بچوں کی پرداخت بہت خوب کرسکتی ہو...... لیکن ٹف نہیں ہو...... چھوئی موئی کی طرح کچھ برداشت کرنے کی تم میں ہمت ہی نہیں...... اپنی بھابیوں کو دیکھو کہ انہوں نے اپنے بچوں کی پک اینڈ ڈراپ کے ساتھ انہیں ٹیوٹر کا محتاج بنانا مناسب نہیں سمجھا' قرآن تک انہیں خود پڑھاتی ہیں...... ملازموں سے سلیقے طریقے سے کام لینا' ایک بہت بڑا آرٹ ہے جس سے تم نابلد ہو' بیٹا...... ان سے گھر داری' بچوں کی تربیت' آنے جانے والے مہمانوں کی تواضع اور اپنے اس پاپا کی نگہداشت کرنا سیکھ لو یہ بتاؤ کہ ایک کورے کاغذ کی طرح تم اپنے اس گھر رخصت ہوگئیں تو وہاں کیسے سروائیو کروگی۔ گھر کو جنت بنانے میں عورت کا اہم کردار ہوتا ہے۔ ملازموں اور ان خدمت گاروں سے یہ توقع رکھنا سراسر نادانی اور بے وقوفی ہے۔ میں نے بہوؤں کو جاب کرنے سے کیوں روکے رکھا؟ اور تمہیں جاب کی اجازت کیوں دی؟" انہوں نے محبت ونرمی سے سوال کیا۔

"پاپا، میں یہ معمہ حل نہیں کرسکی۔" وہ حیرت زدہ تھی' کیونکہ اس سے پہلے اس گھر میں ایسی باتیں صرف حیدر ہی کیا کرتا تھا۔

"کیونکہ بیٹا، وہ میری ہر بات اور مشورے کو اہمیت دیا کرتی تھیں' جب تھک کر گھر پہنچتی تھیں تو انہیں نہ میاں کا ہوش ہوتا تھا کہ ان کی زندگی اپنی بیویوں کی توجہ کے بغیر کیسے گزر رہی ہے؟ اپنی خبر کیسے ہوتی؟ جاب اور گھر اور شوہر کی ذمہ داری اٹھانے کا ان کے پاس وقت ہوتا تھا نہ ہمت۔ مرد ایک جاب سے اکتا جاتا ہے' تو عورت بیسیوں قسم کی نوکریاں کیسے نبھا سکتی ہے بیچاری؟ بدقسمتی سے نہ ہی وہ خاندان میں مکس اپ ہو پاتی تھیں۔ اگر میری بیگم زندہ ہوتیں تو وہ دنیاداری کے تمام اصول خوب نبھا لیتیں...... کیا لاجواب خاتون تھیں' باہر کی نوکری کے علاوہ ہر نوکری میں بے مثال تھی' اس گھر کو عورت کی اشد ضرورت تھی اس لیے تمہاری بھابیوں نے اس ضرورت کو اہم سمجھا اور نوکری کو اللہ حافظ کہہ کر میرا مان رکھ لیا۔ ذرا غور کرو کہ کیسے سب کی سب خوشی خوشی اپنے اپنے کردار نبھانے لگیں...... ذرا ان سے دریافت کرو کہ انہیں کبھی پچھتاوا ہوا ہے نوکریاں چھوڑنے کا؟" وہ اکتائی صورت بنائے ان کی باتیں سن رہی تھی۔

"میں تمہیں طبعاً جانتا تھا کہ تم ڈاکٹر ہونے کی وجہ سے میری ایک نہ سنتیں' یہ تمہاری مجبوری سمجھوں کہ شوق کہ میڈیکل فیلڈ میں ڈاکٹر کو ہر وقت اپ ٹو ڈیٹ رہنا پڑتا ہے' ورنہ اس کی بنیادی تعلیم کا کسی کو فائدہ پہنچنے کے بجائے سراسر گھاٹا ہی ہوگا' کسی کی جان جانے کا خطرہ لاحق ہوسکتا ہے' نمبر دو کہ تمہارا شوہر تم سے دور تھا' تمہارا دل بہلانا بھی مقصود تھا۔ جب میرا پوتا تشریف لایا تو تم نے اپنی مرضی سے جاب کو الوداع کہہ دیا...... کیونکہ تم ماں تو بہترین ہونا۔"

"کیا بیوی اور بہو اچھی نہیں ہوں؟" وہ بے اختیار پوچھ گئی۔ "آج یہ فیصلہ بھی سنا ہی دیجیے پاپا۔"

"بیوی کیسی ہو یہ تو حیدر ہی جانتا ہے۔ بہو کے رشتے میں گزارہ ہی سمجھو...... اپنے جیٹھوں کی بھابی تو ہو مگر بے تحاشہ تکلف اور بناوٹ سے بھرپور رویے والی۔" وہ قہقہہ لگا کر بولے۔

"آپ مذاق کر رہے ہیں ناں؟" وہ بھی ہنسنے لگی۔

"یوں ہی سمجھو آدھا سچ آدھا جھوٹ۔" وہ شگفتگی سے بولے۔

"پاپا آپ حیدر کو سمجھائیں ناں کہ جب میرا اپنا گھر ہوگا۔ اپنی چھت کے نیچے ہم دونوں اپنے بچے پروان چڑھائیں گے تب یہ مکمل انسان بنیں گے' ورنہ یہ ہمارا' ناقابل برداشت بوجھ تو ہوں گے ہی' فکر اس بات کی ہے

''جنید اور اس کی دادی ابھی یہاں موجود ہیں...... میں نہیں چاہتی وہ آپ کا اصلی چہرہ دیکھیں' ایک روپ آپ انہیں دکھا چکی ہیں اور نہیں دکھانے دوں گی' مجھے وہاں ان کے گھر جانا ہے میرا ہی خیال کرلیں۔''

''تم نے میری پروا کی تھی جو میں تمہارا خیال کروں؟'' وہ بھی آہستگی سے غرا کر اس کو گھورنے لگیں۔

''پھر دکھائیں تماشہ میں بعد میں کیا کرتی ہوں یہ بھی معلوم ہوجائے گا باپ کی محبت سے محروم رہی ہوں خاوند کی چاہت سے دوری برداشت نہیں کرپاؤں گی آج نہیں تو کل جنید میرا خاوند ہوگا۔'' ان ماں بیٹی کے الجھنے سے بے خبر زید کسی مہمان کے ساتھ کچھ فاصلے پر محوِ گفتگو تھا۔ مائدہ دوبارہ ماں کو دھمکی دے کر وہاں سے جا چکی تھی۔

عمرانہ بیٹی کے ہاتھوں شکست یہ شکست کھا کر گھائل دل لیے وہاں سے اٹھ کر مہمانوں کی طرف آ گئیں جو فیصلہ انہوں نے کیا تھا اس کی لاج بھی رکھنی تھی کہ آج انہوں نے بے انتہا تعریف وتوصیف سمیٹی تھی۔

سوکن کو گلے لگانے کی فراخدلی حالانکہ گلے لگانا دور کی بات آنکھ ملانا بھی انہوں نے پسند نہیں کیا تھا، پھر سودہ کو بہو بنانے کی جو اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کیا وہ گویا لوگوں کو ان کا گرویدہ بنا گئی تھی۔

''جنید بھائی آج سے قبل آپ نے کبھی اتنا خاموش وافسردہ دولہا دیکھا ہے' معمولی سی خوشی کی رمق، ہلکی سی مسرت کی کرن بھائی کے مکھڑے پر نہیں ہے۔'' عمرانہ کی باتوں نے اس کے دل کو کسی خوش فہمی میں مبتلا ہونے نہ دیا تھا اور جس تحقیر و نفرت بھرے انداز میں اس کی شادی کو بربادی کا نام دیا تھا اس کا دل تاریکی میں ڈوب گیا تھا شاہ زیب کی بات بھی اس پر کوئی اثر نہ کرسکی تھی۔



دروازے پر دستک بہت شدت سے دی جارہی تھی جہاں آرا بڑی مشکل سے نیند کی آغوش میں سمائی تھیں معاً مسلسل دستک سے ہڑبڑا کر بیدار ہوئیں۔

''آرہی ہوں بابا...... صبر تو کرو، چل کر ہی آؤں گی اڑ کر نہیں۔'' انہوں نے غصے سے بڑبڑاتے ہوئے دروازہ کھولا اور اچھل کر دور ہوئیں' خوف سے ان کی آنکھیں پھٹ گئی تھیں۔

''تم...... تم دونوں تو مر گئے تھے پھر...... پھر یہاں کیسے؟'' سامنے کھڑے سراج اور برکھا کو دیکھ کر وہ گھگھیا کر گویا ہوئیں۔

''مر گئے تھے......'' سراج نے مسکراتی برکھا کو دیکھ کر قہقہہ لگایا۔

''تم تو یہی سمجھو گی آیا کہ سراج مر گیا اس کی رقم تمہاری ہوئی اور برکھا بھی مر گئی تو لڑکی دینے سے تم بری الذمہ ہوگئی؟'' سراج کے بعد برکھا نے بھی اس کو گھورتے ہوئے کہا۔

''یہ کیسے ہوسکتا ہے......! یہ ممکن نہیں ہے کہ تم زندہ ہو' تم لوگوں کو مرے ہوئے میں نے خود دیکھا اور مر کر کوئی زندہ نہیں ہوتا۔'' جہاں آرا کا خوف ودہشت سے برا حال تھا۔

''ٹھیک کہا تم نے مر کر کوئی زندہ نہیں ہوتا اور ہم مرے نہیں۔''

''میڈم...... کیوں بحث کرتی ہو، یہ عورت بورت خوامخواہ وقت ضائع کررہی ہے۔ مجھے اس سے رقم چاہیے اور تمہیں لڑکی دونوں ہی آسانی سے حوالے نہیں کرے گی۔ میری سوچ سے زیادہ ٹیڑھی عورت ثابت ہورہی ہے یہ۔''

''پھر تم ہی بتاؤ کوئی طریقہ جس سے یہ وقت ضائع کیے بنا ہمارا کام کردے ٹائم بالکل بھی نہیں ہے۔ ہمارے پاس۔'' برکھا کے لہجے میں غصہ تھا۔

''آپا...... تم نے سنا میڈم کیا کہہ رہی ہیں؟ شرافت سے میرا پیسہ اور لڑکی میڈم کے حوالے کردو' اسی میں تمہاری بچت

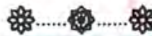
ہے..... وگرنہ..... لڑکی تو تمہارے ہاتھ سے جائے گی، پیسہ و دولت بھی اور ساتھ میں تمہاری جان بھی۔" سرج کے تیور بری طرح بگڑے۔

"تم لوگ اندر کس طرح آ گئے..... میں نے چوکیدار کو سختی سے منع کیا تھا۔"

"بیکار باتیں مت کرو، لڑکی کو بلاؤ۔"

"میں نے کہا تھا ناں لڑکی ملے گی نا دولت حاصل کر پاؤ گے، تم لوگوں کی خیریت اسی میں ہے کہ واپس چلے جاؤ ورنہ..... میں پولیس کو کال کردوں گی۔ پولیس تمہاری ساری بدمعاشی واکڑ نکال دے گی۔" جہاں آرا خوف کے نرغے سے چھٹکارا حاصل کرچکی تھیں۔

"سراج..... تم ٹھیک کہتے ہو یہ عورت سیدھے طریقے سے بات نہیں مانے گی، تم ایک کام کرو، اس کو کھڑکی سے باہر پھینک دو، اس کے مرنے کے بعد ہمارا کام بالکل آسان ہوجائے گا۔ تم اس کی ساری دولت لے لینا اور میں انشراح کو لے جاؤں گی..... چلو جلدی کرو۔" برکھا نے گھورتے ہوئے سراج کو حکم دیا اور وہ حکم کی بجا آوری کے لیے گردن ہلاتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ اس نے آگے بڑھ کر جہاں آرا کو اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھائے تھے۔ وہ چیختے ہوئے پیچھے ہوکر دیوار سے جالگی تھیں تب ہی جھٹکے سے آنکھ کھل گئی تھی۔ انہوں نے خوف و دہشت سے اردگرد دیکھا، وہاں نیم اندھیرے میں سناٹا تھا، دبیز ریشمی پردوں نے شام کو رات کی تاریکی میں بدل دیا تھا۔ ان کی سراسیمہ نگاہیں دروازے کی سمت گئیں۔ وہ اسی طرح بند تھا، جس طرح بالی بند کرکے گئی تھی۔ وہاں سراج تھا نہ برکھا۔ بس ایک عجیب سی پراسراریت کمرے میں محو رقصاں تھی۔



تمہارے شہر کا موسم سہانا لگے
بس ایک شام چرالوں اگر برا نہ لگے
تمہارے بس میں اگر ہو تو بھول جاؤ ہمیں
تمہیں بھلانے میں شاید ہمیں زمانے لگے

وہ سارا دن بہت خوشگوار گزرا تھا۔ نوفل کی شخصیت کے کئی ان دیکھے پہلوؤں سے آشنائی ہوئی تھی۔ ظاہری طور پر سڑیل، اکڑو، بدمزاج و کڑوے لہجے والا نوفل باطنی طور پر خوش مزاج، ملائم و شیریں طبیعت و اعلیٰ اخلاق کا مالک تھا۔ اس کی شخصیت میں خلوص، اپنائیت و مروت کسی خزانے کے مانند چھپی ہوئی تھی اور اس خزانے سے صرف ان لوگوں کو حصہ ملتا تھا جنہیں وہ اپنے دل سے قریب محسوس کرتا تھا، جو اس کی محبت کا حق دار ہوتا تھا۔

"کس سوچ میں گم ہوگئی ہو انشی، نوفل بھائی کی محبت پر بھی کوئی شک ہے تمہیں؟ انہوں نے پوری سچائی سے تمہارے آگے اپنا دل کھول کر رکھا ہے۔ ان کے قول و فعل میں ذرا بھی تضاد نہیں ہے۔" نوفل اور بابر دوسرے روم میں گئے تو عاکفہ نے اس سے کہا۔

"قول و فعل میں تضاد کی بات نہیں ہے..... لیکن پہلے محبت کا اظہار، پھر فوراً ہی شادی کا پرپوزل دینا..... یہ سب بہت جلدی نہیں ہے؟"

"ایک ہی دن میں فرش سے عرش تک چھلانگ لگانے کی سعی کی جارہی ہے۔" وہ عاکفہ کے سامنے خاصی گڑبڑا رہی تھی، کیونکہ اس کے انتقامی جذبوں سے پوری طرح صرف بالی آگاہ تھی، حتیٰ کہ اس معاملے میں نانی کو بھی اس نے دور ہی رکھا تھا۔ وہ ان کی لالچی طبیعت سے بخوبی آگاہ تھی اور اب عاکفہ کے خلوص کے آگے وہ نگاہیں نہ ملا پارہی تھی۔

"یہی بات تو ثابت کررہی ہے کہ وہ تمہارے معاملے میں کس قدر سیریس ہیں۔ انہوں نے ٹائم ویسٹ کیے بنا تمہیں پرپوز کیا ہے بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ انہوں نے تمہاری مرضی معلوم کی ہے تاکہ باقاعدہ تمہاری نانی سے رشتے کی بات کی جائے۔" عاکفہ غور سے اس کے چہرے کے بدلتے رنگ دیکھ رہی تھی، جہاں ہر رنگ میں "نہ" نظر آرہی تھی۔
انشراح عجیب دوراہے پر پھنس گئی تھی، یہاں وہ ہورہا تھا جو اس کی پلاننگ کے بالکل ہی برعکس تھا، اس کے لب خاموش تھے۔
"اس میں اتنا سوچنے کی بات تو نہیں ہے انشی...... اگر تم ابھی ذہنی طور پر تیار نہیں ہو تو میں نوفل بھائی کو انتظار کرنے کا کہہ دیتی ہوں، مجھے یقین ہے وہ انتظار کرلیں گے۔" عاکفہ اس کی کیفیت سمجھ نہیں پارہی تھی۔
"میں کبھی بھی شادی نہیں کروں گی، انتظار کرنا فضول ہی ہوگا۔"
"کیا بچوں جیسی باتیں کررہی ہو، کیوں شادی نہیں کروگی تم؟ آخر کس کے سہارے زندگی گزاروں گی، بوڑھی نانی اور بالی کب تک تمہارا ساتھ دیں گی اور اس معاشرے میں کس طرح زندہ رہ پاؤ گی؛ جہاں تنہا عورت کے لیے مرد گدھ و بھیڑیے بن جاتے ہیں۔"
"وہ عورت کمزور ہوتی ہے جو خود کو کمزور سمجھتی ہے، میں کمزور ہوں نہ کبھی بنوں گی، عام عورت سے الگ زندگی ہے میری، میرا حوصلہ و عزم بھی دیگر عورتوں سے جدا اور مضبوط ہے۔"
"کچھ بھی کہہ لو، یہ حقیقت ہے مرد کے بنا زندگی گزارنا آسان نہیں؛ ہماری زندگی میں بے حد کھٹنائیاں ہوتی ہیں نشیب وفراز آتے ہیں، جو تنہا گزارنا سہل نہیں؛ تمہیں اپنے فیصلے پر نظرثانی کرنی چاہیے۔"



یوسف کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہاں اپنی بیٹی کو تلاش کریں حمرہ نے زرقا کو بتایا تھا کہ انہوں نے لندن میں اس ڈائریکٹر کی بیوی کا پیچھا اس وقت تک نہیں چھوڑا تھا جب تک اس نے سب کچھ سچ سچ نہ بتادیا تھا۔ اس خاتون کی زبانی ہی معلوم ہوا تھا کہ نویرہ نے لڑکی کو جنم دیا تھا، پھر کچھ عرصے بعد کسی تاجر سے شادی کرکے ملک سے باہر چلی گئی تھی اور جہاں آرا اس کو پکا معلوم نہ تھا وہ بیٹی کے ساتھ ہی چلی گئی تھی یا نہیں گئی تھی مگر اس کو پھر کہیں دیکھا نہیں گیا تھا۔ بازار تو وہ بہت پہلے ہی چھوڑ چکی تھی۔
اب کسی شک وشبے کی گنجائش ہی نہ رہی تھی۔ وہ حقیقتاً ایک بیٹی کے باپ بن گئے تھے۔ جائز وناجائز کی سوچ سے مبرا ہو کر ان کے اندر پدرانہ محبت وشفقت کا ساگر امڈ رہا تھا حالانکہ حمرہ انہیں معاف کرنے کو تیار نہ تھی۔ ناراضی وخفگی کی خلیج ان کے درمیان بے حد وسیع ہوگئی تھی۔ حمرہ ان کا سامنا کرنا چھوڑ چکی تھیں، بیڈ روم بھی علیحدہ کرلیا تھا۔ حمرہ ان کی محبت تھی، نویرہ کے سنگ انہوں نے محض ٹائم پاس کیا تھا۔ زرقا ان کی پہلی بیوی تھی جس کو انہوں نے طویل عرصے تک معمولی سی بھی اہمیت نہ دی تھی۔ حمرہ سے شادی کے بعد ان کا سارا ٹائم فقط حمرہ کے لیے ہی تھا، وہ اس کو دل وجان سے چاہتے تھے اور اس چاہت نے کتنی تنگدستی ونفرت کا ثبوت دیا تھا...... ان کے دل کی صدا ابھری تھی کہ والدین کے اولاد کے حق میں کیے گئے فیصلے بہترین ہوتے ہیں اس ٹھکرائی ہوئی عورت نے ہر موڑ پر ان کو سہارا دیا تھا۔ آج بھی وہ سب بھلا کر ان کے درمیان پل بننے کی کوشش میں تھیں۔ ماضی کی رنگینیاں اب اپنی پوری کریہہ صورتوں کے ساتھ ظاہر ہورہی تھیں۔ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ حمرہ کے واویلوں میں الجھ کر رہ جاتے مگر یہاں معاملہ نوفل کا تھا۔ نوفل جوان کی اولاد نہ ہوتے ہوئے بھی اولاد سے بڑھ کر تھا۔ انہیں اس کی غیر محسوس طریقے سے نگرانی کروانی پڑرہی تھی کہ تنویر تاک میں بیٹھا تھا کب موقع ملے کب وہ اپنا وار کرجائے...... آج سارا دن وہ گھر سے باہر رہا تھا۔ دن رات کی آغوش میں چھپ جانے کو تیار تھا۔ سارا دن بادلوں کی

سورج سے آنکھ مچولی جاری رہی تھی اب بھی گہرے بادلوں کی سیاہی کائنات کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی۔ اور اس تاریکی نے شام کو رات میں تبدیل کردیا تھا۔ ان کا دل مضطرب ہونے لگا تھا۔ دل میں پہلے ہی اداسی و بے قراری کا موسم تھا۔ نوفل کی سارے دن کی غیر حاضری انہیں وسوسوں کا شکار کرنے لگی جس سے گھبرا کر انہوں نے اس کو کال کر ڈالی تھی۔

''نوفل بیٹا..... کب تک واپسی ہے آج آپ نے سارا دن گھر سے باہر اسپنڈ کیا، آپ کی غیر موجودگی میں، میں بہت ہی بور ہوا ہوں۔''

''سوری پاپا..... آج سارا دن گزر گیا اور میں فیل ہی نہ کرسکا کہ دن کس طرح اتنی جلدی رات میں بدل گیا۔''

''اوہ..... آپ کو معلوم ہی نہ ہوا کہ دن کس طرح تیزی سے گزر گیا اور مجھے لگا لمحہ لمحہ کچھوے کی چال سے گزرا ہے۔ ہاہاہا یہ سارا کمال ہوتا ہے گیدرنگ کا، لوگ ہم مزاج ہوں تو وقت گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلتا' لگتا ہے آپ کو کچھ زیادہ ہی اچھے لوگ مل گئے ہیں۔'' انہوں نے شوخ انداز میں قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

''جی..... گھر آکر سب بتاتا ہوں آپ کو۔'' اس کا انداز بھی شوخ ہوا۔



''کیا ہوا ماسی، کیوں چیخ رہی تھیں؟'' بالی ان کی دلدوز چیخ سن کر وہاں آئی تھی اور بیڈ پر خوف زدہ و سہمی ہوئی جہاں آرائ پر نگاہ پڑی اس نے جھٹ پٹ تمام سوئچز آن کرکے کمرہ روشن کردیا تھا۔

''ماسی..... خیریت تو ہے ناں کیا ہوا ہے، بہت ڈری ہوئی ہو؟'' بالی نے بیٹھ کر ان کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

''و..... وہ دونوں..... آئے تھے ابھی.....''

''کون دونوں آئے تھے؟ میں نے تو کسی کو آتے ہوئے نہیں دیکھا۔''

''آئے تھے وہ دونوں..... برکھا اور سراج..... سراج اپنا پیسہ مانگ رہا تھا اور برکھا انشراح کو لے جانے آئی تھی.....'' وہ بے ربط انداز میں بولیں، ان کی آنکھوں میں خوف ہی خوف تھا، ہوش وخرد سے بالکل بیگانہ محسوس ہورہی تھیں۔

''وہ دونوں مر گئے ہیں۔ تم نے ضرور کوئی خواب دیکھا ہے۔''

''نہیں وہ نہیں مرے، وہ زندہ ہیں اور یہی بتانے آئے تھے کہ وہ مرے نہیں..... زندہ ہیں اور ہر حال میں اپنا پیسہ اور انشراح کو لے کر جائیں گے۔ بالی..... بالی ایسا کرتے ہیں ہم سب کہیں چھپ جاتے ہیں کسی ایسی جگہ جہاں وہ ہمیں ڈھونڈ نہ سکیں، کبھی بھی ڈھونڈ نہ پائیں۔'' بالی کو ان کا ذہنی توازن درست نہ لگا۔

''ماسی..... یاد کرو تم نے خود ان کی لاشیں دیکھی ہیں' وہ مر گئے اور مرنے کے بعد کوئی زندہ نہیں ہوتا۔''

''وہ مر گئے..... میں نے خود دیکھا ہے انہیں، وہ دونوں زندہ ہیں اور بار بار اپنے مطالبات کا تقاضا بھی کررہے ہیں..... بلکہ وہ برکھا کہہ رہی تھی اگر میں نے اس کی بات نہ مانی تو وہ سراج سے کہہ کر مجھے کھڑکی سے باہر پھنکوا دے گی..... اور وہ سراج، وہ میرا گلہ دبانے آرہا تھا..... تم انشراح کو بلاؤ، ہمیں ابھی اور اسی وقت یہ گھر چھوڑ کر کہیں روپوش ہونا پڑے گا۔'' ہوش وحواس سے بیگانہ وہ خوف کا پیکر لگ رہی تھیں۔ بالی کا بازو بڑی سختی سے دبوچے ہوئے وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے بول رہی تھیں۔ گویا کہیں سے بھی برکھا اور سراج نمودار ہوجائیں گے۔

ان کی اس ڈری سہمی بلکہ ذہنی طور پر مفلوج حالت نے بالی کو بری طرح شاک پہنچایا' آج سے قبل اس نے انہیں اس طرح ڈرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔

''بالی..... تم اس طرح کیوں کھڑی ہو، کیا تمہیں بھی ڈر لگ رہا ہے ان دونوں سے..... تم بھی ڈر رہی ہو ناں؟ تمہیں

بھی انہوں نے ڈرایا ہے...... ہاں...... تمہیں بھی ڈرایا ہے وہ ایسے ہی خطرناک لوگ ہیں اب کیا کریں کہاں جائیں گے ہم؟" وہ بالی کو گم صم دیکھ کر خوف زدہ انداز میں گویا ہوئیں۔

"ہم کہیں نہیں جائیں گے، یہاں اپنے گھر میں ہی رہیں گے......"

"تمہیں ڈر نہیں لگ رہا؟ وہ بہت خطرناک لوگ ہیں سراج ہم دونوں کو کھڑکی سے باہر پھینک دے گا، یا پھر گلا دبا کر مار دے گا اور پھر برکھا کا راستہ صاف ہوجائے گا وہ انشراح کو اپنے ساتھ لے جائے گی۔"

"ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا ماسی! وہ دونوں مر گئے ہیں اب دنیا میں واپس نہیں آئیں گے۔ دنیا سے جانے کے بعد کوئی واپس نہیں آتا۔" بالی نے ٹھنڈے پانی کے چھینٹے ان کے چہرے پر مارے تھے اور اس وقت تک مارتی رہی جب تک وہ پھریری لے کر حواسوں میں نہ آ گئی تھیں۔

"یہ...... اتنی سردی میں کیوں بھگو رہی ہو مجھے دماغ خراب ہوگیا ہے تمہارا بالی...... کیا کر رہی ہو تم؟" بڑے چوکنا انداز میں انہوں نے بالی کو ڈانٹا اور بالی کے اضطراب کو قرار آنے لگا تھا۔

"شکر ہے ہوش میں آ گئی ورنہ میرا تو دم ہی نکلنے والا تھا۔"

"ایسا کیا ہوگیا تھا مجھے جو تمہارا دم نکلنے لگا تھا؟" وہ بالی سے ٹاول لے کر چہرہ و گردن صاف کرتے ہوئے استفسار کرنے لگیں۔ بالی نے بھی ایک ایک بات دہرائی تو وہ سن کر ہک دک رہ گئیں۔

"میں ایسی باتیں کر رہی تھی...... کیا پاگل ہوگئی تھی میں؟"

"انسانی خون دیکھنا آسان کام نہیں ہوتا ماسی۔"

"ہوں صحیح کہہ رہی ہو کل تک میں اس کی موت کی تمنائی تھی...... لیکن یہ معلوم نہ تھا موت سے بے خبر دنیا کے مزے میں مگن زندگیوں کو لمحہ بھر میں موت کے ہاتھوں میں دیکھنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہوتی ہے۔"



رات کا سیاہ آنچل دھیرے دھیرے سرک رہا تھا۔ صبح کی روشن پیشانی نمودار ہوچکی تھی۔ کل سارا دن اور رات تک متحرک رہنے والے لوگ بے خبر سو رہے تھے۔ فجر کی نماز کی ادائیگی بھی بمشکل ہوئی تھی۔

ان میں ایک سودہ تھی جس کی آنکھوں میں نیند لمحوں کے لیے آئی تھی۔ وگرنہ وہ تنہائی میسر آتے ہی خالی ذہن کے ساتھ چھت کو گھورتی رہی تھی۔ کیا عجیب کھیل کھیلا تھا اس کے ساتھ مقدر نے' کل تک وہ مسز پیارے بننے والی تھی اور آج مسز زید بن گئی تھی۔ مسز پیارے بننا کوئی کمال نہ تھا مگر مسز زید بننا بہت بڑی انہونی تھی، بے حد حیران کن بات تھی...... وہ ایک ایسے شخص کی شریک حیات بنادی گئی تھی جس سے ہمیشہ اس کو دور رکھا گیا تھا کہ جس کی پرچھائیں سے بھی اس کو خوف محسوس ہوتا تھا۔ یہی خوف اس کے ساتھ ساتھ پروان چڑھا تھا اور اب بے خوف اس کے حوالے کردی گئی تھی۔ اس سوچ نے ہی اس کا ذہن ماؤف کردیا تھا۔ اس لمحے صوفیہ نے کروٹ بدلی اور اس نے بھی گہری سانس لے کر خود کو قسمت کے حوالے کردیا تھا کہ جو ہونا تھا وہ ہوچکا تھا۔

روٹھی ہوئی سردی کراچی پر مہربان ہوچکی تھی۔ شال لپیٹے ہوئے وہ باہر آئی۔ سارا گھر سناٹے و نیم تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے بوا کے کمرے کی طرف دیکھا وہاں بھی دروازہ بند تھا۔ خلاف معمول آج وہ بھی بیدار نہ ہوئی تھیں ورنہ وہ چڑیوں سے پہلے جاگنے کی عادی تھیں، لگتا تھا آج سب کا لمبی تان کر سونے کا ارادہ تھا۔ وہ کچن میں آئی' رات سب کے اصرار کے باوجود اس نے کھانا نہیں کھایا تھا۔ اب چائے کی طلب محسوس ہو رہی تھی۔ برنر جلا کر اس نے چائے تیار کرنے رکھ دی۔ معاً خیال آیا کہ کوئی بیدار ہو نہ ہو بڑے ماموں اپنی روٹین کے مطابق نماز فجر کے بعد سونے کے عادی نہ تھے۔

اس نے کچن کی کھڑکی سے دیکھا باہر ہلکی سی کہر چھائی ہوئی تھی۔ سرمئی غبار فضاؤں میں چھایا ہوا تھا' سورج کے طلوع ہونے میں ابھی وقت تھا' کچھ فاصلے پر ماموں کی پشت دکھائی دے رہی تھی۔ وہاں چھتری تلے رکھی چیئر پر وہ بیٹھے ہوئے تھے۔

چائے تیار کر کے اس نے کیتلی میں بھری، پھر کیتلی پر ٹی کوزی چڑھا کر ٹرے میں کپ ساسرز کے ساتھ رکھ کر وہ کچن سے نکل آئی۔ لان میں قدم رکھتے ہی تیز ٹھنڈی ہوا کے جھونکے نے اس کے چہرے کو چھوا تھا۔ سردی کے ساتھ ایک تازگی بھرے احساس نے بھی اس کو پژمردگی سے نکالا تھا۔

''السلام علیکم! صبح بخیر ماموں جان۔'' اس نے ٹرے ٹیبل پر رکھتے ہوئے انہیں سلامتی دی، وہ جو نیوز پیپر پڑھنے میں اردگرد سے بے خبر تھے۔ اس کی کومل آواز پر سر اٹھایا اور خوشگوار لہجے میں گویا ہوئے۔

''ارے تم اٹھ گئیں بیٹا؟ خوش وآباد رہو۔'' انہوں نے اٹھ کر اس کے سر پر دست شفقت رکھا اور دعاؤں سے نوازا۔

''سدا سہاگن رہو بیٹی...... اس وقت چائے کی شدید طلب ہو رہی تھی۔'' وہ بھاپ اڑاتے کپ کو اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے گویا ہوئے اور لفظ سہاگن اسے گم صم سا کر گیا تھا۔ وہ کھڑی کی کھڑی رہ گئی تھی۔

''کیا میں سہاگن ہوں؟ زبردستی کے باندھے گئے بندھن پائیداری کی سند پاتے ہیں کبھی، جذبۂ ہمدردی کے تحت اس کو قبول کیا گیا تھا یا خاندانی ناموس کو بے داغ رکھنے کے لیے یہ سب کیا گیا تھا ماموں۔'' آہ دل سے نکلی۔

معاً بھاری قدموں کی مانوس آواز پر وہ سراسیمہ سی ہوئی' پھرتی سے سر پر جمی شال کو چہرے کی طرف کھینچا، دل کی دھڑکن تیز ہوئی اور پورے بدن میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی تھی۔

''آؤ...... آؤ بیٹا گڈ مارننگ......'' منور صاحب نے کپ ٹیبل پر رکھتے ہوئے بڑی گرم جوشی سے آگے بڑھ کر زید کے سلام کا جواب دیتے ہوئے گلے لگایا۔

منور صاحب سے گلے ملتے ہوئے زید کا چہرہ اس کی طرف تھا۔ نگاہ سیدھی اس پر پڑی جو لائٹ کلر سوٹ پر پرپل کلر کی کشمیری شال میں اپنا ملکوتی چہرہ جھکائے بیٹھی تھی۔ زید کی تھکی ہوئی آنکھوں میں ایک دم ہی زندگی انگڑائی لے کر بیدار ہوئی اور لب بے ساختہ مسکرا اٹھے کہ اس کو پانا ایک دیوانے کا خواب تھا اور آج وہ تعبیر بن کر اس کے سامنے بیٹھی تھی۔ جتنی دور تھی اتنی ہی اس کی اپنی تھی۔ اب وہ شجر ممنوع نہ رہا تھا۔ سرشاری وطمانیت کے سمندر میں وہ ڈوبتا چلا گیا تہہ در تہہ۔

''چائے ٹھنڈی ہو جائے گی بیٹا۔'' وہ سودہ کے چہرے پر نظریں جمائے یہ بھول ہی گیا تھا کہ وہ تایا کے شانے سے لگا ہوا ہے۔ ان کی مسکراتی آواز پر خجالت بھرے انداز میں علیحدہ ہوا۔

''آؤ چائے پیتے ہیں۔'' وہ دوستوں کے انداز میں اس کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھے اور اسے کرسی پر بیٹھا دیکھ کر سودہ گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

''ارے تم کہاں جا رہی ہو بیٹی۔'' منور صاحب مسکرا کر بولے۔

''وہ...... اندر...... ممی اٹھ گئی ہوں گی چائے دے دوں انہیں۔'' اس نے اپنی بوکھلاہٹ پر بمشکل قابو پایا۔

''کوئی نہیں اٹھے گا ابھی، سب آدھی رات کے بعد ہی سوئے ہیں اور...... صوفیہ کے بیدار ہونے کی بات رہنے دو، وہ دوپہر تک ہی جاگے گی، تم آرام سے ہمارے ساتھ بیٹھ کر چائے پیو۔'' ان کا انداز حتمی تھا وہ طوعاً کرہاً بیٹھ گئی۔ دل کی دھڑکن گویا پورے وجود میں سرائیت کر گئی تھی۔ وہ کانپتے ہاتھوں سے اس کے لیے چائے بنانے لگی۔ چائے میں چینی ملاتے ہوئے ہاتھ کی لرزش نے چوڑیوں اور چمچ کی کھنکھناہٹ سے عجیب جلترنگ فضا میں بکھیر دیا تھا۔ اس کی بوکھلاہٹ و گھبراہٹ کو محسوس کر کے زید تو دل میں محظوظ ہو رہا تھا جبکہ منور صاحب نے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"اتنی گھبراہٹ کی کیا بات ہے بیٹا...... زید سے اب آپ کا رشتہ بدل گیا ہے بے شک ابھی نکاح ہوا ہے رخصتی نہیں ہوئی مگر یہ تعلق اتنا مضبوط ہوتا ہے کہ کسی سے ڈرنے جھجکنے کی ضرورت نہیں رہتی۔"

"جس طرح یہ مجھے دیکھ کر بھاگ رہی تھیں لگتا ہے میری موجودگی میں اب یہ گھر کے کسی کونے کھدرے میں کاکروچ کی مانند چھپ جائیں گی۔" رشتہ بدلا تو زید کا لہجہ بھی بدل گیا تھا۔

"نہیں ہرگز نہیں، جس طرح سے پہلے رہتی آئی تھی اس طرح سے بلکہ اس سے بھی زیادہ حاکمانہ انداز میں رہو۔ کل تک اس گھر کی تم بیٹی تھیں اور آج بہو بھی ہو اب کسی سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں...... جس طرح کل تک پورے گھر میں بلا روک ٹوک پھرتی تھیں اب بھی اسی طرح رہنا اور میری نصیحت ہے......" وہ چائے پیتے ہوئے سنجیدہ ہو کر کچھ توقف سے گویا ہوئے۔

"عمرانہ کا خیال تمہیں پہلے سے زیادہ کرنا پڑے گا اور ہوسکتا ہے وہ تمہارے لیے پہلے سے زیادہ سخت اور سرد مہر رویے کا مظاہرہ کرے۔ بہت دل آزاری و پریشانیوں کا بھی سامنا کرنا پڑے، بہرحال اس نے جس جذبے کے تحت بھی یہ کام کیا ہے بڑے ظرف و بڑائی کی بات ہے پہلے اس نے صالحہ کو اس گھر میں آنے کی اجازت دی پھر تمہیں بہو بنالیا۔"

"بات آپ کی بالکل درست ہے تایا جان، ڈیڈی سے دلبرداشتہ ہونے کے بعد ممی کی تمام توقعات مجھ سے وابستہ ہوگئی تھیں انہیں یقین سے بھی بڑھ کر یقین تھا میں ان کو کبھی مایوس نہیں کروں گا اور بخدا میں نے ایسا ہی کیا ماسوائے ایک ان کی خواہش کو رد کرنے کے علاوہ۔"

"ایسی کیا خواہش تھی وہ مجھے یقین نہیں آرہا آپ عمرانہ کی کسی آرزو کی نفی بھی کرسکتے ہیں۔" منور صاحب سخت متعجب ہوئے۔

"وہ خواہش رکھتی ہیں کہ میں عروہ سے شادی کروں۔" بولتے ہوئے اس کی غیر ارادی نگاہیں سودہ کے چہرے پر گئیں جو ہنوز شال کی اوٹ میں ملفوف جھکا ہوا تھا۔



رات گئے اس کی واپسی ہوئی تھی سارا دن ان لوگوں کے ساتھ گزرنے کا بالکل بھی احساس نہ ہوا تھا۔ نوفل بہترین بے حد کیئرنگ میزبان ثابت ہوا تھا۔ اس کے ملازمین بھی ٹرینڈ تھے مشروبات آئسکریم چائے کافی کے ساتھ فرائڈ ڈرائی فروٹس و چائنیز اور اٹالین ڈشز سرو کرتے رہے تھے۔ رات ساحل پر ہی باربی کیو تیار کرنے کا اہتمام تھا اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کے ساتھ گرم گرم مزے دار باربی کیو آئٹمز نے موسم کا مزہ دوبالا کردیا تھا۔ ڈنر کے دوران اور ڈنر کے بعد قہوہ نوش کرنے تک وہ لوگ خوشگوار باتوں میں مصروف رہے ماسوائے انشراح کے۔ عاکفہ کو اس نے صاف انکار کردیا تھا وہ نوفل سے شادی نہیں کرے گی جس کا عاکفہ نے خاصا برا مانا تھا اور اس کا انکار لے کر وہ وہاں گئی تھی اور وہ اس سے شدید ردعمل کی توقع کررہی تھی کہ نجانے وہ اب کیا رویہ رکھے گا۔ یہ حقیقت تھی اپنی بات کی نفی، اپنی ذات کی نفی کوئی ایک ہی برداشت کرتا ہے ورنہ اصل دشمنی یہیں سے شروع ہوتی ہے لیکن یہاں اس نے بہت تحمل بردباری و ضبط کا مظاہرہ کیا' اس کے تیور بدلے تھے نہ رویہ۔ اس کی خاموشی کو اس نے شدت سے نوٹ کیا تھا اور عاکفہ بابر کے آگے بڑھتے ہی بھاری لہجے میں اس سے مخاطب ہوا۔

"تم چپ کیوں ہو عاکفہ کا میری فیور میں بولنا برا لگا ہے کیا؟"

"نہیں، ایسی کوئی بات نہیں۔"

"پھر خاموش رہنا کا کوئی ریزن تو ہوگا۔" اس نے نفی میں سر ہلایا پھر سردی بڑھ جانے کے باعث ان لوگوں نے واپسی

کی راہ لی تھی۔ وہ عاکفہ کے ساتھ بیک سیٹ پر براجمان تھی بابر فرنٹ سیٹ پر تھا جبکہ ڈرائیو نوفل کررہا تھا سارے دن کی تھکن عود کرآئی تھی عاکفہ نے اس کے شانے پر سر رکھ کرآنکھیں موند لیں بابر بھی سیٹ کی بیک سے سر ٹکا کرآنکھیں بند کرکے شاید آرام کررہا تھا راستے بھر وہ دونوں جاگتے رہے تھے اور وہ لحہ لحہ اس کے وجیہہ چہرے پر اداسی ورنج کی کیفیت دیکھتی آئی تھی چہرے پر حزن تھا آنکھوں میں سوز۔ وہ اس قدر سنجیدہ اور کرب میں مبتلا تھا کہ اس کو یہ بھی خبر نہ ہوسکی تھی کہ وہ کتنی توجہ سے اس کا جائزہ لے رہی تھی اور اندر ہی اندر کتنی مسرور تھی اس کے دشمن کی جان اس طوطے میں ہی تھی اسے ایک دم مارنے والی وہ نہ تھی اس کی خواہش تھی اس طوطے کی بار بار گردن مروڑی جائے کیونکہ اس کی اذیت کسی اور کی اذیت تھی وہ بنگلے کے باہر اس کو چھوڑ گیا تھا اور وہ مسرور سی بالی سے ہیلو ہائے کرکے سوگئی تھی اور تھکن اتنی تھی کہ اس نے بالی کی غیر معمولی سنجیدگی بھی محسوس نہ کی تھی۔

صبح ناشتے کی ٹیبل پر کئی نیوز اس کی منتظر تھیں برکھا اور سراج کا قتل جہاں آرا کا وہاں سے آنا اور خواب میں ڈر جانا سب ہی زیر گفتگو تھا۔

''حیرت ہے کسی سے نہ ڈرنے والی نانو دو مرے ہوئے لوگوں سے خوف زدہ ہیں جبکہ ان کو قتل کرانے میں تمام تر کوشش ان کی ہی ہے۔''

''ماسی کوشش نہ بھی کرتیں تو مرنا تو ان کو تھا ہی زمین پر رہ کر زمین وآسمان والے سے بے خوفی وبڈر پن ایک دن ایسی ہی موت دیتا ہے۔''

''ہوں.....اب تو نانو بالکل ٹھیک ہیں ناں؟'' اس نے جوس کا گلاس خالی کرکے ٹیبل پر رکھتے ہوئے متفکر انداز میں پوچھا۔

''ہوں.....میں نے احتیاطاً رات ہی ڈاکٹر سے چیک اپ کرایا تھا ڈاکٹر کی بھی یہی رائے تھی وہ کسی خوف کے زیر اثر ہیں اس نے ذہنی سکون کی دوائیاں دی تھیں وہ کھا کر سو رہی ہیں۔'' بالی نے چائے پیتے ہوئے کہا۔

''چلو اچھا ہے.....جتنا سوئیں گی اتنا مائنڈ فریش ہوگا۔''

''اور تم سناؤ کل کا ٹرپ کیسا رہا.....کہیں نوفل نے پرپوز کرنے کے لیے تو نہیں بلایا تھا؟'' وہ ناشتے سے فارغ ہوکر لاؤنج میں چلی آئیں۔

''ہاں اس نے پرپوز کیا ہے بلکہ عاکفہ سے بھی سفارش کرائی تھی کہ میں اس کی نہیں تو عاکفہ کی بات ہی مان لوں۔''

''رئیلی مجھے پہلے ہی پتا چل گیا تھا وہ تمہیں پرپوز کرنے کے لیے ہی بلا رہے ہوں گے اور تم نے کیا کہا؟'' وہ خاصی پُر جوش تھی۔

''یہ پتا نہیں ہے تمہیں وہ اگر مجھے پرپوزل دے گا تو میں کیا جواب دوں گی؟'' وہ پاؤں پر پاؤں رکھ کر طنزاً مخاطب ہوئی۔

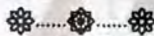
''تم نے انکار کردیا ہوگا؟ دس از ناٹ فیئر۔''

''تھینکس گاڈ مجھے کسی حد تک بھی سمجھتی ہو ورنہ میرے خیال میں تم ساری انرجی نوفل بھیا پر ہی ضائع کردیتی ہو۔''

''یہ تم نے ذرا اچھا نہیں کیا.....اس دور میں کون ایسا ہے جو اتنی محبت کا مظاہرہ کرے اس سے بڑھ کر ان کی محبت کا ثبوت کیا ہوگا کہ انہوں نے فضولیات میں وقت ضائع کرنے کے بجائے تم سے شادی کی خواہش بیان کردی سچی محبت یہی ہوتی ہے۔''

''مائی فٹ سچی محبت.....ہونہہ.....یہ دولت مند خاندانی شکاری ہوتے ہیں سب کا شکار کرنے کا الگ الگ طریقہ و

انداز ہوتا ہے۔ کوئی شرافت کی نقاب لگا کر شکار کرتا ہے تو کوئی مکاری کا ماسک استعمال کرتا ہے۔ لاحاصل کو حاصل کرنے کے لیے کئی تدبیریں کرنی پڑتی ہیں نوفل بھی شرافت کا پرچار کر کے مجھے حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن اس بار الٹ ہے۔ شکار اپنا جال شکاری پر ہی ڈال رہا ہے۔" وہ مسکرا کر گویا ہوئی معاً دور سے کوئی چیخ گونجی اور متواتر چیخنے کی آوازوں نے انہیں پریشانی سے اٹھ کر بھاگنے پر مجبور کردیا تھا وہ جہاں آرا کے کمرے کی طرف تیزی سے آئی تھیں۔



"اپنی بات جاری رکھو میری بیٹی کو ایسی باتوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا بہت فراخ دل ہے میری بیٹی ایسی باتوں کی پروا نہیں کرتی ہے۔" وہ اس کی نگاہوں کی چوری پکڑ کر شوخی سے بولے۔

"اوہ...... سوری میرا یہ مطلب نہیں تھا میں یہ بتارہا تھا کہ مما کی یہ آرزو مجھ سے پوری نہ ہوسکی اور ہوتی بھی کیونکر تاحیات ایک ایسے تعلق کے ساتھ کس طرح وقت گزارا جاسکتا ہے جس سے آپ کا دل ہم آہنگ نہ ہو، اگر کھانا من پسند نہ ہوتو میں بھوکا رہنے کو ترجیح دیتا ہوں زبردستی نہیں کھاتا۔" اس کی یہ بات سودہ کو بہت کچھ باور کراگئی تھی ضروری نہیں ہوتا کہ ہر بات کی وضاحت صاف وکھرے لفظوں میں کی جائے کبھی پسندیدگی و ناپسندیدگی کا اظہار مبہم انداز میں بھی کردیا جاتا ہے۔ یہ تواز بر تھا کہ وہ اس کے اور اس کی ماں کے لیے کبھی بھی پسندیدہ نہ رہی تھی جس کی وضاحت اس نے کردی تھی۔

"ماموں جان میں اندر جانا چاہتی ہوں۔" وہ آہستگی سے بولی منور صاحب نے اس کو جانے کی اجازت دے دی۔

"بہت باحیا اور شرمیلی لڑکی ہے کبھی صوفیہ بھی ایسی ہوا کرتی تھی۔"

"شروع سے مجھے اس کا یہی انداز اٹریکٹ کرتا تھا۔" وہ اس کو پانے کی خوشی میں اس قدر مگن تھا کہ بولنے کے بعد اپنی بے باکی کا احساس ہوا تو خجل سا ہو کر ان کی طرف دیکھا مگر وہ شاید سن نہ سکے تھے یا سنی ان سنی کر کے کسی گہری سوچ میں گم ہوگئے تھے۔

"کیا ہوا آپ کس سوچ میں مستغرق ہوگئے ہیں تایا جان؟"

"میں سوچ رہا ہوں اگر سودہ پیارے میاں کی ہوجاتی تو پھر کیا ہوتا۔"

"واٹ یو مین میں سمجھا نہیں آپ کی بات......؟" ان کی ادھوری بات پر وہ نا سمجھانداز میں گویا ہوا۔

"پھر آپ کا کیا ہوتا بیٹا؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولے۔

"مجھے تو لگ رہا ہے اللہ نے تم بے حد قریب ہو تب ہی سودہ تم سے دور ہوتے ہوئے معجزانہ طور پر ہمیشہ کے لیے تمہاری بنادی گئی۔" وہ ان کے انکشاف پر اس طرح بیٹھا رہ گیا گویا سالوں سے چوری کرتے چور کو رنگے ہاتھوں چوری کرتے پکڑ لیا گیا ہو۔

"ارے اتنے کنفیوز کیوں ہورہے ہو بیٹا؟ کچھ دیر قبل تک میں پیارے کی ول ہی دل میں کلاس لے رہا تھا مگر اب دعا دے رہا ہوں کچھ مشکلات و پریشانیوں سے ہم گزرے ضرور لیکن گھر کی خوشی گھر میں ہی رہ گئی...... سودہ کو وہ اتنا چاہتے تھے اور اس کو جدا کرنے میں خود ہی سب سے آگے آگے تھے۔" ان کا لہجہ ہر قسم کے طنز سے پاک اور محبت و شفقت سے لبریز تھا زید نے سوچا اب کچھ چھپانا ان کو فریب دینے کے مترادف ہوگا۔

"تایا جان آپ یہ بھید کیسے پاگئے یہ وہ سیکریٹ ہے جو میں نے خود سے بھی چھپا کر رکھا تھا در حقیقت یہ محبت امپاسبل تھی۔"

"محبت کو ممکن و ناممکن جذبے بناتے ہیں جذبہ جس قدر پاکیزہ کھرا ہوگا اس کی تاثیر اتنی ہی طاقت ور ہوگی کہ اپنے راستے میں آنے والے پہاڑوں کو بھی ریزہ ریزہ کر کے بکھیر دے گی رہا سوال یہ سیکریٹ مجھے کیسے معلوم ہوا یہ تمہاری

آنکھیں کبھی بھی اتنی روشن و سچے موتیوں کی مانند جگمگاتی نہ تھیں اور سودہ پر نگاہ پڑتے ہی جس طرح تمہارے اندر زندگی کی روشنی دمک اٹھی تھی ایسی روشنی وتابناکی میں نے کبھی بھی تمہارے اندر نہ دیکھی تھی۔"

"آپ کی ہر بات درست ہے آپ کی بصیرت کا میں قائل ہوگیا ہوں۔ یہ سچ ہے آج سے قبل زندگی کی خوب صورتی کو میں نے دیکھا ہی نہ تھا آپ نے پوچھا اس کو خود سے جدا کرنے میں کیوں پیش پیش تھا؟" وہ مؤدب لہجے میں دل کی حکایتیں سنانے پر آمادہ ہوگیا۔

"آپ کو معلوم ہے مما نے ہمیشہ ہمیں سودہ اور پھپھو سے دور رکھا ایک وقت ایسا تھا جو مما کہتی گئی میں سچ مانتا گیا لیکن وقت کبھی کسی کے تابع نہیں رہتا ایک نہ ایک دن سچائی وغلط بیانی کو ظاہر کردیتا ہے۔" دانستہ اس نے اپنے ماں کے جھوٹ کو غلط بیانی کہا تھا کہ ماں کی عزت کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا مقصود تھا منور صاحب کو اس پر فخر محسوس ہوا۔

"پھر معلوم ہی نہ ہوسکا کب اور کیسے یہ معاملہ چپکے چپکے اتنا مضبوط ہوگیا اور جب مجھے خبر ہوئی تو بہت دیر ہوچکی تھی مجھے معلوم تھا سودہ کو پانا آسمان کی وسعتوں میں چمکتے چاند کی طلب کے مترادف ہوگا...... اِدھر مما کا اصرار تھا کہ میں عروہ کو اپنانے کی ہامی بھرلوں اُدھر وہ بھی یہی خواہش دل میں بسائے پاگل ہورہی تھی۔ مما کے بڑھتے اصرار پر میں نے ہمیشہ کے لیے ملک چھوڑنے کی دھمکی دی تھی عروہ کو بھی میں کئی موقعوں پر صاف انکار کرتا رہا تھا جس کا بدلہ وہ مجھ پر اور سودہ پر گھٹیا الزام لگا کر لے چکی تھی میں نے سوچ لیا تھا تاحیات شادی نہیں کروں گا اور کبھی کسی کو بھی بھنک نہ پڑنے دوں گا کہ میں سودہ کو پسند کرتا ہوں کیونکہ مما کی دل آزاری مجھے کسی طرح بھی قبول نہ تھی دل کے تقاضے ماں کی محبت پر حاوی نہیں ہوسکتے۔"

"بے شک بیٹا ماں کا مرتبہ بہت اعلیٰ ہے یہاں تمہاری پاکیزہ محبت کی جیت ہوئی ہے مگر بیٹا دنیا ہمیشہ پیار کی دشمن رہی ہے۔ مشکلات کا آغاز اب ہوگا عمرانہ نے شاید جنید اور اس کی دادی کے دباؤ میں یا مائدہ کے مستقبل کی خاطر اتنی بڑی قربانی دی ہے لیکن جہاں تک میں عمرانہ کی نیچر سمجھتا ہوں وہ اپنی اس قربانی کو رائیگاں کرنے میں دیر نہیں لگائے گی۔"

"جی میں خود سمجھ نہیں پارہا انہوں نے یہ فیصلہ کس طرح کرلیا...... یہ وہ فیصلہ ہے جو دنیا اِدھر کی اُدھر ہوجانے پر بھی مما نہیں کرنے والی تھیں۔" اس نے دانستہ ان کی دل آزاری کے باعث یہ بتانا مناسب نہ سمجھا کہ وہ رات سے ہی پچھتاوؤں کا شکار ہونے لگی تھیں اور انہوں نے جس نفرت سے کہا تھا کہ "یہ شادی نہیں بربادی ہے" ساری رات وہ اس لہجے اور لفظوں کے بھنور میں ڈوبتا اور ابھرتا رہا تھا۔ یہاں تک کہ سودہ کو پانے کی خوشی بھی برف بن گئی تھی جو اب اس کو دیکھ کر ہی پگھلی تھی۔

"میں اللہ ذوالجلال کا شکر گزار ہوں کہ اس نے تمہارے حق میں بہت اچھا فیصلہ کیا اور وہ اپنی رحمت سے اس فیصلے کو بہتری عطا کرے یہاں تمہیں بھی بہت ثابت قدم رہنا ہوگا۔ بے حد بھاری ذمہ داریاں تم پر عائد ہوگئی ہیں عمرانہ کے ہر شر کا مقابلہ تمہیں بے حد فرماں برداری واطاعت گزاری سے کرنا ہوگا، ساتھ ساتھ اپنے نکاح کے بندھن کو بھی برقرار رکھنا ہوگا جس کو تاراج کرنے کی ہر ممکن سعی کی جائے گی۔"



"ممی...... ممی ایک بے حد بیڈ نیوز ہے۔" عفرا نے تقریباً بھاگتے ہوئے آکر بدحواس لہجے میں کہا اس کے انداز پر رضوانہ کے ساتھ عروہ بھی چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"ارے کون سی قیامت آگئی ہے جو اس قدر بدحواس ہورہی ہو؟"

"بس یوں سمجھیے قیامت ہی آگئی ہے۔" وہ عروہ کی طرف دیکھ کر کچھ اس انداز میں گویا ہوئی کہ عروہ کا دل عجیب انداز

میں دھڑک اٹھا۔
"اب بولو گی بھی یا سسپنس کری ایٹ کرتی رہو گی۔"
"کیا بولوں، کس طرح سناؤں ایسی بیڈ نیوز، میری زبان ہی ساتھ نہیں دے رہی۔"
"دیکھو، بہن کی طبیعت پہلے ہی ٹھیک نہیں ہے ٹانگ میں ایسی موچ آئی ہے کہ پین کی وجہ سے فیور بھی ہو گیا ہے اور تم ہو کہ اصل بات بتانے کے بجائے پہیلیاں بجھوا رہی ہو کیا ہوا ہے اصل بات بھی تو معلوم ہو؟" رضوانہ تحمل آمیز لہجے میں گویا ہوئیں۔
"ممی مائدہ کی کال آئی تھی میرے پاس ابھی......"
"وہ یہ پوچھ رہی ہوگی ناں کہ ہم کل نکاح میں کیوں شریک نہیں ہوئے اب اس کو کیا معلوم کہ ہم تیار ہو کر گھر سے نکل ہی رہے تھے کہ عروہ سینڈل کی ہیل ٹوٹنے کے باعث ایسی گری کے پاؤں میں موچ آ گئی اور......"
"ممی یہ بات نہیں ہے بات کچھ اور ہے عفرا کا چہرہ بتا رہا ہے کہ کوئی سیریس میٹر ہے تم بتاؤ عفرا کیا کہہ رہی تھی مائدہ؟" عروہ خلاف معمول عفرا کو سنجیدہ و پریشان دیکھ کر بھانپ گئی کہ مائدہ نے کوئی بہت ہی اعصاب شل کرنے والی خبر دی ہے۔
"وہ...... مائدہ...... کہہ رہی تھی...... سودہ...... کا نکاح زید بھائی سے ہو گیا ہے۔"
"وہاٹ......! کیا بکواس کر رہی ہو تم؟" عروہ بے یقینی سے چلائی۔
"یہ سچ ہے مائدہ نے پوری اسٹوری سنائی ہے۔"
"نو...... نیور...... امپاسبل...... زید میرا ہے وہ صرف میرا ہے مائدہ جھوٹ بول رہی ہے جلتی ہے وہ مجھ سے یہ کیسے ہو سکتا ہے زید مجھے ہرٹ کر کے سودہ سے نکاح کرے......" عروہ کی سماعتوں میں گویا بلاسٹ ہوا تھا اس کی سوچنے سمجھنے کی قوتیں مفلوج ہو کر رہ گئی تھیں وہ پاگلوں کی مانند چیخنے چلانے لگی تھی۔
"عروہ سنبھالو خود کو پاؤں میں اتنی تکلیف ہے پہلے ہی اور تم......" ان کے باقی ماندہ لفظ منہ میں ہی رہ گئے تھے عروہ نے جنونی انداز میں سائیڈ ٹیبل پر رکھا سامان پھینکنا شروع کر دیا تھا ساتھ ساتھ چیخ بھی رہی تھی رضوانہ اور عفرا اس کو سنبھالنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھیں۔
"عروہ میری بچی یہ کیا کر رہی ہو صبر کرو مجھے عمرانہ سے تصدیق تو کر لینے دو یہ بات سچ بھی ہے یا نہیں، ہو سکتا ہے مائدہ نے جوک کیا ہو تم تو جانتی ہو عمرانہ سودہ سے کتنی نفرت کرتی ہے بلکہ سودہ ہی کیا صوفیہ کی بھی دشمن ہے وہ۔ ہر وقت اس کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ دونوں ماں بیٹی کو گھر سے کہیں دور دفع کر دے پھر کس طرح وہ سودہ کو بہو بنانے کا فیصلہ کر سکتی ہے۔" شاید وہ عروہ کے ساتھ ساتھ خود کو بھی ایسی طفل تسلیوں سے بہلا رہی تھیں مگر عروہ کے دل کی حالت کچھ اور ہی کہہ رہی تھی دھڑکنیں آگ کی لپٹیں بن گئی تھیں کسی پل چین و قرار نہیں مل رہا تھا۔
"آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں ممی، عمرانہ آنٹی کو کال کر کے معلوم کریں ممکن ہے مائدہ نے کوئی گیم ہی کھیلا ہو۔" عروہ کی جنونی حالت نے عفرا کے حواس بھی گم کر دیے تھے اس کو ذرا احساس نہ تھا کہ وہ اس خبر کا اتنا برا اثر لے گی۔
"یہ مائدہ نے نہیں زید نے گیم کھیلا ہے...... آپ کچھ بھی کہہ لیں لیکن میرا دل کہہ رہا ہے وہ اپنی چاہت کو پانے میں کامیاب ہو چکا ہے۔ سودہ اس کی ہو چکی ہے یہ ہی اس کی خواہش تھی۔"
"تم رو ؤمت، میں ابھی عمران سے معلوم کرتی ہوں تم دیکھنا کس طرح دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوتا ہے۔" وہ جو درد کے خوف سے زمین پر پاؤں نہیں ٹکا رہی تھی اب جلے پاؤں کی بلی کی مانند ادھر سے اُدھر چکرا رہی تھی بکھرے بال، بہتے آنسو اس کو کسی پل چین نہ تھا اور اس بے چینی میں اس وقت مزید اضافہ ہو گیا جب عمرانہ نے کال ریسو نہ کی تھی۔



"نانو......نانو کیا ہوا......؟" چیخوں کی آواز سن کر وہ وہاں آئیں تو جہاں آرا کو خوف زدہ انداز میں آتے دیکھ کر انشراح نے پوچھا۔

"وہ سراج اور برکھا میرے روم میں پھر آ گئے ہیں اور برکھا سراج سے کہہ رہی ہے مجھے کھڑکی سے باہر پھینک دے مجھے کہیں چھپا دو وہ مجھے کھڑکی سے باہر پھینک دے گا۔" انشراح ان کی حالت دیکھ کر ہک دک رہ گئی، وہ کسی بچے کی مانند خوف سے کانپتی ہوئی اس سے لپٹ گئیں ان کے جسم پر کپکپاہٹ بڑی واضح تھی۔

"چلو...... بھاگ چلیں یہاں سے وہ یہاں بھی آ جائیں گے۔" انہوں نے انشراح کو مارے خوف کے بری طرح بھینچ لیا، ان کی ایسی حالت دیکھ کر وہ خود ہکا بکا رہ گئی تھی، نہ تسلی کے لیے زبان حرکت کر سکی نہ جسم نے کوئی جنبش کی تھی۔ نانی کا ناقابل یقین روپ اس کے سامنے تھا جو نگاہوں کا دھوکہ محسوس ہو رہا تھا۔

"تم سن کیوں نہیں رہی ہو میری بات، سمجھنے کی کوشش کرو وہ خطرناک لوگ ہیں یہاں آ جائیں گے ہم سب کو مار دیں گے۔" وہ اس سے علیحدہ ہو کر بالی سے مخاطب ہوئیں اور بالی جو پہلے بھی ان کی ایسی حالت دیکھ چکی تھی ان کا ہاتھ پکڑ کر انشراح کے کمرے میں لے آئی، انشراح بھی ساتھ ہی تھی۔

"آپ یہاں آرام سے سو جائیں کوئی نہیں آئے گا میرے روم میں۔" بالی ڈور لاک کرنے لگی تو وہ ان کے قریب بیٹھ کر محبت سے گویا ہوئی۔

"یہاں کوئی نہیں آئے گا، سراج اور برکھا بھی نہیں آئیں گے۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر معصوم انداز میں استفسار کرنے لگیں انشراح کی آنکھوں میں جلن ہونے لگی اس نے بمشکل آنسوؤں کو ضبط کیا۔

"بولو، تم بولتی کیوں نہیں ہو؟" وہ اس وقت پہچان سے بھی محروم تھیں۔

"تم بے فکر ہو کر سو جاؤ ماسی سراج اور برکھا یہاں نہیں آئیں گے۔" آنسو ضبط کرنے سے اس کی آواز رندھ گئی تھی بالی نے ان کے سر میں انگلیاں پھیرتے ہوئے ایسے ہی کہا جیسے کسی بچے کو بہلایا جاتا ہے۔

"تم سچ کہہ رہی ہو وہ یہاں نہیں آئیں گے، کیا تم ان کو مار کر بھگا سکتی ہو، تم ان دونوں کو مار دو گی؟" ان کی عقل و خرد سے عاری گفتگو انشراح سے برداشت نہیں ہو سکی، وہ بے آواز منہ پھیر کر رو دی۔ جس عورت کو اس نے مردوں کی مانند بہادری و جی داری سے جیتے دیکھا تھا، ڈر و خوف جن کو چھو کر نہیں گزرا تھا، ان کی خوف کے مارے بچکانہ حرکتوں نے ان کو زار و قطار رونے پر مجبور کر دیا تھا۔

"اُشی تم تو مسائل کا حل نکال لیتی ہو اب تم ہی رو رہی ہو، اگر تم یوں روؤ گی پھر میں کیا کروں گی؟" ان کے سونے کے بعد بالی اس کے پاس آئی جو اس کمرے سے ملحق کمرے میں آ کر رو رہی تھی۔

"نانی کی کنڈیشن دیکھی ہے تم نے......؟ سب کو ڈرانے والی آج خود ہی ڈر کا شکار ہو گئی ہیں، کیسا خوف، کیسا ڈر ہے ان کی آنکھوں میں۔ لگتا ہے مینٹلی کنڈیشن بہت اپ سیٹ ہو گئی ہے وہ ہمیں پہچان نہیں رہی ہیں۔"

"پہلے تم چپ تو ہو، ماسی کی دیوانگی سے زیادہ مجھے تمہارے آنسو وحشت زدہ کر رہے ہیں۔" بالی ٹشو سے اس کے آنسو صاف کرنے لگی۔

"تم نویرہ آنٹی کو فون کرو اور بتاؤ نانی کی طبیعت کے متعلق پھر ہم وہی کریں گے جو وہ کہیں گی مجھے سمجھ نہیں آ رہا ہے کیا کرنا ہے۔"



عمرانہ حسب عادت دن چڑھے سو کر اٹھیں اور ذہنی طور پر بیدار ہوتے ہی انہیں یہ خیال کوڑے کی مانند لگا کہ رات کیا ہوا تھا۔ یہ خیال آتے ہی وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔

''مائدہ کی باتوں میں آ کر میں نے کتنی بڑی غلطی کر دی' زید کو اپنے ہاتھوں سے اس لڑکی کو سونپ دیا۔ اب وہ اس کو میرے خلاف کر دے گی' مجھ سے دور ہو جائے گا' وہ جو ماں کو دیکھ کر جیتا ہے پھر ماں کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرے گا...... سودہ اور صوفیہ کا ہو جائے گا آہ......!''

''ارے مما کیا ہوا' طبیعت کیسی ہے آپ کی، سر پکڑ کر کیوں بیٹھی ہیں؟'' اسی دم مائدہ وہاں آئی ان کو سر پکڑے بیٹھے دیکھ کر فکر مندی سے بولی۔

''کس بات کا بدلہ لیا ہے تم نے مائدہ، تمہیں پیدا کرنے کا' تمہاری جائز و ناجائز خواہشات پوری کرنے کا یا تمہاری غلطیوں کو چھپانے کا جو تم نے ایک ناپسندیدہ ترین لڑکی کو میری بہو بنانے پر مجبور کر دیا۔''

''یہ کیسی باتیں کر رہی ہیں مما...... میری کن حرکتوں کے آپ طعنے دے رہی ہیں' کیا کیا ہے میں نے؟ سودہ سے نفرت کرنا چھوڑ دیں آپ اب۔'' وہ بھی ان کی ہی بیٹی تھی سوان ہی کے انداز میں کہا۔

''محبت کرنے کا ٹھیکہ تم نے لیا ہے تم ہی کرو مجھے معاف کرو وہ ہی بہتر ہے۔''

''اللہ ممی کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ کس طرح کی بات کر رہی ہیں۔''

''بیدار ہو گئی ممی آپ گڈ آفٹر نون۔'' معاً زید کی وہاں آمد ہوئی۔

''ہوں جاگ گئی...... دیکھ لو پوت کے پاؤں پالنے سے ہی دکھائی دیتے ہیں۔ روزانہ میرے جاگنے سے قبل ہی وہ بیڈ ٹی لے کر آتی تھی اور آج مجھے جاگے کتنی دیر ہو گئی ہے سودہ کا پتا ہے نہ بیڈ ٹی کا۔'' انہوں نے زید کو دیکھتے ہی منہ بنا کر کہا۔

''پہلے آپ مجھ سے تو معلوم کر لیں بھائی کو شکایت بعد میں لگایئے گا۔ سودہ اوہ سوری سودہ بھابی آپ کے لیے چائے لائی تھیں مگر آپ سو رہی تھیں میں نے کہہ دیا وہ کچھ دیر بعد لے آئیں میں نے کال کر دی ہے وہ لا رہی ہوں گی۔'' بھائی کو دیکھ کر مائدہ نے موڈ اچھا کر لیا تھا لیکن عمرانہ کے چہرے کے زاویے مزید بگڑتے چلے گئے' موڈ بری طرح آف تھا۔

''اوہ تم بہت چمچہ گیری کر رہی ہو خوامخواہ ہی۔''

''خوامخواہ کیوں...... اکلوتے بھائی اور اکلوتی بھابی ہیں میری۔''

''ہونہہ یہ آنے والا وقت ہی بتلائے گا وہ کس طرح اکلوتی رہتی ہے۔'' وہ دل ہی دل میں بڑبڑا کر رہ گئیں' اسی دم سودہ چائے لے آئی اور وہاں زید کو دیکھ کر لمحے بھر کو ٹھٹکی۔

''آ جاؤ بس بند کر و یہ اداکاری بڑی نیک پروین بننے کی۔'' وہ سودہ کو گھور کر طنزیہ لہجے میں بولیں' وہ پہلے ہی ہراساں تھی رہی سہی کسر ان کے خونخوار موڈ نے پوری کر دی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ان کے قریب آ گئی اور مودبانہ انداز میں چائے کا مگ انہیں دیا۔ ابھی وہ چائے دے کر پلٹی ہی تھی کہ ان کی دہاڑ پر گھبرا کر مڑی۔

''یہ چائے ہے یا اپنا منہ دھو کر لائی ہو؟'' شدت اشتعال سے چیختے ہوئے انہوں نے بھانپ اڑاتا مگ سودہ کے چہرے کی طرف اچھال دیا اور کمرہ سودہ کی چیخ سے گونج اٹھا تھا۔

(ان شاء اللہ کہانی کا بقیہ حصہ آئندہ شمارے میں)



کورا کاغذ

رفاقت جاوید

وعدے کا ترے کچھ بھروسہ نہیں ہمیں
کچھ اپنی زندگی بھی نہیں اعتبار کی
نظریں بیان کر نہیں سکتیں حالِ غم
ہو ترجمانی کیسے دلِ زار زار کی

"حیدر...... میں اپنی زندگی کی یہ انمول خوشی اپنے رب کے ہاتھوں میں دے کر پُرسکون ہوگئی ہوں' کیونکہ وہ محبت کرنے والے کا ساتھ دیتا ہے۔ اس لیے امید ہے کہ اب میری محبت لاحاصل نہیں رہے گی۔ ایک دن اچانک میری آغوش میں گر کر میرے وجود کے انگ انگ میں سما جائے گی۔ کیوں حیدر...... ایسا ہوگا ناں؟" زریاب نے اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں حیدر کو تلاشتے ہوئے دل ہی دل میں سرگوشی کی۔

"زری...... ایک گھنٹے سے ان ہاتھوں کی لکیروں میں کسے ڈھونڈ رہی ہو؟" نوریہ نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے آہستگی سے پوچھا۔

"نور تم...... جاننے کے باوجود ایسا سوال کیوں کرتی ہو؟ میں ان لکیروں میں حیدر کو ڈھونڈ نکالوں گی' اگر وہ نہ ملا تو قسم سے ان ہی لکیروں کے سنگ اس کے نام کی لکیر کھرچ کر بنالوں گی۔" زریاب مستحکم لہجے میں بولی۔

"یار...... یہ بھی دیکھ لیتے ہیں' جب یہ لایعنی خواہش اور معصوم سوچیں پرستان کی پریوں کی طرح تمہارے ذہن میں وارد ہوتی ہیں تو تم بھی ایک معصوم پری نظر آنے لگتی ہو' میری بات مانو، اس طلسماتی دنیا سے باہر نکل کر خود کو دیکھو اور جس پر فریفتہ ہو چکی ہو اس کی بے یقین زندگی کا جائزہ لو۔ تم ڈاکٹر ہو اور جو تمہارا سپنوں کا شہزادہ ہے وہ محبِ وطن فوجی ہے جو تم سے نہیں اپنے وطن سے پیار کرتا ہے اور اپنا خاندان اس کے لیے اہم نہیں بلکہ وہ اس دھرتی کی سلامتی اور آزادی کی بقا کے لیے نثار ہونے کی خواہش رکھتا ہے۔" نور نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "اپنے لیے کسی ڈاکٹر کو منتخب کرنا بہتر ہی رہے گا۔"

"نور...... میں نہیں مانتی...... جو مرد اپنی بیوی اور خاندان کا وفادار ہوتا ہے وہ ملک سے کبھی دغا بازی نہیں کرسکتا اور جسے اپنے ملک کے ذرے ذرے سے عشق ہوتا ہے، وہ بے مثال شوہر ثابت ہوتا ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"تم کیا جانو' وفاداری جبلت کا حصہ نہ ہو تو ایسا مرد محافظ بننے کے قابل نہیں ہوتا...... وہ ان سرحدوں کا محافظ اور جری جوان ہے' عشق نے تمہارے ذہن وقلب کو الٹی جانب دھکیل دیا ہے اب تم کسی کی نہیں سنو گی۔" نور زچ ہوکر بولی۔

"افسوس کا مقام ہے کہ معاملہ فقط دل سے منسوب ہوچکا ہے۔ میری بات پر غور کرنا' اگر بچہ اپنے والدین کا

تابعدار اور فرماں بردار نہیں، ان کی بات پر توجہ نہیں دیتا' تو وہ ملک سے وفا کیسے کرسکتا ہے؟ ایسے لوگ بیوی کو پیار و عزت دینے اور اس کی ذمہ داری اٹھانے سے قاصر رہتے ہیں۔ ایک تربیت یافتہ نوجوان جب فوجی اکیڈمی جوائن کرتا ہے تو بچپن کی تربیت ہی اسے آگے بڑھنے کی ہمت و جرات بخشتی ہے' فوجی ٹریننگ ایسی جلا بخشتی ہے کہ اس کی وفاو ایثار اپنے ملک کے لیے وقف ہو جاتی ہے اور پھر ازدواجی زندگی کے محاذ پر بھی وہ ذمہ دار ہی ٹھہرتا ہے۔" اسی اثنا میں موبائل کی رنگ ٹون نے اسے اپنی طرف متوجہ کرلیا۔

"حیدر کی کال ہے۔" وہ نور سے سرگوشی کرتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔

"کیا کریں اس ڈاکٹر صاحبہ کا' ایک فوجی کا یونیفارم ہی اسے لے بیٹھا۔" نور نے دل میں کہا۔

آدھے گھنٹے بعد زرناب واپس آئی تو اس کا چہرہ پھول کی مانند کھلا ہوا تھا اور وہ خوشی سے مغلوب نظر آ رہی تھی۔

"پھر رشتہ بھیج رہا ہے کہ ابھی تک ٹال مٹول تک ہی محدود ہے۔" نور نے چھیڑا۔ "یار اب کی بار تمہیں ٹرخا دیا تو اسے بھول جانا۔"

"نور..... کل اس کی دو بھابیاں ہمارے گھر آ رہی ہیں' اف اس دن کے انتظار میں مجھے کیسے کیسے خیال نہ آئے؟" وہ پر تسکین طویل سانس اندر کھینچ کر بولی۔ "اب دعا کرو کہ ان خواتین کو میں پسند آ جاؤں' ماں کی بات ذرا دوسری ہے۔"

"بے فکر رہو' پسند کیوں نہیں آ ؤ گی ڈیئر؟ سسر پسند کر چکے ہیں بن دیکھے ورنہ یہ تشریف نہ لاتیں۔ آج کل کا زمانہ دوسرا ہے' لڑکی اور لڑکا دو چار ملاقاتوں کے بعد ہی فیصلہ کرلیتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کے لیے مناسب ہیں بھی یا نہیں...... آج کل کے مشینی دور میں کسی کے پاس ہیر رانجھے جیسی محبت کرنے کا وقت ہی کب ہے اور پھر سالہا سال کی ملاقاتوں کے بعد ناکامی کا سامنا کرنا اور جان کی بازی لگا دینے کی سوچ ہی کہاں ہے؟ مجھے امید ہے کہ حیدر نے سب کو رضامند کرلیا ہوگا' پھر پریشان کاہے کو ہو۔"



''یہ بتاؤ کہ تم نے اپنے والدین کے گوش گزار کرکے ان کی آمادگی کو بھانپ تو لیا ہوگا؟'' نور نے سوالیہ انداز میں اسے گھورا' تو زری نے اثبات میں سر ہلایا۔

''پھر، تو پسندیدگی کا مسئلہ معمولی سا بھی سر نہیں اٹھا سکتا' آج کل کے والدین کے لیے بھی اسی میں آسانی ہے۔ ایک وقت تھا کہ گھر میں جب لڑکی جوان ہوتی تھی تو اس کے والدین کی نیندیں حرام ہوجایا کرتی تھیں اور پھر رشتہ داروں اور دوست احباب میں ان لڑکوں پر نظر جم جایا کرتی تھی جو برسرروزگار بھی ہوتے تھے اور والدین ان کی عادات کا تھوڑا بہت اور اک بھی رکھتے تھے......'' نور نے سنجیدگی سے کہا۔ ''یہی وجہ تھی کہ طلاق شاذ ونادر ہی سننے میں آیا کرتی تھی' مزے کی بات سنو' میری امی آج بھی پرانی فرسودہ روایات پر مکمل بھروسہ رکھتی ہیں اور مجھے اٹھتے بیٹھتے لیکچر سننے کو ملتے ہیں کہ خبردار جو اپنا رشتہ خود ڈھونڈنے کا تصور بھی کیا تو بہت برا ہوگا۔''

''بہت دقیانوسی سوچ ہے آنٹی کی' حالانکہ دیکھنے اور بات چیت کرنے میں اپنی سوچ سے برعکس نظر آتی ہیں۔ لگتا ہے پراسرار ہیں تمہاری امی۔'' وہ چھیڑنے کے انداز میں بولی۔

''آپس کی بات ہے۔ وہ اپنی بیٹی کو خوب جانتی ہیں کہ یہ بدھو کوئی ایرہ غیرہ پسند کرکے اٹھالائے گی' اس لیے اس کو ابھی سے ہی ڈس کرج (حوصلہ شکنی) کرنا بہتر رہے گا۔''

'زری شاید تم سچ کہہ رہی ہو' عجیب ہی بات ہے کہ کئی لوگ دھات کے زمانے کی روایتوں کے آج بھی اسیر ہیں' وہ اپنی اولاد کو کانفیڈنس میں لینے اور دینے کا تصور بھی نہیں کرسکتے' شائد وہ بیٹی کو دکھی دیکھنے کی ہمت نہیں رکھتے۔ اس لیے اپنی ہی پسند پر مطمئن وخوش رہتے ہیں۔ پھر جھٹ منگنی پٹ بیاہ کا اہتمام کرتے وقت بیٹی سے پوچھنا گوارہ نہیں کرتے کہ دوران تعلیم' اتنی بڑی ذمہ داری نبھانے کے قابل ہو بھی یا نہیں...... ایک ہی رٹ ہوتی ہے' سب ہوجائے گا' کچھ مشکل نہیں وغیرہ وغیرہ......

میں تو اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں کہ امی نے سب سے پہلے میری تعلیم مکمل کرنے پر زور دیا' ورنہ میں آج ڈاکٹر ہرگز نہ ہوتی' اس احسان مندی کے پیش نظر میں اپنی پسند کا لڑکا اپنے والدین کے سامنے لے جانے سے قاصر ہوں...... اور ایک دن مجھے ان ہی کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑے گا...... کیونکہ مجھے ان پر مکمل بھروسا بھی ہے کہ وہ میرے مستقبل کے لیے بہترین فیصلہ کریں گے۔ ان شاء اللہ میرا جیون ساتھی لاجواب ہوگا' امید تو یہی ہے۔'' وہ طمانیت بھرے لہجے میں بولی۔

''مجھے تمہاری منطق قطعاً سمجھ نہیں آئی کہ کیا ہماری زندگیوں کے فیصلے کرنے کا حق صرف والدین کو ہے' ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے' میری جوائس قابل تحسین ہے۔ بے شک میری محبت یک طرفہ سہج سہج آگے بڑھتی رہی' دوسری طرف تو مکمل ٹھنڈ ہی تھی۔ بندے کو ڈھیٹ ہونا چاہیے یار' مجھے یقین تھا کہ وہ میری محبت کی تپش وحدت سے بچ نہیں سکے گا' تم تو مجھے بخوبی جانتی ہوناں کہ میں نے اس سے کبھی اظہار عشق نہیں کیا...... لیکن وہ میری نگاہوں کی کہانی جانتا تھا' خاموش تھا، نجانے کیوں؟ جس دن وہ ہسپتال میں ایک زخمی دلیر سپہ سالار کی حیثیت سے ایڈمٹ ہوا تھا تو اس کا مقدس شہیدوں اور غازیوں کا پہناوا خون میں تربتر تھا۔ اسے دیکھتے ہی میں فسوں میں چلی گئی' حالانکہ اسی پہناوے میں ملبوس مجھے دن بھر ہسپتال میں بیسیوں افسران نظر آتے ہیں' لیکن کسی کی طرف میرا دھیان تک نہ گیا' یہ یونیفارم کی محبت وعقیدت نہیں ہے اس کے اندر کی جرأت ودلیری کی پرستش ہے کہ میں اس کی ہمسفر بننے کے خواب دیکھنے لگی اور اب اس کی خوش آئند تعبیر میرے اور تمہارے سامنے ہے......'' وہ جوش سے بولی۔

''یار ذرا ہولے ہولے' ایسا نہ ہو کہ تمہارے پیرنٹس کو یہ لڑکا پسند نہ آئے' فوجی جوان کو بیٹی کا رشتہ دینا اتنا آسان نہیں ہے' جتنا تم نے سمجھ رکھا ہے۔ آنٹی اور انکل اکلوتی بیٹی کی وجہ سے تو بار بار سوچیں گے اور فیصلہ کرنا مشکل ہے۔

ڈیئر...... اس کے لیے تیار رہو کہ یہ ناممکن بھی ہوسکتا ہے۔" نور نے سنجیدگی اور فکر مندی سے کہا۔ "اپنے بھیا سے مشورہ کرو وہ کبھی نہیں مانے گا' آخر تم اس کی لاڈلی اور اکلوتی بہن ہو۔"

"اللہ نہ کرے نور...... یہ بددعا مت دو۔" وہ اچھنبے سے اچھل کر بولی۔ "شکل اچھی نہ ہو تو زبان کو تو شیریں رکھو۔"

"زری میں تم پر ایک اور حقیقت واضح کرنا چاہتی ہوں' جسے تم نے بالکل ہی اگنور کردیا ہے۔ قصور تمہارا نہیں' اس اندھی محبت کا ہی سمجھتی ہوں۔" وہ سنجیدہ لہجے میں بولی۔

"اب کون سا نیا شگوفہ چھوڑنے لگی ہو...... کبھی مثبت بات بھی کرلیا کرو' امید اچھی ہو تو کامیابی دوڑ کر گلے لگا لیتی ہے' اس لیے ذرا سوچ کر پھلجڑی چھوڑنا......" وہ بھی مسکراتے ہوئے بولی۔

"بات کچھ یوں ہے کہ حیدر کی ہارڈ ایریا میں پوسٹنگ ہوئی تو پھر کیا کروگی؟" وہ توقف کے بعد بولی۔

"اس کے ساتھ اپنی پوسٹنگ بھی ہوجائے گی' کیا یہ رول بھول چکی ہو' آخر اسی فوجی ہسپتال میں ڈاکٹر ہوں...... اس کے ساتھ چلتی بنوں گی۔" وہ دونوں ہاتھوں کو ملتے ہوئے بولی۔ "سسرال میں کیونکر ٹھہروں گی' وہ تو ہانڈی چولھے پر لگادے گا' سنا ہے سسر جی کافی سخت مزاج کے فوجی آفیسر تھے۔"

"محترمہ آپ ایک سویلین ڈاکٹر کی حیثیت سے یہاں متعین ہیں۔ تم اس کے ساتھ کیسے جاسکتی ہو؟ ہارڈ ایریا میں بیوی کا کیا کام؟ یہ نان فیملی اسٹیشن ہوتے ہیں' سوچ لو کہ ایک عدد بوڑھے حواس باختہ سسر' چار عدد جٹھانیاں اور تمہارے محافظ جابر چار عدد جیٹھ گھر میں موجود ہوں گے۔ جوائنٹ فیملی سسٹم میں رہ لوگی کہ نہیں...... یہ مسئلہ گمبھیر ہے پیاری......" وہ سوچتے ہوئے بولی۔

"اے اماں...... سب جانتی ہوں۔ دل بہلانے کو خیال کرلیا ہے تو کوئی برا فعل سرزد نہیں ہوا' تم تو ایسی دوست ہو کہ وقتی طور پر مجھے خود کو بیوقوف اور انجان بننے پر خوش بھی نہیں ہونے دیتیں...... یار سب ٹھیک ہوجائے گا۔ تم دیکھتی جاؤ کہ آگے آگے محبت کس جانب جائے گی' وہ میرے بن رہ نہیں پائے گا......" وہ قہقہہ لگا کر بولی۔

"مجھے تم سے یہ توقع نہیں تھی' تم ایک تعلیم یافتہ لڑکی ہو اور نجانے کس دنیا میں رہتی ہو......" وہ حیرت و تاسف سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"نور...... میں بس گئی ہوں اس ہواؤں اور فضاؤں کی دنیا میں ٹینکوں کی گھن گرج میں اور سمندروں کی اٹھلاتی لہروں میں...... جو حقیقت ہے دھوکا یا فریب نہیں۔ میں نے فیصلہ خوب سوچ سمجھ کر کیا ہے' اپنی اس مختصر زندگی میں کوئی نیک کام ہی کر جاؤں بلکہ تم بھی اسی لکیر پر چل نکلو' جو میں نے خوب غور و خوض کے بعد کھینچی ہے۔" وہ شگفتگی سے لہراتی ہوئی بولی۔

"ان غازیوں کی بیوی ہونا فخر نہیں تو کیا پچھتاوا ہوگا' پگلی کہیں کی۔"

"میں نے تمہیں اپنا مسئلہ بتادیا کہ میں اپنے والدین کی رضا مندی کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھا سکتی...... میرا گھرانہ ابھی بھی پرانی روایات و رسومات کا قائل ہے...... مجھے بھی اعتراض نہیں' اس لیے تو تمہیں بھی سمجھانے کی کوشش کررہی ہوں۔" نور ابھی تک سنجیدہ اور سمجھانے پر مصر تھی۔

"اسے کہتے ہیں جہالت...... پڑھے لکھے جاہل' جو ایک ہی جگہ پر ساکت و جامد رہنے میں اپنی بڑائی سمجھتے ہیں...... اور کنوئیں کے مینڈک کی طرح اسی میں خوشی خوشی زندگی گزار جاتے ہیں......" زرناب نے تمسخرانہ انداز میں کہا تو نور مسکرادی تھی۔



مبارک' کی دلنشین و پُرتسکین آوازوں میں نکاح کی رسم ادا ہوئی اور دو دن کے وقفے سے زرناب، کیپٹن حیدر کی دلہن بن کر پیا دیس سدھار گئی۔ چند دنوں میں ہی حیدر کو اس کی فطرت کا بخوبی اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ ایک لاابالی اور جذباتی قسم کی لڑکی ہے' ایسی لڑکی جب محبت کرنے پر

آتی ہے تو اسے دنیا کی باتوں کی پروا نہیں رہتی اور اگر نفرت کرنے پرآتی ہے تو پھر وہ ماضی کی تمام شوخ وشنگ، رنگیلی یادیں اور حسین وجمیل دل کو بھانے والی باتیں اور معصوم حرکتیں بھلا کر تاریک وسیاہ کھائیوں میں کود جاتی ہے ایسا کرنے کے لیے اسے کوئی بڑا سانحہ اور حادثہ نہیں چاہیے ہوتا...... وہ معمولی سی بات پر مدتوں کے یارانے توڑنے سے باز نہیں آتی اس لیے اس نے تہیہ کرلیا کہ ازدواجی زندگی کے محاذ پر فتح یابی کے لیے اسے جوائنٹ فیملی سسٹم کا حصہ ہی کیوں نہ بنایا جائے یہ سسٹم زندگی کے نشیب وفراز سے مقابلہ کرنے کے لیے لاجواب ہے یہ سوچ کر اس نے اسے اپنے گھر چھوڑا اور خود اسکردو اپنے فرائض نبھانے چل دیا۔

وہ اس کی دوری اور جدائی کو وقتی وعارضی سمجھتے ہوئے اس زہر کو امرت سمجھ کر پی گئی جبکہ اس کے والدین اسے یو ایس ایم کی کے بعد ریزیڈنسی کے لیے امریکہ بھائی کے پاس بھیج کر وہاں شفٹ ہونے کا خواہش مند تھے اور اس کی شادی کا خواب بھی انہیں شاداں وفرحاں رکھتا رہا کہ بیٹی بھی اپنے کسی کولیگ ڈاکٹر سے شادی کرنے کے بعد وہاں کی نیشنلٹی حاصل کرکے ہمارے قریب ہی ہوگی یہ ایسا خواب تھا کہ جسے خوش آئند تعبیر دینا کسی کے اختیار میں نہ رہا اور طوعاً وکرہاً والدین نے اپنی لاڈلی بگڑی ہوئی بیٹی کی خوشی کی خاطر ہتھیار ڈال دیے تھے خوش شکل ڈاکٹر ہونے کی وجہ سے وقتاً فوقتاً اس کے متعدد گھرانوں سے رشتے بھی آتے رہتے تھے کیا مجال کہ والدین نے اپنی بیٹی پاکستان چھوڑنے کا تصور بھی کیا ہو۔

دوسری طرف زرناب بھی شعوری طور پر ہر لڑکے کا موازنہ حیدر سے کرتی رہی اور اس کے انکار سے والدین کو بھی ذہنی سکون ملتا رہا...... جب حیدر کی طرف سے گرین سگنل ملا تو اس نے والدین کو قائل کرنے میں ٹھوس دلائل دے کر کامیابی حاصل کرلی۔

اس کے تصورات میں خون میں لت پت حیدر کا پُرسکون اور فخر میں نہایا ہوا چہرہ ہر وقت گھومتا رہتا تھا...... جس سے اسے بے پناہ محبت ایک لمحے میں ہی ہوگئی تھی اور ایسی محبت قاتلانہ حد تک خطرناک ہوتی ہے وہ اسی پر اکتفا کیے حیدر کے قریب ہونے میں کوشاں رہی۔

حیدر اپنے گھرانے میں سب سے چھوٹا تھا چار کنال کی کوٹھی میں چار جٹھانیاں پہلے دن سے ہی چھریاں تیز کیے موجود ملیں...... جو اعلا تعلیم حاصل کرنے کے باوجود سسر جی کی حکم کا احترام کرتے ہوئے گھر داری اور بچوں کو پروان چڑھانے میں مصروف تھیں...... اس کا ہاسپٹل میں نوکری کرنا جٹھانیوں کو ایک آنکھ نہ بھایا تھا اس ردعمل میں وہ سسر کی طرف سے ناانصافی اور شوہروں کی زیادتی پر نالاں رہنے لگیں...... گھر کی چپقلش اور جٹھانیوں کے طعنوں وتشنوں سے گھبرا کر اس نے حیدر کو حالات حاضرہ سے آگاہ کیا اور روتے تڑپتے ہوئے موبائل پر مظلومیت کی سچی جھوٹی داستانیں بیان کرنے کے بعد بولی۔

"حیدر...... آپ کو میری رتی بھر پرواہ نہیں مجھے ان ظالم بھابیوں کے چنگل میں سونپ کر خود عیاشی کی زندگی گزار رہے ہو دِس از ناٹ فیئر...... یہ ظالم عورتیں مجھ سے کچن کا کام لینا چاہتی ہیں مجھے گھر داری قطعاً پسند نہیں۔"

"میں عیاشی نہیں کررہا جانم یقین جانو، گولیوں کی بوچھاڑ میں جانتی ہو مجھے کون یاد آتا ہے۔" وہ اسے محبت سے بھرپور لہجے میں سمجھانے لگا۔ "کچن میں ان کا ہاتھ بٹانے سے حالات بدل سکتے ہیں اس میں ہتک تو نہیں ہونی چاہیے۔"

"حیدر میں نے تمہیں اپنے بارے میں تفصیلاً بتایا تھا یہ بتاؤ کہ میں کہاں پر ہوں؟ یہ درجہ ہے میرا تمہارے دل میں تمہاری بھابیاں تو اس دنیا کی خوش قسمت ترین عورتیں ہیں جنہیں اپنے شوہروں کی قربت نصیب ہے۔" وہ آنسو بہاتے ہوئے بولی۔ "اور میں تم سے دور، ان کے تشنوں کا نشانہ بنی تمہاری منتظر ہوں۔"

"زری بیگم...... تمہیں جاب کی رفاقت نصیب ہے میری جان، پاپا اسی لیے تو تمہیں جاب کرنے سے منع نہیں کررہے تاکہ تمہارا دل بہلا رہے میری جاب میں تم

کہیں بھی فٹ نہیں ہو کیونکہ تم سویلین ڈاکٹر ہو تمہیں وہیں قیام کرنا پڑے گا' کیپٹن کو گھر ملتا ہے نہ شیلٹر۔"

"حیدر...... میری جاب تمہاری کمی پوری نہیں کر سکتی' تم کیوں نہیں سمجھتے؟ میں تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں' میں نے تم سے شادی کی ہے' جدائی اور دوری کا سودا تو نہیں کیا تھا۔" وہ آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

"تو کیا نوکری چھوڑ کر گھر بیٹھ جاؤ گی' ایسا کبھی تصور بھی نہ کرنا...... فوجی کی بیوی کو اپنے شوہر کے شانہ بشانہ چلنے کا گر نہ آئے تو وہ عورت بیوی بننے کے قابل نہیں سمجھی جاتی......" وہ بناوٹی رکھائی سے بولا۔

"جان، ویسے سوچنے کا مقام ہے کہ اگر جاب چھوڑنے سے ہم ایک دوسرے کے قریب رہ سکتے ہیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں...... تمہاری قربت میرے لیے اہم ہے' اگر فوج تمہیں گھر نہیں دے سکتی تو سول میں کرائے کا گھر تو لے سکتے ہو ناں...... اس دو ٹکے کی نوکری کی کوئی وقعت نہیں ہے۔" وہ ایک دم ہنستے ہوئے بولی۔

"یہ تو ناممکن ہے۔ تم مسائل نہیں سمجھتیں......" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"تو پھر تم گولی مارو اس نوکری کو' جو جدائی کے سوا کچھ نہیں۔" وہ پشیمان سی ہو کر بولی۔

"تم یہ کیا کہہ رہی ہو؟ تم نے جس یونیفارم سے پیار کیا تھا' اسے اتار پھینکوں؟ حیرت ہوئی تمہاری یہ بات سن کر...... میں تمہیں جذباتی اور لاابالی لڑکی تو سمجھتا ہی تھا لیکن تم تو نادان اور سطحی بھی نکلیں۔" وہ اضطراری کیفیت میں بولا۔

"حیدر میں نے ان کپڑوں سے پیار نہیں کیا' ان کپڑوں کے اندر چھپے ہوئے حیدر کو چاہا تھا' جب وہی مجھ سے دور ہے تو میں خوش و مطمئن کیسے رہ سکتی ہوں؟ ذرا تم خود سوچو کہ ارینج میرج اور لو میرج میں یہی فرق تو ہے کہ بیوی ہر پل اپنے پیار کی سنگت میں گزارنا چاہتی ہے......" وہ خوشامدانہ انداز میں بولی۔

"میری جان تھوڑا سا صبر کر لو' بہت جلد میری پوسٹنگ سیالکوٹ ہونے والی ہے اور ساتھ ہی رینک بھی اس یونیفارم پر سج اٹھے گا۔ وہاں تم میرے ساتھ ہی رہو گی' سویٹ ہارٹ، اگر تم مجھے خوش و خرم اور مطمئن دیکھنا چاہتی ہو تو خود کو مصروف رکھو' دل کو بہلائے رکھو اور گھر والوں کے ساتھ گھل مل کر رہو گی تو وقت کو پر لگ جائیں گے۔"

"سچ؟ کب تک یہ مژدہ راحت سننے کو ملے گا' باقی میں ان سے گھل مل کر مزید ذلیل نہیں ہونا چاہتی۔ مجھے جلدی بتاؤ کہ کب تک پوسٹنگ کے امکان ہیں۔" وہ بے چینی سے بولی۔

"یہ مجھے معلوم نہیں...... تم میرے حال سے بے خبر ہو' یہاں کی زندگی بہت ٹف ہے' نہ تم میرے ساتھ ہو نہ ہی کوئی اپنا رشتہ دار دوست اور ہمدرد میرے قریب ہے۔ میں ہوں اور میرے ساتھ سپاہیوں کی نفری...... تم ان حالات میں یاد نہیں آ ؤ گی تو کیا بھول جاؤں گا تمہیں...... تم تو اپنوں میں ہو' سسرال اور اپنی کولیگ میں عیاشی ہی عیاشی ہے تمہاری......" وہ آزردگی سے بولا۔

"آئی ایم سوری' حیدر تم نے درست کہا...... اگر تم اجازت دو اور پاپا کو رضامند کرنے میں کامیاب ہو جاؤ تو میں ماما کے گھر چلی جاؤں' کچھ تو دل بہل جائے گا' جب جاب سے گھر پہنچوں گی تو ماما میرے انتظار میں ہوں گی...... چائے میرے ساتھ پئیں گی اور ڈیڈی اسکریبل سے میرا دل بہلائے رکھیں گے۔ سسرال کبھی میکہ نہیں ہو سکتا...... ایسا تو سوچنا ہی نادانی ہے' تم بھی اس سچائی کو تسلیم کر لو اور مجھے میکے میں رہنے کی اجازت دے دو۔"

"او کے میں پاپا سے بات کرتا ہوں اگر وہ نہ مانے تو پھر میں کچھ نہیں سمجھا سکوں گا...... کیونکہ اب تم ہماری ذمہ داری ہو' ہر حال میں اور ہر لمحے۔ پاپا نہیں چاہتے کہ تمہارے میکے والے میری جاب کا خمیازہ بھگتیں۔" اس کے لہجے میں قدرے سختی تھی۔

"حیدر...... ماما اور ڈیڈی یہاں چند مہینوں کے مہمان ہیں...... وہ امریکہ میرے بڑے بھیا کے پاس گرین کارڈ کی غرض سے جانا چاہتے ہیں' آخر بھیا ہی تو ان کے

بڑھاپے کا سہارا ہیں...... اس لیے میں انہیں یہاں روکنا نہیں چاہتی' چند مہینے ان کے ساتھ بتالوں تو بہت خوب رہے گا' اپنے پاپا کو سمجھائیں کہ مجھے چند لاکھ حق مہر کے عوض انہوں نے خرید نہیں لیا۔"

"بات تو درست ہے' لیکن پاپا نہیں مانیں گے' وہ اپنی بہوؤں کو میکے بہت کم جانے دیتے ہیں' کہتے ہیں کہ اگر لڑکیاں ہر وقت اپنا دھیان پیچھے رکھیں تو سسرال میں گزارا مشکل ہو جاتا ہے۔ میاں کی بھی نہ عزت رہتی ہے نہ قدر...... کیونکہ والدین کی سپورٹ تو انہیں ایک کوڑی کا نہیں چھوڑتی۔ زری ان کا زندگی بھر کا تجربہ ہے اس لیے میں ان سے بحث مباحثہ نہیں کروں گا...... تمہیں بھی ان کے اصولوں کے مطابق ہی چلنا پڑے گا ڈیئر۔"

"ہائے یہ باتیں تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتائیں...... یقین جانو کہ کبھی شادی نہ کرتی۔ یہ تو قید بامشقت کی علامتیں ہیں' حیدر مجھے سفوکیشن (گھٹن) ہونے لگی ہے۔" وہ لمبے لمبے سانس لینے لگی۔

"محبت وہ جو مشروط نہ ہو' تمہاری محبت شرائط میں مقید ہے تو اسے محبت کا نام دے کر اس کی انسلٹ مت کرو زری۔" وہ خفگی اور افسوس سے بولا۔

"تم خفا ہو گئے میری معمولی سی بات پر اور میں ہوں کہ یہاں چھوٹے سے لے کر بڑے تک کی ہر نازیبا حرکت اور ہر غیر مناسب بات پر چپ رہ جاتی ہوں۔ خوب قدر دانی کی ہے آپ نے میری۔" وہ سسکیاں بھرنے لگی تو حیدر خاموش ہو گیا' وہ اس وقت اسے مزید پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ موبائل بند کر کے وہ اس کی باتوں سے نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔



شادی کے تین سالوں میں اللہ تعالیٰ نے انہیں دو بیٹوں سے نوازا تھا۔ جب کہ تین سالوں کے عرصے میں حیدر کا گھر آنا بہت کم رہا...... اگر میس کا کمرہ شیئر کرنے کی اجازت ملی بھی تو اس نے زری کی معصومانہ حرکتوں کی وجہ سے مسترد کر دیا۔ پاپا نے بھی حوصلہ افزائی نہ کی' معمولات زندگی میں زری نے اپنی جاب کو بھی خیرباد کہہ دیا تھا۔ ان کے والدین امریکہ بیٹے کے پاس جا چکے تھے...... حیدر کی جاب ریکوائرمنٹس' اپنی جگہ پر قائم و دائم تھیں...... ان کی زندگی میں بچوں کی وجہ سے مثبت تبدیلی تو آ ہی چکی تھی' حیدر بھی زری اور بچوں کی کمی کو شدت سے محسوس کرتے ہوئے انہیں اپنے ساتھ رکھنے کا تمنائی تھا۔ میجر کے رینک پر گھر کا ملنا مشکل نہ تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ زری نہ تو گھر اور نہ ہی بچوں کی نگہداشت کر سکے گی' اس لیے باپ بیٹے نے اس کی ٹریننگ کے لیے سسرال میں قیام کرنے پر فوقیت دی اور راز راز ہی رہا تھا۔

"اف ایک فوجی افسر کی زندگی ایسی غیر یقینی ہوتی ہے۔ کاش مجھے اس کا اندازہ ہوتا' اب تو تمہیں معمولی ہی سی رہائش گاہ تو ملنی چاہیے' عجیب ہی تماشا ہے تمہاری فوج۔" دل کے پھپھولے پھوڑنے کے بعد وہ حیدر سے بولی' محبت جب اندھی اور بہری ہو جاتی ہے تو پھر نہ کچھ نظر آتا ہے نہ ہی اپنے خیر خواہوں کی نصیحتیں سنائی دیتی ہیں۔

"حیدر، کیا تمہیں مجھے حاصل کرنے کے بعد اونچی پرواز کا احساس تھا؟ میرے تو پاؤں خوشی کے مارے زمین پر ٹک نہیں رہے تھے...... مجھے اس کا علم تو ہو گیا تھا کہ شادی کے موقع پر میں تم سے زیادہ خوش تھی۔ یہ سچ ہے ناں...... حیدر جی...... آج اس کا اعتراف تو کر لو کہ تم سوچوں میں ڈوبے ہوئے کن الجبروں میں الجھے ہوئے تھے...... آج سچ اگل دو کہ کوئی اور یاد آ رہا تھا یا میری قربت کے حصول کا افسوں تھا...... آج تک یہ معمہ حل نہیں کر سکی' یا اونچی اڑان کا خوف تھا کہ کہیں منہ کے بل نہ گر جاؤ۔"

"یار یہ تم نے کیسے سوچ لیا' تمہیں حاصل کرنے کے بعد مایوس و اداس کیوں ہوں گا......؟ ہاں بہت سی سوچوں میں گھرا ہوا ضرور تھا۔ زری' میں جانتا تھا کہ تمہیں فوجی زندگی گلیمر لگ رہی تھی جو تمہارے لیے ایک امتحان اور میرے لیے از دواجی زندگی بہت بڑی ذمہ داری ہے' لیکن تم اس سے نابلد تھیں' یہی خوف ہمیشہ سے میرے سنگ رہا' میری زندگی بے حد تلف تھی' میں نے برف کے تو دوں

پر رات گزاری' اتنی شدید سردی کا تم اندازہ نہیں لگا سکتیں' سوئیٹر' کوٹ' دستانے' پہننے کے باوجود میں کپکپاتا رہتا تھا' ان علاقوں کے موسمی تقاضوں کا کیا بتاؤں؟ تم کچھ سننا ہی نہیں چاہتی تھیں' تم مجھے ہر بار ایک ہی طعنہ دیتی رہیں کہ میں عیاشی کررہا ہوں' جیسے میں گرم دبیز لحاف میں گہری نیند سو رہا ہوں اور تم جاگ رہی ہو میری یاد میں...... جانم فوجی کی زندگی کھیل تماشا نہیں' اس میں سہل پسندی اور آرام کا کوئی دخل نہیں ہوتا...... مانا کہ تمہاری برہمی' غصہ اور ناراضی جائز تھی' لیکن مجھے تو اپنا حلف نبھانا تھا جو میں نے صدق دل سے اٹھایا تھا۔" وہ مستحکم لہجے میں بولا۔ "اس زندگی کو شیئر کرنے کی تم میں ہمت' حوصلہ نہیں۔"

"کیا میری عمر اسی گھر میں جٹھانیوں کی گھرکیوں میں گزر جائے گی۔ تم نے میرا تجزیہ صرف اس سے کیا کہ مجھے گھر کے کام نہیں آتے جبکہ یہ کام نوکروں کے کرنے کے ہیں...... کوئی سمجھتا ہی نہیں' میں نے ڈاکٹر کی ڈگری لی ہے' خانساماں کی نہیں۔"

"اوہو...... پھر رونا دھونا شروع...... میری جان تم میری بیوی کے ناطے بہترین دوست اور خیر خواہ بھی ہو اب کی بار اگر پنجاب میں پوسٹنگ نہ ہوئی تو فوج کو خیرباد کہہ دوں گا...... اب تو خوش ہوجاؤ اور دعا کرو کہ نارتھ سے جان چھوٹ جائے۔" وہ خوشامدی لہجے میں بولا۔

"فوج سے تو مجھے بے پناہ محبت ہے حیدر...... تمہیں ایسی بیہودہ حرکت ہرگز نہیں کرنے دوں گی...... وہ تو میں تمہیں تنگ کرنے کے لیے کبھی کبھار کہہ دیتی ہوں۔" وہ ایک دم سے کھل گئی۔

"تو پھر اپنی ہر وقت کی ریں ریں کا کوئی علاج سوچوں میں گھر چند دنوں کی چھٹی ہنسی خوشی سے بتانے آتا ہوں' یہاں پل بھر کو چین نصیب نہیں ہوتا۔" اس نے اس کی انگارہ آنکھوں پر بھیگی پلکوں کو ہاتھ سے خشک کرتے ہوئے کہا۔

"شوہر کو اتنا پیار دو' اس کی اتنی خدمت کرو کہ وہ بیوی کے بغیر ایک لمحہ بھی گزار نہ سکے...... کیا ایک بیوی ہونے کے ناطے تم نے ایسا رول نبھایا...... یہاں بھی نوکروں کے ہاتھ کے کھانے کھانے کو ملتے ہیں...... بھابیاں ہی آگے پیچھے میرے کام کرتی ہوئی نظر آتی ہیں......" وہ پژمردگی سے بولا۔ وہ بے ساختہ بولی۔

"تو پھر ایسے کرو نوکری کو لات مارو اور بھابیوں سے خوب خدمت کراؤ۔"

"ایک بیوی کے کہنے پر اپنی بے شمار ماں' بہنوں کی امیدوں پر پانی پھیر دوں۔" اس نے ایک دم سے چونک کر ہاتھ اپنی طرف کھینچ لیا۔

"اگر اپنا مقام سسرال میں بنانا چاہتی ہو تو ان سے ہر کام کی تربیت لو۔ سوری ٹو سے کہ تم نے تو اپنی تعلیم کو ہی ڈبو دیا ہے...... اللہ کے واسطے یہ حجتیں کرنا چھوڑ دو...... اس لیے تو کہا جاتا ہے کہ ڈاکٹر لڑکی کے لیے ڈاکٹر کا رشتہ ہی مناسب رہتا ہے...... دونوں ایک دوسرے کو سمجھتے ہیں...... ایک دوسرے کے مددگار ہوکر زندگی گزار جاتے ہیں...... تمہاری پسند تمہیں دھوکا دے گئی۔"

"حیدر تم اپنی باتوں پر غور کرو کہ میری حماقت اور تمہاری طرف سے میری ذلت اور توہین...... اگر یہ بچے نہ ہوتے تو تمہیں اس ذلت کا مزا اسی وقت چکھا دیتی......" وہ غصے سے دانت پیستے ہوئے بولی۔ "تمہیں بیوی نہیں ہر فن مولا ملازمہ چاہیے تھی۔"



"یار میں نے ایسی کون سی بدتمیزی کرڈالی کہ تم یوں سیخ پا ہوگئی ہو...... بیوی اپنے شوہر کے لیے آسودگی اور راحت کا سامان ہوتی ہے' میں جونہی گھر میں قدم رکھتا ہوں' تم شکایتوں کے انبار لگا دیتی ہو' یہ ہے تمہاری محبت...... مجھ پر نہ سہی ان معصوم فرشتوں پر ہی رحم کھاؤ' کیوں گھر خراب کرنے پر تل گئی ہو...... غصہ تھوک دو' چلو اٹھو اچھا سا تیار ہوجاؤ' ڈنر کے لیے باہر چلتے ہیں......" وہ خوشامدانہ انداز میں اس کا سر سینے سے لگا کر بولا۔ "شاباش اچھی بیوی کی طرح فوراً تیار ہوجاؤ...... چلتے ہیں باہر۔"

"ان دو بچوں کے ساتھ...... یہ کیسے ممکن ہے؟" اس

کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

''بھئی جہاں ہم وہاں ہمارے بچے..... ان کے بغیر تو ہماری خوشی ہمارا سکون اور ہماری فیملی ہی ادھوری ہے ناں۔'' وہ مسکرا کر بولا۔ اس کی بات سن کر اس کے مزاج مبارک میں ہلکا سا سکون کوندا۔

''بیگم میری مجبوری کا غصہ مجھ پر اتار لیا کرو ان بچوں کو تو ہلکی سی چپت بھی ماری ناں تو وہ کوسوں دور بیٹھے ہوئے بھی میرے دل پر جا لگے گی..... خون سے نہا جائے گا یہ بدن سوچ لو.....'' وہ عزیز کو بوسا دے کر بولا..... ''یہ بچے تو میری روح ہیں۔''

''آج ماما اور ڈیڈی یہاں ہوتے تو اپنی تنہائی خاموشی اور اکیلا پن ان سے شیئر کر لیتی..... بلکہ میں جاب ہی نہ چھوڑتی، صبح بچے ان کے حوالے کرتی اور واپسی پر چیخ کرتی اور اس جہنم میں آجاتی رات گزارنے کے لیے..... اگر تم نہیں سمجھتے اس گھر کا ماحول ان خونی رشتہ داروں کو تو آئندہ تمام غصہ خود پر اتار لوں گی۔'' وہ افسردگی سے بولی۔

''اب تو جو ہونا تھا ہو گیا..... خود کو اسی میں ایڈجسٹ کرو..... معمولی سی فضول باتوں پر اس قدر شور مچانا گھر بھر کو حیران و پریشان کر دیتا ہے مجھے تو تعجب ہونے لگتا ہے کہ بات اتنی سیریس تو نہیں ہوتی..... جس کا تم بتنگڑ بنا ڈالتی ہو۔'' وہ زچ ہو کر بولا۔

''حیدر تم کیوں نہیں سمجھتے ان دو بچوں کو اکیلے پروان چڑھانا آسان نہیں..... اب تو میرے اعصاب بھی جواب دینے لگے ہیں..... دلی طور پر بے حد مایوس اور ذہنی طور پر خود کو لاوارث محسوس کرنے لگی ہوں..... راتوں کی خاموشی اور تنہائی میں جب میری آنکھ کھلتی ہے تو بیڈ پر ہاتھ پھیر کر تمہیں محسوس کرنے کی ناکام کوشش سے خود کو مزید بے بس و بے ہمت کر لیتی ہوں۔ کاش ان اذیت دہ لمحوں میں تم میرے ساتھ ہوتے تو اس ہیجانی کیفیت سے اگلے لمحے باہر نکل آتی..... مگر بدقسمتی سے پاپا کا بہت انفلوئینس ہے تم پر..... ورنہ اس مسئلے کا حل تم ڈھونڈ ہی نکالتے.....'' وہ آنکھیں مسلتے ہوئے بولی۔

''زری ان باتوں کو فل اسٹاپ لگاؤ..... اٹھو اور فوراً تیار ہو جاؤ، عزیز اور موسیٰ کو میں تیار کرتا ہوں.....'' اس نے عزیز کو کھلونوں سے کھیلتے ہوئے دیکھ کر کہا۔

''آج عزیز کو بابا نہلائیں گے اور موسیٰ کو بھی۔'' وہ محبت آگین لہجے میں بولا۔

''مجھے ممی نہلائیں گی..... بابا، آپ یہاں سے جائیں..... آپ ہماری ممی کو رلاتے ہیں۔'' عزیز کی زبان صاف تھی لیکن ڈیڑھ سالہ موسیٰ نے توتلی زبان میں ہی انکار کر دیا۔ حیدر نے زری کی طرف حیران کن نظروں سے دیکھا اور کندھے اچکائے۔

''اس سے تم نے کیا سبق سیکھا ہے حیدر۔'' وہ رکھائی سے بولی۔

''بہت خطرناک سبق سیکھا ہے۔ اپنی پوزیشن کا احساس ہو گیا ہے۔'' اس کے لہجے میں ہلکی سی جھنجلاہٹ آگئی۔

''جب تم چھ مہینے بعد ان بچوں کو اپنی شکل مبارک دکھاؤ گے تو ان معصوم بچوں سے کیا توقع رکھ سکتے ہو کہ تمہیں اچھلتے کودتے ویلکم کہیں گے..... موسیٰ کو تو کچھ یاد بھی نہیں ہوگا کہ تم اس کے باپ ہو، ایک اجنبی شخص کے ساتھ دوستی ہو بھی جائے تو بے حد وقتی اور سطحی ہوتی ہے۔'' وہ تاسف بھرے لہجے میں بولی۔

''زری پلیز، دل جلانے والی باتیں مت کرو.....'' وہ خفگی سے بولا..... ''میں چند دنوں کے لیے تمہاری قربت کے حصول کے لیے آتا ہوں، وہ بھی قیل و قال میں ہی گزر جاتے ہیں اب سمجھ میں آیا کہ میرے کولیگز چھٹیوں کے باوجود گھر کا رخ کیوں نہیں کرتے؟ ایسے بھی ہیں جو انگلیوں پر دن گنتے ہیں اگر ایک تعلیم یافتہ خاندان کی پڑھی لکھی عورت روایتی بیوی کا کردار ادا کرنے میں فخر محسوس کرتی ہے تو میں کسی اور سے کسی قسم کی توقع نہیں رکھ سکتا..... اس گھر میں پانچ خواتین ہائیلی ایجوکیٹڈ ہیں لیکن ان کی ایجوکیشن فقط ڈگریوں تک محدود ہے..... میرا تجربہ ہے کہ فوجی کو شادی کرنے کا کوئی حق نہیں، وہ وطن کی دھرتی

کی حفاظت وسلامتی کے لیے پیدا کیا جاتا ہے' اسے اپنا حلف نبھانے کے لیے دنیا کے ان بکھیڑوں سے دور ہی رہنا چاہیے......“ وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

”حیدر اب تو تم سے غلطی سرزد ہوگئی ہے۔ پچھتاوے کا کیا فائدہ؟ دو حلف نبھانے کی کوشش کرتے جاؤ ممکن ہے تمہیں کامیابی نصیب ہو کیونکہ دونوں حلف ایک دوسرے کی ہمراہی میں چلتے ہیں۔ مجھے یہ احساس ستانے لگا ہے کہ عورت زمین سے آسمان تک پہنچا سکتی ہے اور آسمان سے مٹی کا ذرہ بھی بنا سکتی ہے۔“

”تمہاری جیسی عورت تو دین کے قابل چھوڑتی ہے نہ دنیا کے' میرے ساتھ تو یہ ٹریجڈی ہوئی اور تم بھی اس کا شکار ہوگئیں' جبکہ میں سمجھتا تھا کہ تم میری بے مثال ساتھی ثابت ہوگی......اب تو میں تم سے ناامید ہوگیا ہوں......تم کسی قسم کی آزمائش میں کسی کا بھی ساتھ دینے کے قابل نہیں ہو۔“ وہ حسرت ویاس سے بولا۔

”حیدر میں بھی تم سے کسی قسم کی امید نہیں رکھ سکتی...... تم سچ کہتے ہو کہ میں لاابالی اور جذباتی عورت ہوں' آج میں جس حال میں ہوں' یہ اسی فطرت کا نتیجہ ہے' اچھی بھلی تھی کہ تم پر مرمٹی' کاش میں نوریہ کی نصیحت ہی مان لیتی......اب تو مجھے یہ بھی گمان ہونے لگا ہے کہ میرے والدین کو بیٹے کے پاس جانے کی جلدی تھی......مجھے سر سے اتارنے میں ہی انہیں عافیت نظر آرہی تھی......انہوں نے بھی اپنی جان چھڑائی اور تمہارے سر منڈھ دیا......“ وہ آنسو بہاتے ہوئے بولی۔

”تم کسی طرح مجھے امریکہ بھیج دو تاکہ دو چار مہینے میری زندگی کے بھی یادگار ثابت ہوسکیں۔“

”زرتاب بیگم......تم ذہنی طور پر ایک بیمار عورت ہو......تمہارے ہیجان انگیز اعصاب اسی کی نشاندہی کرتے ہیں......تمہیں سائیکاٹرسٹ کی ضرورت ہے......کیونکہ جس ماں کی گود دو بچوں سے بھری ہو......وہ خود کو تنہا محسوس کرے' جس کا شوہر اس پر فریفتہ ہو وہ خود کو لاوارث سمجھے......اور جس کا سسر اور جیٹھ اس کا خیال رکھیں' وہ خود کو مظلوم سمجھے تو اسے بیماری نہیں تو صحت یابی سمجھوں......؟“ وہ اضطراری لہجے میں بولا۔

”حیدر، میں جانتی ہوں کہ اب تم مجھے خاندان بھر میں پاگل ظاہر کرکے ذلیل وخوار کرنا چاہتے ہو......ذرا غور کرو کہ اس کا ذمہ دار کون ہے......تمہاری غیر موجودگی نے میری خوشیوں اور راحتوں کو نگل لیا......اتنا سا ہی اعتراف کرلو کہ تم نے ہی مجھے پاگل بنادیا۔“ وہ بے بسی سے بولی۔

”اس کا سدباب تو ہونا چاہیے......“ وہ سوچتے ہوئے بولا۔

”حیدر......مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ تم گولی چلانے کے علاوہ کچھ اور ڈھنگ کا کام کرنے کے قابل نہیں ہو......“ وہ غصے میں بولی۔ ”بیوی بچوں کی ذمہ داری اٹھانا تو ہے ہی ناممکن......“

”تم درست کہہ رہی ہو......میں اعتراف کرتا ہوں' فیصلہ کرنے کا تمہیں بھی اختیار ہے اور مجھے بھی......“ وہ بھی غیظ وغضب میں بولا۔

”اس کے بارے میں سوچ سمجھ کر فیصلہ کرتے ہیں' آخر ہم دونوں بااختیار ہیں۔“

”کیسا فیصلہ؟“ وہ انجان بن کر حیرت سے بولی۔

”اگر تم مجھ سے رشتہ توڑنا چاہتی ہو تو مجھے بلاتکلف بتا دو۔“ وہ اسی غصیلے لہجے میں بولا۔ ”کیونکہ میاں بیوی کے لڑائی جھگڑے سے پاک رہے یہ گھر......میں ان لڑائیوں کا عادی نہیں ہو۔“

”استغفار......یہ کیسی بیہودہ بات کی ہے تم نے...... ہم دونوں خیالات کا اظہار کرتے ہیں......تم نے گفتگو کو لڑائی جھگڑے کا نام دے دیا۔ ویری سیڈ نیوز......“ وہ کانوں کو ہاتھ لگا کر بے اختیار بولی۔

”تمہیں میری محبت پر یقین ہے کہ نہیں......“ وہ خود پر قابو پاتے ہوئے بولا۔

”ہے، سو فیصدی ہے......اگر یقین نہ ہوتا تو آج یہاں تمہاری موجودگی کے بغیر ایک لمحہ بھی نہ رہ پاتی...... یہاں کیوں ذلیل ہو رہی ہوں......اچھے بھلے دنوں کی

امید وانتظار میں یہاں سڑ رہی ہوں۔'' وہ بھی اپنے غصے پر قابو پا کر بولی۔

''تو پھر یہ جاہل بیویوں والی لڑائی چھوڑ دو..... ورنہ میں گھر آنا ہی چھوڑ دوں گا اور کان کھول کر سنو کہ کل سے عورت کی خوبیوں کو نفرت وحقارت سے دیکھنا چھوڑ دو.....'' وہ نرمی سے بولا۔

''مجھے دھمکیاں مت دو حیدر..... میں بچوں کو دادا کے سر پر تھوپ کر یہاں سے فرار ہو جاؤں گی..... تم ڈھونڈتے رہ جاؤ گے۔'' وہ ذرا سا دھیمے لہجے میں دھمکی دیتے ہوئے بولی۔

''یہ تمہاری خوش فہمی ہے' بھلا فرار ہونے والی بیوی کو شوہر کیونکر ڈھونڈے گا..... ہاں اسے طلاق دینے کے لیے اس کا سراغ لگانے کی کوشش ضرور کرے گا..... اس لیے ایسی غلطی کبھی خواب میں بھی نہ کرنا.....'' وہ بھی ہنستے ہوئے بولا۔

''حیدر تم تو ہتھے سے ہی اکھڑ جاتے ہو..... تم نے مجھے ماما کو تمام حالات بتانے پر مجبور کر دیا ہے۔ ابھی تمہارے سامنے ہی ان حالات کا ذکر کرتی ہوں..... ایک لفظ کا بھی ہیر پھیر نہیں ہوگا.....'' وہ ہلکی سی آواز میں بولی۔

''انہیں میں بھی تمہارا ناقابل برداشت رویہ بتا کر اپنا فیصلہ بھی ان کے گوش گزار دوں گا..... پھر کیا کرو گی؟ یقین جانو وہ تمہیں جھوٹا اور غلط ثابت کریں گی کیونکہ عورتیں تم جیسی پھوہڑ اور بیکار نہیں ہوتیں ورنہ گھر جنت کا گہوارہ بننے کے بجائے دوزخ بن جاتا.....''

''حیدر..... دھمکیاں' ٹریاں اور جان لیوا طعنے..... یہ بری عورتوں کی عادات تم میں کیسے سرائیت کر گئی ہیں۔'' وہ ہنستے ہوئے بولی۔

''آہا..... تمہاری رفاقت میں کچھ عرصہ اور گزار لیا تو مکمل طور پر زبان سے عورتوں کی گفتگو پھوٹے گی..... اللہ کے لیے مجھے ایک نارمل مرد ہی رہنے دو..... اف اللہ بچائے اس مخلوق سے' کہنے کو بہت مظلوم بنتی ہے' ذرا سا کریدو تو چنگاریاں بھری ہوئی ہیں اس میں۔'' وہ ہلکا سا قہقہہ لگا کر صلح جوئی کی طرف آ گیا۔

''یار اب یہ تو تو میں میں چھوڑو بھی..... سرتاج کے سامنے سر تسلیم خم کرتی ہوں کہ تم بے مثال و برتر..... میں ہر لحاظ سے کمتر.....'' وہ بھی صلح و پیار سے بولی۔

''مابدولت نے تمہیں معاف کیا۔''

''شکر ہے کہ بلآخر تم نے ایک بہت بڑی حقیقت کو مان ہی لیا..... اب لڑائی ہوئی ختم اور جلدی سے تیار ہو جاؤ.....'' وہ بیڈ سے اٹھ گیا۔

''حیدر یہ معمہ میں آج تک حل نہیں کر سکی کہ تم مجھے موم کی گڑیا سمجھتے ہو کہ جب چاہا اپنی خواہش کے مطابق موڑ توڑ لیا۔'' وہ بھی بیڈ سے نیچے اتر آئی۔

''بیوی وہی بھلی جو ہو موم کی گڑیا.....'' وہ قہقہہ لگا کر بولا۔

''شوہر وہی اچھا جو ہو جورو کا غلام.....'' وہ بھی خوشدلانہ لہجے میں بولی۔

''عزیز..... بابا اپنے بیٹے کو چاکلیٹ دلائیں گے ڈھیر سارے..... جلدی سے بابا سے تیار ہو جاؤ.....'' وہ عزیز کو بوسہ دے کر بولی اور موسیٰ کو اٹھا کر باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

''بیچاری ڈاکٹر زرتاب ایک فوجی کے ہتھے چڑھ گئی..... جسے محبت کرنی نہ آئی..... جب یہ الفاظ میری زبان پر آتا ہے تو زبان تھرتھرانے لگتی ہے تو وہ میری محبت پر یقین کیونکر کرے گی.....'' وہ خود کلامی کرتا ہوا عزیز کو اٹھا کر باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ عزیز چاکلیٹ کے لالچ میں حیدر کی طرف مانوسیت واپنائیت سے دیکھنے لگا۔

''بدمعاش کہیں کا' تجھے دنیا کی سمجھ ابھی سے ہی آ گئی ہے۔'' حیدر محظوظ ہوتے ہوئے بولا۔ ''کچھ کرنا ہی پڑے گا ان بچوں کی خاطر۔''

❁.....❁.....❁

''یار، سمجھ گیا ہوں اب ایک ہی بات کو بار بار دہرانا چھوڑ دو۔'' حیدر نے اپنے کولیگ راشد خان سے تمسخرانہ لہجے میں کہا۔

''مگر تم نے ایک لفظ کا بھی ہیر پھیر کیا ناں تو بھابی فوراً تمہاری چالاکی کی تہہ تک پہنچ جائیں گی...... میں نے تو اپنا الواسی گفتگو سے سیدھا کیا تھا لیکن یہ مت بھولو کہ تمہاری بیگم ایک تعلیم یافتہ خاتون ہیں...... ممکن ہے کہ تمہارا وار خالی جائے......'' راشد نے حیدر کو تلقین کرتے ہوئے کہا۔

''تمہارے ساتھ رہے گی تو سب کچھ دھیرے سے سیکھ جائے گی' سزا اس کے گناہ سے بہت بڑی ہے یار۔''

''ارے عورتیں ایک ہی مزاج کی ہوتی ہیں...... زیادہ فرق نہیں ہوتا ان میں...... میں نے اپنے گھر میں پانچ خواتین کو دیکھا بھی ہے اور پرکھا بھی خوب ہے...... اور پھر اپنی امی کی آغوش میں پروان بھی چڑھا ہوں۔ کچھ خاص فرق نہیں پایا۔ بڑی دو بھابیاں کالج میں لیکچرار تھیں...... ایک بھابی سیل فون کمپنی میں منیجر اور چوتھی پڑھی لکھی سلیقہ شعار...... گھریلو خاتون ہیں اور میری بیگم ڈاکٹر صاحبہ...... سب کی جبلت ایک جیسی' سب کے مزاج' ڈیمانڈز میں انیس بیس کا فرق سمجھو...... لگتا ہے یہ ازدواجی زندگی بھی ایک آزمائش کبیرہ ہے...... جو اس میں سے ایک بار گزر گیا...... جنت کی حوریں اس پر حلال کردی گئیں......'' وہ حجت آمیز لہجے میں بولا تو راشد خان نے طویل قہقہہ لگایا۔

''جو چار بار گزر گیا تو پھر اس دنیا میں ہی حوروں کی بھر مار ہوگئی۔ یار اب سمجھا ہوں کہ...... یہ ایسی منحوس ہستیاں ہیں کہ مرنے کے بعد بھی بھوت' چڑیل اور نجانے کن شکلوں میں شوہر کی جان نہیں چھوڑتیں...... شادی تو عذاب جان ہی بن گئی ہے۔ تم چار کی بات کرتے ہو۔''

''ان جن بھوت پریت سے نہ زندگی میں گلو خلاصی ملی نہ مرنے کے بعد ایسا معجزہ ہوگا......'' حیدر نے زچ ہو کر کہا۔

''فی الحال ہماری بھابی کی خواہش پوری کرنے کی فکر کرو...... میں نے جو سبق رٹایا ہے ناں...... اسے بھولنا نہیں۔'' راشد خان نے پھر سے سمجھانا شروع کردیا......

''بولو کہ تم ان سے کیا کہو گے؟''

''کوشش رائیگاں ہی جائے گی یار...... تمہاری بھابی کیا شے ہے تم نہیں جانتے...... میرا خیال ہے تم سے ملوانا ہی پڑے گا...... وہ یوں باتوں سے قابو میں آنے والی نہیں...... حاضر جواب ایسی ہے کہ چند جملوں کے بعد دوسرے کی تو بولتی بند ہوجاتی ہے......'' وہ آہ بھرتے ہوئے بولا۔

''او کے...... اس سے تم نے ایک ہی جملہ کہنا ہے کہ میں نوکری چھوڑ رہا ہوں...... تم نوکری پکڑلو...... میں گھر داری اور بچوں کی پرداخت کے طریقے سیکھ لوں گا...... گھر میں مہارانی بن کر بقیہ زندگی گزاروں گا۔ تم میری تمام ذمے داریاں نبھانے کے لیے مناسب ہو...... مجھ سے بہتر ثابت ہوگی......'' راشد خان نے پھر سے تمام جملے سمجھائے۔

''تم اسے نہیں جانتے راشد...... اس سے ملنے کے لیے تیار ہوجاؤ......'' وہ ذرا سا مسکرایا۔

''زہے نصیب۔'' راشد نے سر جھکا کر کہا تو حیدر نے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔



مہینے کے اوائل دنوں میں وہ ہمیشہ کی طرح اداس اور مایوس نظر آرہی تھی۔ حیدر کو یہاں سے رخصت ہوئی ہفتہ ہی تو ہوا تھا۔ یہ سوچ کر اس نے جس طرف نظر دوڑائی وہی سوگوار ماحول لگا۔ اسی شش و پنج میں مبتلا وہ بچوں کو تیار کرکے اپنے کمرے سے نکل کر لاؤنج میں صوفے پر منہ پھلائے بیٹھ گئی...... جٹھانیاں حسب معمول ناشتے میں خوشدلی سے مصروف تھیں...... بڑی جٹھانی نے اس کی طرف خالی نظروں سے دیکھا اور چائے پکاتے ہوئے بولی۔

''زرناب...... مزاج شریف کیسے ہیں؟ ملازم سے ناشتہ کے لیے بول دو' پراٹھا کھاؤ گی کہ ٹوسٹ......'' زرناب نے جواب دینے کے بجائے عزیز سے ناشتے کا پوچھا۔

''عزیز تم کیا کھاؤ گے...... فوراً بتاؤ۔''

''مما میں چاکلیٹ کھاؤں گا...... مجھے پراٹھا نہیں کھانا...... دودھ بھی برا لگتا ہے۔ پیٹ میں اوئی ہو جاتی ہے۔''

''پہلے ناشتہ کرو ذرا جلدی سے' اسکول سے دیر ہو رہی ہے۔ میں جب تمہیں اسکول سے پک کرنے آؤں گی تو اپنے چاند کے لیے چاکلیٹ خرید کر لیتی آؤں گی...... فی الحال ناشتہ کرو......'' وہ تیزی سے بولی۔ ''اگر تم نے ناشتہ کرنے سے انکار کیا تو خفا بھی ہو جاؤں گی...... چاکلیٹ بھی نہیں لاؤں گی۔''

''زرناب عزیز کو چاکلیٹ دینا بند کرو...... اس کے دانتوں کی حالت دیکھو تین سال کی عمر میں بھر بھری مٹی بن گئے ہیں۔'' جٹھانی نے بھنویں چڑھا کر کہا۔

''ماں' بچوں کو ان کی پسند کا ناشتہ اپنے ہاتھ سے بنا کر کھلائے تو کیسے ممکن ہے کہ وہ انکار کریں۔''

''بھابی، میرے معاملات میں بولنے اور مشورے دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ اپنے کام سے مطلب رکھیں...... میرے بچے شکر پر گزارہ کریں یا آٹے پر...... آپ کو اس سے کیا؟ اگر میری ساس زندہ ہوتی تو وہ ایک ہوتی...... یہاں چار ساسیں میری جان کو آ گئی ہیں...... یہ نہ کرو' وہ نہ کرو...... آپ سب کو میں جاہل دکھتی ہوں ناں...... اسی خوش فہمی میں رہیے...... اس بار حیدر سے دو ٹوک فیصلہ نہ کیا تو میرا نام بھی زرناب نہیں......'' وہ تڑاخ کر بولی۔ بات کرتے ہوئے غصے سے کانپ بھی رہی تھی...... جٹھانی نے فوراً پانی کا گلاس اس کی طرف بڑھایا۔

''غصہ تھوک دو' حیدر کو گئے ہفتہ ہی تو ہوا ہے' خوامخواہ پانچ ساڑھے پانچ مہینے دل جلانے کا کیا فائدہ؟ جب وہ آئے گا تو اپنا فیصلہ سنا دینا......'' وہ تمسخرانہ انداز میں بولی۔ یہ مشورہ پسند آیا۔

''بھابی آپ تینوں قسمت کی دھنی خواتین ہیں' میں بھی اس گھر کی سب سے چھوٹی بہو ہوں...... یہاں عجیب ہی حسرت زدہ قسمت لے کر آئی ہوں کہ اگر میں پانچ سالہ شادی کے عرصے میں سے حیدر کے ساتھ گزری ہوئی مدت کا حساب کروں تو ایک سال بھی نہیں بنتا اور آپ سب صبح دوپہر شام رات اپنے شوہر کی ہمراہی میں خوش و خرم زندگی گزار رہی ہیں۔ مجھے شادی کر کے کیا ملا؟'' وہ عزیز کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے بولی۔

''پگلی...... یہ دو بچے ملے اور عورت کو کیا چاہیے؟'' جٹھانی نے دانت نکالتے ہوئے چھیڑا۔

''تم لوگ کیا جانو کہ شوہر کی غیر موجودگی میں بچوں کو پروان چڑھانا کتنا مشکل ہوتا ہے...... ان کے لیے باپ بننا پڑتا ہے اور دل گردہ اتنا بڑا کر کے سسرال کی ناجائز اور غیر مناسب باتوں سے درگزر کرنا پڑتا ہے۔ بھابی! اب میں یہاں سفوکیشن محسوس کرنے لگی ہوں کیونکہ یہاں پانچ سال گزارنے کے باوجود تم لوگوں کو اپنا نہ سکی...... تو یہ گھر میرا کیسے ہوا؟'' وہ موی کو گود سے اتارتے ہوئے بولی۔

''زرناب...... ہم تمہاری ذہنی حالت پر بہت افسوس کرتی ہیں' تم اس معاملے میں سو فیصدی درست کہتی ہو لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ حیدر کی جدائی اور دوری میں پاگل ہو جاؤ...... ان بچوں کی طرف دیکھو، یہ ماں کے بغیر ایک گھنٹہ بھی نہیں گزار سکتے...... اگر تم بیمار پڑ گئیں تو ان کی نگہداشت کون کرے گا؟''

''بھابی! میں بہت ڈھیٹ ہوں' آج تک تو بیمار ہوئی نہیں...... سب مل کر دعا کریں کہ میں ہسپتال ایڈمٹ ہو جاؤں' اس اولاد کی خاطر حیدر کو چھٹی مل جائے گی اور وطن کی محبت کا نشہ بھی ہرن ہو جائے گا...... مجھے حیدر کے رویے اور سلوک پر بہت حیرت و افسوس ہوتا ہے' اپنے چاروں بھائیوں سے ہی دوسرا مزاج ہے۔ اب تو مجھے یقین ہو چلا ہے کہ وہ مجھے اپنے ساتھ رکھنا ہی نہیں چاہتا...... جو شخص اپنی بیوی اور بچوں کی ذمہ داری اٹھانے سے کتراتا ہو وہ اپنے ملک کے لیے بہترین سپاہی ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا...... فوج بھی اس سے دھوکا کھا گئی......'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''زرناب، ہمیں تمہاری پریشانی کا اندازہ ہے......

لیکن حیدر کی مجبوری بھی ہمیں نظر آتی ہے......اس بار پاپا سے کہہ رہا تھا کہ اب وہ نارتھ سے واپس آنے والا ہے اور تمہیں اپنے ساتھ لے جائے گا۔ ہمیں بھی حیرت ہے کہ اسے کس وقت کا انتظار ہے......میجر کو گھر تو مل ہی جاتا ہے۔"

"یہ بکواس سنتے ہوئے مجھے پانچ سال ہوگئے......آئی ایم سوری بھابی' غصے سے منہ سے نکل گیا آخر حد ہوتی ہے ناں' اب تو نئی نسل کے لیے وصیت چھوڑ جاؤں گی کہ اگر کسی فوجی سے محبت کرنے کی بیماری لاحق ہوگئی ہے تو بھول کر بھی کیپٹن سے شادی کرنے کی غلطی مت کرنا......بریگیڈیئر چاہے بچوں والا رنڈوا کیوں نہ ہو؟ وہ قدرداں ثابت ہوتا ہے' فوری طور پر گھر بھی مل جاتا ہے' بمعہ ملازموں کے۔ اس سے پہلے تو بیوی لاوارث اور دوسروں کی مرہون منت ہی رہتی ہے......میری مثال سب کے سامنے ہے۔" وہ آزردگی اور پچھتاوے بھرے لہجے میں بولی اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی لاؤنج کی کھڑکی کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

صبح کا وقت بے حد خوش گوار تھا اور کھڑکی سے ہلکی ہلکی خنکی بھی اسے چھو رہی تھی......مالی لان میں پانی بکھیر رہا تھا' خاکروب ڈرائیووے پانی سے دھو رہا تھا' وہ بڑبڑائی۔

"سب بے کار اور فضول ہے' یہ زندگی یہ دنیا اور اس کے باسی سب کے سب دھوکے باز اور منافق ہیں......"

چھوٹی جٹھانی اس کی اندرونی کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے عزیز اور موسیٰ کو پیار سے کرسیوں پر بٹھانے میں کامیاب ہوگئی......عزیز نے تو ٹوسٹ کھانا شروع کردیا تھا لیکن موسیٰ اپنی ڈائننگ چیئر پر بیٹھا ہی ماں کو بلانے لگا تو زرتاب چونک کر بچوں کے قریب پہنچ گئی......لاؤنج میں جٹھانیوں اور بچوں کی موجودگی میں ناشتہ کرنے کے باوجود اسے احساس تنہائی ستاتا رہا۔ یہ احساسات ہی تو ہوتے ہیں جو چہرے کی کیفیات پر مہر ثبت کردیتے ہیں۔ اور انسان کبھی خود کو خوش بخت تو کبھی منحوس گرداننے لگتا ہے۔

سسر جی صوفے پر بیٹھے ناشتہ تناول فرمانے لگے......جیٹھ بھی تیار ہو کر باری باری کمروں سے نکل کر میز کے اردگرد بیٹھ گئے۔ اسے ایسے لگا جیسے یہاں ایک محفل جم چکی ہے اور وہ اس محفل کا حصہ ہرگز نہیں......اسے خود پر بے پناہ غصہ آنے لگا......اس کا دل تڑپ کر سسکا اور مظلومیت کے احساس تلے دب گیا......اس نے قابل رحم نظروں سے سب کا جائزہ لیا کہ شاید کوئی ہمدردی کے چند بول کہہ کر مجھے اس باطنی تنہائی سے چھٹکارا دلا سکے......اسے مظلوم تصور کرتے ہوئے عزیز کو اسکول چھوڑنے کی حامی بھرلے لیکن کسی نے اس کے دل کی خواہش کو سمجھنے کی کوشش ہی نہ کی......وہ ناشتہ کیے بغیر وہاں سے اٹھی......دونوں بچوں کو کرسیوں سے اتار کر عزیز کا لنچ بکس خانساماں سے لیا اور گاڑی کی چابی اٹھا کر دروازے سے باہر نکل گئی۔ کسی کو میرے کھانے اور آرام کی پرواہ کیونکر ہوگی......جیٹھ بھائی کے بچوں کی ذمہ داری کیونکر اٹھائیں گے......جبکہ اسکول ان کے رستے میں پڑتا ہے......وہ خود کلامی کرتی ہوئی واپس پلٹی اور سسر سے گویا ہوئی۔

"پاپا! موسیٰ کو آپ اپنے ساتھ بٹھا لیجیے......آج اس کا موڈ بہت بگڑا ہوا ہے......رستے بھر چیختا چلاتا' روتا پیٹتا رہے گا......میں آپ کو سچ بتارہی ہوں' ایسی حالت میں کئی بار ایکسیڈنٹ ہوتے ہوتے رہ گیا۔ پاپا میرا نروس بریک ڈاؤن ہوجائے گا......تو کون پالے گا ان بچوں کو' ان کے باپ کو تو آپ نے دیکھ ہی لیا ہے حد درجے غیر ذمہ دار......"

"بیٹا......فوجی کی بیوی کو ہمت وجرأت سے حالات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے' بیچارا مجبور ہے ورنہ تمہیں ہمارے پاس ہرگز نہ چھوڑتا' چندا تم یوں سمجھو کہ یہ تمہاری ٹریننگ کا اہم ترین وقت ہے' بیٹا یہ جو شادی کا بندھن ہوتا ہے ناں بہت نازک اور کمزور بھی ہے اور فولاد کی طرح مضبوط بھی ہوتا ہے' عورت کے اختیار میں ہوتا ہے کہ اسے توڑ دے یا جوڑے رکھے......تم نے جس دن یکجہتی کا امتحان پاس کرلیا' حیدر تمہیں اپنے ساتھ لے جائے گا......چاہے اسے اپنے میس کے کمرے میں ہی کیوں نہ رکھنا

پڑے......" وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔
"کیا یہ شرط حیدر کی طرف سے ہے یا آپ کی طرف سے۔" وہ چونکی اور ان کے اور قریب ہوگئی۔ عزیز مسلسل ہارن بجا رہا تھا' موسیٰ اس کے سینے سے چمٹا ہوا تھا۔
"شرط نہیں...... وقت کی ضرورت سمجھو...... ہم تعلیم کی طرف سے تو بالکل بے فکر ہیں تم اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر بچوں کی پرداخت بہت خوب کر سکتی ہو...... لیکن بٹ نہیں ہو...... چھوٹی موٹی کی طرح کچھ برداشت کرنے کی تم میں ہمت ہی نہیں...... اپنی بھابیوں کو دیکھو کہ انہوں نے اپنے بچوں کی پک اینڈ ڈراپ کے ساتھ انہیں ٹیوٹر کا محتاج بنانا مناسب نہیں سمجھا' قرآن تک انہیں خود پڑھاتی ہیں...... ملازموں سے سلیقے طریقے سے کام لینا' ایک بہت بڑا آرٹ ہے جس سے تم نابلد ہو بیٹا...... ان سے گھرداری' بچوں کی تربیت' آنے جانے والے مہمانوں کی تواضع اور اپنے اس پاپا کی نگہداشت کرنا سیکھ لو یہ بتاؤ کہ ایک کورے کاغذ کی طرح تم اپنے اس گھر رخصت ہوگئیں تو وہاں کیسے سروائیو کرو گی۔ گھر کو جنت بنانے میں عورت کا اہم کردار ہوتا ہے۔ ملازموں اور ان خدمت گاروں سے یہ توقع رکھنا سراسر نادانی اور بے وقوفی ہے۔ میں نے بہوؤں کو جاب کرنے سے کیوں روک رکھا؟ اور تمہیں جاب کی اجازت کیوں دی؟" انہوں نے محبت و نرمی سے سوال کیا۔
"پاپا، میں یہ معمہ حل نہیں کر سکی۔" وہ حیرت زدہ تھی' کیونکہ اس سے پہلے اس گھر میں ایسی باتیں صرف حیدر ہی کیا کرتا تھا۔
"کیونکہ بیٹا، وہ میری ہر بات اور مشورے کو اہمیت دیا کرتی تھیں' جب تھک کر گھر پہنچتی تھیں تو انہیں نہ میاں کا ہوش ہوتا تھا کہ ان کی زندگی اپنی بیویوں کی توجہ کے بغیر کیسے گزر رہی ہے؟ اپنی خبر کیسے ہوتی؟ جاب اور گھر اور شوہر کی ذمہ داری اٹھانے کا ان کے پاس وقت ہوتا تھا نہ ہمت۔ مرد ایک جاب سے اکتا جاتا ہے' تو عورت بیسیوں قسم کی نوکریاں کیسے نبھا سکتی ہے بیچاری؟ بدقسمتی سے نہ ہی وہ خاندان میں مکس اپ ہو پاتی تھیں۔ اگر میری بیگم زندہ ہوتیں تو وہ دنیاداری کے تمام اصول خوب نبھا لیتیں...... کیا لاجواب خاتون تھیں' باہر کی نوکری کے علاوہ ہر نوکری میں بے مثال تھی' اس گھر کو عورت کی اشد ضرورت تھی اس لیے تمہاری بھابیوں نے اس ضرورت کو اہم سمجھا اور نوکری کو اللہ حافظ کہہ کر میرا مان رکھ لیا۔ ذرا غور کرو کہ کیسے سب کی سب خوشی خوشی اپنے اپنے کردار نبھانے لگیں...... ذرا ان سے دریافت کرو کہ انہیں کبھی پچھتاوا ہوا ہے نوکریاں چھوڑنے کا؟" وہ اکتائی صورت بنائے ان کی باتیں سن رہی تھی۔
"میں تمہیں طبعاً جانتا تھا کہ تم ڈاکٹر ہونے کی وجہ سے میری ایک نہ سنتیں' یہ تمہاری مجبوری سمجھوں کہ شوق کہ میڈیکل فیلڈ میں ڈاکٹر کو ہر وقت اپ ٹو ڈیٹ رہنا پڑتا ہے' ورنہ اس کی بنیادی تعلیم کا کسی کو فائدہ پہنچنے کے بجائے سراسر گھاٹا ہی ہوگا' کسی کی جان جانے کا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے' نمبر دو کہ تمہارا شوہر تم سے دور تھا' تمہارا دل بہلانا بھی مقصود تھا۔ جب میرا پوتا تشریف لایا تو تم نے اپنی مرضی سے جاب کو الوداع کہہ دیا...... کیونکہ تم ماں تو بہترین ہو نا۔"
"کیا بیوی اور بہو اچھی نہیں ہوں؟" وہ بے اختیار پوچھ گئی۔ "آج یہ فیصلہ بھی سنا ہی دیجیے پاپا۔"
"بیوی کیسی ہو یہ تو حیدر ہی جانتا ہے۔ بہو کے رشتے میں گزارہ ہی سمجھو...... اپنے جیٹھوں کی بھابی تو ہو مگر بے تحاشہ تکلف اور بناوٹ سے بھرپور رویے والی۔" وہ قہقہہ لگا کر بولے۔
"آپ مذاق کر رہے ہیں ناں؟" وہ بھی ہنسنے لگی۔
"یوں ہی سمجھو آدھا سچ آدھا جھوٹ۔" وہ شگفتگی سے بولے۔
"پاپا آپ حیدر کو سمجھائیں ناں کہ جب میرا اپنا گھر ہوگا۔ اپنی چھت کے نیچے ہم دونوں اپنے بچے پروان چڑھائیں گے تب یہ مکمل انسان بنیں گے' ورنہ یہ ہمارا' ناقابل برداشت بوجھ تو ہوں گے ہی' فکر اس بات کی ہے

ترستے۔ امی رات کو بچی روٹی کے ٹکڑے صبح ناشتہ کے لیے دودھ میں بھگو دیتیں۔ کنچے برابر آلو کی بھجیا' سبزی شام پڑے لے کر آتیں کہ روپے کی چیز ٹکے کے بھاؤ چڑھتی۔ کریانے کی دکان سے بوریوں کا چھان' کوڑیوں کے مول پڑتا۔ امی گیہوں' دالیں' چاول' دلیہ پھٹک پھٹک کر الگ برتنوں میں بھر دیتیں' جو کئی کئی دن چلتا۔ محلّہ کے درزی سے بچے کھچے ٹکڑے اٹھا لاتیں تو بچوں کے موسم کے کپڑے سل جاتے اور کیا خوب سلائی کرتیں۔ کئی کئی ٹکڑے جوڑ کر ڈیزائن ڈالتیں۔ جتنا بڑا ٹکڑا ہوتا' اسی ناپ کا سوٹ سل جاتا۔ جو بچ رہتے' وہ ریڈی میڈ بچوں کی شاپ پر ہاتھوں ہاتھ بکتے۔ اگرچہ خوب جانتیں...... دس بیس کا سلا سوٹ دکاندار سو میں بھگتا تا ہے۔

ہائے ہائے...... وہ وقت بھی آخر گزر ہی گیا۔ مکان کے داخلی دروازے تک کے احاطے کی سہ طرفہ دیواروں کے ساتھ ساتھ آم' بادام' جامن' امرود اور شہتوت کے درختوں کی قطار تھی' جن پر خوب پھل آتا تھا۔ آنگن میں ڈھیر ساری مرغیوں کا تین منزلہ پنجرہ' دن بھر کٹا کٹ چلتی اور گھر کا سارا بچا کھچا وہیں ٹھکانے لگتا۔ اللہ جنت نصیب کرے' کیا بڑھیا' بڑیاں توڑتی تھیں۔ پاپڑ' چاول کی پٹیاں...... اگرچہ اب نمکو' نوڈلز کا زمانہ تھا مگر اچھی آپا نے یہ تمام ہنر ان ہی سے سیکھے تھے جو ان کے کڑے وقتوں میں کام آتے رہے تھے۔ اگرچہ ان دنوں بھی ان چیزوں کی مانگ کم تھی مگر جتنی مانگ تھی' وہ اتنی ہی بناتیں کچھ نہ ملتا تو روپے روز پر پنساری کی دکان کی چھالیہ کترتیں۔

تب یہ اچھی آپا ہی تھیں جو درست معنوں میں امی کا...... دایاں بازو بن کر کھڑی ہوئی تھیں۔ ہفتہ دس دن میں درختوں سے پھل اترتا' مرغیوں کے انڈوں کی ٹوکری سمیت وہ دکان دکان پھرتیں' ٹھیلے' چھابڑی والوں سے امرود' جامن' آم پر بھاؤ تاؤ کرتیں' سلے سلائے جوڑوں کی دکان سے واپس لوٹتیں تو ان کے ہاتھ میں سرخ و سبز نوٹ ہوتے۔

خیر...... گرمی کے بہانے گلی میں چارپائی ڈال کر وقت کھوٹا کرنے والی نہ تھیں۔ نگوڑیوں میں سے تو امی بھی نہ تھیں۔ اسی کھینچ تان میں بھی پائی پائی جوڑ کر وہ کمیٹیاں



بھگتاتیں اور یہ ان ہی دنوں کی بات ہے کونے کا مکان تھا امی چھت پر دھلے کپڑے سکھانے یا کسی کام کے لیے چھت پر چڑھتیں دن میں چلتی سڑک کا سامنا ہوتا۔ چار دیواری بن جاتی تو گرمیوں کی طویل لوڈشیڈنگ میں چھت پر رات گزارنے کا ٹھکانہ بھی بن جاتا۔ امی کی کمیٹی کھلی تو چھت کے اطراف اتنا احاطہ کھینچ دیا کہ سڑک سے چھت پر کھڑا آدمی دکھائی نہ دے اور اللہ بھلا کرے...... یہ بھی کسی بھلی مانس کا ہی مشورہ تھا۔

"اے بی بی...... جب یہ لمبی ساری دیوار کھنچوا ہی دی ہے تو دو چار اینٹیں اور رکھ کر چھت بھی لگا دو تو تمہارے رہنے کو ایک کمرہ بہت۔ نچلی منزل کو کرائے پر اٹھا دو خیر سے دو کمرے ہیں۔ ہزار بارہ سو سے تو کیا ہی کم کرایہ آئے گا۔ کچھ تو سہارا ہوگا۔ پائی پائی کے لیے جان مارتی ہو۔"

مشورہ بھلا تھا۔ امی کے دل کو لگا۔ کچھ وقت تو لگا مگر اگلی کمیٹی پر دیوار بڑھا کر چھت بھی لگا دی۔ ایک سائیڈ میں کچن باتھ روم بھی بن گیا۔ لو جی چار پیسے تو لگ گئے مگر چیز اچھی بن گئی۔ دو پیسے کا آسرا بھی بنا۔ خود وہ پانچ بچوں سمیت اسی چھت والے کمرے میں اٹھ آئیں اور واہ ری دُنیا کی دربدری بیرونی دیوار سیاہ کرنے کی دیر تھی مانو سارا شہر اُمڈ آیا۔

ایک مہینے کا کرایہ ایک مہینے کا ایڈوانس ایک ہی ماہ میں آدھا خسارہ وصول ہوگیا۔ لگی بندھی آمدنی کا رستہ نکلا تو کچھ ہاتھ کھلا۔ گھر کے کنستر میں ماہوار راشن پڑنے لگا اور یہ وہ وقت تھا جب امی نے چھوٹے اور بڑے کو کام سیکھنے کے لیے میکینک اور ٹیلر ماسٹر کی دکان پر بٹھا رکھا تھا۔ وہ دس روپے روز لاتے اسکول سے لوٹتے تو دکانوں پر چلے جاتے۔ بڑا دکان بھگتا کر سبزی والے کا اسباب سمیٹتا تو اسے بچی کچی سبزی ہرا مسالا اور بیس روپے ملتے۔ رات کی ہانڈی اس کے لوٹنے پر ہی چڑھتی۔ سو کھینچ تان کر سہی گھر کی گاڑی تو گھسٹ ہی رہی تھی..... مگر بات کرایہ پر آئی تو ایک سے ایک افلاطون سے پالا پڑا۔ ذرا جو کوئی تنگی پڑتی وہ سر پر سوار ہو جاتے۔

"کیا بات ہے..... کیا کرایہ نہیں دیتے ہیں؟ گھر کا گٹر کیوں ابل رہا ہے؟" امی بے چاری کبھی سیوریج سسٹم کبھی پانی کی ٹنکی اور کبھی گھر کی مرمت کے لیے ہلکان ہوتی پھرتیں۔

اب چھوٹے علاقوں میں سیوریج سسٹم کی خرابی پانی کی ٹنکی بجلی کی طویل لوڈشیڈنگ تو سدا سے تھی۔ اکثر کرایہ دار منہ کو آتے۔ مانو مالک مکان ان سب کا ذمہ دار ہو۔ ذرا جو تنگی پڑتی کرایہ دار دم دبا کر بھاگتا نظر آتا مگر مالک مکان کہاں جائے؟ اور جب مکان کرایہ پر دینا ہی ٹھہرا تو کچھ سمجھوتے ہی میں عافیت تھی۔ سو امی دو چار کھری کھوٹی بھی سن ہی لیا کرتی تھیں۔

اب آئے دن کی جھک جھک چخ چخ بھی تو اچھی نہیں۔ لوگ سالہا سال ایک جگہ رہتے ہیں کہ لوگ انہیں مالک مکان ہی سمجھ بیٹھتے ہیں۔ پھر بھی کرایہ دار پر کرایہ دار بدلتے رہے۔ کچھ وقت گزرا اور اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک کاروباری آدمی کو ان کا مکان گودام کے لیے بھا گیا۔ واہ جی واہ..... کیا کہنے آم کے آم گٹھلیوں کے دام..... گیس پانی بجلی کا خرچ نہ رہتا، کرایہ بھی لگا بندھا ملتا۔ امی نے پل بھر نہ سوچا۔ کچھ روز تو گاڑی چلی مگر اس بار محلہ والوں کو تنگی چڑھ گئی۔ گودام میں بوریوں کے ٹرک کے ٹرک بھر کر آتے اور لد کر ٹنوں کے حساب سے اناج ذخیرہ کیا جاتا۔ محلہ کی بہن بیٹیوں کا سامنا پڑتا۔ امی بے چاری کس کس سے جھگڑتیں۔

پھر یہ اسی آدمی کی تجویز تھی کہ سڑک کی جانب مکان کی داہنی دیوار سے اندرونی احاطے میں ایک دیوار کھینچ کر بیرونی رخ پر شٹر لگا دیے جائیں تو دو دکانیں مزے سے نکل جائیں۔ ٹرک کا گلی میں آنا یوں بھی مشکل ہوتا ہے۔ محلہ کا سامنا بھی نہ ہوگا کچھ امی کا دو چار سو مزید کا آسرا بھی بنے گا۔ تجویز معقول تھی مگر امی اتنا کہاں سے لاتیں کہ دو دکانیں بنوا دیتیں مگر آدمی مال دار تھا تین مہینے کا کرایہ ایڈوانس دے دیا۔ سو سڑک کی جانب والی دکان کی داہنی دیوار میں دو شٹر فٹ کروا کے مکان کی داخلی احاطہ میں دیوار کھینچ دی گئی تو دو دکانیں نکل آئیں۔ اب سامان بالا ہی بالا لدتا اترتا۔ اللہ

اللہ خیر صلا۔

اور اچھی آپا کو خوب یاد تھا کہ اس وقت ایک دکان کا کرایہ تین سو روپے پڑتا۔ امی ان پیسوں سے گھر کے بل بھگتاتیں۔ سو کیا حرج رہا...... سوائے اس کے کہ گھر کی داہنی دیوار سے لگے آم جامن اور شہتوت کے درخت سے مکان کا ایک حصہ محروم ہوگیا۔ نچلی منزل کے دو کمروں میں نئے کرائے دار آگئے۔ مکان کا کرایہ الگ، دکانوں کا کرایہ الگ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ پانچ بچوں کا ساتھ تھا۔

اچھی آپا تو میٹرک کرکے گھر بیٹھ رہیں کہ اس سے بڑھ کر امی کی بساط تھی نہ اچھی آپا کو خواہش۔ واللہ کیا غضب کی اٹھان تھی اچھی آپا کی اور کیا حوروں کو شرماتا رنگ و روپ کہ اندھیرے میں بٹھا دو تو اُجالا پھیل جائے۔ گھٹنوں کو چھوتے دراز بالوں کو امی سیروں تیل تھوپ لپیٹ لپاٹ کر رکھتیں کہ کہیں کسی بدنظر کی نظر نہ لگ جائے۔ سو رشتوں کے بھی ٹھٹ کے ٹھٹ لگ گئے مگر امی اور اچھی آپا خود ابھی شادی کے نام پر کانوں کو ہاتھ لگاتیں۔ شادی کے لیے وہ اتنا پیسہ کہاں سے لاتیں۔ یہاں تو وہ عالم تھا کہ سر چھپاؤ تو پاؤں ننگے ہوتے...... ابھی ان کی عمر ہی کیا تھی۔ پھر ان کے گھر کا شیرازہ نہ بکھر کے رہ جاتا۔ ان کے گھر کا سارا انتظام اچھی آپا کے دم قدم سے چلتا۔ وہ خود دو پیسے کا دھندہ پائی پائی کی جمع جوڑ نہ کرتیں تو گھر کا دال دلیہ کیسے چلتا۔

نچلی منزل اور گودام کا کرایہ تو ماہوار راشن اور کمیٹیوں میں پھنک جاتا اور یہ گیس بجلی کے بل تو خون چوس کر بھی جان نہ چھوڑیں۔ پھر بچوں کی پڑھائی اور روزمرہ کے اخراجات...... اچھی آپا کو البتہ اپنے ہنر میں طاق ضرور کردیا تھا۔ ایسی عمدہ و نفیس سلائی کیا کرتیں، ٹکڑے والے جوڑ کر بھی کیا خوب ڈیزائن لگاتیں کہ دیکھنے والا اش اش کر اٹھے۔ کڑھائی کی چادریں، کروشیے کی بیلیں، ہاتھ سے بنے سوئٹر، اشعار کڑھے تکیے، اب یہ سب کہاں چلتا ہے مگر ہائے ہائے اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا...... وہ ابھی تک ان ہی وقتوں میں جیتیں، جب اپنے جہیز میں یہی سب کچھ اپنے ہاتھوں سے بنا کر لائی تھیں۔

اچھی آپا کے پیدا ہوتے ہی اپنے جہیز کے سارے اسٹیل کے برتن' سیمنٹ کر جوں کے توں رکھ دیے تھے۔ ٹی سیٹ' واٹر سیٹ' سینیاں' رکابیاں' ایک نہ دو' تین بچیوں کا ساتھ تھا اور اچھی آپا کا نمبر پہلا تھا۔



وقت آنے پر رشتے بہت' ان کا یہی گمان انہیں لے ڈوبا مگر وہ جو کہتے ہیں کہ رب اپنے پیارے بندوں کا امتحان لیتا ہے۔ اچھی آپا کا دس کلاسیں پاس کرنا تھا کہ امی بستر سے جا لگیں۔ وہ زینے سے رپٹ گئی تھیں اور ضرب شدید تھی' ان کی کمر کا مہرہ سرک گیا تھا۔ بساط بھر ان کے علاج پر پیسہ بھی خرچ کیا گیا' پھر کھوٹے مقدر پر رو پیٹ کر بیٹھ رہے۔ چارپائی امی کا نصیب بن گئی اور بہن بھائیوں سمیت گھر داری کے کل آزار اچھی آپا کے بخت میں جا پڑے۔ اچھی آپا کے بعد ایک بڑا بھائی تھا' پھر بڑی بہن، چھوٹی بہن اور پھر ایک چھوٹا بھائی' جن کے تمام دِلدر بھگتانے کو اچھی آپا ہلکان رہتیں۔

اچھی آپا سب کو ناشتے' کھانے دے کر ہی سب سے آخر میں نوالہ حلق سے اتارتیں۔ چھوٹے اور بڑے کو خیر سے ہفتہ ملنے لگا تھا۔ بڑی گھر کے کاموں میں کوری تھی مگر ہنر مند بلا کی نکلی۔ اللہ جھوٹ نہ بلوائے تو سیکڑوں کے حساب سے ڈپلومے اکٹھے کر لیے تھے۔ ہر شام صحن بھر کے گلی محلے کے بچوں کو ٹیوشن پڑھاتی۔ اچھی آپا نے اس کی محنت و ہنر کے پیسے اسی کے لیے وقف رکھے۔ کبھی گھر میں ٹکا نہ خرچ کیا۔ اسی کی آمدنی اسی کے کام آتی رہی۔

ہینڈ میکنگ' فلاور میکنگ' پردہ' ان کے ہزار نمونے۔ موم پگھلا کر موی گڑیاں تیار کرتی۔ اخبار' کیمیکل اور ٹشو کے پھول اور نہ جانے کیا کیا۔

چھوٹی ہر معاملے میں بڑی کے برعکس تھی۔ نرم کھلنڈری' امی نے اس پر لٹھ توڑ دیے۔ پر اس نے پڑھ کے نہ دیا۔ بڑی کو تو خیر ہزار دھندے تھے۔ چھوٹی نے کیا مجال جو کبھی گھر کے کسی کام دھندے کو ہاتھ لگایا ہو یا امی کے حلق میں پانی کا گھونٹ بھی ٹپکایا ہو۔ ایک اچھی آپا تھیں جو گھر بھر کے دھندے نمٹانے میں پھرکی کی طرح پھرتیں۔ سب سے بڑھ کر امی کی خدمت گزاری' جو کل وقت جاب تھی اور صرف اچھی آپا کے نام رہی۔

علاقہ بھر میں ان کی سلائی کی دھوم تھی اور وہ دام ہلکے ہی رکھتیں۔ بڑے کو دو سو روپے ہفتہ ملتا' چھوٹے کو اس سے بھی کم۔ اچھی آپا خود چار پیسے کماتیں' امی کے سارے ہنر اچھی آپا میں آ گئے وہ گھر کے اخراجات گھسیٹنے میں ہلکان رہتیں۔ آمدنی چونی' خرچا روپیا۔ کھینچ تان ہمیشہ ان کا نصیب رہی اور تنگ دستی میں گھر کی گاڑی گھسیٹنے کا ہنر اب بھی ان کا چلن تھا۔

اچھی آپا دو روپے کی چھاچھ منگا کر دیگچہ بھر کر کڑھی چڑھاتیں تو دو وقت سے تو کیا ہی کم چلتی۔ یہ اچھی آپا کی ہنر مندی اور صبر و حوصلہ نہ تھا تو کیا تھا؟ امی کبھی کبھی تو سچ مچ رونے بیٹھ جاتیں۔ معذوری کا عذاب بیوگی سے بڑھ کر تھا۔ اچھی آپا نہ ہوتیں تو کیا بنتا اس گھر کا اور ان کی اولاد کا...... مگر شاباش تھی اچھی آپا کے صبر و حوصلے کو کیا مجال جو لبوں سے ذرا سی اف بھی نکل جائے مگر یہ سب رب کے فیصلے ہوتے ہیں۔ وہ اپنے پسندیدہ بندوں کو ہی دوسروں کے لیے وسیلہ چنتا ہے اور یہ بات بہت آگے جا کر پتا چلی تھی۔

۞......۞......۞

اچھی آپا نے اسی کھینچ تان کے چلن پر چل کر اور پائی پائی کی جمع جوڑ سے تنکا تنکا آشیانہ بنایا۔ مکان کے اندرونی احاطہ کی دیواروں سے لگے درختوں سے پھل اب بھی اُترتا' مگر اب ٹھیلے اور چھابڑی والے خود آ کر لے جاتے۔ ریڈی میڈ کی شاپ پر اب اچھی آپا کے ہاتھ کی سلائی جاتی۔ کمیٹی کھلی تو اوپری منزل کے پورشن کی درستگی میں کھپائی کہ اب تک بغیر پلستر کی دیواروں پر گزارا تھا۔ ایک کمرہ تنگ پڑتا' پھر جوان لڑکیوں کا گھر تھا۔ لڑکیوں کا رکھ رکھاؤ' طور طریقہ گھر کی حالت سے ہی پتا چلتا ہے۔ اچھی آپا نے اپنی جمع جوڑ اور مشقت سے بہنوں کا جہیز جوڑا۔ گھر کے خرچ بھگتائے۔ بھائیوں کی شادیاں نمٹائیں۔ اب

اچھی آپا کی ٹکر پر گھر داری کا جگر بھلا کون لاتا اور اس گھر داری کے جھمیلے..... الامان الحفیظ۔

کبھی کبھی وہ سوچتیں اگر اچھی آپا نہ ہوتیں تو اس گھر کا اور خود ان کا کیا بنتا۔ چھوٹی کا تو خیر ذکر ہی کیا۔ اللہ جھوٹ نہ بلوائے تو ڈیڑھ بالشت کی لڑکی میں باون گز کی زبان تھی۔ لوتھا کی لوتھا ہوگئی مگر عقل نام کو نہ تھی۔ چھوٹی تو چھوٹی' بڑی بھی ابھی اتنی بڑی نہ ہوئی تھی کہ وہ اچھی آپا کو بھگتا دیتیں۔

اچھی آپا نے ان کے گھر بار کے لیے اپنی جان ایک کر رکھی تھی اور یہ سب کو نظر آتا تھا۔ ان کے نام کے بیشتر رشتے بالا ہی بالا مڑ گئے۔ سو ان کی کچھ دیر سے سہی مگر وہ جو کہتے ہیں کہ رب ایک در بند کرتا ہے تو سو در کھولتا ہے' تو وہی معاملہ رہا۔

لوگ بڑی کے لیے لگے' خیر سے صورت لاکھوں میں ایک پائی تھی۔ آخر کار امی نے ایک رشتہ چھانٹ کے عندیہ دے ہی دیا۔ چھوٹے نے اپنی میکینک کی دکان کھول لی تھی۔ اس کی آمدنی سے ایک بڑی کمیٹی پھنسا تو رکھی تھی' باقی کا اللہ مالک ہے مگر ہوا یوں کہ بڑی کے لیے آنے والے چھوٹی پہ دل ہار بیٹھے اور اس کا بھی تو آخر کرنا ہی تھا۔ اب وہ زمانہ کہاں کہ بڑی کے آسرے میں چھوٹی بٹھائے رکھو۔ پھر رشتہ ایسا کہ ہاتھ سے چھوڑتے جان جاتی تھی۔

ذرا موئی کی عقل کے کس بل کھلیں گے' کدکڑے باز کہیں کی۔ دن بھر تینوں کے حساب سے امی اور اچھی آپا کا خون کھولاتی مگر قسمت کی دھنی نکلی۔ سولہ کا سن بھی پورا نہ کیا تھا کہ ٹھکانے لگی۔ لڑکا دماغ کا ٹیڑھا نکلا تو یہ اچھا ہی رہا۔ چھوٹی کو تو کس ہی لیا ورنہ وہ کہاں ہاتھ آنے والی تھی۔ ذرا جو ڈھیل ملتی تو سب کو تگنی کا ناچ نچا کے رکھتی۔ دیکھنے والوں نے کیا کیا نہ کہا۔

"اے لڑکا کیا ہے' پورا مرد ہے مرد..... یوں کہو کہ پیسہ دیکھا ہے' بس۔"

مگر پیسے کی قدر و قیمت ان سے بڑھ کر کون جانتا۔ انہوں نے ایک وقت ٹکے ٹکے کے لیے ترستے' جان مارتے گزارا تھا۔ اس لیے یہ خوبی سو میں ایک رہی کہ گھرانا کھاتا پیتا تھا' مالی فراغت تھی۔ سب سے بڑھ کر مختصر گھرانہ۔ اچھی آپا اور خود امی بڑی فیملی کے نام پر بھی کانوں کو ہاتھ لگاتی تھیں۔ انہیں اور کیا درکار تھا' جھٹ ہامی بھر کر رشتہ پکا کیا اور مانو چٹ منگنی پٹ بیاہ والا معاملہ رہا اور جیسے سناٹے گھر کے آس پاس کو کاٹنے لگے تھے۔

چھوٹی تھی تو زندگی کا احساس تھا۔ یہاں وہاں سے پکار پڑتی ہی رہتی۔ وہ گھر کے کاموں میں نری کوری سہی' اوپر کے ہزار کام اس سے کروالو' بازار کے لیے دوڑ لگانی ہو یا کھٹی میٹھی ٹافیاں لے کر آنی ہوں' چھوٹی سو معاملات کا ایک حل تھی۔ بڑی خاموش طبع' حساس مگر اپنی دنیا میں مگن رہنے والی۔ اپنی آمدنی کی ایک ایک پائی اچھی آپا کی ہتھیلی پر دھر دیتی۔ اچھی آپا نے اس کا سارا جہیز جوڑا' گھر کی آمدنی سے اسی تنگی ترشی اور کھینچ تان کے ساتھ گزارا کیا۔

مکان اور دکانوں کا کرایہ ہر سال بڑھتا مگر مہنگائی ان سے بڑھ کر چابکدست تھی۔ چھوٹے اور بڑے نے گزارے لائق ہی تعلیم حاصل کی تھی کہ تنگ دستی کا عفریت کسی اور جانب بڑھنے ہی نہ دیتا۔ کچھ وقت گزرا' دکانیں خالی ہوتیں' پھر بھر جاتیں۔ اس بار ایک دودھ والا' دوسرا پرچون فروش' جن کی آمدنی بلوں' کمیٹیوں میں پھنستی اور گئی کے رخ نکلتی دکان کی کہانی بھی خوب تھی۔

نچلی منزل کے کرایہ دار' فیملی تو کم ہی تھی' دو بیٹیاں' دو میاں بیوی..... مگر ذرا جو کسی مد میں تنگی پڑتی۔ تو وہ آنکھیں پھیرنے میں طوطے کو مات دیتے۔ مگر وہ اچھی آپا تھیں' بھولی بھالی امی نہ تھیں' جو ایک للکار پر ہڑبڑا اٹھتیں۔ وہ رکھ کے کھری کھری سناتیں' آڑے ہاتھوں لیتیں۔ سو کھٹ پٹ تو چلتی۔ اچھی آپا جلا کر مکان خالی کرنے کو کہتیں۔ خاتون خانہ آنسوؤں سے روتی' اوپر چلی آتیں۔

"اپنے گھر میں اثرات ہیں۔ سیوریج سسٹم خراب' چھتیں نیچی ہیں' جوان لڑکیوں کا ساتھ ہے۔ ایک بھگتا دی تو دوسری کو کیسے تنہا چھوڑ کے جائیں گے۔"

خیر اچھی آپا کو ان سے کوئی شکایت تو تھی نہیں' بے چارے کرایہ دینے میں تو کھرے ہی تھے۔ خیر سے ماں

بیٹی کمانے جاتیں۔ایک نکمے پھرتے تو ابا میاں...... کہ کسی کام میں دل ہی نہ لگتا۔ بھلے بدھولوٹ کے گھر کو آئیں تو دروازے پر منہ چڑاتا تالا ملے۔ سو وہ ادھر ادھر ہی بیٹھے نظر آتے۔ پھر یہ اچھی آپا کی ہی صلاح تھی۔

"آپ نکمے میاں کو ایک کھوکا کھلوا دیں۔ بچوں کی چیز کی دکان خوب چلتی ہے ان کا بھی دل لگا رہے گا۔"

مگر وہ سب تجربات کئے بیٹھی تھیں۔ کئی بار دکانیں کھو کے کھلوائے سب بیچ کھائے۔ وہ بیٹی کو لے کر کمانے نہ جاتیں تو گھر کیسے چلتا۔

مرے پہ سو دُرّے...... وہ بھری برسات میں میاں کے ساتھ اسکوٹر پر بیٹھ کر کسی کام سے نکلیں تو رپٹ گئیں۔ پیر پر پلستر چڑھوا بیٹھیں نوکری بھی ہاتھ سے گئی۔ بیٹی کی شادی سر پر کھڑی تھی۔ بیٹا کوئی تھا نہیں۔ ان کے علاج پر پیسہ پانی کی طرح لگ رہا تھا۔ اس پر بے کاری...... پھر یہ اچھی آپا کی ہی صلاح تھی۔

"میری مانیے تو اپنے میاں کو ایک فرائی مشین میبل پر رکھ کر گلی میں بٹھا۔ بیٹھے بیٹھے چپس رول سموسے آپ تیار کر کے دیتی رہیے گا دیکھنا شام میں ٹھٹھ لگ جائے گا۔"

اب چونی اٹھنی کے زمانے گئے۔ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتیں بچے شام میں درجنوں کے حساب سے رول سموسے خریدتے۔ شام میں گھروں کو بھی جاتے شام کی چائے کے لیے۔

"کچھ روز میں کام چل جائے تو بچوں کی چیزوں کے ڈبے کچھ راشن کا سامان رکھ لیجیے گا۔ میں داخلی دروازے کے ساتھ ایک دکان کھلوا دیتی ہوں۔" تجویز معقول تھی۔ کھٹ سے ان کے دماغ کو لگی۔

وہ دردر نوکری کے لیے خاک چھانتے پھرتے۔ نوکری مل بھی جاتی تو دو چار روز بعد گھر بیٹھے نظر آتے۔ ایک بیٹی بیاہنی تو دوسری سر پر لٹکتی تلوار...... وہ اسے تنہا کس پر چھوڑ کے جائیں۔ اب ہر گھر اچھی آپا کے گھر جیسا کہاں ہوتا ہے۔ اچھی آپا کی تجویز میں سب مسائل کا حل تھا۔ ان کی بے کاری ٹھکانے لگتی میاں کے سر پر سوار رہتیں تو کام سے لگتے۔ بچی کو بھی دُوسراہٹ مل جاتی۔ بات فائدے کی تھی۔ ان کے من میں سمائی تو یہی کیا اور کام کھٹا کھٹ چل پڑا۔

"آپ کچھ رقم ایڈوانس دے دیں تو میں وہیں ایک دکان کھلوا دوں۔ جب تک رقم پوری نہ ہو دکان کا کرایہ مت دیجیے گا۔"

اور سال بھر رہنے سے اتنا اعتماد تو اچھی آپا حاصل کر ہی چکی تھیں۔ پھر یہ تو سراسر اپنے فائدے کی بات تھی۔ انہوں نے کھٹ سے کھیسہ ڈھیلا کیا۔ داخلی دروازے کے ساتھ گھر کے اندرونی احاطے میں دیوار اٹھوا کر ایک شٹر باہر کھلوا دیا گیا۔ کچھ روز میں دکان چل پڑی۔

راشن کے ڈبے ناشتے کا سامان، گر میاں آئیں تو فریج بھی رکھ لیا بچوں کی آئس کریم دھڑا دھڑ چلتیں یا تو سب کچھ ٹھکانے پر لگا اب بیگم کا ڈنڈا سر پر بجا تو ایک جگہ ٹک کر کام کرنا نصیب ہوا اور اچھی آپا کے لیے مزید کچھا سرا بنا مگر بھرے کنبے کے اخراجات بھگتانے کو ہاتھ روک کر ہی چلتیں۔ امی بھی ہمت کھو رہی تھیں۔ اچھی آپا کا سوچتیں تو اچھی آپا کو گھر بھر کی فکر مارے ڈالتی۔ وہ بڑی کے لیے ہلکان تھیں پہلے اسے بھگتا دیں۔ پھر دیکھتے ہیں مگر امی کی سوئی اچھی آپا پر اٹکی۔ سوچا تھا بڑی کے ساتھ وہ بڑے کو بھگتا دیں گی۔ خیر سے اب ڈھنگ سے کمانے لگے تھے۔ گھر میں بہو آئے گی تو کچھ گھر گرہستی کا بار بانٹ لے گی اچھی آپا کو خلاصی نصیب ہو گی مگر کہاں...... انسان جو سوچتا ہے وہ ہوتا نہیں ہے۔ ہوتا وہی ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔

سو ہوا یوں کہ چھوٹے پر عشق کا بھوت سوار ہوا اور بھوت بھی ایسا کہ الامان الحفیظ...... اچھی آپا سناتیں۔ چھوٹے کے لیے تو ابھی دُور دُور تک ارادہ نہیں تھا۔ ابھی تو بڑی کا ارادہ تھا۔ خیر سے بیس کی ہونے کو آئی۔ رشتے بھی آتے رہتے مگر...... چھوٹے میاں تو مرنے مارنے پر تل گئے تو اچھی آپا کو قدم بڑھانے ہی پڑے۔ یہ اور بات کہ جن امیدوں سمیت قدم اٹھائے تھے وہ سب ایک ایک کر کے ٹوٹ گئیں۔ تنگ ماتھا چھوٹی آنکھیں سوکھی چمرخ موئی انچور کی پھانک البتہ رنگت خوب سفید تھی۔ شاید اسی کا کمال

تھا کہ کسی کو خاطر میں نہ لاتی سو بے نیازی سے ٹی وی کے سامنے بیٹھی اسٹار پلس کے ڈرامے دیکھتی رہیں۔ وہ جو کہتے ہیں کہ دل گدھی پر آئے تو پری کیا بیچتی ہے۔ وہی بات تھی۔

خیر...... یہاں تک بھی خیر تھی مگر اخلاق نام کی چڑیا سے بھی تو واسطہ لازمی ہوتا ہے کہ نہیں...... مگر عشق کا جادو چھوٹے میاں کے سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ سوان کی کون سنتا' کان دھرتا۔ اب اگر وہ کسی کو بیاہ کر لانے کی ٹھان ہی لیتیں تو کسوٹی پر پرکھتیں۔ یوں ہی تو نہیں کسی کو اٹھا لاتیں اور اس گنوں کے پورے گھرانے کی چھپن چھری تو تب بھی نہیں مگر اب بات کچھ اور تھی۔ سب معاملات طے تھے۔ انہیں تو بس ٹھپہ لگانا تھا۔ سوٗ دال موٹھ پھانک کر سوکھی سڑی چائے کے ساتھ نکاح کی تاریخ پکڑا دی۔ انہیں ماننا ہی پڑی۔

چار لوگ اکٹھے کر کے نکاح کے لیے جا پہنچیں اور وہی اخلاق کی کمی' اسٹیل کی پلیٹوں میں فقیروں کی طرح کھانا کھلایا' مہمان کھڑے رہے' میزبان کھاتے رہے' کسی نے ان سب کو منہ نہ لگایا' سارے خاندان میں تھو تھو ہوئی۔

''میاں...... آتے جاتے رہنا۔ خیر سے نکاح ہو گیا ہے۔'' سسر صاحب نے نکاح کے بعد گلے ملتے ہوئے کیا خوب چھوٹے میاں کو اجازت نامہ پکڑایا تھا۔

سو اگلے روز سے دربار پر حاضری سے کس مائی کے لال میں دَم تھا کہ روکتا۔ چھوٹے میاں سج بن کر نکلے تو اچھی آپا کا ماتھا ٹھنکا۔ ہانپی کانپتی پیچھے پیچھے جا پہنچیں اور اوئی اللہ...... یہ کیا؟ دلہن بیگم' بے شرمی و ڈھٹائی کے اگلے پچھلے ریکارڈ توڑتے ہوئے، چھوٹے میاں سے چپکی بیٹھی تھیں۔ چھوٹے میاں تو پھر بھی انہیں پا کر سٹ پٹا اُٹھے۔ وہ اسی ڈھٹائی سے ان کے کندھے سے لگی مسکراتی رہیں۔ اچھی آپا تو بہ تلا کرتی لوٹی تھیں۔

❁......❁......❁

پھر ہر شام چھوٹے میاں کی چوکسی بھی لازم ٹھہری۔ وہ ساتھ لگ کر جاتیں تو رخصتی کے لیے اصرار۔ دلہن بیگم کی بے حجابی دیکھ کر اچھی آپا کسی اونچ نیچ سے ڈرتیں تو بڑے صاحب طوطے کی طرح آنکھیں پھیرتے۔

''کیسی گڑبڑ' کاہے کی گڑبڑ...... آپ بھول رہی ہیں نکاح ہوا ہے نکاح...... اجی میں تو کہتا ہوں سنبھالیے اپنی امانت تاکہ ہم بے فکر ہو کر کسی بھی اپنے کے گھر جا رہیں۔''

صاف ظاہر تھا کہ چھوٹے کو جال ڈال کر پہلے گھیرا اور اب پھنسایا جا رہا تھا مگر اسے کہاں نظر آتا تھا۔ محبت کو یوں ہی تو نہیں اندھا کہا گیا۔

کبھی زمانے بھر کے خبیث بڑے میاں اچھی آپا سے نظریں سینکتے' کبھی نوٹوں کی گڈی لہرا کر انہیں للچاتے۔

''اجی اب تو آپ کی فیملی میں شامل ہے۔ یہ روز روز کی چوکسی چھوڑیئے' فرنیچر کے دس ہزار پکڑیے اور اپنی امانت اپنے ساتھ ہی لے جایئے۔''

اور اچھی آپا کی بیاہتی تھی جوتی۔ بڑی کے لیے رشتے کی بات چل جائے تو چھوٹے میاں کو ان ہی کے ساتھ بیاہنا تھا۔ پھر ان سے کون پوچھتا کہ شادی کے اسباب دس ہزار میں بھلا کس بازار میں بکتے ہیں۔ آخر زمانے بھر میں ان کی ایک ساکھ' میل جول' لین دین تھا کہ نہیں۔ وہ دس کو بلاتیں' طریقہ سے شادی بھگتاتیں' ارادہ تو یہی تھا مگر وقت آنے پر یہ دس ہزار بھی ہاتھ سے گئے۔ مگر وہاں تو جان چھڑانے والی بات تھی۔ ان کے پاس ہزار پینترے تھے۔

''سوچ لیجیے' کہیں ایسا نہ ہو ہم اسی کو گھر داماد رکھ لیں۔''

''واہ جی واہ...... یہ بھی خوب رہی۔'' وہ دل بھر کے تاؤ کھاتیں۔ ایک رشتہ داری کیا جوڑ لی' موصوف جان کو ہی آ گئے۔

اور یہ بھی ایک گیدڑ بھبکی ہی تھی۔ اتنا تو اچھی آپا بھی جانتیں۔ انہیں گھر نصیب ہوتا تو گھر داماد رکھتے۔ اپنے سر چھپانے کا ٹھکانہ...... بیچ اپنا کھیسہ گرم کر لیا کہ چار بیاہے بیٹے دانت گاڑے بیٹھے تھے۔ اب وہ منہ بھر کے کہتی کیا بھلی لگتیں کہ لڑکے پر جال ڈال کے نکاح کرنا کہاں کی شرافت ہے اور پھر گھر دامادی میں کسر بھی کیا رہ گئی تھی۔

چھوٹے کی جیب ہزار بہانوں سے وہیں ہلکی کروائی

جارہی تھی اور مزے کی بات یہ کہ وہ کر بھی رہے تھے۔ شاید انہیں اسی وقت چھوٹے پر اس کی آمدنی سمیت فاتحہ پڑھ لینی چاہیے تھی مگر...... وہ یوں ہی تو نہیں کہا گیا کہ دُکھ انسان کہاں دیتے ہیں دُکھ تو انسان سے وابستہ اُمیدیں دیا کرتی ہیں۔ انہوں نے گھرداری کے لیے اب دلہن سے امیدیں باندھ لی تھیں اور یہ امید باندھتے ہوئے وہ بھول گئیں کہ جن لڑکیوں نے اپنی اماں کو دوڑا دوڑا کر آدھا کر رکھا تھا وہ سسرال کو اس کے ہزار جھمیلوں سمیت کیا خاک بھگتیں گی۔ جب دیکھو بے چاری دھان پان سی اماں چار منزلیں اتر کر کبھی جوتی کی مرمت کے لیے بھاگتیں، کبھی تندوری نان کے لیے قطار میں کھڑی نظر آتیں اور ان کی سب اُمیدیں اُس روز ٹوٹ گئیں۔

بڑے میاں ان سے مایوس ہوئے تو ایک روز سیدھا سیدھا چھوٹے میاں کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا کہ لو میاں، سنبھالو اپنی امانت۔ ہمیں تو مکان خالی کرنے کا پروانہ مل گیا، اب بیٹے کے گھر جا پڑیں گے۔ دو دو روز ایک گھر بھگتائیں گے تو وقت گزر ہی جائے گا۔ اسے کہاں لیے لیے پھریں گے کہ مطلقہ بیٹی نے بھی اپنا ٹھکانہ الگ کر لیا ہے۔ سو چھوٹے میاں ایک روز بیگم کا ہاتھ تھامے چلے آئے۔ اب کون سی رخصتی اور کاہے کی رخصتی۔ لیجیے جناب ہوگئی رخصتی...... اچھی آپا ہک دک رہ گئیں۔ یہ آپ ہیں تو آپ پر قربان جایے۔

خیر اب تو اپنے کھوٹے مقدر پر رو پیٹ کر بری بھلی بھگتنی ہی تھی۔ خیر یہاں تک بھی خیر تھی مگر اس چھپن چھری کے دتیرے اللہ دے اور بندہ لے۔ گھر کے دھندے تو رہے ایک طرف، پیر پسارے سونے سے ہی فرصت نہ تھی۔ نیند پوری ہوتی تو کھانے کی ٹرے سامنے آجاتی۔ وہ کھا پی پیر پسار لیتیں۔ موبائل کان سے لگتا تو کئی کئی گھنٹوں کی نشریات چلتیں۔ اللہ کی پناہ۔ ماں بیٹی کا ایسا نادر و نایاب عشق دیکھا نہ سنا۔ اس پر ہر روز میکہ یاترا بھی۔

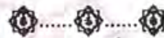
اچھی آپا کو خار چڑھتی تو بے نقط سناتیں اور ادھر پروا کرتی تھی دلہن بیگم کی جوتی۔ وہ سر منہ لپیٹ ایک بار پھر کسی تان کر پڑ جاتی۔ ہر شام چھوٹے میاں کی اسکوٹر پر سوار ادائیں دکھاتی ان کی کمر میں ہاتھ ڈال یہ جا وہ جا۔ گھر اور گھر کے کام دھندے...... وہ کیا جانیں، سسرال ہے کس چڑیا کا نام۔ کچھ آتا تو کرتیں ناں...... اب تک کی زندگی میں دوسروں کے بل بوتے پر عیش کیے تھے۔ ذرا قد نکالا تو کاٹھ کا الو چھانٹ کر اپنا الو سیدھا کیا اور وہ بھی جوتی کی نوک پر۔ یہ انہیں دلہن بیگم کو بھگت کر پتا چلا۔ یہی تو چھن تھے جو بڑی بہن بھی دو بچوں سمیت اجڑ کر میکے آ بیٹھی تھی۔ وہ فیکٹری سدھارتیں، ان کے بچے اماں نے پالے۔ سو اماں ان دونوں کے لیے لازم و ملزوم تھیں۔

اور یہ سارا ناز نخرہ گوری چمڑی کی بدولت تھا۔ چھوٹے میاں کے کان بھر کر چھوٹے کو گھر سے گمراہ کرنے کی کوشش، وہ ڈنڈا سنبھالتے تو کس بل نکل ہی جاتے مگر اس کی نوبت ہی نہ آئی۔ چھوٹے میاں بیگم کی بلائیں لیتے نہ تھکتے۔ اسی کے کانوں سے سننے بھی لگے۔ واہ جی واہ...... کیا کہنے۔ یہ اگر زن مریدی تھی تو خوب تھی اور یہ اس سو چلتر کی ایک چلتر کی ہی کارستانی رہی کہ چھوٹے میاں ایک روز سیدھے سجاؤ بوریا بستر سمیت سسرال میں جا پڑے...... لو جی چھٹی ہوئی۔

پھر وہی کنج قفس، پھر وہی صیاد کا گھر

بڑے کی باری چھوٹے کے بعد آئی اور کیا خوب آئی۔ مانو نہلے پہ دہلا پڑا۔ اس بار اچھی آپا قدم اٹھانے کی گناہ گار ضرور تھیں۔ جب چھوٹے کی ہوگئی تو بڑے کی بھی ہو ہی جانی چاہیے کہ خیر سے وہ بھی ڈھنگ سے کمانے لگے تھے۔ امی کو اب سچ مچ اچھی آپا کی فکر ستانے لگی تھی۔ اب وہ اپنی خدمت، گھر کے دلدر بھگتنے کو ساری عمر تو انہیں نہیں بٹھا سکتی تھیں اور اچھی آپا بڑی کے لیے ہلکان رہتیں۔ امی کو اچھی آپا کی فکر کھائے جاتی۔ اچھی آپا کے لیے آئے رشتے اس کی جانب مڑنے لگے تھے۔ اچھی آپا کی عمر ڈھل رہی تھی۔ صرف رنگ روپ ہی تو سب کچھ نہیں ہوتا۔ ان کا جسم پھیل رہا تھا اب کوئی آتا تو ناک بھوں چڑھاتا لوٹتا۔ وہ عمر سے زیادہ کی دکھائی پڑتیں۔ رشتے یا تو پلٹ کے نہ آتے

یا بڑی کے لیے مڑ جاتے تو وہ اچھی آپ کو بھگتاتیں مگر اچھی آپا کے کھوٹے نصیب ایسے کہاں۔
ایک بار پھر اچھی آپا کے لیے آیا رشتہ بڑی کے کھاتے میں جا پڑا تو ساتھ بڑے کے لیے تلاش شروع۔ ان کی خطا یہ رہی کہ چھانٹ کر بھوکے ننگے گھر سے لڑکی اٹھا لائیں۔ تنگی ترشی کی عادی ہوگی تو پیسے کی قدر و قیمت اور گھر داری کے چلن سے آشنا...... مگر نہیں، زمانے بھر کی بھوکی ننگی، سو چلتر کی ایک چلتر...... دنوں وہ منتظر رہیں۔ وہ گھر کے بکھیڑے سنبھالے۔ وہاں پروا کس کافر کو تھی۔ اس کا دلہناپا ہی نہ نمٹتا۔ اب اچھی آپا کہاں تک اس کے سامنے ناشتے کھانے سجاتیں، مگر کیا مجال جو اس کی غیرت پر پانی پڑ جائے۔ اب اسے تقدیر کی ستم ظریفی نہیں تو اور کیا کہتے ہیں۔



اچھی آپا تھیں جو دن بھر گھر کے ٹنٹنے بھگتنے کو پھدکنی کی طرح پھرتیں۔ کیا مجال جو ایک گھڑی کا سکون نصیب ہو مگر بڑا اب بیوی کے کانوں سے سننے اور اسی کی بولنے لگا تھا۔ سو گھر بھر سے ہاتھ اٹھا بیٹھا۔ اس پر اپنی خدمتوں کی امید۔ اچھی آپا ہائے اوئی کرتی اس کے سامنے ناشتے کھانے سجاتیں اور وہ مزے سے ڈکار لے کر پھر پیر پسار لیتی۔
گھر کے کام دھندے تو رہے ایک طرف...... وہ الٹا ان ہی سے اپنی خاطر خدمت کی امید رکھتی۔ انہیں بے طرح تاؤ چڑھتا۔ ایسے نرالے رنگ کہیں دیکھے نہ سنے۔ برتنوں پر کھیاں بھنبھناتی رہتیں۔ کبھی جو وہ اسے شرم دلانے کو طنز کرتیں۔
"کھالیا...... اٹھالوں؟" تو اسی کمال ڈھٹائی و بے شرمی سے سننے کو ملتا۔
"ہاں جی اٹھالو۔" وہ اسے گھر کے دھندوں میں کھپانا چاہتیں اور ادھر وہی ایک شان بے نیازی کا عالم۔
"ہمارے ہاں ساس، بہو کے آگے روٹی رکھتی ہے۔"
لو جی گل ای مک گئی۔ اب اس سے کون کہتا اگر ان کے ہاں کا باوا آدم نرالا تو یہیں کے طور طریقے اپنا کر اپنے وتیرہ بدل ڈالے لگرنا جی...... وہ بڑے کی منہ چڑھی تھی اور اسی کی شہ پر سب کے سروں پر چڑھی رقص فرما رہی تھی۔ اب اس کا کیا کیا جائے کہ وہ سدا سے ایسا ہی تھا جو ملا کھالیا، جو کمایا لا کے ہاتھ پر دھر دیا مگر بیوی کے معاملے میں کاٹھ کا الو ثابت ہوا۔ زن مریدی میں چھوٹے سے چار ہاتھ آگے رہا۔
بہت کم وقت میں اسی کے کانوں سے سننے اور اسی کی من مرضی کا بولنے لگا۔ بیوی اس کے کان بھرتی تو اس کی آنکھیں ماتھے سے جا لگتیں۔
"میری بیوی کو کسی کام کے لیے مت کہا کرو۔" اچھی آپا دنگ ہی تو رہ گئیں، یہ وہ بڑا تھا اچھی آپا کے سامنے جس نے کبھی سر نہ اٹھایا تھا۔
"ارے تو اسے کیا شکل چاٹنے کو لائے ہیں......؟"
امی چارپائی پر پڑے پڑے کراہتیں۔ اب اچھی آپا کی ٹکر پر گھر داری کا جگر کون لاتا اور اس گھر داری کے جھمیلے۔
اور یہ سب بیوی کی پڑھائی پٹیاں تھیں۔ شکل چڑیلوں کی، مزاج پریوں کے۔ شاید اسی لیے دو کوڑی کی اوقات تھی۔ اس پر ناز نخرہ...... اللہ کی پناہ۔ وہ کیا جانیں خدمت گزاری، وفا شعاری کس کو کہتے ہیں۔ اخلاق و کردار ہے کس چڑیا کا نام۔ ایک پکار پر لبیک کہہ اٹھنے والوں کا رتبہ کیا ہے...... امی کڑھتیں۔ اب وہ کہاں تک بھرے کنبے کے جنجال میں جان پھنسائے بیٹھی رہیں۔ جیسی تو نہ سہی...... مگر بہو ہی نہ ٹکیں۔ کرایہ دار بدلتے رہیں۔ اس سے گھر کی ساکھ خراب ہوتی ہے۔ اچھی آپا کو ایک زمانہ سلام کرتا تھا تو یہ سالوں کی بنائی عزت تھی۔ یہ ان کی زندگی کا فخر تھا کہ کبھی ان کے وجود کو کسی غیر کی میلی نظر نے نہ چھوا تھا۔
خود انہوں نے بالکونی سے جھانک کر بھی کسی چھابڑی والے سے سودا تک نہ خریدا تھا تو اس گھر کے بیرونی بکھیڑے کون بھگتاتا۔ بڑے ہی کی خاطر گھر کی اوپری منزل پر ایک کمرہ جیسے تیسے بنوایا۔ چھوٹا ان سے دور تھا۔ ان کے نہ ہونے سے امی کے دل پر کیا گزرتی، کوئی ان کے دل سے پوچھے...... اور اب یہ بڑا...... اڑنے کو پر تول رہا تھا۔ وہ لاکھ برا سہی امی کا کلیجہ تو ٹھنڈا رہے گا ناں۔

مگر اچھی آپا کی سمجھ بوجھ کے تحت کیے گئے فیصلوں کی گہرائی تک پہنچنے کو جتنی عقل درکار تھی وہ ان میں نہیں تھی۔ اب گھرداری سر پر پڑی تو پڑی۔ بوریا بستر سنبھال اوپر بڑے مگر کھانے ناشتے کی سینیاں کہاں سے آتیں؟

امی نے ان کا چولہا چوکی الگ کیا تو ایک نیا تماشا دیکھنے کو ملا۔ گھر کا چولہا اوندھا پڑا ملتا اور دلہن بیگم گھر سے گم۔ وہ در در پھرتی' دکھڑے روتی اور مانگ مانگ کر کھاتی نظر آتی۔

میاں اپنے ہاتھوں سے فل سائز ڈبل روٹی پر مکھن لگا کر جوس یا دودھ کے گلاس کے ساتھ انہیں کھلا کر جاتے' یہ آنکھوں دیکھی تھی۔ خود انہوں نے تو آس پڑوس کے کسی گھر میں کبھی نوالہ تک نہ اٹھایا تھا' نہ کسی کا احسان لیتیں...... ہاں مگر کردیتی تھیں...... اور وہ ان کی نیک نامی وساکھ پر پانی پھیرنے کو تلی تھی تو یہ بھی خطرے کا ایک الارم ہی تھا۔ سو امی نے انہیں صاف سیدھا باہر کا راستہ دکھا دیا تھا۔

ایک تیر میرے سینے پر مارا کہ ہائے ہائے

مگر بڑے اینٹھ گئے۔ ابھی تک تو مفت کی روٹیاں نصیب تھیں' کمائی تو بیوی کے بٹوے میں جاتی تھی۔ اب اگر چھت کا آسرا نہ رہتا تو آدھی آمدنی اسی میں پھنک جاتی مگر نا...... امی کو اپنی آن' رکھ رکھاؤ ان سے بڑھ کر عزیز تھا۔ سات سلام ایسی بہو بیٹیوں کو' ہوئی کی...... زمانے بھر کی ناکارہ' وہ بوریا بستر سمیت سدھارے تو اچھی آپا نے بھی خیر کا کلمہ پڑھا۔ اب یہاں کا نصیب کہ بیویوں کے معاملے میں بھی کھوٹے ہی رہے۔ یہاں آکر اچھی آپا نے دوبار مات کھائی۔ خیر جان چھوٹی سو لاکھوں پائے۔

اوپری منزل کا کمرہ خالی ہوگیا اور ان کے لیے بے مصرف ہی تھا۔ ان کے جاتے ہی اچھی آپا نے اوپری منزل پر بھی ایک کمرہ بڑھایا بغیر پلستر کی دیواروں پر پلستر چڑھا دیا۔ مکان کی چھتیں ختم ہو رہی تھیں۔ نئے سرے سے چھتیں ڈلوائی گئیں اور لیجیے جناب اوپری پورشن تیار۔ اوپری منزل پر اب دو کمرے ہوگئے' نچلی منزل پر دو کمرے آٹھ ہزار کے پڑتے تھے۔ دکان کا کرایہ الگ اور مکان کے داہنی جانب سڑک پر کھلتی دکانیں الگ۔ اوپری منزل کے مکینوں کو آزار بھگتنے پڑتے ہیں' سو انہوں نے دو کمروں کا بھی کرایہ ہلکا ہی رکھا۔ کیا وقت تھا جب امی نے نچلی منزل کے دو کمرے صرف بارہ سو پر اٹھائے تھے۔

مکان کے اندرونی احاطہ میں دو رخ پر دیوار کے ساتھ لگے درخت اب بھی پھلوں سے لدے ہوئے تھے۔ سہ منزلہ مرغیوں کا پنجرہ' ٹوکری بھر انڈے وہ صبح و شام سمیٹتیں مگر اب پیسے کی چخ چخ دور ہوگئی تھی۔

✿......✿......✿

اچھی آپا کی عمر ڈھل رہی تھی۔ امی بھی ہمت کھو رہی تھیں۔ اب رشتے تو نہ آتے اور جو آتے وہ اچھی آپا کے دل کو نہ لگتے۔ ایک سے ایک نامعقول۔ کسی کو بچے پلوانے کے لیے ماسی درکار تھی' کوئی مسجد کا مولوی۔ اللہ جھوٹ نہ بلوائے تو زمانے بھر کے نگوڑے...... اچھی آپا کی جان امی میں ہی اٹکی رہتی۔ زندگی کسی کے نام کردینا اتنا آسان کہاں...... دل گردے کی بات تھی۔

خیر...... یوں بھی نہ تھا کہ محبت کا جذبہ کبھی اچھی آپا کو چھو کر بھی نہ گزرا ہو۔ محبت کے خواب تو اچھی آپا نے بھی دیکھے تھے۔ یہ اور بات کہ ان خوابوں پر مجبوریوں کی اوس پڑ گئی تھی۔

یہ ان دنوں کی بات تھی جب سڑک کے رخ کھلتی دکانیں' گودام کا مالک خالی کر گیا تھا۔ امی کی کسی چچیری کا سسرالی کسی دور افتادہ گاؤں سے آیا تو ہاتھ میں ایک سفارشی رقعہ تھا۔ اس نے ٹیکسٹائل ڈیزائننگ میں ڈپلومہ کیا تھا اور کسی اچھی کمپنی میں ملازمت بھی مل گئی تھی۔ مسئلہ رہائش کا تھا۔ امی سوچ میں پڑ گئیں۔ بندہ معقول و شریف نظر آتا تھا۔ نک سک سے تیار' کسی فلم کا ہیرو دکھائی دیتا تھا۔ سفارش تگڑی تھی۔ انکار کا سوال ہی نہ تھا۔ گودام والی دکان خالی پڑی تھی۔ ایک پلنگ ہی تو ڈالنا تھا' بقیہ کی دردسری اس کی اپنی رہی۔ جوان بیٹیوں والا گھر تھا۔ گھر میں داخلے کا سوال ہی نہ تھا۔ ناشتے' کھانے کی ٹرے بڑا پہنچاتا رہا یا پھر استری' جس کے لیے چھوٹی کو پکار پڑتی مگر جب چھوٹی اسکول ہوتی تو اچھی آپا کے سوا کون تھا جو نچلی منزل میں

اندرونی رخ پر دکانوں کی کھڑکی کھڑکنے پر لپکتا۔ ان ہی ناشتے، کھانوں کے تبادلے میں ایک آدھ اضافی فقرہ بھی کہہ سن ہی لیا جاتا۔

"خالہ کیسی ہیں؟"

"جی ویسی کی ویسی۔" اچھی آپا کا وہ نپا تلا سا جواب۔

"اوہ...... میرا سلام کہیے گا۔"

"جی بہتر۔" یا پھر اڑتی پڑتی سی فرمائش۔

"بڑے دنوں سے ہری مونگ کی کھچڑی نہیں پکائی۔"

"جی...... آج ہی پک جائے گی۔"

"سچ...... بڑا ذائقہ ہے آپ کے ہاتھ میں۔" وہ گم سا ہو جاتا تھا۔

ٹرے پکڑتے، چھوڑتے، اچھی آپا کے سفید، نرم و گداز ہاتھ...... اچھی آپا نے اسی روز ہری مونگ کی کھچڑی چٹنی کے ساتھ بڑے دل سے بھیجی تھی۔

رفتہ رفتہ ایک نیا جذبہ پھوٹ پڑا تھا۔ بات ہاتھ کے ذائقے سے ہاتھوں کی تعریف پر آ گئی۔ اچھی آپا کے لو دیتے حسن کے لشکارے پردے کی اوٹ سے بھی نظریں خیرہ کیے دیتے اور پھر...... ایک روز وہ ان کی جھلک پا گیا۔ اس روز اس نے کہا۔

"تم آتی ہو تو میرے آس پاس پھولوں جیسی مہک پھیل جاتی ہے۔" جانے کیسے وہ کہہ بیٹھیں۔

"ارے کہاں...... پھول تو اتنے خوب صورت ہوتے ہیں۔"

"تم بھی تو خوب صورت ہو۔" ان کے کانوں میں جلترنگ سے بج اٹھے۔ اچھی آپا کا دل دھک دھک کرنے لگا۔ یہاں وہاں کھٹ پٹ ہوئی تو کھڑکی بند ہوگئی مگر اچھی آپا کے آس پاس ایک ہی جملہ چکراتا رہا۔ "تم بھی خوب صورت ہو۔" جانے کتنے عرصے بعد انہوں نے بغور خود کو آئینہ میں دیکھا تھا مگر یہ تب کی بات ہے جب آتش جوان تھا۔

وہ گاؤں گیا تو ڈھیروں ڈھیر سوغاتیں لے کر آیا۔ اصلی گھی، میوؤں والا گڑ، امی کے لیے کشمیری کڑھائی والی چادر اور اچھی آپا کے لیے جگر جگر کرتی ڈھیروں کانچ کی چوڑیاں...... لچکا چمکتا ریشمی پراندہ۔ امی چونکیں ضرور مگر ان کی رشتہ داری بنتی تھی۔ اچھی آپا اس کے لیے کیا کم جان مارتیں۔ ہر وقت کان نچلی منزل کی گھر میں کھلتی کھڑکی پر ہی لگے رہتے۔ ایک ذرا کنڈی کھڑکتی اور وہ لپکی جاتیں۔ اتنا تو وہ بھی سمجھتیں کہ اچھی آپا کی یہ "پھرتیاں" بے سبب نہ تھیں۔

وہ جو کہتے ہیں کہ انسان کی اپنی دو اور دُنیا کی ہزاروں آنکھیں ہوتی ہیں...... سرفراز کی نوکری پکی تھی۔ گھر کے لیے ایک گھر والی کی تلاش...... سو اس کی اماں پیغام لیے چلی آئیں اور یہ وہ وقت تھا جب اچھی آپا کے پاس خود اپنے لیے بھی فرصت نہ تھی۔ چھوٹی کا تو ذکر ہی کیا، بڑی بھی ابھی اتنی بڑی کہاں ہوئی تھی کہ گھر گرہستی کے جھمیلے، کم آمدنی کے بکھیڑوں کو قابو کرنے سمیت بھگت لیتی۔ سو اچھی آپا نے گھر دامادی کی شرط رکھ دی۔ مگر اچھی آپا کے لیے کوئی اور بھلا کاہے کو دل پر پتھر رکھتا۔ سرفراز ماں کا اکلوتا سپوت تھا۔ ان کی امیدوں، آرزوؤں کا محور و مرکز۔ یہ تو طے تھا کہ اچھی آپا کو ہی بیاہ کر گاؤں سدھارنا تھا۔

اگرچہ امی نے لاکھ سر پٹخا، ایسا بڑھیا رشتہ قسمت سے ہی ملا کرتا ہے۔ پھر اچھی آپا سرفراز کے لیے جتنی جان مارتیں، وہ صرف کرائے کے عوض نہ تھا، اتنا تو انہیں بھی دکھائی دیتا تھا۔ اچھی آپا نے بھی تو نوعمری سے گھر بار سنبھالا تھا۔

سر پر پڑنے پر شاید بڑی کچھ کر لے ورنہ بڑا ڈھنگ سے کچھ کرنے لگے تو اسے بیاہ دیں گی مگر...... ان تلوں میں تیل ہی نہیں تھا اور یہ وہ جانتی تھیں۔

اچھی آپا جس طرح گھرداری کے جھمیلے بھگتاتیں، یہ ان ہی کا دل گردہ تھا اور اس روز تو وہ آنسوؤں سے رو پڑی تھیں، جب وہ بنا کچھ کہے ایک روز خاموشی سے اپنا بوریا بستر سمیٹ سدھار گیا۔ محبت کا خواب ادھورا رہ گیا تھا۔ اور دل کو مارنے کا ہنر تو کوئی اچھی آپا سے سیکھے۔

اچھی آپا کے سہرے کے پھول نہ کھلنے تھے نہ کھلے۔ وہ اچھی آپا تھیں اور اچھی آپا ہی رہیں۔ نہ وہ کسی غریب کی جورو بن سکیں نہ بھابی۔ اچھی آپا کے چاندنی جیسے رنگ و روپ کو

سچ مچ کسی بدنظر کی نظر کھا گئی۔ اب رشتے اول تو آتے نہیں اور جو آتے‘ وہ سہ منزلہ مکان پر رال ٹپکاتے اور یہ انہیں کہاں منظور تھا۔ اچھی آپا کی قسمت کہ بساط کے سارے مہرے بے ٹھکانہ چلتے بنے مگر اچھی آپا نے اپنی سمجھ بوجھ سے کسی معاملے کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

مات کھائی تو بس اپنی منہ چڑاتی قسمت سے۔

۞......۞......۞

وقت کا سیل رواں اپنے ساتھ سب کچھ بہا کر لے گیا...... شاید قدرت نے انہیں ان ہی کاموں کے لیے چنا تھا مگر دُنیا کہاں سمجھتی ہے اور دُنیا کی زبان کے نشتر الامان الحفیظ۔ اب تو سیدھے سبھاؤ امی کو سننے کو ملتا کہ انہوں نے اپنا کنبہ بھگتانے کو اچھی آپا کی عمر نکال دی۔ لو کر لو گل۔

بڑے سدھارے تو امی کا ایک اور بازو کٹ گیا۔ مانو ایک در بند ہوا مگر بات وہیں آ کے ٹھہرتی ہے کہ رب ایک در بند کرتا ہے تو سو در کھولتا ہے۔ بڑے کے بوریا بستر لپٹنے کی دیر تھی کہ اچھی آپا کے رشتے کے ایک چچا میاں چلے آئے۔ زندگی میں مکان بیٹوں کے نام کر کے اپنے ہاتھ کٹوا بیٹھے تھے۔ اب ان کے لیے اپنے ہی گھر میں ان کے لیے عزت تھی نہ پناہ۔ کیا کہنے اس دربدری کے کہ بیٹھوں کہاں کہ سایہ دیوار بھی نہیں۔ تیسری منزل کا زینہ مکان کے داخلی دروازے تک جاتے۔ احاطے سے دوسری منزل کی درمیانی چھت پر رکھا گیا۔ سو دُوسری منزل ساری کی ساری ڈھک گئی۔ چھت تو کشادہ ہوگئی مگر درمیانی حصہ ایک روشن دان تک سے محروم ہوگیا۔ خیر یہ اچھی آپا کے لیے اچھا ہی رہا۔ انہوں نے بقیہ حصے کو جالیوں سے ڈھک کر نیچے کو جانے والے زینے پر جالی کا دروازہ لگا کر درمیانی منزل ساری کی ساری محفوظ کر ڈالی۔

مکان کے بیرونی احاطہ میں دوسری منزل کو جاتے زینہ تلے چچا میاں کا تخت سج گیا۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ چچا میاں پانچ وقت مسجد کو جاتے‘ رات اسی تخت پر پڑ کر سو جاتے۔ مکان کے بیرونی احاطہ میں امی کی کٹا کٹ کرتی مرغیوں کے ڈربے اب تک سجے تھے۔ دو طرفہ دیوار کے ساتھ درختوں کی قطار‘ گملے اور ان درختوں کی آب یاری‘ مرغیوں کی خبر گیری‘ پودوں کی کاٹ چھانٹ‘ راشن‘ سودا سلف‘ امی کی دوائیاں مانو...... چچا میاں نے اپنی پناہ کی قیمت ادا کر دی ہو اور اچھی آپا کو تین وقت ایک سینی ہی تو سجا کر بھیجنی تھی۔ سودا مہنگا نہیں رہا۔

شہر بھر میں پانی کا کال تھا تو اچھی آپا کے مکان کی تین منزلوں کو کون پانی دیتا۔ وہ کہاں تک ٹینکر ڈلواتیں۔ انہیں اپنی جمع جوڑ کو ہوا دکھا کر زمینی بورنگ کرواتے ہی بنی اور تین منزلوں پر پانی کی فٹنگ‘ لاکھ کا خرچ‘ ڈیڑھ لاکھ پر بیٹھا مگر پانی سے فراغت نصیب ہوئی۔ ادھر پانی کی تنگی کا وہ عالم کہ الامان...... مانو سارا شہر ٹوٹ پڑا۔ اب پانی کے لیے کون کافرانکار کرتا۔

علی الصباح مکان کی بیرونی دیوار سے لگے چبوترے پر گیلنوں کی قطار سج جاتی۔ ڈول‘ ڈبے‘ بالٹیاں‘ صبح شام پانی کی تقسیم فی سبیل اللہ چلتی۔ اچھی آپا‘ چچا میاں کے دم کو دعا دیتی نہ تھکتیں۔ ان کا لولا لنگڑا سہارا نہ ہوتا تو دُنیا کو کون گیلنوں کے گیلن بھر کے پانی دیتا۔ نچلی منزل کی دو طرفہ دیوار سے لگے درختوں کی آبیاری‘ بازار کے پھیرے‘ گھر کے باہر کے جھمیلے اب اچھی آپا کے بس کے نہیں رہے تھے۔ درختوں کی کاٹ چھانٹ‘ کٹا کٹ کرتی مرغیوں کی دیکھ بھال‘ نچلی منزل اور بیرونی بکھیڑے...... وہ نہ ہوتے تو کون ہوتا۔ مانو دونوں نے ایک دوسرے کو سہارا دیا تھا۔

امی کی زندگی تو مانو ایک ٹمٹماتا دیا تھی‘ جو ایک بے رحم تھپیڑے سے آخرکار بجھ ہی گیا مگر اچھی آپا نے آخری سانس تک امی کا ساتھ نہ چھوڑا۔ ان کی اپنی اولاد تو سوئم بھگتا کر یوں پھری‘ مانو کعبے سے کافر۔ امی کے نصیب میں اچھی آپا کی خوشیاں دیکھنی درج ہی نہ تھیں اور امی کے بعد کون تھا جو ان کی فکر پالتا۔ اچھی آپا نے ذہن سے اس خیال کو ہی جھٹک دیا۔ کچھ گزر گئی‘ کچھ گزر جائے گی مگر وہ دُنیا سے کترانے لگی تھیں۔ کبھی جو گلی محلہ میں قطرے پلانے والیاں گھر گھر دروازہ بجاتیں اور اچھی آپا درمیانی منزل کی بالکونی سے جھانکتی نظر آتیں تو وہ کمال بے نیازی سے

دریافت کرتیں۔

"آنٹی کتنے بچے ہیں آپ کے؟" وہ شرم سے گڑ کر رہ جاتیں۔ انہوں نے گلی میں جھانکنا ہی چھوڑ دیا تھا۔



ان ہی وقتوں کی بات ہے۔ ایک روز ایک نوعمر' طرح دار سی عورت چلی آئی۔ مطلقہ تھی بے چاری' بے سہارا' بے آسرا۔ ایک کمرے کا مکان ڈھونڈتی پھر رہی تھی۔ کوئی آگے پیچھے تھا نہیں۔ بس ایک پلنگ ڈالنے کا ٹھکانہ مل جائے۔ اچھی آپا کا موم جیسا دل پگھل گیا۔

"بیوٹیشن ہوں۔ اگر پارلر کے لیے جگہ مل جائے تو دو پیسے کا آسرا بھی بن جائے۔"

"بیوٹیشن۔" اچھی آپا کے دماغ میں برقی قمقمے جلنے بجھنے لگے۔

تیسری منزل کا زینہ' درمیانی منزل پر رکھنے کے لیے درمیانی خلا بھر دیا گیا۔ چھت خاصی کشادہ ہوگئی تھی۔ انہوں نے چار دیواری کھنچوا دی۔ سوچا تھا گرمیوں میں بجلی کے طویل بریک ڈاؤن پر رات پڑاؤ ڈال لیا کریں گی کہ درمیانی منزل تو ساری کی ساری ڈھک گئی تھی۔ ہوا کا آسرا رہا نہ روشنی کا۔ وہ ایک آدھ بار سو بھی گئیں مگر ان کے دل کو دھڑکا ہی لگا رہا۔ اوپری منزل کی دیواروں پر ٹین کی چھتیں ٹکی تھیں۔ انسان کی نیت کا کیا بھروسا۔ اوپر والا کرایہ دار چھت اٹھا کر نیچے کود گیا تو...... زندگی بھر کی نیک نامی و ساکھ پر پانی پھر جائے گا۔

اوپری منزل کے کرایہ دار معقول ہی تھے۔ خیر..... آدمی کا دماغ ٹیڑھا مگر بھلا ہی تھا۔ اپنے کام سے کام رکھتا۔ اچھی آپا کی شخصیت اتنی دبنگ تھی کسی کی کیا مجال جو کوئی ان کے گھر یا ان کی طرف ٹیڑھی نظر سے دیکھ سکے مگر وہ لاکھ دبنگ و دلیر سہی' مگر تھیں تو عورت۔ سو ایک آدھ بار میں بھی ان کا دل ہولتا ہی رہا لہٰذا اگلی بار کے لیے کان پکڑے۔

سو اتنی جگہ بے مصرف ہی پڑی تھی۔ سہ طرفہ دیوار بھی تھی اور نیچے کی جانب پانی اور گٹر کی لائن بھی گزرتی تھی۔ انہیں اس احاطے میں سامنے کے رخ پر دیوار کھڑی کر کے چھت ہی توڑ ڈالی تھی اور ایک طرف اٹیچ باتھ مگر وہ بھاؤ تاؤ پر اتر آئیں۔

"اگر آپ روزانہ کی آمدنی میں ساجھا کریں تو میرا اور آپ کا نصیب۔ مگر پارلر کا سامان آپ کا ہوگا اور اگر لگی بندھی پر ڈیل کریں تو سب میرا۔ آپ کو جو آپ کہیں' کرایہ دے دیا کروں گی۔" یہی مناسب تھا۔ اب کون روز روز حساب کتاب کرتا پھرے۔ انہوں نے دو ہزار کہہ دیا کہ کھینچ تان کے ایک کمرے کی جگہ بنتی تھی۔ پھر عورت مجبور تھی۔

"اگر میں تین ہزار دے دوں تو کھانا بھی آپ کے ساتھ کھا لوں؟ اب اکیلی جان کہاں کھانے پکانے کے لیے ہلکان ہوتی پھروں گی۔ وقت بھی ضائع ہوگا۔ اوپری خرچ کے لیے صرف ایک بیڈ میرے لیے کافی ہوگا۔" یہ بھی ٹھیک ہی تھا۔

دو روٹیاں چچا میاں کے لیے اضافی پکتیں' دو اور سہی۔ ایک آدمی کا کھانا تو بچ کے بھی چلا جاتا ہے مگر انہوں نے تین ہزار سے انکار کر دیا۔ انسانیت بھی کسی چڑیا کا نام ہے کہ نہیں مگر انہوں نے سختی سے تاکید کر دی کوئی مرد ان کی دہلیز پار نہ کرے۔ عمر گزری تھی اپنی نیک نامی' ساکھ کو سنبھالتے۔ امی گئیں تو سمجھو دنیا ختم۔ بہن بھائیوں کا لولا لنگڑا آسرا تھا۔ ان کے اپنے گھر بار' سو آزار۔ موبائل فون پر سب کی خبر گیری رکھتیں۔ خوشی' غمی نکل ہی آتی۔ اپنی اپنی جمع جوڑ کے سبب ہزاروں کی مالک تھیں۔ حسب توفیق نوازتیں۔

اگر چہ ان سب نے بہت چاہا اچھی آپا سارا گھر کرائے پر اٹھا کر ان کے ساتھ چل کر رہیں مگر بات تو ایک ہی تھی۔ خربوزہ چھری پر گرے یا چھری خربوزے پر۔ آج کل کی بہو بیٹیوں کے نرالے رنگ ڈھنگ ان کے طور طریقے سے کہاں میل کھاتے۔ سب کے اپنے اپنے دکھ تھے۔ سب کے اپنے اپنے چاند۔

چھوٹی کو سسرال بڑی دبنگ نصیب ہوئی تھی۔ اس پر میاں کا ٹیڑھا مزاج۔ چھوٹی بے چاری ہزار جگہ دل کو مارتی مگر وہی معاملہ تھا۔ کھلاؤ سونے کا نوالہ دیکھو شیر کی نظر

سے۔ بڑی بھی دل مار کے سسرال بھگت ہی رہی تھی۔ گرہستی سنبھال ہی لی تھی۔ چھپن چھری بہوؤں کے بھی کس بل اولاد نے نکال ہی دیے۔ اب تو بھانجی بھتیجیاں تک ہنکارنے لگیں۔ اچھی آپا کا وہی معاملہ رہا۔

ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا

ہر سال عید تہوار پر اچھی آپا سب کی مشترکہ دعوت کرتیں۔ یہ لمبا سارا دسترخوان لگتا۔ چولہے پر بڑا سا دیگچہ چڑھتا۔ مٹھائی کے ڈبوں کی قطار لگ جاتی۔ عیدی کے نام پر کوئی ہزار، کوئی پانچ سو دے کر یہ جا وہ جا اور اچھی آپا اسی سہ منزلہ مکان میں تن تنہا...... ان کا آج بھی وہی چلن تھا۔ نچلی منزل کے کرائے سے گھر کا راشن آتا۔ بل بھگتاتیں۔ اوپری منزل کا کرایہ اکاؤنٹ میں جاتا اور دکانوں کے کرائے سے روزمرہ کا سودا سلف، دودھ اور اوپری خرچ۔ پارلر کی آمدنی سے کل آمدنی کا دس فیصد خیرات کرتیں۔

کمیٹیاں وہ آج بھی ڈالتیں۔ مہینہ بھر میں دو چار ہزار نکلتے کیا پتا لگتے۔ پھر مٹھی بھر رقم سال دو سال میں ہاتھ آ ہی جاتی تھی۔ کرائے کے طفیل لاکھوں کی مالک تھیں۔ یہ ان کی قسمت تھی کہ لوگ انہیں ہمیشہ بھلے ہی نصیب ہوئے۔

کھٹ پٹ تو اکثر ہو ہی جاتی، کوئی اپنی ڈگر بھولتا، تو وہ بھی لتاڑ کے رکھ دیتیں۔

"آپ کو کوئی تنگی ہے تو اپنا راستہ ناپیے۔ کرایہ دار بہت۔"

خیر یہ تو ٹھیک ہی تھا۔ کوئی دن نہ جاتا کہ گلی محلہ میں کوئی کرائے کے لیے مکان ڈھونڈتا نہ آ نکلے۔ پھر اچھی آپا جیسا روشن ہوادار گھر کرایہ معقول، پھر کوئی چخ چخ نہیں، نہ نکتہ چینی۔ اچھی آپا اپنے کام سے کام رکھتیں۔ سب کے راستے جدا تھے۔ منزلیں الگ۔ کس کے کون آیا، کون گیا، ان کا لینا دینا نہ تھا۔ مگر گندگی، بے ترتیبی، شور شرابا انہیں نامنظور تھا۔ وہ اگر بگڑتیں تو بس اسی سبب۔

سب چھان پھٹک کر کے ہی کرائے پر مکان اٹھاتیں۔ فیملی بڑی نہ ہو، کام دھندہ پکا ہو کہ کرایہ وقت پر ملے۔ بجلی کا استعمال زیادہ نہ ہو اور جب سارے معاملات سیدھے ہوتے تو وہ کچھ چھوٹ بھی دے دیتیں۔ کبھی کرائے، کبھی ایڈوانس میں نرمی کر دیتیں مگر تان آ کے ٹوٹی تو بلوں پر۔ خیر...... گیس پانی کے بل تک تو غنیمت تھا۔ دن تو خیر گزر ہی جاتا۔ صرف رات میں دو گھنٹے کی لوڈشیڈنگ پر جنریٹر چلتا۔ سب منزلوں کے لیے ایک پنکھا، ایک بلب۔ سو ہزار بارہ سو غنیمت تھے۔

خود ان کا اپنا تو خرچ کچھ بنتا ہی نہ تھا کہ سدا سے ہر چیز سینت سنبھال کر خرچ کرنے کے چلن پر اب بھی چلتیں۔ رات بھر میں اللہ جھوٹ نہ بلوائے تو درمیانی صحن میں ایک زیرو کا بلب جلتا۔ گرمیوں میں ایک پنکھا یا پھر فریج۔ کپڑے وہ ہاتھ کے ہاتھ دھو کر ڈالتیں۔ کھانا ہفتہ میں ایک بار پک جاتا تو پک جاتا۔ ایک سبزی، ایک دال اور ایک سالن ہفتہ بھر چلتا۔ چپاتی تازی پڑتی یا پھر چاول۔ لیجیے جناب، چھٹی ہوئی۔ کبھی جو ذرا دل للچاتا، منہ کا مزہ بدلنے کو ایک آدھ میٹھا بن ہی جاتا جو کئی کئی دن چلتا۔ آئے گئے کے آگے بھی رکھا جاتا۔ پانی کی ٹنکی البتہ تینوں منزلوں کے لیے الگ تھی جسے وہ بس ایک بار صبح میں بھرتیں اور جو پانی فی سبیل اللہ چلتا اس کا کچھ حساب نہ تھا۔

گھر بھر میں ان کا سلیقہ جگمگاتا، جہاں چیز دھر دیتیں، پھر خود ہی اٹھاتیں۔ ہر چیز ترتیب و سلیقہ سے مدت سے ایک ہی ٹھکانے پر تھی۔ اس بار کرائے دار ٹیڑھے ملے۔ ایک نہ دو، خیر سے آٹھ افراد تھے۔ خیر یہ تو ایک بہلاوا یا بہانہ ہی تھا کہ نچلے پورشن کے کرائے دار۔ سب ایک ایک کر کے کمپنی، فیکٹری سدھارتے۔ دن بھر مکان پر تالا منہ چڑاتا۔ فیکٹری، کمپنی کا تو ایک نام ہی تھا، سب لوگ نہا دھو ناشتہ کر کے کھانا باندھ کر اور استری شدہ کپڑے پہن کر ہی تو سدھارتے۔ بچت کہاں سے نکل آئی۔ دن بھر میں اللہ ماری بجلی تکتی کتنی دیر ہے۔

اوپری منزل سے بل وصول کرنا ناانصافی تھی۔ بے چاری بھلی مانس عورت تھی۔ استری بھی ان سے مانگ کر کرتی۔ کوئی دن نہ جاتا کہ اپنے گھر کے دھندے بھگتا کر اپنی بستر پر پڑی ماں کی خبر گیری کو جاتی۔ پھر رات گئے

میاں کی واپسی پر اس کے ساتھ ہی لوٹتی۔ اب سوال یہ تھا کہ کمر توڑتے بجلی کے ان بلوں کو ساجھا کیسے ہو؟

یہ بل تو سر پر لٹکتی کسی تلوار سے کم نہ تھا۔ انہیں بھرتے ہی بن پڑی۔ مگر آئندہ کے لیے انہوں نے نئے میٹر کے فارم بھر دیے۔ ہر منزل کے لیے الگ میٹر اور مکان کی بیرونی دیوار' پچھلی جانب دکانوں کی سمت' نت نئے میٹر سج گئے۔ دو میٹر کمرشل دکانوں کی سمت' نچلی منزل کے کرایہ دار کا' بیرونی رخ پر کھلتی دکان سے ساجھا تھا۔ خیر سے درزی کی دکان تھی۔ دن بھر کھٹا کھٹ مشین چلتی۔ البتہ تیسری منزل اور پارلر کا ساجھا اپنے ساتھ رکھا کہ ان کا اپنا ساجھا بن گیا تھا۔



گرمیوں کا موسم تھا۔ انہوں نے شیفون کے دوپٹے والے درجنوں' نت نئے لان کے جوڑے پارلر میں رکھوا دیے۔ سلائی کے لیے ایک اشتہار بھی وہیں چپکا دیا' جو ہر آنے والی کی نظر سے گزرتا اور یہ لیجیے جناب' دھڑا دھڑ سلائی کے آرڈر ملنے لگے۔ یوں ہی تو نہیں کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ بندے کی نیت کے ساتھ ہے۔ کر بھلا تو ہو بھلا...... ان کا وقت اچھا کٹنے لگا۔ چار پیسے کا آسرا بھی بنا مگر اب ان کی ہمت جواب دینے لگی تھی۔

آنگن کے درخت اب بوڑھے ہوئے۔ ان کے وجود کی عمارت شکستہ تھی۔ جوڑوں کا درد چین نہ لینے دیتا۔ وہ ادھر ادھر کی مصروفیت نہ ڈھونڈتیں تو پہاڑ سا دن کیسے کٹتا۔ نہ ہوتا چچا میاں کا سہارا تو وہ کہاں گھر سے باہر کے کھڑاگ سمیٹنے کو ہلکان پھرتیں کون گلی محلے والوں کو موٹر چلا کر پانی کے گیلنوں پر گیلن بھر کے دیتا۔ پیسے کی فراغت تھی' خیر سے لاکھوں کی مالک تھیں مگر تین منزلہ گھر ایک جنجال پورہ بن کے رہ گیا تھا۔ کوئی ایک آزار تھا' کوئی بے سکونی سی بے سکونی تھی۔

فجر ہوتے ہی دودھ والا دروازہ کھڑکا دیتا۔ اسے دودھ کے برتن مانجھنے ہوتے۔ علی الصباح وہ صحن میں لٹکتی سکوریوں میں چڑیوں کے لیے دانہ پانی رکھ رہی ہوتیں تو

نچلی منزل سے پکار پڑتی۔ فیکٹریوں میں آٹھ بجے حاضری تھی۔ رات کے بند والز نوزلز کھولنی ہوتیں۔ گیس، پانی، سارے والز انہوں نے اپنے ہاتھ میں رکھے تھے۔ ان ہی کے پورشن میں سارے سسٹم تھے۔ کرایہ داروں کا کیا بھروسا کبھی جو کچھ کھلا چھوڑ جائیں تو ایندھن ضائع نہ ہو۔

اوپری منزل اور نچلی منزل والوں کی ذرا نہ بنتی۔ اوپر والے کی اسکوٹر نچلی منزل کے احاطہ میں کھڑی ہوتی۔ وہ سب سدھارتے ہوئے گھر مقفل کر جاتے۔ بیرونی احاطہ کی چابی چچا میاں کے پاس ہوتی۔ نچلی منزل والے فیکٹری سے تھکے ہارے لوٹتے تو جلد سو جاتے تھے۔ اوپر والے کو لوٹنے میں تاخیر ہو جاتی۔ اس کی اسکوٹر شور مچاتی، ان کی نیند میں خلل پڑتا۔ نچلی منزل والے تاؤ کھاتے۔

اچھی آپا کا اپنا پورشن سامنے کے رخ سے جالیوں سے ڈھکا تھا۔ ہوا بھی آتی اور آوازیں بھی۔ وہ کبھی جائے نماز، کبھی ہانڈی، آنچ دھیمی کر کے لپکی جاتیں۔ آنے بہانے پکاریں پڑتی ہی رہتیں۔ دن بھر پارلر میں آنے جانے والوں کا تانتا بندھا رہتا۔ پارلر کا زینہ ان کے اپنے صحن سے ہو کر گزرتا تھا۔ وہ پل بھر کی جھپکی تک نہ لے پاتیں دن بھر۔ یوں ہی افراتفری کا سماں چلتا تھا۔

اچھی آپا کو رات گئے کنڈی تالے ٹھونک کر گیس پانی کی نوزلز بند کر کے ہی سونا نصیب ہوتا۔ کبھی جو دل للچاتا رات نو بجے کا خبرنامہ سن کر سو رہیں۔ مگر...... تیسری منزل کا کرایہ دار بیوی بچوں سمیت دیر سے لوٹتا تھا۔ عشاء کے بعد کا وقت، وہ تسبیح پھیرتیں، سوئی جاگی کیفیت میں منتظر رہتیں۔ کبھی ایک اونگھ سے آنکھیں بند ہونے لگتیں، وہ ایک فکر سے جاگ پڑتیں۔ کبھی کبھی پولیس آ کر کھڑی ہو جاتی۔ دکانوں، مکان کے کرائے نکالیے۔

اچھی آپا کے پاس پوری فائل تھی۔ ٹکے ٹکے کا حساب اور ان خوش بختوں کو تو اللہ ہی ہدایت دے تو دے، وہ کچھ لے کر ہی ٹلتے تھے۔

سیوریج سسٹم کی ماہانہ درستگی، موٹر کی مرمت، بلوں کے کھاتے، مکان کی مرمت، درستگی کی مد میں کوئی نہ کوئی کام نکل ہی آتا۔ کوئی بے سکونی سی بے سکونی تھی۔ رفتہ رفتہ اچھا بھلا گھر چوں چوں کا مربا بن کے رہ گیا۔ کوئی ایک جنجال تھا۔ پورے کا پورا جنجال پورہ۔ نہ رات بے فکر، نہ دن۔ ہر وقت ہاہاکار...... وہ اپنی بے سکونی کے دکھڑے لے کر کہاں جاتیں، کس کو سناتیں۔

اس مکان کی صورت ایسی ہڈی گلے میں اٹک گئی تھی جو نہ نگلتے بنتی نہ اگلتے۔ وہی بات تھی لب ہلے اور شکایات نے دم توڑ دیا۔ کوئی ایک آزاد تھا۔ نفسا نفسی ہی نفسا نفسی تھی۔ گھر بھر میں اللہ جھوٹ نہ بلوائے تو پھرکی کی طرح پھرتیں اور یہ کسی بھلی مانس کا ہی مشورہ تھا۔

"اجی یہ کس جنجال میں جان پھنسائے۔ آپ کی عمر ہے کہ چکرائی پھریں گھر بھر میں۔ ایک کونا پکڑ کے مصلیٰ سنبھالیے اور اللہ اللہ کریں۔ میری مانیں تو کسی پوش علاقہ میں گھر لیجیے۔ وہاں اتنے کھڑاگ کہاں...... بلکہ تنہائی بھی نہیں اور سیکورٹی سسٹم بھی ہے۔"

"ہائیں...... تو اس گھر کا کیا بنے گا؟" اچھی آپا ٹپٹا اٹھیں۔

"اجی بیچ ڈالیے۔ خیر سے چار طرف سے ہن برستا ہے۔ آپ کے پاس پیسے کی کمی ہے کوئی۔ ایک گزارے لائق فلیٹ خریدیں۔ ایک دو کمرے کا فلیٹ آپ کو بہت۔"

یہ سن کر اچھی آپا ٹپٹائیں۔ یہ مکان ان کے والدین کی نشانی تھا۔ پھر دوسرے بھی اس کے حصہ دار تھے۔ کبھی منہ پہ نہ لائے تو ان کی بڑائی تھی۔ وہ ایسے کیسے اس کے دام کھرے کر لیتیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ بیٹھے بٹھائے کماؤ پوت کی طرح پیسہ دے رہا تھا۔ خیر سے تین منزلہ مکان دکانوں سمیت لاکھوں میں جاتا۔ ادھر دوسرا مشورہ۔

"باقی کا پیسہ بینک میں ڈال کے مزے سے منافع پر گزارا کریں۔ رقم اپنی جگہ رہے گی اور آمدنی الگ۔ یا پہلے کرائے پر جا کر دیکھیے۔"

"پھر اس گھر کا کیا بنے گا؟ ایک ہڑبونگ مچ جائے گی۔ کرایہ دار ایک دوسرے کے سر پھوڑتے نظر آئیں گے۔"

"تو چھوڑا کریں۔ آپ کا کیا جاتا ہے۔ اپنے مسئلے کرایہ دار خود بھگتیں گے۔ کوئی ایک جھنجھٹ ہے یہاں...... اسٹاپ تک کا راستہ طے کرنے میں۔ میرے منہ میں خاک۔ بندے کا دم ہی نکل جائے۔ سیکڑوں مکان کرائے پر چلتے ہیں۔ سب کے مالک مکان سر پر سوار تھوڑی ہوتے ہیں۔"

بات ان کے بھیجے میں سما گئی۔ اس مکان کے کرائے داروں کو بھگتنے میں انہوں نے کاہے کو اپنی جان ہلکان کر رکھی تھی۔ فی الوقت ایک پوش علاقے میں گزارے لائق فلیٹ کرایہ پر لیا' جیسے تیسے مکان خالی کیا اور کچھ دن میں فلیٹ سجا بھی لیا۔ ٹرنک بھر جہیز کا سارا سامان' مدت سے ان کے گھر میں سجا تھا' جو سنبھال کے رکھنے پر اب بھی نیا نکور دکھائی دیتا تھا۔

چند ہی دن میں ان کا دل اوب کر رہ گیا۔ وہاں کسی کو کسی سے سروکار ہی نہ تھا۔ اچھی آپا کے گھر کے دھندے ہی کتنے تھے۔ وہ گھر کے دھندے بھگتا لیتیں۔ تنہائی سے ہولاتیں تو بالکونی میں پناہ لیتیں مگر آس پاس سنانے کو کتنے تھے۔ نہ چہل پہل تھی نہ رونق۔ شام میں فلیٹس کا اندرونی احاطہ بچوں سے بھر جاتا۔ انہیں اپنے محلے کی ہاہاکار یاد آتی اور شاید زندگی میں پہلی بار انہیں لگا کہ وہ زندگی میں یک و تنہا ہیں۔ کوئی تو ہوتا جو اپنا ہوتا۔

اس پر مہنگائی...... الامان۔ پانچ دس کی چیز کا تو سوال ہی نہ تھا۔ نہ کسی ریڑھے' چھابڑی والے کا گزر ہوتا۔ ہر کام کے لیے رکشہ پکڑ کر دوڑ لگانے ہی میں ان کے کس بل نکل گئے۔ ٹی وی خراب ہو تو مرمت ہزار میں پڑی۔ جوڑوں کے درد نے ستایا تو ڈاکٹر نے پانچ سو روپے اینٹھ کر معمولی سی پین کلر پکڑا دی۔ مہینہ بھر میں اچھا خاصا سرمایہ پھنک کر رہ گیا۔ وہ کانوں کو ہاتھ لگاتی بھاگتی نظر آئیں۔ بھاری بھرکم ایڈوانس ڈوب گیا۔ انہیں ذرہ برابر نہ پروا تھی۔ اور لیجیے جناب' جیتھے دی کھوتی' اُتھے آن کھلوتی۔

اب انہیں معلوم ہوا کرایہ دار ان کی کھری کھوٹی سن کر بھی کیوں نہ جان چھوڑتے۔ مکانوں' دکانوں کے کرائے آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔ اس پر بھاری بھرکم ایڈوانس...... پھر ان کے گھر جیسی ساری سہولتیں کہاں ملتی ہیں۔ کہیں سیوریج سسٹم خراب تو کہیں ہوا' روشنی کا گزر نہیں۔ کہیں پانی کی تنگی ہے تو کہیں ہزاروں کے بل۔ جانے کتنے دن گزر رہے تھے۔

ایک روز اچھی آپا کی ایک واقف کار چلی آئیں۔ اس کا بچہ بیمار تھا مگر کلینک بند تھا۔ اچھی آپا عصر کی ادائگی کے بعد مصلے پر بیٹھی تھیں۔ ایک ذرا سا دم کیا اور پھونک دیا' وہ اگلے روز بھی چلی آئی۔ اس کے بچے نے کئی روز بعد آنکھیں کھولی تھیں۔ اس نے اچھی آپا کے ہاتھ چوم لیے۔ نیتوں میں اخلاص و راستی ہو تو لفظوں میں تاثیر آ ہی جاتی ہے۔

یہی ہوا تھا...... اچھی آپا کی زندگی کھلی کتاب تھی۔ صبر' شکر' قناعت...... یوں ہی تو نہیں کہا گیا کہ ایک قدم نفس پر رکھو' اگلے قدم پر رب ہے۔ سو ان کے گھر آنا جانا بڑھ گیا۔ ان کی تنہائی مٹنے لگی۔ کبھی جو کسی نے نذرانے کی مد میں کچھ دینا چاہا' انہوں نے ہاتھ جھٹک دیا۔ یہ صرف انسانیت کی سبب تھا ورنہ وہ لاکھوں کی مالک تھیں اور یہ سب ہی جانتے تھے۔

البتہ نذر و نیاز کی تھالیاں نہ لوٹا سکیں۔ رزق کو دہلیز سے لوٹانا وہ گناہ سمجھتی تھیں۔ سو ان کا چولہا بس برائے نام ہی جلنے لگا اور زندگی...... ایک نئی ڈگر پر چل نکلی۔

کچھ لوگ اپنی ذات میں انجمن ہوتے ہیں اور کچھ کو پروردگار دوسروں کے لیے وسیلہ چن لیتا ہے۔ دوسروں کی امیدوں کا تم سے وابستہ ہونا تم پر اللہ کی خاص رحمت کی دلیل ہے۔

اچھی آپا بھی ان ہی لوگوں میں سے تھیں۔



شبِ ملال

طلعت نظامی

آنے والے تیرے رستے میں بچھاؤں آنکھیں
جانے والے تیرے پاؤں سے لپٹ کر رو لوں
اپنے مجروح تقدس کے سہارے ساغر
زیر و کعبہ کے خداؤں سے لپٹ کر رو لوں

اپنی خیریت و عافیت بتاتے ہوئے آج اس کی آواز کانپ گئی تھی۔ لہجہ مرتعش ہوگیا تھا، وجود جیسے جھٹکوں کی زد میں آ گیا تھا۔ آنکھوں کے گوشے بھیگنے کے ساتھ آواز میں نمی اتر آئی تھی، ایسا کبھی نہیں ہوا تھا، ہمیشہ صبر و تحمل، انا، خودداری اور عزتِ نفس کے بلند منارے پر کھڑی، خود کو دیکھتی پر آج سارے جذبات بے خودی میں جیسے بے قابو ہو چلے تھے، مدِ مقابل ہمیشہ کی طرح اس کا ہمدرد و غمگسار بھائی جو کھڑا تھا۔ چھ سالوں سے اب تک خود کو مصلحت کے پردوں میں چھپاتے چھپاتے خود بھی تھک سی گئی تھی۔ آج محبت سے زیادہ تازہ دم بغاوت تھی۔

"تو رو رہی ہے پری....." اس کے گھبرو جوان، بارعب بھائی نے اس کی آندھیوں کی زد میں آتی آواز کو جانچ لیا تھا۔ وہ تو شکر تھا کہ گفتگو کا دائرہ کار موبائل تک تھا۔ سامنے ہوتا تو وہ اس کے تواتر سے بہتے آنسو دیکھ کر کس قدر مضطرب ہوتا یہ تو صرف اسے ہی پتہ تھا۔

"بھائی جی..... سب ٹھیک ہے بس ایسے ہی آنکھ بھر آئی تھی۔" اب نہ چھپا سکتی تھی خود کو جب رندھی ہوئی آواز ثبوت دے رہی تھی۔

"سب ٹھیک ہے تو رونا کس بات کا.....؟ دیکھ مجھے، سچ سچ بتا کیا بات ہے؟ تو نے شادی کے بعد ضرور مجھے غیر سمجھا ہوگا، پر تیری ضد کے آگے اپنی ناک نیچی کر کے دل آج بھی تیری ہی طرف کھنچا جاتا ہے۔ کیا کروں اس نامراد دل کا۔"

"بھائی جی....." اب کے وہ پھپک کر رو دی۔

"بول ری..... بتا کیا مسئلہ ہے، یوں رو کے مجھے اور مشکل میں نہ ڈال۔ میں ادھر پریشان ہوا ہوں تیری آواز سن کے۔" اپنے تئیں اس نے ڈپٹا۔

"حالات اچھے نہیں بھائی جی..... ارباز کا کاروبار ختم ہو گیا ہے۔ شراکت دار سارے پیسے لے اڑا۔" انا کی دیوار اس نے آج خود ہی ڈھا دی تھی۔ حالات کے آگے شرم اور لاج نے بھی اوقات دکھا دی۔

"او..... تیری خیر..... یہ تو مجھے اب بتا رہی ہے پری کب سے تیرے ایسے حالات چل رہے ہیں؟" اب بھائی جی کی تفتیشیں تھی اور اس کی روداد، روتے ہوئے سب حالات سے اسے باخبر کر گئی۔ آج ساری مصلحتوں کی فصیلیں گر گئی تھیں۔

"بھائی جی..... بجلی کے بل کی تاریخ گزر گئی ہے، بچوں کے اسکول کی کتنے ہی مہینوں کی فیسیں جمع نہیں ہوئی، پر ہاتھ میں کچھ ہو تو ادائیگی کی نوبت آئے ناں ارباز کو اب تک نوکری نہیں ملی وہ تو شکر ہے یہ گھر اپنا ہے، ورنہ نجانے کیا ہوتا....." پھر سے ایک سیل رواں آنکھوں سے بہنے لگا۔

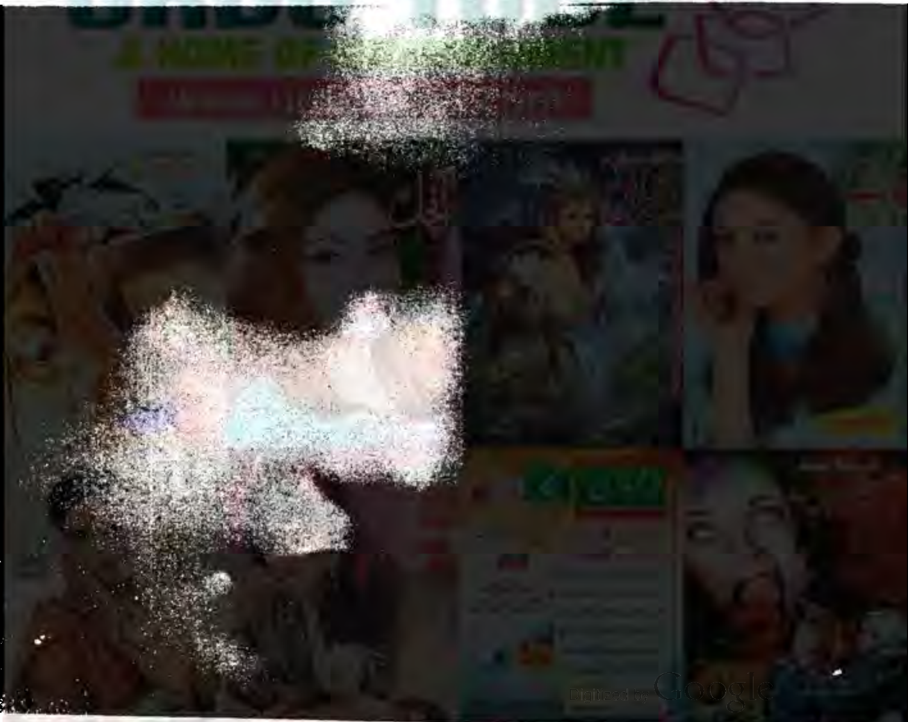
"یہ سب تو مجھے اب بتا رہی ہے، اپنی پریشانیوں میں گھری رہی اور مجھے بتایا بھی نہیں کیوں......؟ تیرا بھائی مر گیا تھا۔"

"اللہ نہ کرے...... میری عمر بھی آپ کو لگ جائے بھائی جی...... آپ نے بھی تو اتنے عرصے سے فون نہیں کیا، پھر میری ہمت بھی نہیں ہو رہی تھی کہ آپ کہیں ڈانٹ نہ دیں۔ آج آپ کا فون آیا تو دل چاہا ایک بار پھر میں بچی بن جاؤں اور آپ میرے سارے دکھ سمیٹ لیں۔"

"چل تو فون بند کر میں کل آؤں گا۔ آتا تو میں آج ہی پر مجھے زمینوں پر جانا ہے، فکر نہ کر بس اب پُرسکون ہو جا۔" خود داری کی گرفت سے نکلی تو راہیں آسان ہوتی محسوس ہوئیں۔ بھائی جی اس کا خون تھے، اس کے ماں جائے تھے۔ ان کے آگے اگر اپنا دکھ رکھ دیا تو کیا برا کیا۔ بس اس کی غلطی یہ تھی کہ اس نے بھائی جی کی دور اندیشی کو پس پشت ڈال کر اپنی ضد منوائی اور ٹوٹ کر چاہنے والے شخص کی زندگی کی ساتھی بن گئی تھی۔

ارباز اس کے دور پرے کے رشتہ داروں میں سے تھا۔ ایک تقریب میں پریشے کو دیکھا اور اس کی بیلے کی کلیوں جیسی رنگت اور معصومیت پہ دل ہار بیٹھا۔ نظروں کا یہ وار دونوں کو ایک دوسرے کا اسیر کر گیا، وہ بھی کوئی کم صورت نہیں تھا۔ سرخ و سفید رنگت پر گھنی گھنی مونچھوں تلے مسکراتے لب اس کے لبوں پر بھی مسکان کھلا گئے تھے۔

لیکن جب اس نے اپنی ماں کو رشتے کے لیے بھیجا تو بھائی جی کا دوٹوک انکار اس کے سپنوں کے باغیچے میں آگ لگا گیا۔ من کی جوت ٹمٹمانے لگی۔ وجہ یہ تھی کہ ارباز بھائی جی سے کم حیثیت تھا۔ وہ تھے مربعوں کے مالک، لمبی چوڑی جائیدادوں کے تنہا وارث، زمینوں کی ہی آمدنی اتنی تھی کہ عیش و آرام سے زندگی گزرتی تھی اور ارباز کا گھرانہ بس گزارے لائق تھا، نہ وہ زمینوں کا مالک تھا نہ آگے پیچھے اس کی کوئی جائیدادیں تھیں، وہ شہر سے پڑھ کر آیا تھا اور شہر میں ہی بسنے کا خواہاں تھا۔ اس لیے اپنی بنیاد مضبوط نہ کر پایا تھا۔ بس ایک بوڑھی ماں کا ساتھ تھا۔ اس انکار نے اسے توڑ کر رکھ دیا تھا، پریشے سے اس کا ستا ہوا چہرہ نہیں دیکھا گیا۔ ساتھ ہی اپنے دل کے اجڑنے کا احساس مارے ڈال رہا تھا۔ ہر محبت کرنے والے بھائی کا یہی فیصلہ ہوتا لیکن محبت اور امنگوں سے بھرا دل یہ فیصلہ ماننے سے انکاری تھا۔ وہ بھاوج کے آگے دبے لفظوں میں حالِ دل بیان کر بیٹھی، انہوں نے



حیرت سے اسے دیکھا، جس کی جھکی پلکوں کے پیچھے کوئی اور ہی داستان رقم تھی۔

"پگلی دل بھی دیا تو اسے، اپنے بھائی کا پتہ ہے ناں تجھے اس کی ناں ہاں میں کبھی نہیں بدلتی۔ وہ اپنی بہن کو شہزادیوں جیسی زندگی دینے کی چاہ میں ہے اور ارباز کے پاس ایسی کوئی امید نہیں، تو ساری زندگی اسے پریشان رکھنا چاہتی ہے۔"

"اللہ نہ کرے..... کبھی بھائی جی پریشان ہوں، میں کبھی کوئی دکھ ان کے آگے بیان نہیں کروں گی۔ کچھ بھی ہو سہہ لوں گی۔ بھابی آپ بات کرو بھائی جی سے۔"

"کہنا بہت آسان ہے بری، تیرا بھائی جی کے سوا ہے ہی کون، جس سے دور رہ کر زندگی گزار لے گی، عقل کو ہاتھ مار، صرف محبت کے سہارے زندگی نہیں گزرتی۔ دو وقت پیٹ بھرنے کو روٹی اور تن ڈھانپنے کو کپڑے کے علاوہ اور بھی زندگی کی بہت سی ضروریات ہیں اور جو بچے بھی ہو جائیں تو ان کی پرورش کے لیے آگے کی سوچنی پڑتی ہے۔ جو پیسے کے بغیر ناممکن ہے۔"

"ارباز شہر جانے کا شوق رکھتا ہے۔ ایسے ہی ہاتھ پر ہاتھ دھر کر تو نہیں بیٹھا رہے گا ناں اسے کیا اپنے مستقبل کی فکر نہیں ہوگی۔" اس کے اٹل ارادے لفظی دلائل کے آگے کمزور نہ پڑے۔

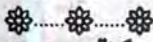
"کسے اپنی بنیادیں مضبوط کرنے کے لیے بڑا عرصہ درکار ہوگا اور میں اور تیرے بھائی جی چاہتے ہیں تو بنی بنائی پکی بنیادوں پر راج کرے آگے پیچھے کوئی فکر فاقہ نہ ہو۔"

"نہیں ہوگا ایسا کچھ بھی، وہ پڑھا لکھا ہے، کچھ نہ کچھ کر ہی لے گا۔" اس کی حالت اس وقت اس ضدی بچے کی طرح تھی جسے من پسند کھلونا کسی بھی صورت، کسی بھی قیمت پر چاہیے تھا۔ بھائی جی کو تو اپنی سماعت پر یقین ہی نہ آیا کہ ان کی نازوں پلی بہن ان کے مخالف بھی جا سکتی ہے۔

"تو یوں کہتی ناں ارباز کو ساری شہہ اس کی طرف سے ملی ہوئی تھی۔ ورنہ حیثیت کا فرق جان کر وہ کبھی آگے نہ بڑھتا۔"

وہ باورچی خانے میں کھڑی خوامخواہ ہانڈی میں چمچ چلانے لگی۔ پھر طعنے، پیار، نفرت، کسی کی زبان اسے سمجھ نہ آئی۔

"صاف کہہ دیا اس کے سوا کسی سے شادی نہیں کرے گی۔" بھائی جی کی زبان کو تالا لگ گیا۔ بغاوت سے بہتر عزت پیاری لگی۔ لیکن نفرت کی آگ نے وجود کو بھسم کر دیا تھا۔ وہ تو ارباز اور اس کی محبت کو پا کر خوش تھی۔ ارباز شہر جانے کی تیاری میں تھا۔ اس کی ماں یہاں ہی رہی۔ انہیں اپنا گھر چھوڑنا منظور نہ تھا۔



وہ اس کے ساتھ شہر آ گئی تھی۔ ارباز نے کرائے پر گھر لے لیا۔ جتنی جمع پونجی تھی وہ کاروبار میں لگانا چاہ رہا تھا۔ جس دوست نے اسے شہر بلوایا تھا، اسی نے ارباز کے ہنر کو دیکھ کر اپنے ساتھ کاروبار شروع کرنے کی پیشکش کی۔ وہ بھی دوست کے دکھاوے کی مخلصی اور چرب زبانی کے دھوکے میں آ گیا۔ محنت کرنے میں دن دیکھا نہ رات، انتھک محنت رنگ لے آئی کاروبار دن دگنی رات چوگنی ترقی کرنے لگا۔ گھر میں خوشحالی آئی، ہر سال منافع کی ایک موٹی رقم ہاتھ آتی، جو اس کا دوست وسیم بڑی معاملہ فہمی سے اپنے ہاتھوں میں لے لیتا اور اس رقم کا ایک حصہ ارباز کو پکڑا دیتا۔ ارباز صبر و شکر کے ساتھ اسی میں خوش اور مطمئن رہتا کہ کچھ تو گھر کے حالات بدلے تھے۔ کچھ رقم ماں کو بھی بھیج دیتا۔ اسے پُرسکون دیکھ کر پریشے بھی مگن رہتی، گزرتے وقت نے دو پھول جیسے بچوں سے ان کا آنگن مہکا دیا تھا۔

ارباز نے کمیٹی ڈال کر دو کمروں کا گھر خرید لیا۔ اتنے بڑے گھر سے آنے والی پریشے کو یہ دو کمروں کا مکان بھی جنت سے کم نہیں لگتا تھا کیونکہ اس کی چاہت اس کے ساتھ تھی اور ایک گھر کی مالکہ بھی اللہ نے بنا دیا تھا۔ بھلے سے گھر چھوٹا ہی تھا۔ ارباز دوست سمجھ کر وسیم سے کبھی حساب کتاب نہیں کرتا کیونکہ اللہ نے اس کے دل میں نرمی رکھی تھی۔ ابھی کاروبار میں ایک بڑا نفع ہاتھ آنے والا تھا کہ وسیم نے اپنی اصلیت دکھانی شروع کر دی۔ بات بات پر حیل و حجت کرنے لگا۔ اس نے شہر کے ایک پوش علاقے میں بنگلے کی بنیاد رکھی تھی۔ چھوٹے موٹے تنازعات بڑے جھگڑے کی صورت اختیار کر گئے۔ ارباز نے مصلحت سے بات سلجھانے کی کوشش کی کہ اگر اسے نہیں سمجھ آ رہا تو حساب کتاب کر کے کاروبار سے الگ ہو جائے، لیکن وہ تو صاف مکر گیا کہ تمہارے حصے کا نفع بیوی کے آپریشن اور مکان کی

ادائیگی کی صورت میں نکل گیا۔ اب کچھ نہیں میرے پاس تمہیں دینے کے لیے، وہ دامن بچا کر صاف نکل گیا اور ارباز خالی ہاتھ رہ گیا۔ بڑا مشکل وقت آن پڑا تھا۔ پریشے کے دل پر تو کوئی بڑا بوجھ آ گرا تھا مگر ارباز نے ہمت نہیں ہاری تھی۔

وہ آج پھر کئی جگہوں کی خاک چھان کر تھکا ماندہ سا بیڈ پر بیٹھا تھا۔ دو تین کمپنیوں کے مالکان نے تو صاف انکار کر دیا تھا۔ تجربہ مانگ رہے تھے اور ایک نے آس دلائی لیکن ایسی کتنی ہی امیدوں کے سہارے وقتی ثابت ہوئے اور آخر میں انکار کا طوق گلے میں لٹکائے آجاتا لیکن پھر بھی مایوس نہیں تھا۔ وہ اپنی بیوی بچوں کی ضروریات پوری کرنے کے ساتھ بہتر مستقبل دینے کا خواہاں تھا۔ پر کاروبار میں ناکامی کے بعد کہیں سے بھی آس بندھ کر ہی نہیں دے رہی تھی۔ گھر واپس آتا تو پریشے کی سوالیہ نظروں کی تاب نہ لا پاتا۔ بچوں کی چہکاریں دم توڑ رہی تھیں، آج بھی اس کے چہرے پر چھائی مایوسی دیکھ کر بھانپ گئی کہ بات نہیں بنی سر جھٹک کر کچن میں چلی گئی۔

"اچھا ہوا، جو بھائی جی کے سامنے سب روداد رکھ دی، کچھ انہیں بھی تو خبر ہو ان کی بہن کیسی زندگی گزار رہی ہے۔ ارباز شرافت کا چولا پہن کر بیٹھا رہے اور گھر میں فاقوں کی نوبت آجائے۔ کیا تھا کہ شراکت دار کا گریبان پکڑ کر اپنا حساب کتاب مانگتا تو آج حالات یوں نہ ہوتے۔"

اس نے ارباز سے بات چیت کا سلسلہ بھی کافی حد تک کم کر دیا تھا۔ روٹھی روٹھی سی رہتی ارباز کے دل کو مزید دکھ ہوتا تھا۔

"حالات ٹھیک ہوجائیں گے پری، تو غصہ نہ کیا کر، یہ زندگی ہے، اس میں اونچ نیچ انسان کو برداشت کرنا پڑتی ہے۔ بتا کیا کبھی ہمارے اچھے دن نہیں رہے۔ اب یہ آزمائش آئی ہے تو مایوس ہو کر بیٹھ جائیں، دیکھ لینا پھر سے ہمارے دن پھریں گے، بس تو مسکراتی رہا کر، تجھے کیسے بتاؤں تیری مسکان کیسے میری تھکن اتار دیتی ہے، قسم سے۔" وہ بہلاتا، اس کا حوصلہ بڑھاتا، مگر اس کا صبر جیسے جواب دے رہا تھا۔

"یہ سب کتابی باتیں ہیں ارباز، مجھے ان سے نہ بہلا۔ یہ پیار محبت کی باتیں بھی اسی وقت اچھی لگتی ہیں جب کوئی مالی فکر نہ ہو، بل پہ بل آرہے ہیں، بچوں کی فیسیں کتنے مہینوں سے جمع نہیں ہوئیں۔ بچوں نے کتنے دنوں سے اچھا کھانا نہیں کھایا، ایسے میں یہ سب باتیں بالکل فضول لگتی ہیں مجھے۔" اس نے قطعیت سے سر جھٹکا۔

"ایسے نہ کہہ، محبت اور عزت کی دولت سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں، بھٹے پر مزدوری کرنے والے انسان کے لیے بھی یہ آسرا اس کا حوصلہ بڑھاتا ہے کہ گھر جا کر بیوی بچوں کے چہرے کی مسکراہٹ اس کی تھکن دور کردے گی۔ یہی احساس اسے دن بھر کی گرمی اور تپش کو برداشت کرنے کی ہمت دیتی ہے۔ ورنہ تو اکیلی جان کو دو وقت کی روٹی کوئی مشکل نہیں، یہ محبت ہی ہے جس کے لیے انسان دوڑتا بھاگتا رہتا ہے۔" ارباز کے تھکے ماندے چہرے سے مسکان جدا ہوتی ہی نہ تھی۔ اسے احساس تھا کہ محلوں کی شہزادی کو لا کر اس نے وہ مقام نہیں دیا جس کی وہ مستحق تھی۔ وہ دھیا روپ کملایا جارہا تھا۔ چہرے کی تازگی پر فکر نے اپنی پرچھائیں ڈال دی تھی۔

"ارباز...... وہ تجھ سے ایک بات کہنی تھی۔" وہ قریب ہوئی۔

"ہاں بول۔"

"وہ...... میں میکے سے لائے کچھ زیور بیچ دوں۔ اس طرح حالات بھی سدھر جائیں گے اور......"

"بس...... آگے ایک لفظ نہ کہنا، میں وہ چیزیں بیچ دوں جو تجھے سجاتی، سنوارتی ہیں پاگل......" اس نے ایک دم روکا۔ "ایسا کبھی سوچنا بھی مت، مجھے اللہ کی ذات سے پوری امید ہے، وہ مجھے ناکام نہیں ہونے دے گا۔ میں تیری چیزیں بیچنے کا سوچ بھی نہیں سکتا...... بس تو جا یہاں سے...... اب مجھے سونے دے، دن بھر بھاگ بھاگ کر میں تھک گیا ہوں۔" اس نے نروٹھے لہجے میں اسے وہاں سے اٹھنے پر مجبور کردیا۔ آج بھی حالات وہیں کے وہیں تھے۔

"ہنہ...... جذباتی باتوں سے مسائل حل نہیں ہوتے۔ اچھا ہے بھائی جی کچھ نہ کچھ تو کریں گے ہی۔" دو تین دنوں سے تو بات چیت بالکل بند تھی۔ وہ بھی جوتیاں چٹخا کر واپس آتا تو اس کی نظروں کا سامنا کرنے کا حوصلہ نہ پاتا تھا۔ بچوں کو جی بھر کے پیار کرتا، بس ناز نخرے پورے کرنے کے لیے جیب خالی تھی۔



دوسرے دن بھائی جی لدے پھندے آئے۔ وہ خوشی سے پاگل ہواٹھی آنکھیں بھیگ چلی تھیں، کیا نہیں انہوں نے گاڑی سے اتروایا تھا۔ پھل، گوشت، دودھ کے ڈبے، مہینے بھر کے راشن کے علاوہ اس کے اور بچوں کے کتنے ہی کپڑے، جوتے جوڑے، بسکٹ کے کتنے ہی ڈبے، ٹافیوں، چاکلیٹس کے پیکٹ، بچے بھی مسرت و حیرانی سے گھر کے بدلے ہوئے حالات دیکھ رہے تھے۔

"کیا کچھ اٹھالائے بھائی جی...... بس ضروریات کی کچھ چیزیں لے آتے۔" اس نے صوفے پر بٹھا کر شربت کا گلاس پیش کیا۔ ارباز حسب معمول کام کی تلاش میں نکلا ہوا تھا۔

اتنے اسباب میں اس نے غور کیا تھا کہ سب کے لیے وافر مقدار میں اشیاء تھیں۔ پر ارباز کے لیے کچھ نہ تھا۔ خیر...... انہوں نے اتنی فکر کرلی کافی تھی۔

"میں اور بھی بہت کچھ لاتا مگر کچھ یاد رہ گیا کچھ بھول گیا، خیر یہ لے پیسے جن چیزوں کی ضرورت ہو لے لینا، فیسیں بھرنا، بل بھرنا اور پیسوں کی ضرورت ہو تو فون کردینا۔" ہزار ہزار کے نوٹوں کی ایک گڈی اس کے ہاتھ میں پکڑائی۔

مرضی کے خلاف چل کر وہ اس کا احساس کرنے گھر تک آگئے تھے، شکر سے دل بھر آیا تھا۔ بچے تمیزدار تھے، ماموں کے سامنے کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا تھا، شرافت کا مظاہرہ کرکے دوسرے کمرے میں چلے گئے تھے۔

"بھابی جی کو بھی لے آتے، ارمغان، کاشف، ثمرہ کو دیکھے ہوئے بھی کافی عرصہ ہوگیا۔" اس نے دل کی بے تابی بیان کی۔

"تو خود آجاتی ناں...... کسی نے روکا تھا تجھے یا میں نے تیری مرضی چلانے پر بھی راستے بند کردیے تھے اور تیری بھرجائی آکر کیا کرے گی اس نکھٹو کے گھر۔"

"نکھٹو......" اس نے چونک کر دیکھا، بھائی جی کے چہرے پر تمسخر ہی تمسخر تھا۔

"تجھے تو پتہ ہے اس کی حیثیت کا، زمیندار کی بیٹی ہے، راج کرتی آئی ہے، ماں، پیو کے گھر سے یہاں بھی آکر پیر زمین پر نہیں دھرتی ہے۔ اس چھوٹے سے ڈربے نما گھر میں آنا اپنی شان کے خلاف سمجھتی ہے۔" وہ سر جھکا گئی، دل کو دھچکا سا لگا تھا۔

"او...... وہ تو تُو ہی تھی جو اپنی راجدھانی گنوا کے فقیر بن بیٹھی اس گھامڑ کے گھر آکے، ورنہ آج تو اپنے حالات کو نہ رو رہی ہوتی۔ کمینے نے ڈھور ڈنگر کی طرح بچے پیدا کرلیے اور رلنے کے لیے چھوڑ دیا۔ قدر نہ جانی بچوں کی، کتنی ترسی ہوئی نظریں ہیں معصوموں کی۔ میں اسی دن سے ڈرتا تھا اور پتہ تھا اس کنویں کے مینڈک کی یہی اوقات ہے، بڑا آیا تھا شہر کا سفیر بننے، بزنس مین بننے کے خواب دیکھ رہا تھا، احمق دا پتر۔ شکل دیکھی ہے اپنی بزنس کرنے کی، یہ بھی جگر گردے والے کیا کرتے ہیں کہ شراکت دار کی بے ایمانی پر بانہہ (بازو) پھڑ کے مروڑ دیتا۔ پر مرد ذات ہو تب ناں، کسی کی کیا مجال کہ میرا حق لے کر چلتا بنے اور میں تماشہ دیکھتا رہ جاؤں۔" وہ ٹھٹھا لگا رہے تھے اور اسے لگ رہا تھا، اس کے سر سے چادر کھنچی جارہی ہو۔

"وہ بہت مضبوط پارٹی تھی، بھائی جی، پولیس والے اس کے رشتہ داروں میں سے تھے، اگر جائز بات کہنے پر اسے کوئی نقصان پہنچا دیتے تو ہم لوگ کہاں جاتے۔ اس لیے چپ رہنے میں ہی اپنی عافیت جانی۔" وہ پسینے پسینے ہوچلی تھی، مال و اسباب کی جنگ سے زیادہ عزت کی جنگ خطرناک محسوس ہو رہی تھی۔

"تو نہ کرتی ناپسند اس چغد کو جس کے آگے پیچھے کوئی حیثیت ہی نہیں اور معاشرے میں کوئی مقام نہیں۔" وہ تاسف سے دیکھتی رہ گئی۔ ایک انسان کو کن نظروں سے وہ آج تک دیکھتے آئے تھے، خبر نہ تھی، یہ آج ان کے گھٹیا الفاظ بتا رہے تھے۔

شوہر کی عزت کیا ہوتی ہے یہ احساس اسے آج ہو رہا تھا۔ محبت کی بنا پر یہ رشتہ استوار ہوا تھا، جس میں عزت کے نگینے خود بخود جڑ گئے تھے۔ ارباز نے آج تک اسے کسی غلط لفظ سے نہیں پکارا تھا۔ حالانکہ معاشی تنگی میں وہ خود اسے بہت کچھ سنا جاتی، پر وہ صبر اور محبت سے اس کی جلی کٹی بھی سن لیتا، لیکن آج کسی اور کے منہ سے انتہا درجے کے غلط الفاظ سنگ باری سے کم نہیں لگ رہے تھے۔

"میں آج بھی یہاں نہ آتا پر کیا کروں لوگوں کی زبانوں

سے ڈرتا ہوں، جن کی انگلیاں مجھ پر ہی اٹھیں گی کہ شجاع ملک کی بہن کس فقیر کے ساتھ بیاہی گئی اور کس طرح کی زندگی گزار رہی ہے۔ آنچ تو میری عزت پر آئے گی ناں، تیرا کیا جائے گا تو کونے میں بیٹھی محبت کی مالا جپتی رہنا، ایک روز یہ آدمی سڑک پر لے آئے گا تجھے دیکھ لینا۔" سڑک پر تو وہ آ ہی گئی تھی، جب اس نے اپنی خودداری اور عزت نفس بیچ کر مدد کے لیے ان سے رابطہ کیا تھا۔ ماں جایا سمجھ کر حال دل کھول کر بیان کر دیا تھا کہ کچھ اس کی کسمپرسی کا سہارا بھی بن جائیں گے اور بھائی ہونے کے ناطے عزت بھی رکھ لیں گے۔ پر اس کا لباس تار تار ہو گیا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی پوشاک ہی تو تھے اور اس نے خود یہ حق اپنے بھائی کو فراہم کیا تھا۔ اب کچھ کہنے کے قابل کہاں رہ گئی تھی۔ صرف سن رہی تھی۔ اس بھائی کی باتیں جسے بہن سے زیادہ اپنی حیثیت عزیز تھی۔ وہ ٹانگ پر ٹانگ جمائے اس کے چھوٹے سے گھر کو تمسخر بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"سمجھ میں نہیں آ رہا تو اس غسل خانے نما گھر میں رہتی کیسے ہے اور آج کل محبت بھی ڈھنگ کے بندے سے کرنی چاہیے یہ نہیں کہ ڈربے میں لا کے بٹھا دے۔" بس بہت ہو چکا تھا اپنی کرنی کی سزا بہت بھگت چکی تھی، نہایت صبر سے اٹھی۔

"بھائی جی..... آپ بیٹھیں میں کھانے کا انتظام کرتی ہوں، ارباز بھی آنے والے ہوں گے۔" اسے خبر تھی کہ یہ نام سنتے ہی اسے پتنگے لگ جائیں گے، انہوں نے ٹانگ پر سے ٹانگ اتاری۔

"نہیں، رہنے دے، گھر جا کر کھاؤں گا، کھلا میرے لائے مرغ متنجن اس گدھے نوں، میرے گھر کی نہیں کسی شے کی اور بول ہتھ پہ ہتھ پا کے بٹھا رہ، نوکری گھر چل کے آئے گی۔ اس آفیسر کے پاس۔" وہ یہ کہہ کر اٹھ گئے ادھر اس کا صبر بھی جواب دے رہا تھا۔

کس طرح انہیں دروازے تک چھوڑ کر آئی جیسے عزت کے جنازے کو کندھا دے کر آئی تھی۔ سامان سے بھرا کمرہ بم سے اٹا ہوا لگ رہا تھا۔ ان ہی انواع واقسام کی چیزوں کے لیے اپنی خودداری بیچ آئی تھی، بچے ماموں کی گاڑی کی روانگی سنتے ہی چیزوں کی طرف لپکے تھے۔ وہ چیل کوے کی طرح جھپٹی۔

"خبردار..... خبردار..... ان چیزوں کو ہاتھ بھی نہ لگانا....."

"کیوں امی..... ماموں ہمارے لیے لائے ہیں ناں؟"

اذھان مچلا۔

"نہیں..... یہ عزت کا صدقہ ہے اور صدقہ ہم پر جائز نہیں۔ ماموں کسی غریب کے لیے لے کر آئے ہیں یہ سامان اور ہم غریب نہیں۔" اس نے دونوں بچوں کو اپنے سینے میں بھینچا۔

"ہمارے پاس سب سے بڑی دولت ہے وہ تمہارے بابا ہیں، پھر ہم غریب کیسے ہوئے؟ یہ سب میں رخشی باجی کے ہاں جو عورت کام کرنے آتی ہے اسے دے آؤں گی، بیچاری بہت محتاج ہے۔ ہم محتاج نہیں۔" وہ ایک دم سے مضبوط ہوئی۔

ایک جھٹکے سے اپنے موبائل کو دور پھینک کر چکنا چور کر دیا، اس قدر بے عزتی اور اہانت نے اس کے اندر جنون سا بھر دیا تھا۔

اسی منحوس رابطے نے میری ذلالت کروائی تھی۔

"سنو بچو....." اگنی سے چادر کھینچی اور بیڈ کے نیچے سے صندوق نکال کر اپنا شادی کا چمکتا دمکتا ہار بندوں کا سیٹ نکالا۔

"میں بازار جا رہی ہوں، بابا آنے والے ہوں گے۔ انہیں بتا دینا دروازہ بند کر کے اسکول کا کام کرو، میں بس تھوڑی دیر میں آتی ہوں۔" بچے کچھ نہ سمجھتے ہوئے ماں کے غضب ناک انداز سے خائف ہو کر دوسرے کمرے میں بھاگ گئے۔

اللہ نے گھر میں جب عزت ڈھکنے کو آسرا رکھا ہو تو بے عزتی کے بازاروں میں وہ کیوں رلتی پھرے، کیوں کسی کو اپنے عیب بتا کر خود تماشہ بن بیٹھے، آج نہیں تو کل اللہ تعالیٰ حالات ٹھیک کر ہی دے گا۔ پھر کسی کی گالیوں اور تمسخر بھری نظروں سے کیوں خود کو داغدار کرے۔ دونوں اگر ایک دوسرے کا بھرم رکھیں گے تو تیسرے فریق کو انگلی بھی اٹھانے کا موقع نہیں ملے گا۔

جس شخص نے اسے ہمیشہ محبت اور عزت کے گہنے سے سجائے رکھا اس کی بے عزتی دل بھلا کیسے برداشت کرتا۔



قسط نمبر 8

انا کی

عشنا کوثر سردار

سانسوں کا سفر تم سے تم تک ہے
ہاں میری محبت بھی تم سے تم تک ہے
جذبۂ عشق سچا نہ ہوتا تو راستہ بدل لیتے
میرے راستوں کا گزر تم سے تم تک ہے

وقارالحق اپنے اور فاطمہ کے رشتے کی وجہ سے بہت سے خدشات کا شکار رہتے ہیں اور وہ فاطمہ کے سامنے آنے سے گریز کرتے ہیں۔ جنت بی بی اچانک ہی نواب وقارالحق سے ملنے آتی ہیں اور وہاں وقارالحق کو فاطمہ کے انتہائی قریب دیکھ کر ششدر رہ جاتی ہیں جب ہی وہ وقارالحق سے باز پرس کرتے ہوئے فاطمہ کے کردار پر انگلی اٹھاتی ہیں یہ بات وقارالحق سے برداشت نہیں ہوتی وہ جنت کے سامنے اپنے اور فاطمہ کے رشتے کی حقیقت واضح کردیتے ہیں کہ وہ ان کی منکوحہ کی حیثیت سے اس گھر میں موجود ہیں اور یہ نکاح کن حالات میں ہوا تھا یہ حقائق جان کر جنت شرمندگی سے دوچار ہوکر چپ چاپ لوٹ جاتی ہیں۔

دوسری طرف فاطمہ کو محسوس ہوتا ہے کہ انہیں زبردستی نواب صاحب کی زندگی میں شامل کردیا گیا ہے۔ جب ہی وہ تمام حالات کو سامنے رکھتے نواب صاحب اور جنت کو ایک کرنے کا ارادہ کرلیتی ہیں وہ اپنے اس فیصلے سے وقارالحق کو آگاہ کرتی ہیں تو وہ انہیں اس سب سے دور رہنے کا مشورہ دیتے ہیں لیکن فاطمہ مزید اضطراب سے بچنے کی خاطر اس فیصلے پر قائم رہتی ہیں۔

تاج بیگم کی خواجہ ناظم الدین اور سخاوت بیگم سے ناراضی برقرار رہتی ہے۔ وہ انا کا پرچم بلند رکھنے والی خاتون تھیں لہٰذا انہیں یہ بات نظر انداز کردینا بے حد مشکل لگتا ہے۔ ایسے میں اچانک فاطمہ کی آمد پر سخاوت بیگم بوکھلا جاتی ہیں وہ نہیں چاہتی ہیں کہ ناظم صاحب کی غیر موجودگی میں فاطمہ زیادہ دیر یہاں رکے جب ہی وہ اسے جلد از جلد اپنے گھر روانہ کردیتی ہیں فاطمہ بھی ان حالات میں بغیر کسی شکوے کے چپ چاپ لوٹ آتی ہے۔

نواب وقارالحق جنت سے رابطہ کرتے اسے منانے کی سعی کرتے ہیں جبکہ جنت کے لیے فی الحال اس حقیقت کو تسلیم کرنا بے حد مشکل ہوتا ہے۔ جب ہی وہ نواب صاحب سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتیں ایسے میں نواب وقارالحق عجیب کشمکش میں گھر جاتے ہیں۔

نواب زمان الحق اپنے رفیق انوار صاحب سے ملنے جاتے ہیں وہ باتوں کے دوران جنت اور نواب صاحب کے حوالے سے گفتگو کرتے ہیں لیکن نواب زمان الحق کے لیے اس موضوع پر بات کرنا بے حد مشکل ہوتا ہے۔ وہ انہیں

ٹال دیتے ہیں۔
اماں بی، تاج بیگم کو سمجھانے کی کوشش کرتی ہیں تاج بیگم اگرچہ ان کی باتوں سے کسی حد تک متفق نظر آتی ہیں لیکن فی الحال ابھی یہ بات کسی پر ظاہر نہیں کرتیں فاطمہ سخاوت بیگم کی خراب طبیعت کا سن کر درس گاہ سے اپنے گھر آتی ہے تو تاج بیگم اسے وہاں دیکھ کر بھڑک اٹھتی ہیں ناظم الدین انہیں سنبھالتے ہیں اور فاطمہ نم آنکھوں کے ساتھ میکے سے لوٹ آتی ہیں۔
رجت سنگھ اپنے اندرونی خلفشار سے تنگ آ جاتا ہے۔ اپنی اس کیفیت سے وہ خود بھی بے خبر ہوتا ہے۔ جب ہی فاطمہ بی بی سے مختلف سوالات کرتا ہے۔ فاطمہ اسے روشنی کو تلاش کرنے کا مشورہ دیتی ہے تاکہ وہ زندگی کے اصل مقاصد سے واقفیت حاصل کر سکے۔
فاطمہ تمام حالات جانچنے کے بعد ایک فیصلہ کر لیتی ہیں اور نواب وقارالحق اور جنت کے نکاح کا تذکرہ کرتی ہیں ان کی یہ بات سن کر نواب وقارالحق ششدر رہ جاتے ہیں۔

(اب آگے پڑھیے)

❁.....❁.....❁

وقارالحق انتہائی ششدر ہو کے فاطمہ بی بی کو دیکھ رہے تھے فاطمہ بی بی کی آنکھوں میں ٹھہری نمی کس بات کی غماز تھی وہ سمجھ نہیں پا رہے تھے۔ آیا یہ نمی فقط ہنسنے کے باعث تھی یا وہ ورطۂ حیرت میں تھے جب فاطمہ نے چہرہ پھیر کر فیروزی شیفون کے دوپٹے کے کونے کو انگلی پر لپیٹا ان کی کیفیت ان کی اندرونی خلفشار کا پتا دے رہی تھی۔ وقارالحق نے ایک بے خبر سی نگاہ ان کے سراپے پر ڈالی، ہلکے گلابی ساٹن کے غرارے میں فیروزی قمیص زیب تن کیے ہم رنگ دوپٹا سر پر جمائے وہ اپنے حسن اور سراپے سے یکسر بے خبر تھیں۔ وہ ملکوتی حسن جو پتھروں کو موم کر دینے کی صلاحیت رکھتا تھا مگر



جس کے دل پر اثر ہونا چاہیے تھا اسے جیسے اس بات سے کوئی سروکار نہ تھی۔ وہ گلابی لب کسی کشمکش کے باعث ایک دوسرے میں پیوست تھے۔ فاطمہ جسے بہت کٹھن صورت حال سے دوچار تھیں مگر اس کی آنکھوں کی خوداعتمادی ظاہر کرتی تھی کہ وہ ٹھان چکی ہیں اور فیصلے تک پہنچ چکی ہیں۔

''ہم چاہتے ہیں آپ اپنی زندگی کا آغاز کریں نواب زادہ وقارالحق ہم آپ کی زندگی میں داخل ہونے والی اضافی ذمہ داری ہیں جو بے وقت اور بنا کسی محرک اور خیال کے ظاہر ہوئی مگر آپ کو اختیار دیا جاتا تو آپ یقیناً ہمارے وجود کی بھرپور نفی کرتے۔'' وہ سر جھکائے اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو دیکھتی ہوئی بولیں ان کے گداز لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری اور معدوم ہوگئی۔

''ہم خود آپ کی دلہن کو اس گھر میں لانا چاہتے ہیں اپنے ہاتھوں سے سجا کر، ہم آپ کی زندگی کو اپنے ہاتھوں سے آباد کرنا چاہتے ہیں۔'' وقارالحق نے کچھ کہنا چاہا جب فاطمہ نے ہاتھ اٹھا کر ان کو بولنے سے باز رکھا اور ان کی سمت تکتی ہوئی مدہم لہجے میں بولیں۔

''ہم ایک غلط فیصلے کو ٹھیک کرنے کا عزم کرچکے ہیں ہمارے باعث کسی اور کی خوشیوں میں کوئی رکاوٹ آئے یہ ہمیں منظور نہیں۔ ہم کسی کی راہ کا کانٹا نہیں بن سکتے۔'' فاطمہ بی بی کا لہجہ مضبوط اور لبوں پر ایک پُراعتماد مسکراہٹ تھی ایک کم سن دوشیزہ اس قدر عقل و شعور اور وقار کے ساتھ اپنی خودی کے لیے انتہائی وقار سے سر اٹھائے دیکھ رہی تھی کیا بات تھی جو اس دوشیزہ کی انا کو ٹھیس پہنچائی گئی تھی خود کا قبول نہ کیا جانا، ٹھکرایا جانا یا اپنے وجود کی نفی کیا جانا؟ سو ثابت یہ ہوا تھا کہ عورت چاہے کم سن ہو یا عمر رسیدہ وہ اپنی ذات کی نفی کا صدمہ نہیں جھیل سکتی۔ وقارالحق نے بغور انہیں دیکھا۔

''آپ ہماری بات سننا گوارہ کریں گی؟'' انہوں نے درخواست کی۔

''ہم اس وقت کچھ نہیں سننا چاہتے۔ ہمیں آپ جنت بی بی سے ملوا دیجیے، ہم ان سے ملنا چاہتے ہیں۔'' فاطمہ نے کہا تو وہ ان کی حکمت عملی پر ششدر رہ گئے۔

''کیا یہ سب مذاق ہے فاطمہ؟'' وہ مسکرائے اور فاطمہ بی بی کی آنکھوں میں جھانکنا چاہا مگر انہوں نے نگاہ پھیرتے ہوئے سرنفی میں ہلا دیا۔

''یہ مذاق نہیں ہے اور ہم بہت سنجیدگی سے اس مسئلے کو سلجھانے کی تگ و دو کررہے ہیں۔'' وہ پُراعتمادی سے بولیں۔

''آپ ہمارا رشتہ جانتی ہیں۔'' وقارالحق نے جیسے ان کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ کر انہیں بیدار کرنے کی کوشش کی مگر وہ مسکرادیں۔

''رشتہ ہونا معنی نہیں رکھتا وقارالحق، رشتہ کی نوعیت اس کے واقع ہونے کی توقیر اُس رشتے کی اہمیت کو بیان کرتی ہے ہم اگرچہ مزید بات اس موضوع پر کرنا نہیں چاہتے مگر ہماری درخواست ہے کہ ہمیں معاملات کو سلجھانے دیجیے۔'' وہ درخواست کررہی تھیں وقارالحق نے ایک گہری سانس خارج کی۔

''آپ کو لگتا ہے کہ ہمیں آپ کی مدد کی ضرورت ہے اگر ایسا کوئی اقدام کرنا ہوتا تو کیا ہم ایسی جرأت نہیں رکھتے۔'' وہ بغور فاطمہ بی بی کا چہرہ دیکھ رہے تھے فاطمہ کے دل میں ایک انی سی کھب گئی مگر وہ جذبات کو سنبھال کر روکھے سے مسکرائیں۔

''نواب زادہ وقارالحق...... ہم آپ کی جرأت اور ہمت کو کوئی دھچکہ نہیں دے رہے، ایسا ہمارے گمان میں نہ تھا نہ ہم آپ کے کردار پر کوئی انگلی اٹھا رہے ہیں ہم آپ کے ساتھ اپنے رشتے سے بھی واقف ہیں مگر اس رشتے کا کیا فائدہ جو کوئی وقعت اور معنی ہی نہ رکھتا ہو؟ اور دوسری بات ہم آپ کی مدد ایک دوست ہونے کی وجہ سے کرنے کے خواہاں

ہیں۔" وہ بہت آہستگی سے مدعا بیان کررہی تھیں اور وقارالحق حیرت سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ وہ جنہیں کم شعور، کم عقل جانتے تھے اور ان کی کم سنی کے باعث سمجھتے تھے کہ وہ رشتہ کے رموز سمجھنے کی استطاعت نہیں رکھتیں وہ خود کو ایک لمحے میں کس درجہ عقل مند ثابت کرگئی تھیں۔

"بہرحال ہم جنت بی بی سے ملنا چاہتے ہیں اور معاملات کو ایک موڑ پر لانا چاہتے ہیں بکھری اشیاء گھر میں پھیلاؤ اور گھٹن کا باعث بنتی ہیں اور بکھرے رشتے بھی اسی طور اپنی اہمیت کھودیتے ہیں یہ بات شاید آپ فی الحال نظرانداز کردیں مگر کچھ عرصے بعد یہ حقیقت گلے کی پھانس بن جائے گی ہم نہیں چاہتے کہ اس گھٹن میں آپ کا دم گھٹے یا آپ کے عمل تنفس میں کوئی مشکلات درپیش ہوں۔" انہوں نے حتمی اور مدلل انداز میں کہتے وقارالحق کو ایک نگاہ دیکھا اور پھر کمرے سے نکلتی چلی گئیں۔ وقارالحق ان کی پشت کو حیرت سے دیکھ رہے تھے وہ سرو قد دوشیزہ کیسا انوکھا اعتماد رکھتی تھی۔ ان کی شخصیت کے یہ پہلو ان سے اب تک پوشیدہ رہے تھے۔ یہ پرتیں جیسے پہلے کبھی نہ کھلی تھیں۔



"کیا سوچ رہی ہیں بیگم؟" سخاوت بیگم کو چپ چاپ بیٹھا دیکھ کر ناظم صاحب نے دریافت کیا۔

"ہم اپنی فاطمہ کے متعلق سوچ رہے ہیں۔"

"فاطمہ کے متعلق؟ وہ خیر سے اپنے گھر کی ہوگئی ہیں وقار میاں پڑھے لکھے نوجوان ہیں ہم ان کے مزاج سے واقف ہیں اسی لیے کسی قدر بے فکر ہوگئے ہیں۔ ہمارے محترم رفیق نواب صاحب انتہائی پُرشفقت انسان ہیں وہ ہماری فاطمہ کا خیال ضرور اپنی دختر سے بڑھ کر رکھتے ہوں گے پھر اس محل میں تین ہی تو نفوس ہیں۔ ہم اب فاطمہ کے مستقبل کے باعث فکر نہیں رکھتے نواب صاحب نے فاطمہ کے متعلق اہم فیصلہ لے کر ہمیں ہماری ذمہ داریوں سے سبکدوش کردیا ہے۔" ناظم صاحب دوست کے متعلق سوچ کر مسکرائے تو سخاوت بیگم نے سر ہلایا۔

"آپ اگرچہ درست فرمارہے ہیں ناظم صاحب مگر جانے کیوں ہمارے دل کو فکر ہورہی ہے آپ نے فاطمہ کا چہرہ دیکھا، ان کی آنکھوں میں جھانکا؟ ہم بہت متفکر ہورہے ہیں۔ ماں ہیں سو ان کے دل کا حال ہم سے مخفی نہ رہ پایا۔ کسی نہ کسی باعث وہ کسی حد تک الجھی ضرور دکھائی دیں اور یہ ہمارا وہم نہیں ہے ہمیں ڈر ہے کہیں کسی کی بددعا ہماری بچی کی خوشیوں کو نہ کھا جائے۔" سخاوت بیگم نے انتہائی تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

"خدانخواستہ ایسی باتیں کیوں کررہی ہیں بیگم۔ اچھی باتیں سوچیے آپ تو بہت مثبت انداز فکر رکھنے والی خاتون ہیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجیے آپ کی دختر کو ایسا اچھا خاندان ملا جہاں وہ راج کررہی ہیں۔" ناظم صاحب نے کہا تو سخاوت بیگم نے سر ہلایا تھا۔

"بے شک فاطمہ کو موقع ملا ہے کہ وہ اپنے خواب جئیں، وہ تحریک پاکستان کے لیے خود کو وقف کردینا چاہتی تھیں اور محترمہ فاطمہ جناح کی طرح تعلیم حاصل کرکے ملک و قوم کی خدمت کرنا چاہتی تھیں۔ ہمیں خوشی ہے وہ درس گاہ جارہی ہیں اور مسلم لیگ میں شمولیت بھی اختیار کرچکی ہیں مگر ان کی آنکھوں میں ایسی اداسی دکھائی دی کہ ہمیں فکر ستانے لگی۔ ہم ماں ہیں، ہم اپنی بچی کو کسی طرح کے غم میں مبتلا نہیں دیکھ سکتے۔ اللہ کرے کہ یہ ہمارا وہم ہو اور فاطمہ بہت سی خوشیاں سمیٹیں۔" سخاوت بیگم کے کہنے پر ناظم صاحب نے انہیں دیکھا اور نرمی سے گویا ہوئے۔

"سخاوت بیگم! اماں جان کے مزاج سے آپ باخبر ہیں وہ زبان کی کڑوی ضرور ہیں مگر دل کی بھی حلیم واقع ہوئی ہیں۔ فاطمہ ان کی پوتی ہیں وہ ان کے لیے یقیناً دل میں کوئی کینہ نہیں رکھتیں۔ آپ اس طرح کی سوچوں کو اٹھا کر ایک طرف رکھ دیجیے۔ اماں جان کی ناراضگی ایک وقتی اختلاف ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔" ناظم صاحب نے کہا تو

سخاوت بیگم ان کو دیکھتی رہ گئی تھیں۔



فاطمہ کے لیے اگرچہ یہ فیصلہ مشکل تھا مگر وہ اس نتیجے پر پہنچ چکی تھیں کہ ان کا وجود وقار الحق کے لیے ضروری نہیں ہے سو انہوں نے خوب سوچ وبچار کر کے حتمی فیصلہ لے کر نواب صاحب کے سامنے تمام معاملہ گوش گزار کردیا۔

''ہم نواب زادہ وقار الحق کا نکاح جنت بی بی سے کرنا چاہتے ہیں اور اس ضمن میں جنت بی بی سے بات کرنے کے خواہاں ہیں۔'' وہ دھیمے پُرسکون لہجے میں گویا ہوئیں تو نواب صاحب انہیں حیرت سے دیکھنے لگے۔

''بیٹی، رشتے کو الجھاؤ سے سلجھاؤ کی سمت لانا آپ کی ذمہ داری ہے مگر یہ آپ کو طے کرنا ہے کہ اس سلجھاؤ کا راستہ کیا ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ ابھی آپ خود کم سنی کی عمر میں ہیں اور ایسے فیصلے لینے کی سمجھ بوجھ نہیں رکھتیں سو بہتر ہوگا کہ آپ فقط اپنی پڑھائی پر توجہ دیجیے۔'' نواب صاحب نے فاطمہ کے سر پر بہت شفقت سے ہاتھ رکھ کر کہا' فاطمہ ان کی طرف خاموشی سے دیکھنے لگیں نواب صاحب دھیمے سے مسکرائے' جب فاطمہ نے پوچھا۔

''ابا حضور اگر ہم آپ کی اپنی دختر ہوتے تو آپ کیا فیصلہ لیتے۔'' فاطمہ کا سوال نواب صاحب کو جھنجوڑ گیا۔

''اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم نے آپ کو اپنی دختر سمجھا ہے اور آپ کو اس گھر میں وہی مقام دیا ہے جو ایک بیٹی کو ملنا چاہیے۔ آپ نواب زادہ وقار الحق کے نکاح میں ہیں اس حوالے سے بہو کا درجہ رکھتی ہیں مگر ایک باپ کے دل نے آپ کو بیٹی کا درجہ دیا ہے اور اس حوالے سے ہم اپنی ذمہ داریوں سے ایک قدم بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں۔'' نواب صاحب نے حلاوت سے بھرپور لہجے میں کہا تو فاطمہ خاموشی سے ان کو دیکھ کر رہ گئیں، پھر آہستگی سے بولیں۔

''خالی خولی رشتوں کا کوئی وجود نہیں ہوتا ابا حضور، یہ بات آپ ہم سے بہتر جانتے ہیں۔ جس رشتے میں زندگی کی رمق نہ ہو وہ زیادہ دیر سانس نہیں لے سکتا اور آپ پر اس رشتے کی حقیقت منکشف ہو چکی ہے۔ ہم آپ سے نواب زادہ کی کوئی شکایت نہیں کر رہے نہ ہمیں ان سے کوئی شکایت ہے۔'' وہ مدعا بیان کرتے ہوئے لحہ بھر کو رکیں پھر پُراعتمادی سے گویا ہوئیں۔

''ابا حضور بس ایک قلق ہے جو چین نہیں لینے دیتا ہم اس رشتے میں بندھے ہیں جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ آپ نے ہمیں بیٹی کا درجہ دیا اس گھر میں عزت ومقام دیا نواب زادہ کی زندگی کا ہمیں حصہ بنایا مگر یہ حصہ ایک اضافی بوجھ کے سوا کچھ نہیں۔'' وہ بہت پُرسکون انداز میں مدعا بیان کر رہی تھیں جب نواب صاحب گویا ہوئے۔

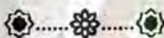
''ہم آپ کی بات کا موقف سمجھ رہے ہیں فاطمہ بیٹی۔ بلاشبہ آپ ایک ذہین اور فہم وفراست رکھنے والی بچی ہیں مگر رشتوں کی ڈور بہت نازک ہوتی ہے انہیں ایک جھٹکے سے ڈور کھینچنا رشتے کو کڑی زک پہنچا سکتا ہے دھاگہ ٹوٹ جانے کا مطلب جانتی ہیں ناں آپ۔ ہم آپ کو اس ڈور کو اس طرح جھٹکے سے توڑنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ یہ تعلق خاص ہے اور آپ کو اس کی اہمیت سمجھنے کی اشد ضرورت ہے۔'' نواب صاحب نے مدبرانہ انداز میں رائے دی' فاطمہ ان کی طرف دیکھ کر رہ گئیں۔

''مرد کی زندگی کا احاطہ کرنے بیٹھیں تو راستے کئی کہانیوں کے غماز نکلتے ہیں مگر یہ موڑ مستقل پڑاؤ نہیں ہوتا۔'' نواب صاحب نے ایک اہم نقطے کو بہت سادگی سے سمجھایا۔

''مرد کی محبت قدرے پیچیدہ ہوتی ہے بعض اوقات اسے خود اپنی محبت بھی سمجھ نہیں آتی اور عقل وخرد خود بھی اس بات کا یقین نہیں کرپاتے کہ کیا ضروری ہے اور کیا غیر ضروری۔ آپ کو نواب زادہ کو وقت دینا چاہیے اس رشتے کو فی الحال آزاد چھوڑ دینا چاہیے۔ ہمارا مشورہ یہی ہے ایک والد اپنی بیٹی کو جو نصیحت یا مشورہ دے سکتا ہے وہ ہم نے دے دیا۔''

نواب صاحب نے سمجھانے کے ساتھ معاملہ ان پر چھوڑ دیا۔ فاطمہ بی بی الجھ کر رہ گئیں مگر اس لمحے وہ خود اعتمادی سے بولیں۔

''ابا حضور ہم نواب زادہ وقار الحق سے وعدہ کر چکے ہیں کہ ان کا نکاح جنت بی بی سے کرا کر رہیں گے۔ وہ جنت بی بی سے محبت کرتے ہیں اور ہم نہیں چاہتے وہ فقط زبردستی میں باندھے گئے ایک رشتے کے باعث اپنی محبت سے دستبردار ہو جائیں۔ ہم آپ کی بات سے اتفاق کرتے ہیں مگر ہمارا دل گوارہ نہیں کرتا کہ ہم کسی کی زندگی پر مسلط رہیں اور وہ ہمارے باعث کھل کر سانس بھی نہ لے پائیں۔ کسی کا دل نادانستگی میں دکھانا ایسا بڑا گناہ نہیں مگر کسی کے دل کا احوال جان کر بھی اسے مشکل میں مبتلا رکھنا ضرور ایک گناہ عظیم ہوگا۔ ہم جب جان چکے ہیں کہ نواب زادہ کو ہم سے محبت نہیں اور ان کی خوشی کسی اور کے وجود سے ہے تو پھر ان کو ان کی خوشیوں سے دور رکھنا مناسب نہیں، ہم آپ سے تعاون کے درخواست گزار ہیں چاہتے ہیں آپ اس معاملے میں ہمارا ساتھ دیں اور ایک نئے رشتے کو استوار کرنے میں ہماری مدد کریں۔'' فاطمہ نے سر جھکا کر کہا' نواب صاحب ان کو دیکھ کر رہ گئے' وہ چھوٹی سی لڑکی اپنے لہجے میں عجیب عزم رکھتی تھی۔



وقار الحق کے ہمراہ فاطمہ بی بی ناظم الدین کے گھر آئیں وقار الحق ان کو کہہ کر لائے تھے وہ آنے کو تیار نہ تھیں مگر جب سے نکاح ہوا تھا تب سے وقار الحق ان کی طرف چکر نہ لگا سکے تھے سو یہ اقدام کسی بھی باعث تھا مگر اس لمحے وہ فاطمہ بی بی کے ہمراہ ناظم صاحب کے گھر موجود تھے کیا وہ رشتے کے تقاضوں کو سمجھنے لگے تھے؟ فاطمہ بی بی نے اچٹتی سی نگاہ ان کے چہرے پر ڈالی۔

وہ دادی جان کے ہمراہ بیٹھے گفتگو کرتے بہت سعادت مند دکھائی دے رہے تھے۔ جانے گفتگو کا متن کیا تھا مگر دادی جان ان کی سلجھی ہوئی شخصیت سے خاصی متاثر دکھائی دیں اور تب ہی ان کی گفتگو سنتے ہوئے شفقت سے ہاتھ ان کے سر پر رکھا۔ دادی جان کا ایسا رویہ فاطمہ بی بی کے لیے حیرت کا باعث بنا' جن حالات میں نکاح ہوا تھا وہ خاصے پیچیدہ تھے اور اس ضمن میں دادی جان کا رویہ ایسا حلاوت بھرا نہیں ہو سکتا تھا جبکہ ایک وقت میں نواب زادہ کے مخالف محاذ کھڑا کرنے والی بھی وہی تھیں بہرحال جو بھی تھا فاطمہ بی بی دور بیٹھی نواب زادہ کو گاہے بگاہے دیکھتی رہیں شاید ان کو بزرگوں سے بات کرنے کا سلیقہ آتا تھا تب ہی دادی جان کی مخالفت بھی دم توڑتی دکھائی دے رہی تھی' سخاوت بیگم کھیر کی کٹوری طشتری میں رکھ کر فاطمہ کی طرف آئیں تو وہ نواب زادہ سے دھیان ہٹا کرامی جان کی طرف متوجہ ہوئیں۔

''ہم نے آپ کے لیے بطور خاص کھیر پکائی ہے۔ دو ایک بار تو آپ بنا وقار الحق کو ہمراہ لیے آن دھمکیں سو ہم ایسے ہونق ہوئے کہ کوئی اہتمام بھی نہ کر سکے۔ خیر نواب زادہ جس طرح اماں جان کے ہمراہ نشست جمائے بیٹھے ہیں اس سے ایک بات تو واضح ہوگئی کہ ان کو دل جیتنے کا فن آتا ہے ورنہ اماں جان ان کو ایک لمحے میں چلتا کر دیتیں۔'' سخاوت بیگم مسکرائیں مگر فاطمہ بی بی ان کی بات پر مسکرا نہیں سکیں' ان کے دھیان میں یہ بات جڑ پکڑ رہی تھی کہ غالباً وہ دانستہ ایسے مخلصانہ رویے کے مرتکب ہو رہے تھے کہ فاطمہ بی بی ان کو خوشیوں کی سمت دھکیلنے کا تہیہ کر چکی تھیں سو ایک طرح سے یہ رویہ ایک مشروط مسرت و انبساط کا غماز تھا فقط اس لیے کہ وہ ان کی زندگی کا رخ ان کی خوشیوں کی سمت موڑ رہی تھیں سو وہ بھی جواب میں فاطمہ بی بی کی زندگی کی مسرتوں کو موڑ کر ان کی طرف لا رہے تھے سو یہ عمل مشروط تھا۔ نواب زادہ اماں جان سے گفتگو کرتے ہوئے مسکرائے اور تب ہی ان کی طرف تکتے ہوئے ایک مسکراہٹ فاطمہ بی بی کے لبوں پر بھی پھیل گئی۔ سخاوت بیگم نے ان کی اس مسکراہٹ کو بغور دیکھا اور ان کی بلائیں لیں مسکراتے ہوئے بولیں۔

''اللہ آپ کو ایسے ہی ہنستا مسکراتا رکھے آپ کی خوشیوں کو کسی کی نظر نہ لگے۔ ہم آپ کی گود میں ایک گول مٹول سے نواسہ کو دیکھنے کے خواہش مند ہیں دعا ہے آپ کی گود جلد بھرے آمین۔'' امی جان کے کہنے پر وہ جھینپ کر رہ گئیں۔ کیسی خواہش تھی ان کی اور شاید وہ نواب زادہ اوران کے رشتے کی حقیقت سے ناواقف تھیں فاطمہ بی بی نے نواب زادہ سے نگاہ ہٹاتے ہوئے گہری سانس خارج کی۔

''آپ کی پڑھائی کیسی چل رہی ہے اور تحریک جدو جہد آزادی کے لیے سنا ہے آج کل خوب مصروفیت میں گھری ہوئی ہیں آپ۔ آپ کے خواب پورے ہوتے دیکھ کر ہم بہت خوش ہیں بیٹا۔ جب اماں جان آپ کی راہ میں رکاوٹیں ڈال رہی تھیں تو ہم بہت رنجیدہ تھے۔'' سخاوت بیگم نہیں جانتی تھیں کہ یہ مسکراہٹ، یہ خوشی محض عارضی تھی۔ فاطمہ بی بی انہیں حقیقت سے آگاہ نہیں کرسکتی تھیں سوچپ رہیں۔ اس شام دیر تک وہ امی جان اور ابا جان کے ہمراہ وقت گزار سکیں۔

نواب زادہ نے نا صرف ابا جان سے گپ شپ کی بلکہ کاروباری امور پر بھی تبادلہ خیال کرتے رہے اور وہ خاموشی سے اس تمام صورت حال کو دیکھتی رہیں۔

''کاش یہ خوشی عارضی نہ ہوتی۔'' دل سے ایک صدا بلند ہوئی تھی۔



''رکو نوجوان۔'' نواب صاحب نے تیزی سے راہداری میں قدم بڑھاتے رجت سنگھ کو روکا۔ رجت سنگھ رکا اور پلٹ کر نواب صاحب کی طرف دیکھا ادب سے جھک کر آداب بجالانے کے ساتھ ہی آگے بڑھتے ہوئے ان کے عین سامنے آن کھڑا ہوا۔

''معذرت چاہتا ہوں نواب صاحب آپ کو دیکھا نہیں۔'' رجت سنگھ نے ادب سے کہا۔ نواب صاحب نے اس کو بغور جانچتے ہوئے سرسری انداز میں سر ہلایا۔

''آپ کی تعلیم وتربیت کا سلسلہ کہاں رہا ادب وآداب بتاتے ہیں خاصے تعلیم یافتہ ہیں آپ پھر ایسی معمولی ملازمت؟'' نواب صاحب نے رجت سنگھ کو جانچتی نظروں سے دیکھا' رجت سنگھ مسکرادیا۔

''نواب صاحب ذرہ نوازی ہے وگرنہ ایک ادنیٰ ملازم کی حیثیت......'' وہ دانستہ ان کے سوال کو نظر انداز کر گیا اور دریافت کیا۔

''میرے لائق کوئی حکم نواب صاحب کہیں باہر جانا ہے تو موٹر کار نکالوں؟'' مستعد انداز میں کہا تو نواب صاحب نے سر انکار میں ہلادیا۔

''حالات خراب ہیں یا قسمت کی ستم ظریفی ہے اگر ملازمت کی ضرورت ہے تو تم اپنی خدمات کھاتے دیکھنے میں صرف کرسکتے ہو، ہمیں ایک پڑھے لکھے تعلیم یافتہ ملازم کی ضرورت ہے۔'' نواب صاحب نے ایک نئی ملازمت کی راہ دکھائی مگر رجت سنگھ نے سہولت سے انکار کردیا۔

''عزت افزائی کا شکریہ نواب صاحب...... مگر میری گزر بسر اسی ملازمت میں بہت احسن طریقے سے ہوجاتی ہے۔ حرص وطمع کی حدود تو لامتناہی ہیں۔ بندہ کو اپنے رب کی رضا میں خوش رہنا چاہیے۔'' نواب صاحب نے سر ہلایا اور مدہم لہجے میں بولے۔

''بہر حال تمہاری قابلیت کے پیش نظر ایک ملازمت سامنے رکھ دی، بے شک اللہ تعالیٰ رزق دینے والا ہے اور کامرانی بھی۔ تمہاری سوچ کے متعلق جان کر خوشی ہوئی اگر تم ہمارے دفتری امور کو جانچنے پر آمادہ ہو تو ہمیں خوشی ہوگی

ہمیں کھاتے داری کے لیے ایک قابل اور ہونہار نوجوان کی ضرورت ہے۔" نواب صاحب نے کہا اور آگے بڑھ گئے' رجت سنگھ ان کو دیکھتا رہ گیا تھا۔



غنچہ گل کو وہ مٹھی میں لیے آتے تھے
میں نے پوچھا تو کیا مجھ سے بہانا دل کا
ان حسینوں کا لڑکپن ہی رہے یا اللہ
ہوش آتا ہے تو آتا ہے ستانا دل کا
میری آغوش سے کیا ہی وہ تڑپ کر نکلے
ان کا جانا تھا الٰہی کہ جانا دل کا
حور کی شکل ہو تم نور کے پتلے ہو تم
اور اس پر تمہیں آتا ہے جلانا دل کا
بعد مدت کے بجائے داغ سمجھ میں آیا
وہی دانا ہے کہا جس نے نہ مانا دل کا

ریحان میاں نے شرارت سے پکھراج بیگم کی زلف کو اپنی شہادت کی انگلی پر لپیٹا اور وہ کچی ڈور سے بندھی ان کی طرف کھنچی چلی آئیں ان کے گداز لبوں پر تیرتی شرارت پر وہ نثار ہو گئے۔

"کیا قیامت ہے' حشر کا خیال آتا ہے تو دل دہل جاتا ہے مگر آپ کی آرزو ایسا مدہوش کرتی ہے کہ نگاہ خیرہ ہوئی جاتی ہے اور عقل گم۔ ہم آپ کے کوچے سے نکل کر جائیں تو کہاں، زمانہ برہم ہوتا ہے مگر انہیں خبر نہیں کہ آپ کے حسن کی بھول بھلیاں کہیں راہ نہیں دیتیں، ہم فرار ہوں تو کیسے؟" ریحان میاں نے کہا تو پکھراج بیگم مسکرادیں۔

"دل بہلانا کوئی آپ سے سیکھے، ہم...... جسے جانتے نہیں دو گھونٹ پی کر جس نام کا ورد کرتے ہیں آپ ہوش آنے پر وہ نام بھول تو نہ جاتے ہوں گے؟" پکھراج بیگم نے انہیں یاد دلایا تو وہ مسکرا دیے۔

"سچ کہتے ہیں آپ کے حسن کا سرور ان دو گھونٹ سے کہیں زیادہ ہے، کھانے کو آپ کی ادائیں کافی ہیں اور پینے کو یہ آنکھوں کے پیالے۔" ریحان میاں نے پکھراج بیگم کو باتوں کے جال میں الجھایا تو پکھراج بیگم کے گداز لبوں پر مسکراہٹ پھیلی اور وہ آہستگی سے بولیں۔

"ہم تسلیم نہیں کر پا رہے کہ آپ کو ان دوشیزہ سے واقعی محبت ہے یا یہ فقط گمان ہے۔ اکثر ان کا نام جپتے دکھائی دیتے ہیں اور آپ کے لہجے کی شدت بتاتی ہے کہ آپ کا تعلق کسی معمولی نوعیت کا نہیں ہے یا تو واردات عشق کی کڑی ہے یا معاملہ کوئی اور رخ رکھتا ہے۔" پکھراج بیگم نے معاملہ کی تہہ تک پہنچنا چاہا تو ریحان میاں خاموشی سے دیکھنے لگے پھر نگاہ پھیر گئے۔

"وہ ضد ہیں ہماری اور اس کے سوا کچھ نہیں۔" وہ بڑبڑائے' پکھراج بیگم اس خود کلامی کو سن پائیں کہ نہیں مگر اس سے قبل کہ وہ کوئی اور ذکر کرتیں ریحان میاں اٹھ کھڑے ہوئے' ان کے چہرے کا تناؤ بتا رہا تھا کہ وہ اس ذکر سے الجھ کر رہ گئے ہیں۔

"چلتے ہیں فی امان اللہ۔" وہ کہنے کے ساتھ ہی داخلی دروازے کی سمت بڑھے' پکھراج بیگم ان کو دیکھ کر رہ گئی تھیں۔



''آپ شاید ہماری باتوں کو سنجیدہ نہیں لے رہے مگر ہم واقعی بہت نیک نیتی سے آپ کو آپ کی محبت سے ملوانا چاہتے ہیں ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم اس فعل کو بااحسن طریقے سے پورا کرسکیں۔'' فاطمہ بی بی نے قہوہ کا کپ تھماتے ہوئے کہا تو وقار الحق ان کی طرف خاموشی سے دیکھنے لگے۔ پھر انہیں بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے آہستگی سے بولے۔

''ہم نہیں چاہتے آپ کی کم سنی آپ کے لیے کسی طرح کے نقصان کا باعث بنے۔ ہم آپ کی حق تلفی نہیں کرنا چاہتے۔'' وقار الحق کسی خدشے کے پیش نظر گویا ہوئے۔ فاطمہ بی بی انتہائی اطمینان سے ان کی سمت دیکھنے لگیں۔ عنابی غرارے میں اُن کی سرخ و سپید رنگت بہت کھل رہی تھی۔ اُن کے گھنے سیاہ بال اس لمحے پشت پر دراز تھے۔ سبک ہوا کے باعث شرارتی کئی لٹیں چہرے پر جھول رہی تھیں۔ ان کی آنکھوں کی ازلی جوت جیسے ماحول کو خیرہ کرنے کو کافی تھی گداز لبوں پر موجود مسکراہٹ خاموش فضا میں جیسے کوئی نغمگی گھول رہی تھی۔ وقار الحق نے ایک بھرپور نگاہ دیکھ کر جانے کیوں نگاہ بدل لی تھی۔

''فاطمہ یہ وقت ایسی باتوں کے لیے مناسب نہیں، ہم چاہتے ہیں آپ پڑھائی پر توجہ دیں آپ کی حیات کا جو مقصد رہا ہے یہ لمحے اس کے حصول میں صرف کرنے کو قیمتی ترین ہیں باقی سب جو ہے وہ اضافی ہے۔'' وقار الحق نے نرم لہجے میں سمجھایا تھا فاطمہ بی بی مسکرا دیں۔

''مقصد حیات کی وسعت زندگی کے پھیلاؤ کے ساتھ بڑھتی ہے نواب زادہ وقار الحق ہم آپ کی خوشیاں آپ کو سونپنا چاہتے ہیں اس میں کیا غلط ہے اور آپ بھی تو جنت بی بی سے انسیت رکھتے ہیں ہم دو دلوں کو جدا کرنے کے مرتکب کیونکر بن سکتے ہیں۔'' وہ مدہم لہجے میں قائل کررہی تھیں۔ وقار الحق قہوے کی چسکی لے کر ان کی طرف خاموشی سے دیکھنے لگے تب ہی ان کی خاموشی کو نیم رضامندی جان کر فاطمہ بی بی گویا ہوئیں۔

''ہم شام میں ڈرائیور کے ساتھ جا کر جنت بی بی سے ملاقات کرلیتے ہیں، ہم جب اس گھر کا حصہ ہیں تو ان سے ملاقات کا حق تو رکھتے ہیں ناں؟'' انہوں نے گونا گو تذکرہ کرکے معاملے کو سرسری نوعیت دی اور اٹھ کھڑی ہوئیں۔ جانے کو پلٹیں تو دامن الجھا وہ ٹھٹکی اور پلٹ کر دیکھا ایک خوش گمانی کا جو احساس لحہ بھر کو دامن گیر ہوا تھا وہ دم توڑ گیا تھا۔ لحہ بھر کو گمان گزرا تھا کہ شاید دامن کا کونا وقار الحق نے قصداً شرارت سے تھام لیا ہو مگر وہ بے خبری سے سر جھکائے جانے کس سوچ میں غلطاں تھے اور ان کے آنچل کا کونا میز کے کونے سے الجھا تھا۔ فاطمہ بی بی نے دل کی حسرتوں کو سنبھال کر آنچل کا کونہ میز سے سہولت سے ہٹایا اور سر پہ آنچل رکھتے ہوئے پلٹ گئی تھیں۔



چارہ دل سوائے صبر نہیں
سو تمہارے سوا نہیں ہوتا

رجت سنگھ نے فاطمہ بی بی کو ایک نظر دیکھا، عقبی آئینے میں ان کا عکس نمایاں تھا مگر وہ تادیر دیکھنے کی گستاخی نہیں کرسکتا تھا، وہ فاطمہ بی بی کو انتہائی مقدم جانتا تھا اور بہت عزت دیتا تھا اور یہ آداب طرز عمل کے ساتھ آنکھ گفتگو اور زبان و بیاں سے بھی بھرپور عیاں تھی۔

''بی بی صاحبہ آپ خیریت سے ہیں، جانے کیوں آپ کچھ الجھی دکھائی دے رہی ہیں؟'' فاطمہ نے رجت سنگھ کی جانب سرسری انداز میں دیکھ کر نفی میں سر ہلایا۔ جنت بی بی کے گھر کا ایڈریس سمجھایا تھا۔ رجت سنگھ سر ہلا کر مکمل توجہ سے گاڑی چلانے لگا، فاطمہ بی بی کی آنکھیں کچھ ویران اور ساکت تھیں مگر رجت سنگھ کچھ دریافت کرنے کی گستاخی نہ

کرسکا تھا۔



جنت بی بی فاطمہ کو روبرو دیکھ کر قدرے حیران ہوئیں مگر جلد ہی انہوں نے اس حیرت پر قابو پالیا تھا۔ جنت بی بی نے بھرپور مہمان نوازی کی فاطمہ بی بی کے شایان شان...... محل سے پہلی بار کسی خاتون کی آمد ہوئی تھی نواب خاندان سے کوئی آیا تھا اگرچہ رشتے کی نوعیت خاص نہ تھی مگر محل کا حوالہ کافی تھا۔ فاطمہ بی بی جنت کے چہرے کی رنگت دیکھ کر اندرونی کیفیات جان سکتی تھی مگر تاحال انہوں نے مدعا نہیں کہا۔ جنت بی بی یقیناً تذبذب کا شکار تھیں اور آمد کا سبب جاننے کو بے قرار تھیں مگر فاطمہ بی بی نے تاحال مدعا گوش گزار نہ کیا۔

''کیا ہم آپ کے ابا جان سے ملاقات کا شرف حاصل کرسکتے ہیں۔'' فاطمہ بی بی نے پوچھا تو جنت بی بی چونکیں۔

''آپ ابا جان سے ملاقات کرنا چاہتی ہیں مگر کیا ہم اسباب جان سکتے ہیں؟'' جنت بی بی نے بالآخر پوچھ ڈالا اور فاطمہ بی بی انتہائی اطمینان سے مسکرادیں۔

''کیا ہم یونہی چچا جان سے نہیں مل سکتے؟'' تب جنت بی بی نے بادل نخواستہ سر ہلایا' فاطمہ بی بی نے ان کے چہرے کی پھیکی پڑتی رنگت کو دیکھا اور تب ہی ان کے ہاتھ تھام کر بولیں۔

''جنت بی بی ہم آپ کے خیر خواہ ہیں آپ نے کیسے جان لیا کہ ہم آپ کو کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔'' انہوں نے کھل کر کہا تو جنت بی بی بوکھلا گئیں۔

''نن...... نہیں...... ہمارا ایسا مقصد ہرگز نہیں تھا ایسا کچھ نہیں ہے دراصل ہم نے ابا جان کے آرام کی غرض سے کہا اگر آپ کو ملنا ہے تو ہم ابا جان سے ابھی ملوا دیتے ہیں۔'' جنت بی بی نے اٹھنے کا قصد کیا' جب فاطمہ بی بی نے ان کے ہاتھ خوداعتمادی سے تھام لیے اور ان کی طرف نرمی سے دیکھتی ہوئی گویا ہوئیں۔

''ہم آپ کے ابا جان سے آپ کا ہاتھ مانگنا چاہتے ہیں۔'' فاطمہ بی بی کے مدعا بیان کرنے پر جنت بی بی حیرت سے انہیں دیکھنے لگیں۔

''کک...... کیا مطلب ہم سمجھے نہیں۔'' فاطمہ وقارالحق کی بات نے جنت بی بی کو چونکا دیا' فاطمہ بی بی نے انہیں لمحہ بھر کو خاموشی سے دیکھا پھر گویا ہوئیں۔

''ہم آپ کا ہاتھ نواب زادہ وقارالحق کے لیے مانگنا چاہتے ہیں۔'' جنت بی بی پر جیسے سکتہ طاری ہوگیا۔ وہ توقع نہیں کررہی تھیں کہ فاطمہ نواب زادہ وقارالحق یعنی اپنے ہی خاوند کے لیے ان کا ہاتھ مانگنے چلی آئی ہیں۔

یہ بات ان کو متحیر کرنے کو کافی تھی اگرچہ وہ وقارالحق سے محبت کرتی تھیں مگر یہ بات ان کو شدید حیرت میں مبتلا کرگئی' فاطمہ بی بی کا پُرسکون انداز اور چہرے کا اطمینان انہیں اندر تک کاٹ گیا' جیسے وجود میں کسی نے برچھیاں اتار دیں ہوں یا میخیں گاڑ دی ہوں۔

''آپ جانتی ہیں آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ فاطمہ بی بی اگر یہ مذاق ہے تو انتہائی بھونڈا ہے۔'' جنت بی بی نے برہم لہجے میں کہا مگر فاطمہ بی بی نرمی سے مسکرادیں۔

''ہم یہاں مذاق کرنے نہیں آئے جنت بی بی ہم سنجیدگی سے ایک رشتے کی بنیاد رکھنے آئے ہیں۔'' فاطمہ بی بی نے سنجیدگی سے کہا۔

''آپ ایک رشتہ کا سہارا لے کر ہمارا مذاق اڑانے آئی ہیں فاطمہ...... آپ جانتی ہیں کہ آپ کا رشتہ وقارالحق سے کس قدر مضبوط ہے اور ہمارا رشتہ کوئی حوالہ نہیں رکھتا سو آپ یہاں ہمارا اور ہمارے رشتے کا مذاق اڑانے چلی آئیں،

تضحیک کرنے کا ایسا موقع آپ کو دوبارہ نصیب کہاں ہونا تھا یہ جتانے کا موقع کہ آپ نواب زادہ کی زندگی میں اہم ترین مقام رکھتی ہیں اور ان کی بیگم ہونے کے ناطے ان کی ڈور آپ کے ہاتھ میں ہے یہی جتانے آئی ہیں ناں آپ؟"
جنت بی بی نے کہا فاطمہ بی بی نے سر فوری طور پر نفی میں ہلایا ساتھ ہی بولیں۔
"ایسا بالکل نہیں ہے آپ غلط اخذ کررہی ہیں، جنت بی بی۔ اگر ہم وقار الحق کی زندگی میں ایسے اہم ہوتے تو ہم آج آپ کا ہاتھ مانگنے آپ کی دہلیز پر نہ آتے۔" فاطمہ بی بی نے جتایا تب ہی جنت بی بی ان کی بات کے جواب میں گویا ہوئیں۔
"اور اگر ان کا ہم سے ایسا کوئی گہرا واسطہ ہوتا تو آج ہم ان کی زندگی کا حصہ ہوتے اور آپ کے درمیانی وسیلے کی ضرورت نہ پڑتی۔" جنت بی بی نے حقیقت واضح کردی فاطمہ بی بی لمحہ بھر کو خاموش ہوئیں، پھر گہری سانس بھر کر گویا ہوئیں۔
"شاید ہم اس تعلق کی نہج کو سمجھنے کو تیار نہیں جنت بی بی۔ ہم جو ایک اہم رشتے میں ہیں خالی ہاتھ تو ہم بھی ہیں اس تعلق کی ڈور ہمارے ہاتھ نہیں اس مضبوط رشتے کی قلعی تو یہیں کھل جاتی ہے۔ میری نگاہ میں آپ کا رشتہ مضبوط ترین ہے جو ایک کنبہ بنائے مضبوط رشتے کی بنیادوں کو ہلانے کا سبب بن رہا ہے۔" فاطمہ بی بی کے لبوں پر بہت پھیکی سی مسکراہٹ تھی وہ اپنے دفاع کی جنگ اگرچہ لڑنے نہیں آئی تھیں نہ ہی اپنے حق کی بات کرنا چاہتی تھی مگر موضوع نکل آیا تو وہ بولے بنا نہیں رہ سکیں۔
"آپ کو اس حقیقت کو سمجھنا ہے کہ اگر آپ کا رشتہ دو لوگوں کے درمیان موجود ایک مضبوط رشتے کو متاثر کرنے کا باعث بن رہا ہے تو یہ رشتہ کوئی معمولی نوعیت کا نہیں۔" فاطمہ بی بی کے لہجے کا ٹھہراؤ قابل غور تھا۔ جنت بی بی فوری طور پر کچھ کہہ نہیں پائیں۔
"ہمارا تعلق ایسا ہے کہ اس میں رنجش دونوں طرف سے رہے گی آپ ہم سے خائف رہیں گی اور ہمیں آپ سے کئی گلے نہ چاہتے ہوئے بھی رہیں گے مگر یہ کسی معاملے کا سلجھاؤ نہیں نہ یہ کسی معاملے کو کوئی سمت دے پائے گا، رشتے کی ڈور فقط ہم دو فریق ہی سلجھا سکتے ہیں۔" فاطمہ بی بی کی نصیحت قابل غور تھی جنت بی بی جواباً کچھ نہیں بولیں اور چہرے کا رخ پھیر گئیں ان کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔ وہ ایک جدید وضع قطع کی حامل پڑھی لکھی۔ دوشیزہ ایک متاثر کن شخصیت کی مالکہ تو بلاشبہ تھیں مگر فاطمہ بی بی ان کا چہرہ بغور تکتے ہوئے جانے کیا تلاش رہی تھیں جنت بی بی ان کے طریق پر حیران ہوئیں۔
"حیران مت ہوں محو حیرت تو ہم ہیں آپ بلاشبہ حسین نہیں مگر حسن کافی نہیں عشق کے حوالے ظاہری حسن کے محتاج نہیں، ہم وہ اسباب ڈھونڈنے کے متلاشی ہیں جو اس عشق کا باعث بنے، نا چاہتے ہوئے بھی ہم ایک موازنہ کرنے بیٹھ گئے ہیں آپ میں ہم میں اگرچہ کچھ بھی قدر مشترک نہیں مگر دل کے کیا کہنے کہ جو جاننے کو متلاشی ہے کہ اس عشق کا باعث کیا بنا، وجہ عشق کیا رہی ہوگی۔ ہم جو حسن میں یکتا کہلاتے ہیں اور دیکھنے والی نگاہ خیرہ ہوتی ہے تو نواب زادہ پر اس حسن کا کوئی اثر کیونکر نہ ہوا اور آپ کا سادہ سا چہرہ عام سے خدوخال ان کو کیسے باندھ گئے، یا پھر یہ معاملہ کسی اور تناظر میں رکھ کر پرکھنا پڑے گا؟ آپ کی شخصیت کا ٹھہراؤ یا تہذیب یا پھر آپ کی شخصیت پر مغربی چھاپ کچھ تو الگ ہے جو ہم میں نہیں اور آپ میں ہے یا پھر محبت ان حوالوں کی محتاج ہی نہیں۔" وہ الجھیں اور پھر سر جھٹک کر رخ پھیر لیا۔ جنت بی بی نے ان کے الجھاؤ کو دیکھا انہیں ان کی شخصیت میں ایک سحر دکھائی دیا اور جانے کیوں حسد محسوس ہوا۔

''آپ ہر طرح سے خائف دکھائی دیتی ہیں فاطمہ بی بی مگر ہماری نظر میں آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ ان کے قریب ہیں جس سے قربت کی ہم فقط چاہ کرتے ہیں۔ وہ آپ کے پہلو میں ہیں۔ ایک رشتہ خاص رکھتی ہیں یہ سب ہمیں شدید ترین حسد میں مبتلا کر رہا ہے۔ ہم تو بس خواب دیکھتے رہے مگر آپ تو ان خوابوں کی تعبیر جی رہی ہیں ہمیں آپ سے حسد کیونکر نہ ہو، آپ نواب زادہ وقار الحق کی بیگم ہیں اور ہم جو ان کی محبت کا دم بھرتے رہے، ہم آج کوئی اور ہیں فقط پرائے ہیں۔'' جنت بی بی نے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے ان کے مدھم لہجے میں ایک کاٹ تھی ایک طنز تھا اور فاطمہ مسکرا دیں۔

''ہم سے پوچھئے کنویں کے پاس رہ کر بھی پیاسا ہونا کیا ہوتا ہے۔ آپ کا حسد جاتا رہے گا، ہم جو استحقاق اس رشتے کے توسط سے رکھتے ہیں اس کی وقعت اس طور پر بھی جاتی رہتی ہے کہ وہ رشتہ طے پا کر بھی کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ رشتہ جڑ کر بھی اپنی جڑیں مضبوط نہیں کر پایا اور سب سے بڑی دلیل نواب زادہ کے دل پر آج بھی آپ کی حکمرانی ہے اور ہم مسند پر بیٹھ کر بھی وہ اختیار نہیں رکھتے، نواب زادہ کے دل نے ہمیں نہ تو قبول کیا نہ اس رشتے کو، جو تسلیم نہ ہو وہ تعلق نہیں ہوتا ہم کس کرب سے گزرتے ہیں آپ نہیں سمجھ سکتیں، ہم جس مقام پر کھڑے ہیں وہاں تک آنا آسان نہیں ہوتا کوئی بیوی اپنا خاوند بانٹ نہیں سکتی، اگر ہم اس مشکل فیصلے سے گزر سکے تو فقط نواب زادہ کی خوشی کے لیے ان کی خوشی آپ ہیں آپ بھی یہ بات اچھے سے جانتی ہیں درحقیقت ہم اس رشتے میں کہیں نہیں ہیں، ہم بے واسطہ ہیں جو کوئی وقعت نہیں رکھتے اور ہم جو انتہائی ارزاں ہو رہے ہیں دل پر پتھر رکھ کر آپ کے پاس یہ مدعا کہنے آئے ہیں یہ فیصلہ ہمارے لیے بھی آسان نہیں تھا۔'' فاطمہ بی بی کا لہجہ بھرا گیا۔

آنکھوں میں سمندر آن ٹھہرا اور وہ بے بس سی خاموش ہو کر سر جھکا گئیں' جنت بی بی نے انہیں بغور دیکھا۔

''ہم واقعی سمجھ نہیں پا رہے کہ آپ اس رشتے کو بنانے پر کیوں بضد ہیں۔ آپ اس رشتے کو نیا موڑ دینے والی ہوتی کون ہیں؟ اگر ہم نواب زادہ سے محبت کرتے ہیں یا نواب زادہ ہم سے محبت میں مبتلا ہیں تو یہ ہم دونوں کا اپنا معاملہ ہے آپ اس معاملے کے متعلق کوئی فیصلہ کرنے والی ہوتی کون ہیں۔'' جنت بی بی کا سلگتا ہوا لہجہ عجیب کاٹ رکھتا تھا مگر فاطمہ ان پر ایک نظر ڈال کر نم آنکھوں سے مسکرا دیں۔

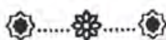
''ہم فیصلے کا اختیار آپ کے ہاتھ سونپے جاتے ہیں اس سے بڑھ کر ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔'' وہ معاملہ ختم کر کے اٹھنے کو تھیں جب جنت بی بی گویا ہوئیں۔

''ہم سمجھ نہیں پا رہے آپ کیا جتانے کی کوشش کر رہی ہیں...... کہنے کو آپ کم سن ہیں' کم عمر ہیں اس رو سے تو آپ کو اس رشتے کی نوعیت بھی معلوم نہیں جس رشتے کے متعلق آپ چیدہ چیدہ فیصلے لینے اٹھ کھڑی ہوئی ہیں یا تو آپ بہت عیار ہیں یا بہت سیانی یا بہت معصوم اور کم فہم۔'' جنت بی بی نے ایک ساتھ کئی طنز کے تیر چلائے مگر فاطمہ بی بی نے جواباً کچھ نہ کہا۔

فقط خاموشی سے جنت بی بی کو دیکھا اور جانے کو قدم اٹھائے جب جنت بی بی کی آواز نے قدم روک لیے۔

''آپ بہت عیار و مکار واقع ہوئی ہیں فاطمہ بی بی اس کم سنی کا فائدہ اٹھا رہی ہیں' اپنی اس معصومیت کا ڈھونگ کر رہی ہیں، درحقیقت جانتی ہیں کہ آپ کیا اختیار رکھتی ہیں اور اسی استحقاق کو جتانے ہم سے ملنے چلی آئیں' آپ نواب زادہ کو ہمیں سونپ کر اپنی دانست میں بہت مہان بننا چاہتی ہیں مگر درحقیقت آپ ایک چال چل رہی ہیں، یہ کھیل آپ کی عیاری کی قلعی کھول رہا ہے۔ ایک بات کان کھول کر سن لیجیے اگر ہمیں نواب زادہ کو اپنی زندگی میں شامل کرنا ہوا تو ہمیں آپ کی اجازت یا حوالے کی ضرورت قطعاً نہیں پڑے گی ہم آپ کی اجازت یا مرضی کے پابند نہیں

ہیں، سو آپ بھی یہ وہم اپنے دل سے نکال دیجیے جس زعم میں آپ جی رہی ہیں وہ محض ایک ڈھکوسلا ہے۔ آپ کی حقیقت میں آنکھیں کھولنے کی ضرورت ہے۔ دوسری فریق آپ ہیں جو ہم دو کے درمیان آئیں، ہم دوسرے فریق نہیں ہیں جو آپ کے رشتے کو کھوکھلا کرنے کا باعث بنے اگر نواب زادہ وقار الحق پر کسی کا حق ہے تو وہ فقط ہمارا ہے۔ نواب زادہ کی محبت دل ودماغ پر فقط ہمارا حق ہے اور ہم اسے کسی دوسرے یا تیسرے کے ساتھ بانٹ نہیں سکتے فیصلہ آپ نہیں فیصلہ ہم کریں گے کہ کسے نواب زادہ کی زندگی میں رہنا ہے اور کسے باہر جانا ہے۔ اگر ہم استحقاق جتانے اور حق استعمال کرنے پر آگئے تو آپ کے اس کھوکھلے رشتے کی دھجیاں بکھر جائیں گی، مت بھولیے نواب زادہ کے مطلوب ہم ہیں ان کی نظر عنایت ہم پر ہے ان کی محبت ہم ہیں ان کے دل اور دماغ پر حکومت ہم کرتے ہیں۔ اگر بغیر کسی رشتے کے بھی ہم ایسا اختیار رکھتے ہیں تو سوچیے ہمارے اختیار کی حد تب کیا ہوگی جب ہم ان کی محبت کے بلا شرکت غیرے مالک ہوں گے؟" جنت بی بی نے غصہ میں تمام زہر ان پر انڈیل دیا فاطمہ بی بی نے خاموشی سے انہیں سنا ایک پھیکی سی مسکراہٹ نے ان کے لبوں کے کنارے پر دم توڑا اور وہ آگے بڑھ گئیں۔ جنت بی بی غصہ اور غرور سے کھڑی گہرے گہرے سانس لے رہی تھیں جیسے کسی بڑے محاذ پر فتح پائی ہو۔ اس سے قطع نظر کہ دہلیز کے اس طرف نواب زادہ کھڑے تھے اور ان کی تمام گفتگو سن چکے تھے وہ اندر آنے کی بجائے وہیں سے مڑ کر داخلی دروازے کی جانب بڑھ گئے تھے۔



حقیقت تلخ ہوتی ہے بعض اوقات ہم حقیقت سے نگاہ چراتے ہیں مگر حقیقت کسی نہ کسی طرح سے خود کو ہم پر منکشف ضرور کردیتی ہے اور تب اس حقیقت کا ادراک تو ہوتا ہی ہے ساتھ ہی اس حقیقت کی کڑواہٹ مزید تلخ بھی محسوس ہوتی ہے مگر اس طریق کار سے بہرحال حقیقت واضح ہوجاتی ہے اور ہم حقیقت سے روشناس ہوکر اسے قبول کرنے کے قابل ہوجاتے ہیں۔ فاطمہ بی بی کو اس حقیقت کا اندازہ ہوگیا تھا کہ ان کا رشتہ کس قدر کھوکھلا اور اس کی حقیقت بہرطور کچھ نہ تھی۔ چاہے وہ اپنے طور پر اخذ کیے بیٹھی تھیں کہ وہ ایک محترم رشتہ اور استحقاق رکھتی ہیں وہ محض ان کی غلط فہمی تھی۔

اصل بات تو یہ کھلی تھی کہ وہ ابھی رشتوں کی نوعیت اور حقیقت سمجھنے کے قابل بھی نہ ہوئیں اور کہاں وہ اس رشتے سے متعلق فیصلے لینے چلیں تھیں، گرم گرم آنسو عارض پر ڈھلک کر جلد کی گئی پرتوں کو جیسے سلگا رہے تھے۔ اپنی بے وقعتی کا ادراک ہونا ایک کڑا عمل تھا جنت بی بی نے ایک لمحے میں حقیقت واضح کرتے ہوئے ان کی آنکھیں کھول دی تھیں، اس عمل نے اگرچہ بہت زیادہ زک پہنچائی تھی، دل درد سے بھر گیا تھا اور تکلیف سے دوچار تھا مگر بہرحال یہ حقیقت تھی اور وہ زیادہ دیر اس حقیقت سے نگاہ نہ چرا سکی تھیں۔

جنت بی بی کے توسط سے ہی سہی ان کو حقیقت کا بہرطور ادراک ہوگیا تھا اور اپنا وجود انتہائی بے معنی لگ رہا تھا۔ جنت بی بی کی کہی گئی باتیں کیا کم تھی کہ اس پر مستزاد نواب زادہ کی وہاں آمد۔ وہاں سے شکست خوردہ سا نکلتے ہوئے ان کی نگاہ نواب زادہ پر پڑی تھی۔ نواب زادہ قدرے فاصلے پر تھے جانے انہوں نے ان کی طرف دیکھا یا نہیں یا دیکھ کر نگاہ دانستہ پھیر لی تھی وہ نہیں جانتی تھیں مگر ان پر یہ سوچ کر گھڑوں پانی پڑ گیا تھا کہ اگر اس گفتگو کو نواب زادہ نے بھی سن لیا تو وہ جو اپنے طور پر اس ایک رشتے کا مان رکھتی تھیں وہ مان تو جاتا ہی رہتا ساتھ اپنا آپ بہت ارزاں اور بے توقیر محسوس ہوا تھا۔ اس رشتے کا مان، حق...... استحقاق ایک پل میں مٹ گیا تھا۔ سچ پوچھو ایسی ہتک محسوس ہوئی تھی کہ اگر زمین پھٹ جاتی تو وہ اس گھڑی اس میں سما جاتیں۔ گرم گرم آنسو بھی اس درد کا مداوا نہ کر پا رہے تھے۔ وہ سر جھکائے بیٹھی خاموشی

سے آنسو بہا رہی تھیں جب اپنے پیچھے کھٹکے کی آواز نے انہیں چونکایا' پلٹ کر دیکھا تو وہاں کچھ فاصلے پر وقار الحق کھڑے تھے فاطمہ بی بی نے فوراً آنکھیں ہاتھ کی پشت سے رگڑیں اور بکھرے بالوں کو سمیٹا' وہ مزید بے توقیر ہونا نہیں چاہتی تھیں۔ سو اس قدر بھرم رکھنا تو ضروری تھا کہ ان کو کسی بات نے متاثر نہیں کیا وہ رخ پھیرے بالوں کو جوڑے کی شکل دے رہی تھیں، جب وقار الحق بھاری قدم اٹھاتے ان کے قریب آن رکے' فاطمہ بی بی نے قصداً سر جھکا لیا۔ سرخ ناک، سوجھی ہوئی آنکھیں، کئی راز کھول رہی تھیں وقار الحق نے ان کے جھکے سر کو دیکھا، وہ ایسی شرمندگی میں گھری تھیں کہ سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھ بھی نہ پائیں' وقار الحق چند ثانیوں تک کھڑے ان کے جھکے سر کو دیکھتے رہے۔ آنسوؤں کی نمی سمیٹے لانبی پلکیں اور ان پر ٹھہری خفت سرخ دہکتے رخسار جو اس لمحے شرم وحیا سے زیادہ ایک شرمندگی لیے ہوئے تھے گداز ہونٹوں پر گہری چپ تھی فاطمہ بی بی اس گھڑی کسی کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھیں مگر وقار الحق سے کچھ کہا نہیں جاسکتا تھا۔ وہ چاہتی تھیں کسی طرح یہ گھڑی یہ لمحہ ٹل جائے اور وقار الحق وہاں سے چلے جائیں وہ جس رشتے کی جنگ ہار کر لوٹی تھیں اس کی شکست وریخت اس لمحے ان کے چہرے پر بہت واضح دکھائی دے رہی تھی۔

ہم چاہتے ہیں کہ جیت کے لمحے ہر کسی سے بانٹیں سب کو بتائیں مگر شکست بہت شرمندہ کرتی ہے وہ جس ہار کا شکار تھیں اس کی خبر کسی کو ہونے دینا نہیں چاہتی تھیں مگر احتمال تھا کہ وقار الحق کہیں ان سے جنت بی بی کے ہاں جانے کی باز پرس نہ کرنے لگیں یا اس واقعے کے متعلق پوچھ گچھ نہ کریں یا برہم نہ ہو جائیں مگر ان خاموشی کے گزرتے لمحوں کے تسلسل نے بتا دیا تھا کہ وقار الحق ایسا کوئی ارادہ نہیں رکھتے نہ تو وہ برہم تھے نا ہی کسی واقعے کے ہونے پر کوئی ردعمل دینے پر مائل دکھائی دیے ان کے لبوں پر خاموشی تھی اور ان کی نظریں فاطمہ بی بی پر ٹکی تھیں۔ وہ بغور فاطمہ بی بی کو دیکھ رہے تھے۔ فاطمہ بی بی ان کی آنکھوں کی تپش اپنے چہرے پر صاف محسوس کر رہی تھی مگر وہ نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہ رکھتیں۔ وقار الحق اسی طمانیت سے ان کے سامنے بیٹھے تھے اور ہاتھ بڑھا کر شہادت کی انگلی سے اس چہرے کو ٹھوڑی سے اوپر اٹھایا وہ اس چہرے پر کیا دیکھنے کے متلاشی تھے؟ یا کسی بات کا ازالہ کرنا چاہتے تھے۔ فاطمہ بی بی سمجھ نہیں پائیں مگر وہ اتنی ہمت نہیں رکھتی تھیں کہ ان کے ہاتھ کو جھٹک دیتیں یا وہاں سے اٹھ کر فرار ہو جاتیں۔ وہ بنا کوئی حرکت کیے وہیں بیٹھیں رہیں' وقار الحق جانے اس چہرے پر کیا تلاشتے رہے' ان کی آنکھوں کی تپش بڑھ رہی تھی فاطمہ بی بی گھبرا کر فوراً اٹھیں مگر وقار الحق نے کلائی تھام لی' شاید وہ جنت بی بی کے ہاں جانے پر سرزنش کرنے کا ارادہ رکھتے تھے فاطمہ بی بی کلائی چھڑانے کی سعی نہیں کرسکیں مگر چہرے کا رخ پھیرے بس اسی قدر کہا۔

''ہم فی الحال بات کرنا نہیں چاہتے نواب زادہ وقار الحق۔'' وہ در پردہ جانے کی اجازت مانگ رہی تھیں مگر وقار الحق نے کلائی گرفت سے آزاد نہ کی اور آہستگی سے اٹھ کر ان کے مدمقابل کھڑے ہو کر انہیں خاموشی سے دیکھا، پھر فاطمہ بی بی کو اپنے مضبوط بازوؤں میں اٹھا لیا' فاطمہ بی بی بھونچکا ہی تو رہ گئیں مگر وہ بنا کچھ کہے ان کو لیے آگے بڑھنے لگے۔

''یہ...... یہ...... کیا کر رہے ہیں آپ؟'' فاطمہ بی بی نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا' کیا وہ بہت شدید سزا دینے کے درپے تھے۔ کیا انہوں نے واقعی اس کی سزا اپنے طور پر تجویز کرلی تھی۔ فاطمہ بی بی خوف کے مارے ان کی طرف دیکھنے لگیں مگر وہ بنا ان پر توجہ دیے ان کو اس طرح بانہوں میں بھرے آگے بڑھ رہے تھے کہاں لے کر جا رہے تھے وہ اسے۔ ملازمین جو اطراف میں موجود تھے یا کسی کام میں مصروف تھے وقار الحق کی جانب لمحہ بھر کو متوجہ ہو کر نگاہ پھیر لیتے تھے۔

''اف......'' کیا ہونے جا رہا تھا اب کیا ملازمین نے بھی یہ تماشا دیکھنا تھا۔ کیا فاطمہ بی بی کی شرمندگی ان سب پر

بھی عیاں ہوتا تھی۔ کیا محل کے خاص و عام کو پتا چلنا تھا کہ آج وہ کس طور بے وقعت ہو کر اس محل میں لوٹیں اور نواب زادہ نے اپنی منظور نظر جنت بی بی کی حمایت کرتے ہوئے انہیں مزید شرمندگی میں دھکیل دیا۔
''یا اللہ یہ ملازمین کے سامنے کوئی سخت سست نہ سنائیں' کوئی شدید ردعمل ان محل کے لوگوں کے سامنے ظاہر نہ کریں ورنہ ہم جنت بی بی کے گھر سے تو بے آبرو ہو کر نکلے اب اس گھر کے ملازمین کی نگاہوں میں بھی گر جائیں گے۔'' فاطمہ بی بی نے دل ہی دل میں اپنے رب کو عرضی بھیجی۔ وقار الحق ان کو لے کر راہداری سے گزرتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھے تو فاطمہ بی بی انتہائی چونک کر رہ گئیں کیا ارادہ تھا ان کا، وہ کیا عمل اختیار کرنے جارہے تھے' کیا وہ اس درجہ برہم تھے کہ سخت سست سنانے کے لیے انہوں نے اپنا کمرہ مناسب جانا۔ فاطمہ بی بی کی کیفیت بدل چکی تھی وہ کسی بھی قسم کے ردعمل کے لیے خود کو تیار کر رہی تھیں، وقار الحق ان کو لے کر اپنے کمرے میں داخل ہوئے اور اپنے پیچھے دروازہ بند کر دیا۔ فاطمہ بی بی کی روح فنا ہو رہی تھی ہر سوچ اس لمحے سلب ہوگئی تھی کیا ہونے جارہا تھا وہ سوچ یا سمجھ نہیں پارہی تھیں۔ وقار الحق نے ان کے وجود کو جب آرام گاہ کے بستر پر رکھا تو وہ حیرت سے انہیں دیکھنے لگیں مگر ان نظروں میں غصہ تھا نہ وقار الحق کی آنکھوں سے آگ برسانے والی شعاعیں نکل رہی تھیں نا کوئی سخت احساس چہرے پر تھا۔ جیسے وہ ذہنی طور پر پُرسکون تھے اور اپنے اقدام کے متعلق مکمل ہم آہنگی اپنے دل و دماغ میں رکھے ہوئے تھے۔ فاطمہ بی بی کا وجود اس لمحے بستر پر ڈھیر گیا تھا مگر وہ سمجھ نہیں پارہی تھیں کہ کیا ہونے جارہا ہے وقار الحق کس بات کا ارادہ رکھتے ہیں یا ان کے دل و دماغ میں کیا چل رہا ہے' وہ کچھ اخذ نہ کر پائیں' فاطمہ بی بی کی دھڑکنوں میں یک دم بھونچال آیا' جب ان کی آنکھوں کی نرم شعاعوں نے انہیں چھوا یہ کیا ہونے جارہا تھا نہ شدت پسندی' نہ کوئی برہمی' نا غصہ' نا انتہا پسندی پھر یہ کیا تھا وہ سوچ نہیں پائیں۔ جب وقار الحق نے بستر پر آتے ہوئے آرام گاہ میں روشنی کے وجود کو اضافی جانتے ہوئے گل کر دیا' ان کے لمس نے فاطمہ بی بی کے ہوش اڑا دیے۔ اس قربت نے جان فنا کر دی۔ ان لمحوں کی توقع کب تھی وہ ورطۂ حیرت میں تھیں کسی طرح کا فرار ممکن نہ تھا ان کے لیے۔ خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دینے کے سوا اور کوئی راستہ نہ تھا۔



''عشق کیا ہے چاچا کرم دین، کسی کی ہمراہی کی خواہش دل میں رکھنا یا کسی کی خوشی کی تمنا خاموشی سے کرتے رہنا؟'' بھڑکتے الاؤ پر ہاتھ تاپتے ہوئے رجت سنگھ نے دریافت کیا' کرم دین چاچا مسکرائے۔
''ایسے دقیق سوال مجھ سے کر رہے ہو؟ پتر ہم نے تو نہ عشق کیا نا کسی کی تمنا کی' سیدھی سی زندگی کو سیدھے سے گزار دیا اللہ کی رضا کو اہم جانا اور اس کی مرضی پر زندگی کو گزار دیا۔'' کرم دین چاچا مسکرائے' رجت سنگھ کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری اور معدوم ہوگئی' تب ہی کرم دین چاچا بولے۔
''عشق کو محبت کی معراج کہا جاتا ہے اگرچہ کچھ چیزیں ناقابل فہم حد تک حیران کن ہوتی ہیں ایسی کہ عقل حیران رہ جائے۔ ادراک کی حدود اس اسرار سے آگے جھانک نہ پائیں۔ مزید اسوچو تو عقل کٹتی جائے اور اسرار بڑھتا جائے شاید یہ حیرت میں مبتلا کرنے والی شے عشق ہے۔ کسی سے پوچھا عشق کیا ہے فرمایا دماغ کا خلل اب اس خلل سے کوئی نبرد آزما کیسے ہوتا ہے اس کی خبر تو اسے ہی ہوگی جو اس مرحلے سے گزرتا ہوگا مگر سنا ہے کہ عشق میں توقعات وابستہ نہیں ہوتیں نہ ہی اس کے لیے کوئی وقت یا ماحول مخصوص ہوتا ہے۔ عشق میں عقل وجدان کے تابع ہوتی ہے۔ محبت میں دو ہستیاں ہوتی ہیں ایک محب اور دوسرا محبوب' عشق میں صرف ایک ہی ہستی ہوتی ہے اس ہستی کا جلال عشق کو سوز عطا کرتا ہے اس ہستی کا' جمال عشق کو آسودگی بخشتا ہے اور وہ ہستی ہے معشوق محبت میں احد تو ہوتے ہیں عشق میں وحدت ہوتی

ہے عشق میں میں نہیں ہوتا صرف تو ہوتا ہے ہر طرف جابجا صرف تو ہوتا ہے۔

عشق دم جبرائیل، عشق دل مصطفیٰ
عشق خدا کا رسول، عشق خدا کا کلام
عشق کی تقویم میں عصر رواں کے سوا
اور زمانے بھی ہیں جن کا نہیں کوئی نام

عشق کی منازل طے کرنا آسان نہیں بچے عشق میں جان سے گزرنا پڑتا ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ

جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی

عشق کو عطیہ الٰہی اور نعمت ازل کہا جاتا ہے۔ بعض اسے فطرت انسانی کے لطیف ترین حسین پہلو کا نام دیتے ہیں اور بعض نے عشق کو روح انسانی پر الہام وو جود کی بارش یا نور معرفت سے تعبیر کیا ہے۔ میرے نزدیک عشق ایک منزل ہے اور اس کا پتا تجربے سے گزر کر ہی چلتا ہے یہ ریاضت ہے۔'' کرم دین چاچا نے کہا تو رجت سنگھ خاموشی سے دیکھنے لگا۔

''کیا آپ حب اور محب کو واضح کر سکتے ہیں۔'' رجت سنگھ کا سوال کرم دین چاچا کو حیرت میں مبتلا کر گیا وہ چونک کر رجت سنگھ کو دیکھنے لگے۔

''کیا تم اپنے دھرم سے باہر نکل کر اللہ کے وجود کا تلاشنے کا ارادہ کر بیٹھے ہو؟'' چاچا کرم دین حیرت بھرے لہجے میں پوچھنے لگے جواب میں رجت خاموش رہا تب چاچا کرم دین بولے۔

''میں نہیں جانتا بیٹا تمہارے دل میں کیا ہے مگر تمہیں سمجھنے کی ضرورت ہے کہ تم کیا کر رہے ہو یا کیا کرنا چاہ رہے ہو۔ عقل و شعور کو ایک نقطے پر مرکوز کر کے اپنا جائزہ لو پھر طے کرو کہ تمہیں کس سمت چلنا ہے کیونکہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' سوا ایک راہ کا تعین ضروری ہے تم ایک ساتھ مختلف سمتوں میں نہیں چل سکتے۔'' کرم دین چاچا نے غیر واضح لفظوں میں اسے سمجھایا کہ اسے اپنے دین کو خیر باد کہنا ہوگا اگر وہ اپنے اندر اللہ کی تلاش کا جنون رکھتا ہے رجت سنگھ خاموشی سے انہیں دیکھتا رہا پھر آہستگی سے بولا۔

''اللہ کے وجود پر فقط دین والوں کا حق ہے کیا ہم جیسے گناہ گار اس ہستی کا نام نہیں لے سکتے؟ ایسا کیوں ہے کرم دین چاچا کہ ہم نے زمین پر ٹکڑوں کے ساتھ اپنے اللہ بھی بانٹ لیے ہیں اور ہم اس اجارہ داری کو ختم کرنے کو تیار نہیں کیا۔ خدایا اللہ کے وجود پر بھی اجارہ داری قائم ہے۔ کچھ نے بھگوان کہہ کر مندروں میں رکھ کر تالے لگا دیے کچھ نے اللہ کہہ کر عبادت گاہوں میں قفل ڈال دیے اور کچھ نے اللہ کو ناپاک لوگوں کی دسترس سے دور رکھ کر صرف نیک اور پاک لوگوں کی دسترس میں دے دیا۔ کیا ایک رب کی ذات صرف کچھ مخصوص لوگوں کے بانٹنے کے لیے ہے، ہم اللہ کو محدود کیوں سمجھتے ہیں کہ اس پر بس ایک کی اجارہ داری ہو اور باقی بھٹکتے رہیں۔'' رجت سنگھ جذباتی انداز میں گویا ہوا' کرم دین چاچا نے اسے ہاتھ اٹھا کر بولنے سے روکا اور اِدھر اُدھر دیکھ کر اسے اشارے سے خاموش رہنے کو کہا پھر اس کی طرف جھک کر رازداری سے بولے۔

''ہم جس زمانے سے گزر رہے ہیں اس میں محتاط رہنا ضروری ہے تم جانے کیا ارادہ رکھتے ہو مگر تمہارا ایک اقدام خطے میں مقیم مسلمانوں کے لیے مشکلات لانے کا سبب بن سکتا ہے۔ ہندوؤں کے مزاج سے تم ناواقف نہیں ہو اس لیے میں نے کہا کہ اگر تم اللہ کی طرف راغب ہو بھی رہے ہو تو اپنی عقل اور شعور سے اس سمت کا تعین از سر نو کر لو۔ اسلام

اللہ پر اجارہ داری کا نام نہیں تم غلط سمجھے ہو، اللہ سب کا ہے اللہ کی رحمت گناہ گاروں اور نیک کاروں سب کے لیے ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

'اور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے اس کے لیے آپ اللہ کی جانب سے کچھ بھی نہیں کرسکتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ پاک کرنا نہیں چاہتا ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے' بیٹا اللہ جس کے لیے خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کے دل کو کفر وشرک کی گندگی وخباثت سے پاک کردیتا ہے تب یہ دل ایمان کو قبول کرنے کے قابل ہوتا ہے اور ایسے شخص کا سینہ اسلام کے لیے کھل جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق وہدایت سے اس دل میں ایمان کی روشنی جگمگاتی ہے۔ اللہ جس کے دل کو پاک صاف کردے اس کا سینہ ہدایت کے لیے کھل جاتا ہے۔ طہارت قلوب کی نسبت اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اپنی طرف کی ہے کہ اللہ جس کے لیے چاہتا ہے دلوں کو پاک فرماتا ہے۔'' چاچا کرم دین نے کہا تو رجت سنگھ خاموشی سے سنتا رہا۔

''سو پتر یہ تاثر غلط ہے کہ اللہ پر کسی کی اجارہ داری ہے جو دل پاک ہے وہ اللہ کی محبت سے بھرا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس بندے کے لیے چاہتا ہے اس کے دل میں ایمان کو مزین وخوش نما کردیتا ہے اور ایمان کی محبت اس کے دل میں ڈال دیتا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

'اللہ ہی نے تمہارے لیے ایمان کو محبوب بنادیا اور تمہارے دلوں میں اس کی زینت وخوبی بٹھادی اور تمہارے لیے کفر ونافرمانی اور گناہ کو ناپسند بنادیا یہی لوگ راہ راست پر ہیں' جو تم محسوس کرتے یا جس کی لگن تمہیں بے چین رکھتی ہے وہ اشارہ اللہ کی طرف سے ہے اگر اللہ نے تمہارے دل کو پاک کرنے کا ارادہ کرلیا ہے تو ہم بندے اس عمل میں رکاوٹ نہیں بن سکتے مجھے خوشی ہے کہ تم نے اللہ کی طرف رجوع کیا اور کفر کو خیر باد کہنے کا سوچا۔'' کرم دین چاچا نے متانت سے کہا تو رجت سنگھ خاموشی سے دیکھ کر رہ گیا۔ اس کی آنکھیں ایسی لگن اور روشنی سے منور دکھائی دے رہی تھیں جیسے اس نے کسی خزانے کی تلاش کرلی ہو۔ کرم دین چاچا اس کے محسوسات سمجھتے ہوئے مسکرائے اور اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔



محسوسات کا اپنا طرز بیان ہوتا ہے اور اپنی ہی زبان ہوتی ہے کسی کے رویے سے اگرچہ اخذ کرنا دشوار ہوتا ہے مگر بہرحال رویے تو محسوسات کے تابع ہوتے ہیں۔ فاطمہ بی بی کو جو لمحے نوازے گئے تھے وہ ان کی حقیقت نہ جانتی تھی مگر جانے کیوں دل ابہام سے بھرا تھا اس قربت سے وہ کوئی معنی اخذ نہ کرسکی' وہ بس یہ جانتی تھی کہ وقار الحق نے وہ لمحے کسی سزا کے طور پر اس کی جھولی میں ڈالے یا محض اسے جتانے کے لیے کہ وہ اس سے منسوب ہے۔ وقار الحق کا استحقاق جتانا اس پر کچھ واضح نہ کرسکا' عقل ودل کچھ سمجھ نہ پارہے تھے شاید اسے فاطمہ بی بی کی روتی بسورتی شکل دیکھ کر ترس آیا تھا یا جنت بی بی کے ہاتھوں کی گئی اس کی ہتک اس بات کا باعث بنی تھی، یہ محض ''نوازش'' تھی یا کرم، کوئی سبب بھی تھا وہ نہیں جانتی تھی مگر قسمت کی عنایت تھی یا ستم ظریفی کہ وقار الحق نے اسے ایک رات نواز دی تھی۔ قربتوں کے لمحے اس کے حصے میں آگئے تھے۔ وہ وقار الحق سے نگاہ نہ ملا پارہی تھی۔ اس کے بعد وقار الحق سے دانستہ سامنا نہ کیا اور اپنے کمرے میں بند رہیں' انداز مجرموں والا تھا مگر اس کا ذہن اس بات کے لیے تیار تھا کہ وہ وقار الحق پر کوئی حق نہیں رکھتیں اور وقار الحق کسی اور کی امانت ہے اب وہ اقدام کسی محسوسات کو جگانے کا تھا کہ محض وقتی ابال' وہ سمجھ نہیں پائیں۔ دو تین دن اپنے کمرے میں بند رہنے کے بعد جب باہر نکلی تو پتا چلا کہ نواب صاحب نے وقار الحق کو کسی اہم کام سے دکن بھیجا ہے اور جانے کیوں فاطمہ بی بی کے دل میں بے چینی گھر کرگئی۔ وہ بولائی بولائی سی گھر کے ایک کونے سے دوسرے

کونے میں پھرتی رہیں۔
بارش کے شور نے متوجہ کیا تو وہ تالاب کنارے آ گئیں۔ دور سے گزرتے رجت سنگھ نے انہیں بغور دیکھا سرخ رنگ کے فرشی غرارے میں کھلے گیسوؤں کے ساتھ دوپٹا شانوں پر پھیلائے وہ گول گول گھومتی ہوئی بارش میں بھیگ رہی تھیں شاید وہ خوش تھیں یا شاید وہ بے چین تھیں وہ سمجھ نہ پایا تھا۔
فاطمہ بی بی بارش کی تروتازگی کو محسوس کرتیں موسم کی لطافت کو پورے طرح محسوس کرنے کی کوشش کررہی تھی جب جنت بی بی ان کے سامنے آن رکیں۔ فاطمہ بی بی رک گئیں اپنے مقابل کھڑی جنت بی بی کو بغور دیکھا' وہ جیسے کوئی ارادہ باندھ کر آئی تھیں۔
''ہم آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں بیگم فاطمہ وقار الحق کیا اجازت ہے۔'' جنت بی بی کا طنز بھرا لہجہ ان کے لیے نیا نہیں تھا مگر وہ ان کی نفرت کو بڑھتا ہوا محسوس کررہی تھیں اور اس نفرت کو کم کرنے کا کوئی سدباب نہ جانتی تھیں انہوں نے سرخ آنچل کو اپنے گرد لپیٹا اور اطمینان سے گویا ہوئیں۔
''کہیے جنت بی بی ہم سن رہے ہیں۔'' فاطمہ بی بی نے اجازت دی تو وہ مسکرائیں پھر لب بھینچ کر انہیں بغور دیکھا اور کہا۔
''آپ بلاشبہ حسین ہیں محترمہ مگر حسن کوئی ایسی بڑی دلیل نہیں محبت کے بنا حسن کی ہر دلیل بے معنی ہے ایسا سن رکھا ہوگا آپ نے؟'' وہ جانے کیا کہنے کا قصد باندھ رہی تھیں فاطمہ بی بی اخذ نہ کرپائیں مگر وہ بہت اطمینان سے ان کی بات سن رہی تھیں۔
''ہم نے نواب زادہ وقار الحق سے نکاح کا فیصلہ کرلیا ہے وقار الحق کی محبت ہیں ہم، ہم زیادہ دیر ان کو خود سے دور نہیں رکھ سکتے ہم نے اگرچہ خود کو سزا دینے کا سوچا تھا پھر وقار الحق سے بات ہوئی انہوں نے کہا کہ محبت اہم ترین ہے اور تب ہمیں اندازہ ہوا کہ ہم جو وقار الحق سے اس درجہ محبت کرتے ہیں ان کے بنا کیسے جئیں گے یہ سوچنا تھا کہ روح بے چینی میں گھر گئی اور ہم سانس لینے میں دشواری محسوس کرنے لگے سو اس گھڑی ٹھان لیا کہ ہم اپنی محبت سے دور نہیں رہیں گے محبت یک طرفہ ہوتی تو ہم بھول جاتے مگر دو طرفہ محبت کو کس بات کی سزا دیں؟'' جنت بی بی مسکرائیں۔
''ہم وقار الحق سے نکاح کررہے ہیں جیسے ہی ان کی واپسی دکن سے ہوگی ہم رشتہ ازدواج میں منسلک ہوجائیں گے امید ہے آپ کو یہ بات ناگوار نہیں گزرے گی کہ اس امور کی ادائیگی آپ خود بھی چاہتی تھیں اور ایسی صلاح ہمیں دینے آئی تھیں' ہمارا ہاتھ اپنے شوہر نامدار کے لیے آپ نے خود ہی تو مانگا تھا پھر اب آپ کے چہرے پر حیرت یا حسد کی جلن محسوس ہورہی ہے کیا یا یہ بات آپ کو دہلائے جارہی ہے کہ آپ کا حق جاتا رہے گا۔'' جنت بی بی ہنسیں اور وہ ہنسی فاطمہ بی بی کو تمسخر اڑاتی محسوس ہوئی' وہ یک دم پلٹیں اور بارش میں اپنے غرارے کو سنبھالتے ہوئے محل کے اندرونی حصے کی طرف بڑھنے لگیں' جنت بی بی مسکرائیں اور پلٹ کر داخلی دروازے کی طرف بڑھ گئی تھیں۔



رجت سنگھ نے آنکھیں موندیں تو ایک چہرے کی جھلک دیکھ کر جانے کیوں جھٹ سے آنکھیں کھول دیں' صد احترام تھا کہ کسی کا لحاظ اور ادب ملحوظ نظر تھا۔ وہ چاہ کر بھی اس خیال کو مزید نہ سوچ سکا' کوئی سرگوشی وجود کے اندر گونجی تھی۔

میں نے عشق کو پر لگا کر
اس کی سمت روانہ کردیا

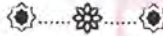
اب جو عشق لوٹے گا تو پوچھوں گا
اس کے کوچے کے موسم کیسے ہیں
اس کے چہرے کا رنگ کیسا ہے

رات کی تاریکی میں وہ تادیر چھت کو تکتا رہا نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی ایسی بے قراری تھی کہ وہ کروٹیں بدل بدل کر تھک گیا تو اٹھ کر بالکنی میں آ گیا آسمان پر چاند چمکتا دکھائی دیا اور وہ تادیر چاند کی سمت تکتا رہا پھر مسکرا دیا۔

''چاند میں بھی عجیب راز ہے دوری پر ہے مگر مسلسل اپنی طرف متوجہ کرتا ہے اور بلاتا ہے۔ ہر خوب صورت شے جو دسترس سے جتنی دور ہے اتنی ہی مطلوب کیوں ہے؟'' رجت سنگھ بڑبڑایا' تب ہی نگاہ سامنے بالکونی کی طرف اٹھی تھی کوئی ستون سے لگا خاموش کھڑا تھا رجت سنگھ نے بغور دیکھنا چاہا مگر سمجھ نہ پایا کہ وہاں کون تھا شاید کوئی ملازمہ تھی مگر رات کے اس پہر وہ قدرے حیران ہوا' وجود کا سایہ عین سامنے دیوار پر چاند کی روشنی میں نمایاں تھا، خدوخال کسی دوشیزہ کے تھے۔ تیز ہوا کے باعث سرخ آنچل لہرایا تو رجت سنگھ یک دم چونکا' سرخ آنچل لیے شام میں بارش میں بھیگتا بیگم صاحبہ کا سراپا یاد آیا تھا۔

''بی بی صاحب اس وقت تک جاگ رہی ہیں خیریت؟'' رجت سنگھ کو یہ خیال پریشان کر گیا۔

''شام میں تو وہ خوش دکھائی دے رہی تھیں' ان کا چہرہ اندرونی خوشی سے تمتما رہا تھا پھر اب کیا ہوا؟'' بی بی صاحبہ کی شب بیداری رجت سنگھ کو پریشان کر گئی' اس کی آنکھوں میں تیرتی بے چینی بڑھ گئی تھی۔

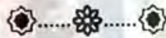


فاطمہ بی بی کا ذہن ایسا الجھا ہوا تھا کہ کہیں کا ہوش نہ تھا نہ کھانے کا نہ سونے کا رہ کر بس یہ قلق ستا رہا تھا کہ اسے ارزاں جان کر وقار الحق نے کرم کرنے کی ٹھانی اپنا دل بہلایا اور بالآخر اپنی محبت کی سمت واپس لوٹ گئے' اگر انہیں نکاح ہی کرنا تھا تو وہ ان کے لیے راہ ہموار کر تو رہی تھی پھر اس تمام معاملے کا رخ پھیر کر یوں الجھنے سے کیا ملا انہیں' اگر وہ جنت بی بی کے ساتھ کھڑے تھے تو اس کے لیے از سر نو جتانے کی کیا ضرورت تھی اور واویلا کرنا کیوں مناسب خیال کیا اور وہ سب تو ٹھیک تھا اس سب میں فاطمہ بی بی کے وجود کو آلہ کار کیوں بنایا گیا۔ کیا وہ جنت بی بی سے الجھنے کی کوئی سزا تھی یا محض جذبات کو راہ دینے کا راستہ؟ وہ کرم نوازی، مہربانی کس لیے کی گئی تھی کیا جتانا مقصود تھا؟

جہاں تک وقار الحق کا کہنا تھا انہوں نے اول روز سے ہی اس رشتے کی اہمیت واضح کر دی تھی اگر یہ رشتہ ایسا بے فائدہ اور غیر ضروری تھا تو اس پر نظر عنایت کی ضرورت کیونکر پڑی شاید وہ جنت بی بی کی گفتگو اور فاطمہ بی بی کی تذلیل کا منظر نہ صرف دیکھ چکے تھے بلکہ سن بھی چکے تھے غالباً فاطمہ بی بی کے آنسوان کا دل پگھلا گئے تھے اور جذباتیت میں انہوں نے کچھ لمحے ان کی جھولی میں ڈال دیے تھے۔ وہ غالباً ہمدردی کی کوئی وصف تھی اور اس سے زیادہ کچھ نہیں' جنت بی بی کی باتوں کا ازالہ کرنے کی کوشش تھی بس محض ازالہ' اور اس سوچ سے آگے جیسے ہر راہ ختم تھی شام سے جنت بی بی کے الفاظ ان کے ذہن پر ہتھوڑے برسا رہے تھے وہ مسرور اور بہت خوش تھیں اور ان کے چہرے کا وہ سکون فاطمہ بی بی کو اپنی کم مائیگی کا احساس دلا رہا تھا۔

''ہم تو آپ کو خود آپ کی خوشیاں سونپنے کا ارادہ باندھے بیٹھے تھے وقار الحق پھر آپ نے یہ راہ کیوں ڈھونڈی، شاید آپ کو ناگوار گزرا کہ ہم آپ کے معاملات میں مداخلت کر رہے ہیں' یہ تیسرے فرد کی مداخلت بری لگی آپ کو' آپ نے ٹھیک کہا تھا آپ اگر چاہیں تو خود کسی بھی رشتے کا بندھن توڑ سکتے ہیں اس کے لیے آپ کسی کے پابند نہیں' سو آپ نے ثابت کر دیا۔'' فاطمہ بی بی کے اعصاب کا تناؤ بڑھتا جا رہا تھا وہ بے جان وجود کے ساتھ کمرے میں آئیں اور تھکے

ہوئے وجود کو بستر پر گرا دیا تھا۔



وقارالحق دکن سے واپس لوٹے تو ابا حضور کے سامنے حاضر ہوئے۔

"زمینوں کا معاملہ حل ہوا ابا حضور زمین دگنی قیمت میں گئی ہے۔" وقارالحق نے اطلاع دی نواب صاحب نے ہاتھ ان کے کاندھے پر رکھ کر تھپتھپایا اور خاموشی سے دیکھا۔

"کیا ہوا ابا حضور طبیعت ٹھیک ہے آپ کی؟" وقارالحق نے دریافت کیا تو نواب صاحب نے سر ہلایا اور مدہم لہجے میں بولے۔

"یہ کیا معاملات چل رہے ہیں نواب زادہ وقارالحق؟"

"کیا...... ابا حضور آپ کس متعلق دریافت کررہے ہیں پوچھنے کی گستاخی کرسکتا ہوں؟" وقارالحق کے کہنے پر نواب صاحب گویا ہوئے۔

"محل میں آپ کے دوسرے نکاح کا چرچہ ہے اس پر روشنی ڈالنا گوارا کریں گے آپ؟" ابا حضور کے پوچھنے پر وقارالحق سر جھکا گئے۔

"آپ کی خاموشی کیا معنی رکھتی ہے وقارالحق؟" نواب صاحب ان کی خاموشی سے کوئی معنی اخذ نہ کرپائے تو گویا ہوئے۔

"ہم ایسا کوئی ارادہ نہیں رکھتے ابا حضور فی الحال ہم نے اس بارے میں نہیں سوچا۔" وقارالحق نے مدہم لہجے میں سر جھکائے ہوئے کہا نواب صاحب انہیں خاموشی سے کچھ دیر دیکھتے رہے پھر گویا ہوئے۔

"آپ کو یوں جنت بی بی کے متعلق فاطمہ بی بی کو آگاہ نہیں کرنا چاہیے تھا اس تذکرے کو عام کرکے آپ نے اچھا نہیں کیا۔" نواب صاحب نے سمجھایا۔

"مگر جھوٹ کہنا بھی مناسب نہیں تھا ابا حضور...... ہم سچ کو چھپائے رکھتے تو یہ بھی غلط ہوتا۔" وقارالحق نے دبے دبے لہجے میں کہا نواب صاحب نے انہیں بغور دیکھا گویا جانچنا چاہتے ہوں کہ اصل مدعا کیا ہے وقارالحق دانستہ نگاہ نہیں ملا رہے تھے۔

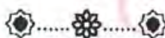
"ہم نہیں چاہتے کہ آپ کسی سے بھی سچ چھپائیں یا جھوٹ بولیں مگر جو رشتہ آپ نے ذمہ داری کے طور پر اپنایا ہے اس میں کوئی کھوٹ شامل نہیں ہونا چاہیے اس معاملے میں کوئی کوتاہی قابل قبول نہ ہوگی۔" ابا حضور نے واضح کردیا وقارالحق سر جھکائے ہی رہے۔

"بہتر ابا حضور ہم اپنے فرائض کو بخوبی سمجھتے ہیں اس میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں ہوگی۔" وقارالحق نے سعادت مندی سے کہا۔

"بیٹا اگرچہ یہ زندگی آپ کی ہے اور اس کے تمام فیصلے لینے کا حق بھی آپ کو ہے ہم آپ پر کسی طرح کا دباؤ ڈالنا نہیں چاہتے مگر آپ پر ایک بات واضح کرنا چاہتے ہیں محبت اور شادی اگرچہ دو مختلف معاملات ہیں مگر شادی کی زندگی میں جو رفاقت اور ہمراہی میسر آتی ہے اور جو تجربات حیات دو لوگ مل کر اس سفر کے دوران کرتے ہیں وہ رشتے کی ڈور کو جس طرح مضبوطی سے باندھتے ہیں وہ ایک جذباتی محبت سے کہیں افضل ہے۔ جب ہمارا نکاح آپ کی امی حضور سے ہوا تو ہم ان کے نام کے علاوہ ان کی کسی خاصیت سے واقف نہ تھے مگر جب زندگی کا سفر شروع ہوا تو انسیت بڑھنے لگی ہم آہنگی ہوئی تو خصوصیات بھی کھلنے لگیں اور اس دوران جس محبت کو سمجھنے کا اتفاق ہوا وہ حیران کن لگیں۔

میں آپ کی والدہ سے ایسی محبت میں مبتلا ہوا کہ ان کے جانے کے بعد بھی انہی سے محبت کا سلسلہ جڑا رہا۔ ہم زندگی میں ان کی جگہ کسی اور کو نہیں دینا چاہتے‘ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک جذباتی محبت سے کہیں اہم ایک شادی شدہ زندگی اور اس کے تجربات سے گزرنا ہے۔ یہ رشتہ خود اپنے ساتھ محبت کے کئی خوب صورت رنگ لے کر آتا ہے ان رنگوں کو جینے لگو تو زندگی تھوڑی پڑنے لگتی ہے۔“ نواب صاحب نے نرمی سے سمجھایا‘ وقارالحق سر ہلا کر رہ گئے۔

”فاطمہ بہت سلجھے ہوئے مزاج کی بچی ہیں کم عمری کے باعث کچھ ناسمجھ واقع ہوئی ہیں مگر ہم اسے فطری معصومیت سے عبارت کرتے ہیں۔ بہرحال ان میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو ایک شریک حیات میں ہونا ضروری ہیں‘ وہ اپنے تعلیمی مدارج کامیابی سے طے کر رہی ہیں‘ آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کسی لحاظ سے کم ہیں۔ وہ باشعور اور عقل مند ہیں‘ ان شاء اللہ تعلیم میں بھی کامیابی حاصل کرلیں گی۔ وہ وطن کی خدمت کا جذبہ بھی رکھتی ہیں‘ اپنی قوم کے لیے ایک فعال شہری کا کردار بھی ادا کر رہی ہیں...... ہم سمجھتے ہیں کہ ان کی شخصیت کے کئی پہلو انہیں دوسروں سے نمایاں کرتے ہیں مگر بہرحال فیصلہ آپ کے ہاتھ ہے۔ ہم نے دانستہ آپ کا رشتہ اپنے محترم رفیق انوار صاحب سے چھپایا‘ دانستہ ان کی صاحبزادی کو خبر نہ ہونے دی کیونکہ ہم اس غلطی کا ازالہ کرنے کی ٹھان چکے تھے جس کے باعث آپ بنے تھے۔ بہرحال وہ معاملہ اب قصہ پارینہ ہوا مگر کچھ واقعات اثر پذیری میں کمال ہوتے ہیں ہوسکتا ہے وہ اتفاق اور حماقت آپ کی زندگی میں کسی بڑی تبدیلی کا موجب بننے کو واقع ہوا۔ بہرحال ہم آپ کو فقط صلاح دے سکتے ہیں باقی معاملات زندگی کو سنبھالنا آپ کی ذمہ داری ہے۔“ نواب صاحب نے وقارالحق کے شانے پر ہاتھ رکھ کر تھپتھپایا تو انہوں نے سر ہلا دیا تھا۔



فاطمہ کو خبر ہوچکی تھی کہ وقارالحق دکن سے لوٹ آئے ہیں مگر وہ دانستہ ان کے روبرو نہ ہوئیں۔ دانستہ خود کو درس گاہ کے امور میں الجھالیا‘ نواب صاحب نے بلوایا اور ان کی مصروفیت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بہانہ کردیا۔

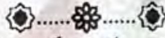
”ابا حضور درس گاہ میں سالانہ تقریب کا انعقاد ہو رہا ہے سو ہم اسی کے سلسلے میں مصروف ہیں‘ کچھ بڑی سیاسی شخصیات مدعو ہیں جن کی تفصیل سے فی الحال مطلع نہیں کیا جارہا...... کچھ پڑھائی کا سلسلہ بھی اس میں خلل ڈال رہا ہے۔“ وہ سر جھکا کر بولیں تو نواب صاحب نے سر ہلایا پھر مدہم لہجے میں بولے۔

”بیٹا کسی شے کی ضرورت ہو یا ہماری کسی معاونت کی ضرورت ہو تو برملا کہہ دیجیے گا۔“ نواب صاحب مشفق لہجے میں گویا ہوئے۔

فاطمہ اٹھ کر اپنی آرام گاہ میں آگئیں اور دروازہ بند کرلیا‘ وہ دانستہ وقارالحق سے فرار کے راستے تلاش کر رہی تھیں۔ ان سے کنی کترا رہی تھیں‘ مگر جب وہ درس گاہ جانے کے لیے موٹر کار کی طرف آئیں تو گمان نہ تھا کہ وہاں وقارالحق براجمان ہوں گے وہ گاڑی میں بیٹھیں تو ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے وقارالحق کو حیرت سے چونک کر دیکھا مگر بادل نخواستہ اس حیرت کا اظہار نہ کیا وقارالحق نے گاڑی آگے بڑھائی مگر رخ درس گاہ کی بجائے کسی اور سمت موڑا تو وہ چونک اٹھیں۔

”یہ کہاں لے جارہے ہیں آپ؟ یہ درس گاہ کا راستہ نہیں۔“ وقارالحق پر ایک سرسری نگاہ ڈال کر کہا‘ لیکن وقارالحق نے ان سنی کردی‘ فاطمہ بی بی کے اوسان خطا ہونے لگے دل کی دھڑکنوں کی رفتار بڑھی تو ہاتھ پسینے سے تر بتر ہوگئے۔ حلق سوکھ گیا مگر ایک بھی لفظ کہنے کی ہمت نہ ہوئی۔ وقارالحق نے موٹر کار ایک اہم سرکاری عمارت کے سامنے روکی تو فاطمہ بی بی نے چونک کر دیکھا...... وائسرائے سے ان کا کیا واسطہ اور وقارالحق ان کو یہاں کس غرض سے لائے تھے؟ وقارالحق نے اتر کر ان کی طرف کا دروازہ کھولا تو وہ چپ چاپ اتر کر ان کے ہمراہ چلنے لگیں‘ یہ کیا ہونے جارہا تھا وہ نہیں

جانتی تھیں مگر وقار الحق سے کسی طرح کے اختلاف یا سوال جواب کی ہمت وہ نہیں رکھتی تھیں۔ دفتر کی عمارت میں داخل ہوئے تو وقار الحق نے ملازم کو اپنا حوالہ دیا جس پر فوراً ان کو اندر بلوا لیا گیا۔
''آپ آیئے ہمارے ساتھ۔'' وہ جو بے ہمت ہو رہی تھیں اور انتظار گاہ کی کرسیوں میں سے کسی ایک پر بیٹھنے کا قصد کر رہی تھیں وقار الحق کی بات پر ایک لمحے میں ان کی طرف بڑھ گئی تھیں۔



''چاچا کرم دین...... بندہ اپنی غرض کو بھول کر رب کی راہ پر کیسے چل سکتا ہے، اپنی غرض کو مارا کیسے جاسکتا ہے' کسی کی فکر' کسی کا خیال' کسی کی بہتری اور کسی سے محبت' کیا یہ سب انسان کو غرض مند بناتے ہیں؟'' رجت سنگھ نے پوچھا تو چاچا کرم دین مسکرا دیے۔

پھڑ نقطہ چھوڑ حساباں نوں
چھڈ دوزخ گور عذاباں نوں
کر بند کفر دیاں باباں نوں
کر صاف دلے دیاں خواہاں نوں
کر صاف دلے دیاں خواہاں نوں
گل ایسے گھر وچ ڈھکدی اے
اک نقطے وچ گل مکدی اے

''اپنی ذات کی نفی کرنا آسان نہیں ہوتا پتر مگر یہ بھی ممکن ہو جاتا ہے جب کائنات کا نظام سمجھ میں آجائے' جب اس نظام ہستی کو چلانے والے کی سمجھ بوجھ آجائے' دنیا میں ہم اپنی ہی غرض کے لیے جیتے ہیں مگر جب خود کو بھول کر ہم کسی دوسرے کی فکر کرتے ہیں تو وہ محبت عظیم ہونے لگتی ہے' میں نہیں جانتا تم کس ضمن میں بات کر رہے ہو مگر بیٹا اپنے لیے تو سب ہی جیتے ہیں مگر کسی اور کا خیال کرنا یا کسی اور کے بھلے کا سوچنا اس محبت کو اللہ سے جوڑتا ہے' کسی کے متعلق اچھا سوچنا اور کسی کا اچھا چاہنا اپنی غرض نہیں جہاں اپنی ذات کی نفی ہوگئی وہیں تم نے اپنی غرض کی نفی بھی کر دی۔'' چاچا کرم دین نے سمجھایا تو رجت سنگھ کسی سوچ میں پڑ گیا۔
''محبت کرنا اور اسے پانے کی خواہش کرنا کیا یہ اپنی غرض کو تقویت دینا ہے' کیا یہ خواہش گناہ کے زمرے میں آتی ہے؟'' رجت سنگھ کا لہجہ الجھا ہوا تھا کرم دین چاچا مسکرائے۔
''معاملہ کیا ہے بیٹا کہیں دل لگا لیا ہے کیا؟'' رجت سنگھ ان کی بات کی تردید نہ کر سکا' نا مسکرایا' بس سر جھکا گیا اور آہستگی سے بولا۔
''ابھی تو یہ بھی کھل نہیں پایا کہ یہ محبت ہے بھی کہ نہیں یا پھر محبت کی کوئی معراج ہے دنیاوی کتابیں پڑھ لیں علم سمیٹ لیا مگر اندر پھر بھی خالی رہا..... لگتا ہے کم عقل ہوں کم فہم ہوں دنیا کی خبر تو لے لی مگر ذات ادھوری رہ گئی، یہ معاملہ سمجھ سے بالاتر لگ رہا ہے۔'' وہ بڑبڑایا اور کرم دین چاچا اسے دیکھنے لگے تھے۔

(ان شاء اللہ کہانی کا بقیہ حصہ آئندہ شمارے میں)



انہونا فیصلہ

ناہید فاطمہ حسنین

پڑی رہنے دو انسانوں کی لاشیں
زمیں کا بوجھ ہلکا کیوں کریں ہم
یہ بستی ہے مسلمانوں کی بستی
یہاں کارِ مسیحائی کریں ہم

وہ تھک کر نڈھال ہو چکی تھیں آتے ہی بستر پر ڈھے جانے والے انداز میں گر پڑیں لیٹیں تو نیند نے آلیا۔ افراح نے ان کی تھکن کے خیال سے انہیں نہیں جگایا اور وہ...... جو سوئیں تو شام ڈھلے ہی اٹھیں' عصر کا وقت نکل چکا تھا اور مغرب کی اذان ہونے والی تھی۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھیں' اٹھتے ہی سر پر دوپٹہ جمایا۔

''افراح کیا مغرب کی اذان ہوگئی؟''

''نہیں امی...... بس ہونے والی ہے۔'' افراح نے کچن سے سر باہر نکال کر جواب دیا۔

اس نے ان کی تھکن کے خیال سے انہیں نہیں جگایا تھا اور بابا کے آتے ہی چائے کا پانی چولہے پر چڑھا دیا تھا۔ ان کی نظر جیسے ہی احمد کمال پر گئی تو وہ چونک کر بولیں۔

''ہیں......! آپ کب آئے؟''

''بس تھوڑی ہی دیر ہوئی ہے۔'' احمد کمال نے حسب عادت آتے ہی اخبار سنبھال لیا تھا۔

تب ہی افراح چائے کے ساتھ دیگر لوازمات ٹرے میں سجائے اندر آ گئی' تینوں چائے پینے لگے۔

''آج تو تھک کے نڈھال ہوگئی ہوں۔'' وہ جب بھی کوئی روداد سناتیں اسی طرح بات شروع کرتی تھیں۔

''کیوں...... کہاں چلی گئی تھیں؟'' احمد کمال نے چشمہ اتار کر اخبار ایک سائیڈ پر رکھا اور چائے کا گھونٹ لیا۔

''پہلے تو گیس کا بل بھرا آخری تاریخ تھی۔ پھر وہاں سے بجلی کا بل ٹھیک کروانے گئی...... وہاں اللہ جانے آج اتنا رش کیوں تھا...... حالانکہ پہلے کبھی اتنا رش نہیں ہوتا تھا پھر میں......''

''بل بھر دیا؟'' انہوں نے ہمیشہ کی طرح ان کی بات کاٹ کر مطلب کی بات پوچھی۔ انہوں نے اثبات میں سر ہلا کر اپنی بات جاری رکھی۔

''پھر صدا آپ کے ٹیلر کے پاس گئی...... اس سے کپڑے لیے جو آپ کا سوٹ کمبخت نے خراب کر دیا تھا' وہ اس کے منہ پر مارا...... میں نے کہہ دیا مجھے تو نئے سوٹ کا کپڑا چاہیے' جو تم نے خراب کیا اسے تم ہی بھگتو...... وہاں کم بخت نے اتنی لے دے کی کہ یوں کر دیتا ہوں ووں کر دیتا ہوں' مگر میں نے ایک نہ سنی...... سوٹ وہیں چھوڑ کر آ گئی۔ پھر شام کے لیے سبزی خریدی......'' وہ اپنی رو میں کہتی چلی جا رہی تھیں۔ اس بات سے بے خبر کہ احمد کمال ان کی بات میں کتنی دلچسپی لے رہے ہیں۔ افراح چائے کے خالی برتن سمیٹ کے لے جا چکی تھی۔

''بھنڈی یہ تو آگ لگی ہوئی ہے۔'' ابھی وہ سبزی کی تفصیل بتانے لگی تھیں کہ انہیں احمد کمال کی بے توجہی کا اندازہ ہو ہی گیا۔

''لے ہے...... یہ میں کسے سنا رہی ہوں دیوار پنکھوں کو......؟ آپ کو تو گھر کے کسی معاملے سے دلچسپی تھی نہ ہے نہ ہوگی۔'' احمد کمال جنہوں نے دوبارہ اخبار اٹھا لیا تھا' نظر ہٹا کر

دھیرے سے ہنسے۔

"تم نے آدھا سچ کہا۔"

"اچھا......" اچھا کو لمبا کھینچ کر وہ استہزائیہ ہنسیں۔

"وہ آدھا سچ یا باقی جھوٹ کیا ہے؟ وہ آپ بتادیں۔"

"تم نے کہا مجھے کبھی دلچسپی تھی ہی نہیں یاد کرو الماس بیگم، شادی کے سال بعد ہی تمہیں شوق چرایا تھا گھر کا سارا انتظام خود اپنے ہاتھ میں لینے کا۔"

"ہاں......تو کیا برا تھا...... ہر عورت کی یہی خواہش ہوتی ہے۔"

"ہمارے ہاں گھر کا انتظام مردوں کے سپرد ہوتا ہے۔" وہ قطعی سنجیدہ تھے۔ "جب تم نے لڑ بھڑ کر زور زبردستی دکھا کر گھر کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا پھر اختیارات پر غلبہ حاصل کرنے کے چکر میں ہر ذمہ داری سنبھال لی، جب عورت مرد کی ذمہ داریاں بھی خود سنبھال لے پھر مرد ہر طرف سے بے فکر ہو جاتا ہے...... سو اب شکوہ کیسا؟" وہ ملائمت سے ہنسے۔ "سبزی خریدنے سے بل بھرنے تک اب تم ہی سیاہ سفید کی مالک ہو۔" وہ اٹھے اور اٹھ کر ٹی وی آن کرلیا۔

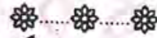
افراح چائے کے برتن دھونے کے بعد کچن کی صفائی کر رہی تھی کہ الماس بیگم کا یہی حکم تھا کہ کچن میں نہ تو گندے برتن پڑے رہیں اور نہ ہی کچن گندا نظر آئے، ہر کھانے اور چائے کے بعد کچن کی صفائی ضروری تھی۔ احمد صاحب کی توجہ نا پا کر وہ مغرب کی نماز ادا کرنے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھیں۔



شادی کے اوائل دنوں میں انہیں بڑی حیرت ہوتی تھی جب احمد کمال اپنی جیبیں بھری رکھتے۔ انہیں دھنیا آلو پیاز سے لے کر آج کیا پکے گا تک احمد کمال کا منہ دیکھنا پڑتا تھا، ان کے میکے میں تو کبھی ایسا نہیں ہوتا تھا۔ ابا تو اماں کے آگے جیبیں جھاڑنے کے بعد بے فکر ہو جاتے تھے۔ سو انہیں بہت الجھن ہوتی تھی۔ احمد کمال بطور جیب خرچ انہیں کچھ پیسے دے دیا کرتے تھے۔ ساس بہت بوڑھی تھیں نظر بھی کم آتا تھا، اس لیے وہ بیچاری اپنے کمرے میں ہی رہتیں۔ ایک سال بعد ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ انہوں نے بہت چاہا احمد کمال انہیں خرچہ دے دیں تاکہ وہ اپنی مرضی سے گھر چلا سکیں مگر اس طرف تو احمد کمال سوچنے کو بھی تیار نہ تھے۔ الماس بیگم نے یہ بھی نہ سوچا کہ ہر صورت خسارا عورت کی جھولی میں آ گرتا ہے۔ وہ خرچہ خود کرے یا اس کا شوہر۔

جوں جوں وقت گزرتا گیا...... احمد کمال کی تنخواہ اپنے ہاتھ میں لے کر گھر کا انتظام چلانے کا شوق زور پکڑتا گیا۔ شادی کے تین سال بعد افراح پیدا ہوئی' تب انہیں احساس ہوا اب وہ مکمل ہوگئیں اور گھر میں ان کی حیثیت بھاری بھرکم ہوگئی لہٰذا انہوں نے خرچے کے لیے باقاعدہ جنگ شروع کردی۔

احمد کمال مزاجاً جھگڑالو نہ تھے لہٰذا تنگ آکر انہوں نے پوری تنخواہ ان کے حوالے کی اور خود چین کی بانسری بجانے لگے اور وہ گھر کا سودا لانے سے لے کر گیس' بجلی کے بل' دودھ والے کا بل' یہاں تک کہ سب ذمہ داریاں خود پر لیتی چلی گئیں۔ جب مہنگائی نے زور پکڑا اور اچھے اچھوں کی کمر توڑ دی' تب ان کی ہمت جواب دینے لگی اور انہوں نے چاہا کہ اب کم از کم احمد کمال بل تو بھر دیا کریں' گوشت سبزی تو لا دیا کریں۔ ادھر احمد کمال کو آزادی اور بے فکری کی جو فضا میسر آئی تو وہ ان جھمیلوں سے بالکل ہی آزاد ہوگئے اور اب وہ ان کے چنگل میں پھنسنے کو قطعی تیار نہ تھے۔



عشاء کی اذان پر وہ بستر سے اتریں گو نماز ادا کرنے کی بھی ہمت تھکن کے سبب جواب دے گئی تھی' لیکن نماز تو فرض ہے لہٰذا وہ وضو کرنے اٹھیں' ایک نظر افراح پر ڈالی تو وہ کتاب پڑھ رہی تھی انہوں نے اسے پکارا۔

''بیٹا نماز کے لیے اٹھ جاؤ۔'' کہتے ہوئے وہ وضو کے لیے باہر صحن میں آئیں' یہاں واش بیسن کے نیچے بھی ایک نل لگا تھا تاکہ بیٹھ کر باآسانی وضو کیا جاسکے۔

جائے نماز بچھاتے ہوئے بھی ان کی نظر افراح پر پڑی تو وہ جھلا ہی تو گئیں۔

''کیا ہوگیا ہے؟ پہلی آواز سنائی ہی نہیں دیتی آج کل کے بچوں کو' مجال ہے جو ٹس سے مس ہوں۔''

''کیا ہوا امی؟'' وہ تنک کر بولی۔

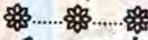
''ابھی کہا نہیں تھا کہ نماز کے لیے اٹھ جاؤ۔''

''ابھی اٹھتی ہوں ناں آپ تو پڑھیں۔''

''میں پڑھ لوں گی تم تب بھی نہیں اٹھو گی۔'' وہ بہت غصے میں تھیں۔

''اچھا ناں...... آپ چلانا تو بند کریں۔'' اس نے جھنجلاہٹ میں کتاب پٹخی اور اٹھ گئی۔

''جب تک چیخو نہیں تم کہاں سننے والی ہو۔'' نیت باندھتے باندھتے بھی وہ چلائیں۔

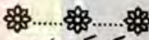


''ارے ہے کیا دکھتا نہیں' اندھے ہوگئے ہو؟'' وہ اس زور سے چیخیں کہ دکاندار سمیت وہ شخص جو جوتا خریدنے کے لیے دیکھتے ہوئے بے دھیانی میں بھولے سے افراح کے برابر میں بیٹھ گیا تھا' ایک دم گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''معاف کرنا بہن......'' کہتا ہوا سامنے دوسری کرسی پر جا بیٹھا۔

''ہونہہ......'' انہوں نے غصے میں ہنکارا بھرا۔

''چلو اٹھو......'' ان کے کہنے پر افراح جو سینڈل پسند کر بیٹھی تھی' ایک دم چھوڑ کر بنا لیے ان کے پیچھے پیچھے دکان سے نکل آئی تھی۔



''ارے سنتے ہو اب تم کم از کم اس کو خریداری تو کروا دیا کرو میری تو ہمت جواب دے گئی ہے۔'' انہوں نے دن کا واقعہ دانستہ احمد کمال سے چھپاتے ہوئے بات بنائی تاکہ باپ کی موجودگی میں کوئی ناخوشگوار واقعہ رونما نہ ہو۔

''قتل ڈاکے' لوٹ مار' زنا بالجبر کے واقعات' بم دھماکے...... بس پورا اخبار انہی خبروں سے بھرا پڑا ہے' حادثے سے زیادہ اس کی خبر پھر ہوشربا تفصیل دل دہلا دیتی ہے' پھر تصاویر اور دل خراب کرتی ہیں۔'' انہوں نے اخبار ہی غصے میں پٹخ دیا۔

''اگر خبر کے مرچ مصالحے چھپا لیے جائیں تو عوام الناس کو دینے کے لیے اخبار والوں کے پاس ہے ہی کیا۔'' احمد کمال نے چائے کے ساتھ ساتھ سموسوں سے مکمل انصاف کرتے ہوئے کہا۔

''افراح بیٹی تم آٹا گوندھو میں آکر روٹی پکاتی ہوں۔'' انہوں نے الگنی سے دھلے کپڑے اتار کر تہہ کرنا شروع کیے...... استری کے لیے کپڑے وہ علیحدہ رکھتی رہیں۔ ان میں یہ عادت بھی تھی وہ دھلے کپڑے فوراً استری کرکے ہینگ کردیتی تھیں...... گھر کے زیادہ تر کام وہ خود کرتی تھیں۔ چھوٹے موٹے کام وہ افراح سے کروا لیا کرتی تھیں وہ چونکہ فرسٹ ایئر پری میڈیکل کی طالبہ تھی لہٰذا وہ اسے پڑھنے کا زیادہ سے زیادہ موقع فراہم کرتی تھیں۔

''افراح بیٹی مجھے ایک کپ چائے اور دے دو۔'' اخبار کے چکر میں وہ ٹھنڈی ہوگئی تھی' جب وہ برتن اٹھانے آئی تب استری

کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔

"ملک فرحان کے ہاں چلی جانا ان کی والدہ کا انتقال ہوگیا ہے۔" احمد کمال کو یاد آیا۔

"ارے.....کب.....؟" وہ چونکیں۔ "بیچاری بہت عرصے سے بیمار بھی تھیں۔"

"آج چوتھا دن ہے۔"

"بہت خوب.....شاباش.....آج بتا رہے ہو۔" انہوں نے طنز کیا۔

"بالکل ذہن سے نکل گیا۔ میں تو اسی روز آفس سے ہی چلا گیا تھا' گھر آیا تو تم تھیں نہیں' جب تم آئیں تو سر درد کے سبب بتانا ذہن سے نکل گیا۔"

"اے ہے احمد کمال.....بہانے تو کوئی تم سے سیکھے.....سر درد نے موت کی اطلاع دینے سے روک کے رکھا.....؟" وہ ہولے سے ہنس دیں۔ "صاف کہو اب تمہیں کچھ یاد ہی نہیں رہتا۔ کسی دن ہم ماں بیٹی کو بھی بھول جانا۔"

"خیر اب ایسا بھی نہیں.....؟" احمد کمال بھی ہنس دیے۔

"سنو.....؟" وہ جیسے چونکیں۔

"کہو۔"

"کوئی اچھا سا لڑکا دیکھ کر افراح کے ہاتھ پیلے کردو۔"

"پاگل تو نہیں ہوگئی ہو؟ ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے؟ فرسٹ ایئر میں تو آئی ہے کچھ پڑھ تو لینے دو۔"

"اپنے میاں کے گھر جا کر پڑھ لے گی۔"

"جب اپنے ماں باپ نہ پڑھا سکے تو دوسرا کوئی کیوں پڑھائے گا' سکون سے بیٹھو اگر ڈاکٹری نہیں پڑھائی تو بی ایس سی تو کرنے دو.....ابھی تو بچی ہے' کچھ تو عقل آجائے۔" احمد کمال نے بہت محبت سے افراح کی جانب دیکھا۔ جو باپ کی بات پر کھلکھلا کر ہنس پڑی تو احمد کمال کو لگا کوئی ننھی پری پھلجھڑی چھوڑ رہی ہے۔

"تم دانت بند کرو۔" وہ افراح پر چڑھ دوڑیں۔ "دیکھو حالات بہت خراب ہیں۔" انہیں جیسے وحشت نے آن گھیرا۔

"خراب حالات سب کے لیے ہیں' یہ صرف ہمارے لیے تو نہیں۔"

"جب اغوا' ڈکیتی' بم دھماکے اور قتل کی خبریں پڑھتی ہوں تو ہول اٹھنے لگتے ہیں دل عجیب وسوسوں میں گھر جاتا ہے۔"

"گھر میں سکون سے رہو تو بم دھماکوں سے بچا جاسکتا ہے۔" انہوں نے چوٹ کی۔ "اور اغوا وغیرہ ذاتی دشمنیوں کے نتیجے ہیں۔"

"دیکھو احمد کمال.....میں تم سے کہہ رہی ہوں بچی کی شادی کرنی ہے.....تو کرنی ہے نہ جانے کیوں آج وہ بری طرح الجھیں.....؟" احمد کمال نے ہنستے ہوئے ٹیلی ویژن آن کیا اور نیوز سننے میں منہمک ہوگئے۔



آج افراح کا آخری پیپر تھا' احمد کمال کو آفس میں کچھ کام تھا جس کے سبب وہ افراح کو سینٹر سے نہیں لاسکتے تھے لہٰذا یہ ذمے داری بھی وہ الماس بیگم کو سونپ کر مطمئن ہوگئے تھے۔

ادھر وہ سوچوں میں گم تھیں.....ان کی نند اپنی نند سے ملنے شارجہ جا رہی تھیں' الماس بیگم نے نند' نندوئی اور بچوں کے لیے سامان خریدا تھا جو آج ہی دینا ضروری تھا۔ الماس بیگم نے ہمیشہ سسرال کو میکے پر فوقیت دی سو سب ان کا دم بھرتے تھے۔ اپنی بچت سے انہوں نے نند اور اس کی فیملی کے لیے تحائف خرید لیے تھے اگر آج وہ تحائف نہ پہنچتے تو سب بیکار تھا۔ اپنی الجھن کا ذکر احمد کمال سے کیا' تو انہوں نے چٹکی بجاتے حل پیش کردیا تھا۔

"ارے بھئی افراح کو سینٹر سے لیتی ہوئی فریحہ کے ہاں چلی جانا' سامان دے کر الٹے قدموں لوٹ آنا۔"

"ارے بھئی تم نے تو اپنی جان چھڑالی' میری تھکن کا کوئی خیال نہیں۔"

"ارے بابا' تم تھکتی کہاں ہو' تم تو جن ہو جن' چٹکی بھر میں سارے کام نمٹا لیتی ہو۔" احمد کمال ہنس دیے جسے انہوں نے نظر انداز کردیا۔

"افراح بھوکی پیاسی ہوگی' پھر مجھے رنگ ساز سے دوپٹے بھی لینے ہیں.....؟" وہ ہمیشہ دس کاموں کا دم چھلا لے کر گھر سے نکلتی تھیں۔

"بھئی میں نہیں آسکتا.....تم کچھ نہ کچھ ایڈجسٹ کرلینا.....افراح کو راستے سے کچھ کھلا دینا.....کہیں بھوک میں چکرا نہ جائے۔" وہ قطعیت سے کہہ کر گھر سے نکل گئے تھے۔



افراح کو لے کر وہ جونہی رکشہ میں بیٹھیں' محبت پاش نگاہوں سے انہوں نے اپنی ننھی پری کو دیکھا' جسے اکثر ان کی

ڈانٹ ڈپٹ کا سامنا رہتا تھا۔ دھوپ کی تمازت سے گال انگارے کی طرح دہک رہے تھے۔
"بھوک تو نہیں لگ رہی؟" انہوں نے وہیں رکشہ میں بیٹھے ہوئے اس کے کئی بوسے لے ڈالے.....اس نے اثبات میں سر ہلایا۔
"آگے کوئی دکان آئی تو بن کباب لے دوں گی۔"
"بن کباب.....؟" اس نے برا سا منہ بنایا۔ "برگر لوں گی' زنگر برگر......"
"کھلے پیسے نہیں ہیں......" انہوں نے ٹالنا چاہا۔
"کوئی بات نہیں' برگر شاپ سے کھلا مل جائے گا۔" اس کے کہنے پر انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔
میکڈونلڈ پر رکشہ رکوا کر وہ افراح کو ساتھ لیے برگر لینے اتریں۔
"میں یہیں بیٹھی ہوئی ہوں' بہت تھک گئی ہوں آپ اکیلی جا کر لے آئیں۔" اس نے اپنا ہاتھ چھڑا کر رکشہ ہی میں بیٹھے رہنا چاہا۔
"ارے چلو......" انہوں نے زور لگا کر اسے کھینچ کر رکشہ سے اتارا۔
"زمانے کا کچھ پتہ ہے نہیں......" انہیں غصہ تھا۔
"آپ اکیلی جا کر لے آئیں۔" انہوں نے راستہ چلتے میں کہنی چبھا کر اس کی نقل اتاری۔
"چلو بھائی......" وہ رکشہ میں آ بیٹھیں اور رکشہ پھر اپنے بے ہنگم شور کے ساتھ منزل پر رواں دواں ہو گیا۔
"توبہ ہے...... رفتار سے زیادہ تو اس پرانے چھکڑے کی آواز ہے......" وہ بھلا کب چپ رہنے والی تھیں۔
رکشے والے نے ناگواری سے انہیں شیشے میں سے دیکھا۔ اس نے ایک تنگ گلی میں رکشہ موڑا۔
"ہے...... ہے...... کہاں جا رہے ہو؟" وہ آگے کھسک کر باہر کی جانب دیکھنے لگیں۔
"آگے پمپ ہے ناں...... آگے سے شارٹ کٹ لوں گا فیول کم ہے رکشے میں اماں۔" تنگ گلی ختم ہوتے ہی اس نے کچی اور ناہموار سڑک پر رکشے کو اتارا' وہ چونکہ تمام راستوں سے واقف تھیں لہٰذا چپ رہیں۔ وہ جانتی تھیں کہ واقعی یہ راستہ انہیں جلد منزل مقصود تک پہنچا دے گا' مگر وہ اس راستے سے کبھی آئی نہیں تھیں۔ اب رکشہ ایک کم چوڑے روڈ پر رواں تھا۔ جو جگہ جگہ سے ادھڑا ہوا تھا۔ رکشے نے جھٹکے کھانے شروع کر دیے۔ رکشے والا گویا رکشہ کو پوری قوت سے کھینچ رہا تھا مگر کچھ دور جا کر رکشہ بند ہو گیا۔
"کیا ہوا بھئی؟" وہ چپ رہا اور اتر کر رکشے کو چیک کرنے لگا۔
انہوں نے ایک اچٹتی نظر افراح پر ڈالی' جو چھوٹے بائٹ مزے سے اب تک لے رہی تھی۔ اسے اس بات سے کوئی مطلب نہ تھا کہ رکشہ خراب ہو گیا ہے۔
"کیا ہوا بھئی' کچھ بولتا کیوں نہیں؟" ان پر سخت طیش سوار تھا۔
وہ بدستور انجن میں سر دیے رہا' کبھی پلگ چیک کرتا' کبھی دوبارہ اسٹارٹ کرنے کی کوشش...... سب بے سود رہا پھر سر اٹھا کر بولا۔
"آپ دوسری سواری پکڑ لو...... رکشہ آگے نہیں جا سکے گا...... بے کار آپ کا ٹائم بھی خراب ہوگا...... فیول بھی نہیں ہے ابھی۔" وہ چپ چاپ پیسے ادا کر کے اتر گئیں۔ رکشہ والا پیدل رکشہ کو گھسیٹتا ہوا آگے بڑھ گیا' وہ وہیں کھڑی دوسری سواری کا انتظار کرنے لگیں۔
کافی دیر گزرنے کے باوجود کوئی سواری نہیں گزری...... اب جو انہوں نے غور کیا تو سڑک بالکل سنسان تھی' اس کم چوڑی سڑک کے ایک طرف ناہموار میدان تھا' دوسری طرف گندا نالہ بہہ رہا تھا۔ مڑ کر رکشہ والے کو دیکھا' وہ ایک نقطے کی مانند بہت دور جاتا دکھائی دیا۔ سامنے سے ایک بجری ریتی کا ٹرک آتے دیکھ کر گھبرا کر انہوں نے افراح کو تکا...... سفید یونیفارم میں وہ کوئی حور پری لگی جو برگر کھا چکنے کے بعد ٹشو سے منہ صاف کر رہی تھی۔
"ہم رکشہ والے کے ساتھ ساتھ نکل جاتے تو کم از کم اب تک مین روڈ پر تو پہنچ جاتے......" انہیں اب اپنی غلطی کا احساس ہوا تو انہوں نے افراح سے کہا۔ زن سے ٹرک تو گزر گیا مگر کچھ ریت ان کی آنکھوں میں جھونک گیا۔
انہوں نے آنکھیں مسل کر افراح کو دیکھا' زمانے بھر کی معصومیت اس کے چہرے سے عیاں تھی۔ جی چاہا اسے خود میں سمولیں' وہ ڈرپوک تو قطعاً نہ تھیں مگر جانے کیوں آج دل عجیب بے ترتیبی سے دھڑک رہا تھا۔
رکشہ کی بے ہنگم گھڑگھڑاہٹ پر انہوں نے سامنے کی

طرف دیکھ کر ہاتھ کا اشارہ دیا' رکشہ میں پہلے سے سواری موجود تھی وہ نہ رکا اور آگے بڑھ گیا۔ اس کے پیچھے سرخ رنگ کی کار بھی زن سے گزر گئی' وہ پھر رخ موڑ کر جہاں سے رکشہ آیا تھا' اسی جانب دیکھنے لگیں' تب ہی انتہائی قریب کار کے ٹائر چرچرائے وہ اچھل پڑیں۔ دل بھی اچھل کے گویا حلق میں آ گیا' وہی سرخ کار ریورس ہوئی تھی۔ گاڑی کا دروازہ کھول کر دو نوجوان اترے۔

"کہاں جانا ہے آپ کو ہم مدد کردیں؟"

"کہیں نہیں آپ لوگ جائیں۔" منٹ میں انہوں نے خطرے کو بھانپا' خطرے کی گھنٹی تو پہلے ہی محسوس کر چکی تھیں' انہوں نے آواز میں کرختگی پیدا کی' مگر دونوں نوجوان آگے بڑھے۔

"افراح...... بچ کے...... پتھر اٹھالو۔" وہ انتہائی زیرک تھیں اور وہ فیصلے کرسکتی تھیں جو خطرے میں گھر کر کوئی عورت تو کیا کوئی آدمی شاید فوری طور پر کرسکے...... وہ نہ صرف بہت زور سے چلائیں بلکہ نوجوانوں کی سی پھرتی سے انہوں نے ناہموار سڑک کے کنارے پڑے موٹے موٹے بلاک نما پتھر اٹھالیے۔

افراح سہم گئی...... ہاتھ سے پانی کی بوتل چھوٹ گئی' جو اس نے پینے کے لیے کھولی تھی۔ انہوں نے تیزی سے افراح کو کھینچ کر پیچھے کیا...... وہ یہی کرسکتی تھیں۔

"کیا ہے...... جاتے کیوں نہیں...... کون ہو تم لوگ......؟" وہ پوری شدت سے چیخ رہی تھیں۔ انہوں نے لمحہ بھر میں ارد گرد نظر دوڑائی...... بہت دور دو آدمی جارہے تھے۔ وہ کتنا بھی شدت سے چیختیں وہ مدد کے لیے نہیں آ سکتے تھے۔

نوجوان بنا بولے افراح کی طرف بڑھے۔ انہوں نے پتھر پر گرفت مضبوط کرنے کے ساتھ قریب آنے والے کی ناک اور ہونٹ کے درمیان مارا اور فوراً ہی دوسرا اور اس کی آنکھوں کے درمیان کر ڈالا' خون کا فوارہ پھوٹ نکلا۔ شاید وہ نوجوان ان کی دلیری کو جانچ نہیں پایا تھا...... تیورا کے پیچھے لڑھک گیا...... خون اس کی آنکھوں میں بھر گیا۔

"مار...... مار......" کراہتا ہوا وہ چیخا اور زمین پر لوٹنے لگا۔

دوسرے نے بہت پھرتی سے افراح کا ہاتھ کھینچا...... انہوں نے افراح سے پتھر چھین کر اسے بھی کھینچ مارا...... وہ چوکنا تھا...... پہلے والے کا انجام دیکھ چکا تھا' جھکائی دے گیا۔ پوری شدت سے اس نے الماس کو مکا رسید کیا...... وہ افراح کو کھینچنے کو ترچھی ہوئی تھیں قسمت سے بچ گئیں ورنہ مکا اپنا کام کر گیا ہوتا پھر بھی انہیں چھوتا ہوا گزر گیا۔

وہ نوجوانوں کی پھرتی سے ایک اور پتھر اٹھا چکی تھیں یہ وہ دوسرا پتھر تھا جو افراح کے ہاتھ سے گرا تھا۔

"الو کے پٹھے...... حرام...... کمین......" وہ فراٹے سے گالیاں دینے لگیں۔ اس نے بھی جواباً گالیوں کی بوچھاڑ کے ساتھ ٹی ٹی نکال لی تھی۔ وہ افراح کو کھینچ رہا تھا۔

انہوں نے دوسرا پتھر اس کے منہ پر مارا۔ بچتے بچتے بھی اس کی آنکھ سے ذرا اوپر لگا...... وہ طیش میں آ گیا...... افراح پر اس کی گرفت ڈھیلی ہوئی انہوں نے افراح کو کھینچا...... اس نے الماس کا نشانہ لے کر تین چار فائر کیے۔

وہ نادان نہ تھیں' لڑکوں کی نیت اور پستول دیکھ کر ان کا ارادہ بھانپ گئیں تھیں' لمحہ بھر بھی نہ لگا انہیں فیصلہ کرتے کہ اس فیصلے کے سوا ان کے پاس کوئی چارہ نہ تھا۔ وہ جان گئی تھیں' اس چٹیل میدان میں ان کی مدد کو کوئی نہیں آئے گا۔ جونہی اس نے ان پر فائر کیا انہوں نے بجلی کی سی تیزی سے افراح کو سامنے کردیا۔ تینوں فائر افراح کو لگے اس نے زوردار چیخ ماری اور لہولہان ہوکر ان پر جھول گئی۔ نوجوان حواس باختہ ہوگیا۔

"بھاگ عامر...... بھاگ......" اس نے زخمی دوست کو کھینچ کر گاڑی میں ڈالا اور گاڑی ہوا ہوگئی۔

وہ بت بنیں افراح کو تک رہی تھیں...... ایک گولی افراح کو لگی اسے گرتا دیکھ کر انہوں نے چیخ ماری۔

"میری جان...... میری بچی...... میری شہزادی......" وہ ہذیانی کیفیت میں افراح سے لپٹی رو رہی تھیں۔ وہ چیخیں مار رہی تھیں اور افراح کی سانسیں اکھڑ رہی تھیں۔

"ام...... امی...... مجھے کیوں مارا...... آپ نے......" وہ بہ مشکل بول پائی' اس کی گردن لڑھک گئی' آنکھ پتھرا گئی' سانس ساکن ہوگئی۔ وہ چیخیں مار مار کر رو رہی تھیں اور جھک جھک کر اسے چوم رہی تھیں۔

"میری جان...... مجھ سے بدظن ہوکر تو نہ جا' میں نے تجھے مارا نہیں...... میں نے تجھے روز روز مرنے سے بچایا ہے۔" وہ اس کی لاش پر جھکی اسے دیوانہ وار چوم رہی تھیں' پھر سینے پر دو ہتھڑ مارتی مٹی اٹھا کر سر میں ڈالنے لگی تھیں۔



محبت گزیدہ

تسنیم شریف

اِک سرسری نگاہ تھی' اِک بے نیاز چپ
میں بھی تھا اس کے سامنے' میرا سوال بھی
آتے دنوں کی آنکھ سے دیکھیں تو یہ کھلے
سب کچھ فنا کا رزق ہے ماضی بھی حال بھی

ڈائننگ ٹیبل انواع واقسام کے کھانوں سے بھری ہوئی تھی۔خوش گپیاں' قہقہے' نوک جھونک اور خوش باش چہرے۔ احمد اقبال نے ایک نظر اپنے خوش حال گھرانے پر ڈالی۔ان کی بیگم شیبا پر تو ماہ وسال نے کچھ اثر کیا ہی نہیں تھا۔وہ سدا بہار شخصیت کی مالک تھیں۔نرم خو' صلح جو اور محبت کے خمیر سے گندھی ہوئی۔تینوں بیٹے اور ان کی بیویاں بھی خوش تھیں' بے فکری اور خوش اطواری ان کے ہر انداز سے عیاں تھی۔

''میرا خیال ہے کہ اس دفعہ تو آپ وجدان کی شادی کرکے ہی جائیں۔'' بڑی بہو ندا بولی تو وجدان جو احمد اقبال کا چوتھا اور چھوٹا بیٹا تھا۔مسکرا کر اپنے باپ کو دیکھنے لگا۔

''موصوف کی دلچسپی تو دیکھو۔او بھائی...... شرما بھی لو یار۔'' بڑے بھائی حسیب نے ٹکڑا لگایا تو سب کھلکھلا کر ہنس دیئے۔

''جانا کہاں ہے۔اب تو یہیں رہنا ہے اور دلہن تو میں نے پانچ سال سے نظر میں رکھی ہوئی ہے' میں اس کے ڈاکٹر بننے کا انتظار کررہا تھا۔ہاں بھئی ہماری پسند سے شادی کرو گے یا کہیں کنڈا اٹکا رکھا ہے۔'' احمد اقبال نے مسکرا کر پوچھا۔

''کیا ہوگیا ہے ڈیڈ۔کیسی باتیں کررہے ہیں۔'' اس دفعہ وجدان تھوڑا سا شرمایا۔

سب نے احمد اقبال کے جملوں پر غور نہیں کیا تھا وہ تو یہ سن کر ہی پُرجوش ہوگئے تھے کہ انہوں نے دلہن منتخب کرلی ہے مگر شیبا بیگم ان کے جملوں پر الجھ گئیں۔

''جانا کہاں ہے؟'' کیا مطلب ہے اس بات کا آخر انہوں نے ہاتھ میں تھمایا ہوا چمچہ پلیٹ میں رکھا اور الجھی ہوئی نظروں سے شوہر کو دیکھا۔اطمینان اور بے فکری ان کے چہرے سے مترشح تھی۔وہ اب منجھلی بہو کی بات کا جواب دے رہے تھے۔

''میرا دوست ہے ڈاکٹر نثار' اس کی بیٹی بے انتہا ذہین اور خوب رُو ہے۔وجدان کے ساتھ تو اس کی جوڑی خوب سجے گی۔''

''امریکن ہے۔'' ندا نے اشتیاق سے پوچھا۔

''ظاہری بات ہے میں امریکہ میں رہتا ہوں تو وہیں دیکھا ہے ناں اس کو۔'' احمد اقبال نے بہو کے اشتیاق سے حظ اٹھایا۔

''واہ' چل بھئی۔تیری تو موجاں ہوگئیں یار' ہا آہ۔ایک ہم ہیں لیا اپنی ہی صورت کو بگاڑ۔'' حسیب نے دردناک صدا لگائی۔ندا نے منہ بنا کر شوہر کو دیکھا۔

"ان کو آتا ہے پیار پر غصہ...... ہم کو غصہ پہ پیار آتا ہے۔" منجھلی بہو چہکی۔
ایک دفعہ پھر قہقہہ گونجا لیکن شیبا بیگم ہنوز متردد تھیں۔



"تو کیا آپ واقعی ہمیشہ کے لیے امریکہ چھوڑ کر آ گئے ہیں؟" شیبا نے حیرانی سے شوہر کو دیکھا۔
"تمہیں میرا آنا برا لگ رہا ہے کیا؟"
"نہیں اصل میں سب لوگ تو امریکہ جانے کے لیے مرے جاتے ہیں۔ آپ تو گرین کارڈ ہولڈر ہیں۔ اپنے حلقے میں معروف ہیں۔ ہر طرح کی سہولت حاصل ہے۔ آپ کو پھر یہ فیصلہ......" ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ شوہر کو کیسے بتائیں کہ پاکستان میں ان کی حیثیت، خوش حالی اور بے فکری ان ڈالرز کی مرہون منت ہے جو وہ امریکہ سے بھیجتے تھے۔ امریکہ چھوڑ کر آنے کا مطلب۔ ڈالرز سے محرومی۔ مطلب عیش کے دن تمام۔
مگر احمد اقبال ان کے اندیشوں سے بے خبر، اپنے فیصلے پر مطمئن بھی تھے اور مسرور بھی۔

"میں نے بتایا ہے ناں کہ میں نے وجدان کے لیے ایک لڑکی دیکھ رکھی ہے۔ اس کا باپ چار سال پہلے پاکستان آیا تھا۔ گھر والوں سے رابطہ بھی تھا مگر پچھلے چند ماہ سے اس کی کوئی خبر نہیں اب آ گیا ہوں تو اسے بھی تلاش کروں گا۔"
"تو ان کے گھر والوں کو کوئی ٹینشن نہیں ہے انہوں نے پتا نہیں لگایا کہ وہ ایک سال سے کہاں ہیں؟"
"ارے میری پیاری بیوی......" احمد نے مسکراتے ہوئے شیبا کے گال کو انگلی سے چھوا۔
"وہ امریکہ ہے امریکہ، پاکستان نہیں۔ وہاں ہر شخص آزاد ہے اپنے ذاتی معاملات میں، جہاں دل چاہے رہے جو چاہے کرے۔ دوسرے اس کے معاملات میں ٹانگ نہیں اڑاتے۔"
"تو پھر آپ کو کیا پڑی ہے اسے تلاش کرنے کی، آپ بھی تو امریکی ہیں۔" احمد اقبال نے شیبا کے اس جملے سے خوب لطف اٹھایا۔
"ہاں امریکی تو میں ہوں لیکن اندر سے پکا پاکستانی ہوں، دوستوں کا دوست۔ جب تک پتا نہ لگالوں کہ نثار کہاں

ہے چین سے نہیں بیٹھوں گا۔" شیبا نے منہ بنایا۔
اصل میں انہیں اس بات کا غصہ تھا کہ ان کے شوہر صاحب سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر گھر واپس آ گئے تھے۔



اگلے کئی روز احمد کے یہ پتا لگانے میں گزرے کہ آیا نثار پاکستان آیا بھی تھا کہ نہیں؟ امریکہ میں رہ کر احمد نے بے تحاشا دولت ہی نہیں کمائی تھی۔ ایک ساکھ بھی بنائی تھی۔ فیشن ڈیزائننگ کی دنیا میں ان کے نام کا سکہ چلتا تھا اور پاکستان میں تو قانون لوگوں کی جیب میں ہوتا ہے جن کی جیبیں پہلے ہی بھری ہوئی ہوتی ہیں' سو انہیں یقین کامل تھا کہ وہ نثار کو ڈھونڈ نکالیں گے۔

وہ ان کے اچھے برے دنوں کا ساتھی تھا۔ دونوں نے تعلیم اور کیریئر کی ایک ساتھ شروعات کی تھی' لیکن آگے چل کر راہیں جدا ہو گئیں۔ وہ میڈیکل کی طرف چلا گیا اور احمد اقبال فیشن کی طرف مگر دوستی کا جو بندھن دونوں نے ایک دفعہ جوڑ لیا تھا وہ کسی مکانی فاصلے سے ٹوٹنے والا نہیں تھا' مگر پاکستان آ کر نثار تو ایسے غائب ہوا جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ اپنے اثر و رسوخ کی بناء پر انہیں یہ تو پتا چل گیا تھا کہ وہ پاکستان آیا تھا۔ اس کے مکان کا پتا بھی درست تھا مگر مکین بدل گئے تھے جس فیملی نے نثار سے گھر خریدا تھا وہ ان کے موجودہ پتے سے لاعلم تھی۔

اسپتال' ایدھی سینٹر' شعبہ اموات کے ریکارڈ تک رسائی' پاگل خانہ غرض ہر وہ جگہ جہاں کسی لاپتا کے ملنے کے امکانات ہو سکتے تھے۔ انہوں نے اسے تلاش کیا مگر "ہنوز دلی دور است۔" تھک ہار کے انہوں نے ایک بار پھر اس کے بیوی بچوں سے رابطہ کیا مگر سرد مہری کے ساتھ لاعلمی کا اظہار کیا گیا...... وہ متعجب تھے۔ خوش باش بیوی اور بچے یکا یک بدل کیوں گئے۔ ان کا ذہن سوچوں کا بھنور بنا ہوا تھا۔ خیالات کے بگولے انہیں اپنے ساتھ لیے جا رہے تھے۔

"کیا نثار اپنی بیوی سے لڑ کر آیا تھا؟ اگر ہاں' تو چھپنے کی جگہ اور وجہ کیا ہو سکتی ہے؟" انہوں نے سوچ کا زاویہ بدلا۔

"اوہ......! کہیں وہ کسی ایجنسی کے ہتھے تو نہیں چڑھ گیا۔"

پچھلے پانچ' چھ سالوں میں وہ شدت سے مذہب کی طرف مائل ہو گیا تھا۔ اسلامک سینٹر باقاعدہ جاتا تھا۔ شرعی داڑھی بھی رکھ لی تھی۔ اس کا محض طرز فکر نہیں بدلا تھا اس نے اپنا رہن سہن' اپنا طرز زندگی بھی بدل لیا تھا۔ وہ اپنے نظریات میں راسخ تھا اور برملا اس کا اظہار کرتا تھا۔ امریکیوں کی نظر میں اگر وہ مشکوک ٹھہرتا تو بات سمجھ میں آتی مگر پاکستان میں یہاں بھی بندہ لاپتا ہونے کی روایت بڑی مستحکم تھی۔ اس دفعہ انہوں نے اونچی کرسیوں پر براجمان ہستیوں سے رابطہ کیا۔ پیسہ پانی کی طرح بہایا مگر حاصل ندارد۔ وہ آس کا دامن چھوڑنا نہیں چاہتے تھے مگر کوئی سرا ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔ قبرستان جاتے ہوئے انہیں ڈر لگ رہا تھا۔ وہ اس نہج پر سوچنا بھی نہیں چاہتے تھے۔ پہلی دفعہ امید و بیم کے درمیان ڈول رہے تھے اور فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے۔



احمد اقبال کسی اولڈ ہاؤس میں ہونے والی تقریب میں بطور مہمان خصوصی گئے ہوئے تھے۔ شیبا بیگم متفکر سی بیٹھی ہوئی تھیں۔ بہوویں اور چاروں بیٹے بھی تشویش کے انداز میں بیٹھے تھے۔ سب کی نظریں شیبا بیگم پر گڑی تھیں۔ وہ کسی قدر متوحش بھی تھیں' پتا نہیں انہیں یہ سب کچھ کہنا چاہیے بھی تھا کہ نہیں۔ بالآخر گومگو کی حالت سے نکل کر انہوں نے رک رک کر کہنا شروع کیا۔

"تمہارے ڈیڈی...... امریکہ سے ہمیشہ کے لیے آ گئے ہیں۔ فی الحال کاروبار تو نہیں بیچا' وہ اسی طرح چلتا رہے گا مگر ملازموں پر انحصار......؟ اور میں دیکھ رہی ہوں کہ یہاں انہوں نے غیر ضروری بکھیڑے پال لیے ہیں۔ جن پر خوب روپیہ لٹایا جا رہا ہے۔ پیسہ بڑی محنت سے کمایا جاتا ہے۔ اسے یوں بے دردی سے لٹانے کی میں اجازت نہیں دے سکتی۔ وہ میرے بچوں کا حق ہے۔ تم ان کے وارث ہو۔" چاروں بیٹوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

جو کچھ ان کے دل میں تھا وہ ماں کی زبان سے ادا ہو رہا تھا۔ وہ تو پہلے ہی اسی تگ و دو میں تھے کہ باپ کی جائیداد کو کس طرح حاصل کریں۔ ایک شرم ایک جھجک آڑے رہی تھی مگر اب بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹ رہا تھا تو موقع سے فائدہ نہ اٹھانا کفران نعمت تھا۔

بہوئیں بھی دل ہی دل میں خوش ہو رہی تھیں۔ ابن آدم کا پیٹ بہت برا ہے' بھرتا ہی نہیں' ان کی بھی بھوک چمک اٹھی تھی۔

"تو پھر امی...... آپ نے کیا سوچا ہے؟" ندا نے پوچھا۔

"سوچنا کیا ہے میرا جو کچھ ہے' احمد کا جو کچھ ہے سب ہمارے بچوں کا ہے۔ وہی وارث ہیں۔ یہ دولت' میرے بچوں کی ہے جسے خیراتی اداروں کو ڈونیٹ کیا جا رہا ہے۔ خیراتی ادارے' اسپتال' بھک منگے' لاوارثوں کا کفن دفن' بس بہت ہو چکی۔ میں مزید برداشت نہیں کر سکتی۔ تم سب کو آج ہی اپنے باپ سے بات کرنا ہوگی۔ سب مل کر بولو گے تو ان پر دباؤ پڑے گا ان سے کہو کہ وہ اپنی جائیداد تم سب کے نام کر دیں۔" انہوں نے اپنا مطمح نظر دو ٹوک الفاظ میں بیان کر دیا تھا۔



"نثار......!" احمد اقبال کو حیرت کا جھٹکا لگا۔

وہ اولڈ ہاؤس کی تقریب میں شرکت کر کے واپس جا رہے تھے کہ کوریڈور میں انہیں نثار کی جھلک دکھائی دی۔ اس نے بھی انہیں دیکھ لیا اور منہ چھپا کر تقریباً بھاگنے کے انداز میں قدم بڑھائے تھے کہ احمد نے لپک کر اسے جا لیا۔

"او یار...... کہاں تو......" انہوں نے بھینچ کر اسے گلے سے لگایا۔

محبت اور بے تابی کے اس مظاہرے سے نثار صرف نظر کر ہی نہیں سکتا تھا۔ احمد اقبال کے گلے لگ کر وہ خوب ہچکیوں سے رویا۔ اس کے سینے کا زیر و بم احمد کی دھڑکنوں میں مدغم ہو رہا تھا۔ ایک دکھ کا ریلا تھا جو دونوں دوستوں کو بہا لے گیا تھا۔



"مگر کیوں...... بھابی نے ایسا کیوں کیا؟ وہ تو تجھ سے بہت محبت کرتی تھیں۔" احمد نے حیرت سے کہا۔

"اس کی محبت میں تو کوئی کلام نہیں' مگر زندگی صرف محبت کے سہارے نہیں گزاری جا سکتی۔ پیٹ خالی ہو تو محبت دم توڑ دیتی ہے۔ محبت تو پیٹ بھرے لوگوں کا تماشا ہے۔ دنیا کی سب سے بڑی حقیقت ہے دولت' روپیہ پیسہ وہ سب اسے مل گیا۔ میں اب اس کے لیے ناکارہ ہو گیا تھا۔" نثار کی قنوطیت پر حقیقت غالب آ گئی تھی۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا' قسم بخدا یقین نہیں آ رہا۔" احمد نے سر کو جھٹکا۔

"اور تمہارا بیٹا؟"

"اسے کینیڈا میں اسکالر شپ مل گئی۔ وہیں ایک لڑکی بھی مل گئی اور ماں کے طفیل باپ کی دولت میں سے حصہ بھی مل گیا۔" نثار نے نظریں جھکا کر جواب دیا۔

احمد اقبال نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔ حزن و ملال نے اسے گھیر رکھا تھا۔ وہ صدیوں کا بیمار لگ رہا تھا۔ مدقوق' مفلوک الحال' یہ اجڑا ہوا شخص جو کبھی ذہانت و فطانت کا شاہکار تھا۔ ٹوٹ پھوٹ' اجڑ کے کیسا بے رونق ہو گیا تھا۔

"چلو میں مانتا ہوں کہ تمہارے بیوی بچوں کو صرف اس جائیداد سے پیار تھا۔ جو انہوں نے تم سے لی اور جسے حماقت میں تم نے ان کے نام کر دیا......"

"حماقت نہیں' محبت کہو۔" نثار نے درمیان سے ٹوک کر تصحیح کی۔

دو چار لمحے احمد سے کچھ کہا ہی نہیں گیا۔ چند ثانیوں بعد انہوں نے ہمت مجتمع کر کے بولنے کی کوشش کی تو آواز بھرا گئی۔

"میں تمہارا دوست تھا' تم بھائی تھے میرے۔ میرے پاس آ سکتے تھے۔ کیا تم نے مجھے اس قابل بھی نہیں سمجھا کہ اپنے دل کا حال بیان کر سکو۔ اپنے دکھ کا اظہار کر سکو۔ بس یہ ہی تھی تمہاری محبت۔ اتنا ہی جانتے تھے تم مجھے۔"

"ہونہہ...... محبت' خود غرضی کی ڈور سے بندھے رشتے

اور بدنام محبت۔ مجھے بتاؤ محبت کیا ہے۔ بازار میں بکنے والی جنس۔ جسے نوٹوں سے خریدا جاسکتا ہے وہ محبت کہلانے کے لائق ہے۔ اسے محبت کہتے ہیں۔" نثار پھر جذباتی ہونے لگا۔ بے ربط جملے اس کی ذہنی کیفیت کے غماز تھے۔ احمد نے محسوس کیا کہ اسے خاموش ہوجانا چاہیے۔ اس بحث کو کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھ دینا چاہیے۔

"چھوڑو دفع کرو سب کو لعنت بھیجو اور اٹھو میرے ساتھ گھر چلو۔ میرے گھر...... اپنے گھر۔"

"نہیں یار! میں یہاں خوش ہوں۔ یہاں سب میرے جیسے لوگ ہیں۔ ٹھکرائے ہوئے ستم رسیدہ محبت کے مارے جنہیں کسی اور نے نہیں جیتے جی اپنوں نے مار ڈالا۔" نثار آزردہ ہوکر بولا۔

"تم ان کے جیسے نہیں ہو نہیں ہو تم ان کے جیسے۔ تم ڈاکٹر ہو۔ ایک قابل آدمی ہو۔ نئے سرے سے اپنی زندگی شروع کرو میں تمہیں کلینک کھلوادوں گا۔ اپنے علم کو ضائع نہ کرو۔ بہت سارے لوگوں کو تمہاری ضرورت ہے۔ تم بس چلو میرے ساتھ۔" احمد نے زبردستی اس کا ہاتھ تھام کر اسے کھڑا کرنے کی کوشش کی۔

"نہیں یار۔" نثار نے نرمی سے اپنا ہاتھ احمد کی گرفت سے آزاد کیا۔

"میں یہاں خوش ہوں۔ مجھے مجبور نہ کرو...... پلیز۔" اس کی ملتجی نگاہیں احمد کے چہرے پر گڑیں۔ احمد نے اس کے دونوں ہاتھ بندھے دیکھے تو ضبط کا یارا نہ رہا۔ وہ ایک بار پھر اسے گلے لگا کر رو پڑے۔ مگر اب کی بار نثار نے اپنے جذبات کو قابو میں رکھا۔

"اور وعدہ کرو اب دوبارہ مجھ سے ملنے نہیں آؤ گے۔" آہ...... یہ کیسی شرط کیسی پابندی تھی۔

"کیوں؟"

"بس...... میرا دل بھر گیا ہے اس دنیا سے لوگوں سے میں چاہتا ہوں کہ اب نئی شناخت کے ساتھ نئے لوگوں کے ساتھ رہوں۔ یہاں مجھے کوئی نہیں جانتا کہ میں کون ہوں؟ کیا ہوں نہیں چاہتا کہ کوئی جانے۔"

"تمہارا ماضی ایسا تو نہیں کہ جس پر شرمندہ ہوا جائے۔"

"میرا حال بھی تو ایسا نہیں کہ جس پر فخر کیا جائے۔" نثار نے ٹھنڈی سانس بھری۔

احمد اقبال کے پاس کہنے کو کچھ باقی نہ تھا۔ الفاظ گونگے ہوگئے تھے۔ خاموشی طویل ہوگئی تو نثار نے احمد کا کندھا تھپتھپایا۔

"جاؤ...... گھر جاؤ اور میری فکر نہ کرو۔ میں یہاں خوش ہوں مطمئن ہوں۔" احمد نے ہولے سے سر ہلایا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ لیکن ادارہ چھوڑنے سے پہلے انہوں نے وہاں کے منتظمین سے بات کرلی تھی۔ وہ تاحیات ان لوگوں کے کھانے پینے اور علاج معالجہ کا خرچا اٹھانا چاہتے تھے اور ادارے والے بخوشی ان کی بات مان گئے تھے۔



نثار سے مل کر وہ گھر پہنچے تو انہیں گمان بھی نہ تھا کہ ایک قیامت یہاں بھی گھات لگائے بیٹھی ہے۔ کوریڈور سے گزر کر وہ ڈرائنگ روم میں پہنچے تو ماں بیٹے پنچایت لگائے بیٹھے تھے۔ بیٹوں کے چہرے سے پریشانی ہویدا تھی۔ جب کہ شیبا بیگم نے جو فیصلہ کیا تھا اس سے ان کا دل سکون پاگیا تھا اور اس کا اندازہ ان کے بشرے سے ہو رہا تھا۔ احمد اقبال کے دل کو کھٹکا سا ہوا۔

"کیا ہوا؟ کیا بات ہے تم سب اتنے خاموش کیوں ہو؟"

"کک...... کچھ نہیں ایسے ہی آ...... آپ کے لیے پریشان ہو رہے تھے۔ آپ کہاں تھے؟ بہت دیر کردی۔" حسیب نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ اس کی جرأت نہیں ہو رہی تھی کہ باپ سے کچھ کہے۔ احمد اقبال نے کچھ جواب نہیں دیا اور سر ہلا کر اپنے بیڈروم کی طرف بڑھ گئے۔ شیبا بیگم پرخیال نظروں سے انہیں جاتا ہوا دیکھتی رہی تھیں۔



کمرے میں زیرو پاور کا بلب روشن تھا۔ خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ احمد جاگ رہے تھے مگر بازو چہرے پر ٹکائے

آنکھیں موندے لیٹے ہوئے تھے۔ ایک جوار بھاٹا تھا جو دماغ میں برپا تھا۔ ان کی سوچوں کا محور اس وقت بھی نثار تھا۔

جس وقت احمد امریکہ پڑھنے گئے تھے نثار کے ایک انکل وہاں رہتے تھے۔ انہوں نے احمد کو محض نثار کا دوست ہونے کے ناطے تین سال اپنے اپارٹمنٹ میں رکھا تھا۔ وہ مجرد تھے اس لیے ان کا وہاں رہنا کسی مشکل کا باعث نہیں بنا تھا۔ مگر احمد نے اس احسان کو کبھی فراموش نہیں کیا تھا۔ بعد میں جب قسمت احمد پر مہربان ہوئی تو انکل دنیا سے رخصت ہوچکے تھے۔ احمد انکل کے ساتھ ساتھ خود کو نثار کا بھی زیر بار سمجھتے تھے۔

محبت اور دوستی اپنی جگہ مگر احسان مندی بھی ایک بڑی وجہ تھی اس فکر مندی کے پیچھے۔ انہیں یقین نہیں آرہا تھا کہ نثار کی بیوی اتنی خود غرض اور لالچی ہوگی۔ نثار کی جائیداد اپنے نام کراتے ہی وہ سب اس سے یوں لاتعلق ہوگئے تھے جیسے کبھی آشنا نہ تھے۔

''یا حیرت...... انسان ایک عجوبہ ہے جس کی کوئی کل سیدھی نہیں۔ کہاں لوگ محبوب کو پانے کے لیے تخت وتاج ٹھکرا دیتے ہیں اور کہاں جائیداد کے پیچھے خون سفید ہوجاتا ہے۔ سچ سچ انسان ایسا ہی ہے۔ ناشکرا...... ناسپاس......''

''سوگئے کیا؟'' شیبا بیگم کی آواز بہت قریب سے ابھری۔

''نہیں جاگ رہا ہوں۔'' انہوں نے چہرے سے ہاتھ ہٹائے بغیر جواب دیا۔

''مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے۔''

''ہوں۔''

''وہ میں یہ کہہ رہی تھی کہ کہ ویسے تو ماشاء اللہ ہمارے بچے سمجھ دار اور فرماں بردار ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہم...... یعنی آپ...... زندگی میں ہی ساری جائیداد ان کے نام کردیں۔ بعد میں جھگڑے ہوتے ہیں تو بڑی جگ ہنسائی ہوتی ہے۔'' احمد کے گمان میں بھی نہ تھا کہ شیبا ایسی بات کریں گی۔ یہ سن کر انہیں کرنٹ لگا۔ وہ تیزی سے اٹھے اور بیوی کو دیکھنے لگے۔ انہیں یقین نہیں آرہا تھا کہ شیبا بھی ایسی بات کرسکتی ہیں۔

''یہ بچوں نے تم سے کہا ہے؟'' حیرت سے ان کی آنکھیں چڑھ گئیں۔

''نہیں میں کہہ رہی ہوں اور ایسی کون سی انہونی بات کہہ دی میں نے کہ آپ یوں حیران ہورہے ہیں۔'' احمد نے کچھ جواب نہ دیا اور واپس لیٹ گئے۔ اب وہ خاموشی سے کچھ سوچ رہے تھے۔

''کیا میں نے کچھ غلط کہا ہے؟'' وہ مستفسر ہوئیں۔

''میرے سر میں درد ہورہا ہے۔ فضول کی باتیں نہ کرو اور سو جاؤ۔'' احمد کا موڈ خراب ہوگیا تھا۔

''اس میں فضول کی کیا بات۔ جو کام کل کرنا ہے اگر آج سہولت سے ہوسکتا ہے تو حرج ہی کیا ہے؟'' شیبا بیگم کو اندازہ نہیں تھا کہ اس وقت احمد اقبال کس اذیت میں مبتلا ہیں، کس کرب سے گزر رہے ہیں۔ دوسروں کے حوالے سے جس بات نے ان کے دل کو درد سے بھر دیا تھا۔ شیبا نے انجانے میں اسی بھڑ کے چھتے میں ہاتھ ڈال دیا تھا۔

''دیکھو...... میرا دماغ خراب مت کرو۔ سونا ہے تو سو ورنہ جاؤ یہاں سے۔'' احمد کی آواز بلند ہوگئی۔

''نہیں...... آج آپ کو فیصلہ کرنا ہی ہوگا۔'' شیبا نے بچوں کی طرح ضد کی تو انہیں ایک دم غصہ آگیا۔

''کیا......؟ کیا چاہ رہی ہو تم۔ سب کچھ انہیں دے دوں، خود کشکول تھام لوں، بھکاری بن جاؤں، دنیا سے منہ چھپاتا پھروں۔'' انہوں نے دونوں بازوؤں سے انہیں سختی سے تھاما اور ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولے۔ ''یہ دولت میری محنت کی کمائی ہے۔ سنہری ماہ وسال اور چھوٹی چھوٹی خوشیاں قربان کرکے، خون پسینہ ایک کرکے میں نے اسے حاصل کیا ہے۔ تمہارے، بچوں کے پاس جو کچھ ہے وہ بھی میرا ہی ہے۔ یہ عیش، بے فکری، خوش حالی۔ اس کے پیچھے کس کی محنت ہے...... تمہاری، تمہارے بچوں کی، کس کی؟'' وہ چلائے۔

شیبا نے جھٹکے سے خود کو ان کی گرفت سے آزاد کرایا۔

"چلاؤ مت اور کیا محبت کے طعنے دے رہو تم...... میں نے بھی قربانی دی ہے۔ خود تو وہاں سے ڈالر ہی بھیجتے تھے ناں' تنہا عورت کے لیے بچے پالنا کتنا مشکل ہے اس کا کچھ اندازہ نہیں۔ میں جوان تھی' میرے پاس بھی دل تھا...... جذبات تھے' مگر میں نے ان سب کا گلا گھونٹ دیا۔ تمہارے بچوں کو پالا' مزدوروں کے سر پر کھڑے ہو کر...... اس عالی شان گھر کو تعمیر کرایا جو تمہارا ہے۔" ان کا لہجہ طنزیہ ہوا۔

"تمہارے پیسے کو کبھی ضائع نہ کیا۔ للے تللوں میں نہیں اڑایا اور صرف تمہارے پیسے کی حفاظت نہ کی بلکہ خود کو بھی روکے رکھا...... کس کے لیے؟" احمد نے سختی سے مٹھیاں بھینچیں۔ شدت جذبات سے ان کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

"خود تو نہ جانے کہاں' کہاں منہ مارتے پھرتے ہوں گے وہاں دیکھنے والا اور روکنے والا تھا ہی کون؟" شیبا بیگم کی بڑبڑاہٹ نے تازیانے کا کام کیا۔

"نکلو...... نکلو میرے کمرے سے اور دفع ہو جاؤ۔" انہوں نے شیبا بیگم کو دروازے کی راہ دکھائی۔

اتنی محبت کرنے والا شوہر ذرا سی بات پر یوں چراغ پا ہو جائے گا ایسا تو شیبا نے سوچا بھی نہیں تھا۔ اب جو انہوں نے دروازے کی راہ دکھائی تو ضبط کا یارا نہ رہا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر رونے لگیں۔ احمد نے غصے سے ان کا بازو تھاما' انہیں زبردستی اٹھایا اور دروازے کی طرف بڑھے۔ وہ مچلیں' مزاحمت کرنے لگیں' مگر احمد کے سامنے ان کی ایک نہ چلی۔ وہ انہیں گھسیٹتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھے اور بولے۔

"یہ جائیداد تو تمہیں جب ہی ملے گی جب میں مر جاؤں گا۔ جاؤ' میرے مرنے کی دعا کرو۔" دونوں کو احساس نہیں تھا کہ جھگڑے کی آوازیں باہر تک جا رہی ہیں۔ دروازے کے سامنے سارے بیٹے' بہوویں جمع تھے اور تذبذب میں تھے کہ کیا کریں۔ ایسے میں اچانک دروازہ کھلا...... احمد نے شیبا کو باہر دھکا دے دیا۔ دھکا دینے کے ساتھ ہی ان کی نگاہ اپنے بیٹوں پر پڑی۔ وہ لمحے بھر کو ٹھٹکے اور پھر دروازہ زور سے بند کیا۔ بیٹوں نے پھرتی سے آگے بڑھ کر گرتی ہوئی شیبا کو سنبھالا۔



دن چڑھے احمد کی آنکھ کھلی۔ سر میں درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں اور جسم کسلمندی کا شکار تھا۔ بے سروپا خیالات نے متشکل ہو کر ڈراؤنے خوابوں کا روپ دھار لیا تھا۔ نیند بھی سکون آور نہ بن سکی تھی۔ انہیں شدت سے چائے کی طلب محسوس ہو رہی تھی۔ انہوں نے تھوڑی دیر شیبا کا انتظار کیا۔ شیبا کی عادت تھی' تھوڑی تھوڑی دیر میں کمرے کا چکر لگاتی رہتیں اور جب احمد جاگ جاتے تو ان کے کہے بغیر چائے کا کپ حاضر کر دیتیں مگر آج انتظار طویل ہو گیا تھا۔ اچانک انہیں رات کا جھگڑا یاد آیا اور وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھے۔

"ہوں...... تو ناراض ہو گئی ہے۔" انہوں نے شرمساری سے سوچا۔

"ناراض ہونا بنتا بھی ہے...... مجھے اتنے غصے میں نہیں آنا چاہیے تھا۔ کیا ہوا اگر اس نے یہ سب کہہ دیا...... وہ ماں بن کر بول رہی تھی اور پھر یہ بچے میرے ہی تو ہیں۔ میرا سب کچھ ان کا ہی ہے۔ میں خود بھی تو ان کا ہی ہوں اگر میں پیار سے سمجھاتا تو کبھی ضد نہ کرتی۔ ہے ہی ایسی پیار کرنے والی...... پاگل اور میں...... توبہ۔" ندامت نے انہیں گھیرا۔

"چلو...... منالوں گا اور ماضی کی ساری کوتاہیاں اور شکوے بھی دور کر دوں گا۔" وہ مسکراتے ہوئے واش روم کی طرف بڑھ گئے تھے۔



شیبا نہ کچن میں تھی نہ ڈرائنگ روم میں' کامن روم بھی خالی پڑا تھا۔ اچانک انہیں غیر معمولی سناٹے کا احساس ہوا۔ وہ جھجکتے ہوئے حسیب کے کمرے کی طرف گئے۔ کئی مرتبہ دروازہ کھٹکھٹانے پر بھی وہ باہر نہ نکلا تو انہوں نے ہینڈل پر دباؤ ڈالا اور دروازہ بغیر کسی آواز کے کھل گیا۔ حسیب اور ندا بھی غائب تھے۔ پھر تو انہوں نے پورا گھر چھان مارا۔ شیبا اور تمام بچے گھر چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ احمد نے سر تھام لیا۔

بات اتنی بڑھ جائے گی یہ تو ان کے گمان میں بھی نہ تھا۔

"میری محبت اور قربانیوں کا یہی حاصل ہے؟" انہیں غصہ آنے لگا۔

"سمجھتے کیا ہو تم سب...... میں تمہارے بغیر رہ نہیں سکتا۔ میں ہرگز بلیک میل نہیں ہوں گا...... جو دل چاہے کروں گا...... ان لوگوں کو یاد رکھنا چاہیے' میں ان کا باپ ہوں۔" انہوں نے کچن میں جا کر اپنے لیے انڈہ فرائی کیا۔ چائے بنائی اور اطمینان سے ناشتہ کیا۔ انہوں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ اگر وہ لوگ خود آنا چاہیں تو آ جائیں۔ میں انہیں ہرگز لینے نہیں جاؤں گا۔



دو ہی دن میں احمد اقبال اس تنہائی سے گھبرا اٹھے...... وہ تو اپنے وطن اس لیے آئے تھے کہ اپنوں کے ساتھ مل کر رہیں گے۔ بہت کمالیا تھا۔ عیش کا سامان اکٹھا کرتے کرتے وہ رشتوں کی رفاقت کو ترس گئے تھے' لیکن یہ سب کیا ہوگیا تھا۔

آہ...... دنیا کا کوئی رشتہ غرض سے خالی نہیں' سب مفادات کی ڈور سے بندھے ہیں۔ جب تک ضرورتیں پوری ہوتی رہیں رشتے قائم رہتے ہیں۔ جہاں خواہشات حسرتوں کا روپ دھاریں وہیں تعلقات کا توازن بگڑنے لگتا ہے۔ تو طے پایا کہ سارے فساد کی جڑ خواہشیں اور وہ امیدیں ہیں جو ہم انسان ایک دوسرے سے وابستہ کرلیتے ہیں۔ سکون اور خوشی اسی میں ہے کہ خواہشوں کا سلسلہ دراز نہ ہو۔ لیکن انہوں نے تو بہت چھوٹی سی خواہش کی تھی۔ مل جل کر رہنے کی خواہش' زندگی کا حسین دور جن رفاقتوں کے بغیر گزرا تھا اب انہیں پانے کی تمنا ان کا حق بنتا تھا' مگر شاید انہیں دیر ہوگئی تھی۔ دوری نے رشتوں کے درمیان سے مروت ولحاظ کو خارج کردیا تھا۔

اس کے باوجود انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ شیبا اور بچوں کو دوبارہ اپنی زندگی میں لائیں گے۔ وہ بدل گئے تو کیا ہوا؟ احمد تو نہیں بدلے تھے۔ وہ وہی تھے۔ محبت کرنے والے باپ...... ایک نگاہ پر لٹ جانے والے شوہر۔



احمد کا فون نہ شیبا اٹینڈ کررہی تھیں نہ کوئی بیٹا۔ احمد کو فکر دامن گیر ہوئی۔

"وہ ٹھیک تو ہیں نجانے کہاں ہوں گے؟" سارے بیٹے مالی طور پر آسودہ تھے۔ شیبا کے اکاؤنٹ میں بھی وہ ہر مہینے اچھی خاصی رقم جمع کراتے تھے اور ان پیسوں کا انہوں نے کبھی حساب نہیں لیا تھا۔ سو اتنا اطمینان تو تھا کہ وہ فوری طور پر رہائش کا بندوبست کرسکتے ہیں' مگر ہوں گے کہاں؟

انہوں نے گاڑی نکالی۔ ابھی وہ بیٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ چوکیدار نے ایک خاکی لفافہ انہیں تھمایا۔ انہوں نے اسے الٹ پلٹ کر دیکھا اور کھول لیا۔ جیسے جیسے وہ عبارت پڑھتے رہے' ویسے ویسے ان کا رنگ متغیر ہوتا گیا' یہ عدالتی نوٹس تھا۔ بیٹوں نے جائیداد پر دعویٰ دائر کیا تھا اور عدالت نے انہیں طلب کرلیا تھا۔

احمد سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ان کے بیٹے اس حد تک چلے جائیں گے۔ وہ کچھ لمحے وہیں کھڑے اپنے غصے اور سانسوں پر قابو پاتے رہے اور پھر گاڑی میں بیٹھ گئے' اب ان کا رخ بیرسٹر سیف الدین کے دفتر کی طرف تھا۔ انہوں نے زچ آکر تریاہٹ کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔



"کیا؟ تم لوگوں نے اپنے باپ پر مقدمہ کردیا...... اپنے باپ پر......!" شیبا کی آواز مرتعش ہوئی۔

"امی...... ہمیں اس کے لیے ڈیڈ نے ہی مجبور کیا ہے اور پھر آپ بھی تو یہی چاہتی تھیں۔ اب لڑنا ہی ٹھہرا تو پھر باپ کیا...... بس لڑنا ہے۔" حسیب نے نظر چرا کر جواب دیا۔

"میں تمہارے باپ کو ایموشنلی فورس کررہی تھی...... میں جانتی ہوں کہ وہ ہم سب سے کتنی محبت کرتے ہیں...... وہ ہمارے بغیر نہیں رہ سکتے۔ جلد یا بدیر انہیں گھٹنے ٹیکنا ہی تھے...... اوگاڈ...... تم لوگوں کی جلد بازی نے سارا کام خراب کردیا۔ کم از کم مجھ سے تو پوچھ لیتے۔" وہ سر ہلاتے ہوئے بولیں۔ انہیں حقیقتاً صدمہ پہنچا تھا۔

حسیب نے کچھ جواب نہ دیا اور خاموشی سے اٹھ کر چلا گیا۔ شیبا سر تھام کر بیٹھ گئیں۔ جس جگ ہنسائی سے وہ احمد کو ڈرا رہی تھیں اس نے ان کے آنگن میں پہلی دستک دے دی تھی۔



شیبا کی آنکھیں متورم تھیں۔ وہ کن اکھیوں سے احمد کو دیکھ رہی تھیں مگر احمد اردگرد سے بالکل لاتعلق اور بے نیاز ہوکر اپنے وکیل کے ساتھ مصروف تھے۔ پہلے ان دونوں کے درمیان مکانی فاصلے تھے مگر دل پیار کی ڈور سے بندھے ہوئے تھے۔ آج وہ سامنے بیٹھے تھے' مگر درمیان میں صدیوں کا فاصلہ تھا۔ وہ تو بڑی صلح جو اور پیار کرنے والی تھیں پھر یہ غلطی نجانے کیسے ہوگئی تھی؟

"آہ...... محبت دولت کی ہو یا اولاد کی' ہمیشہ آزمائش ہی ہوتی ہے۔"

ان کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ انہیں مخاطب کریں۔ خاموشی سے نگاہیں جھکائے بیٹھی رہیں۔ انہیں یقین کامل تھا کہ احمد ان کی طرف ضرور دیکھیں گے۔ وہ مجوب سی بیٹھی رہیں مگر احمد نے ایک ذرا نگاہ اٹھا کر ان کی طرف نہیں دیکھا۔ کسی بے خبر کو پتا ہی نہیں تھا کہ اس کا شہر بھنبھور لٹ چکا ہے۔



مقدمے کی بنیاد انتہائی بودی تھی۔ قانونی اور شرعی طور پر کسی کو بھی مجبور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اپنی جائیداد سے دست بردار ہو یا اسے کسی اور کو منتقل کردے۔ احمد اقبال بلاشرکت غیرے اس کے مالک تھے اور اس کے تصرف پر پورا اختیار رکھتے تھے۔ احمد کو اندازہ تھا کہ یہ مقدمہ چار پیشیوں کی مار ہے' لیکن ان کے بیٹوں کا وکیل بڑا کائیاں تھا۔ حقیقت سے واقف ہونے کے باوجود اسے طول دے رہا تھا۔ اس کی جیب بھاری جو ہو رہی تھی۔ اسے اپنے موکل سے زیادہ اپنا مفاد عزیز تھا اور اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے وہ انہیں بڑی خوبی سے استعمال کر رہا تھا۔



وہ اٹھارہ سال کے تھے جب امریکہ پڑھنے گئے تھے...... پڑھائی کے ساتھ ساتھ ایک فیکٹری میں بھی کام کرتے تھے۔ سرد راتوں کو کسی برج کے نیچے' کسی گاڑی کے پیچھے' کسی ٹرمینس کے بنچ پر پڑ کر سو جاتے۔ شروع کے دس سال انتہائی کٹھن اور جان لیوا تھے۔ بعد میں اگرچہ نثار کے انکل نے رہائش کا مسئلہ حل کردیا تھا' مگر دیار غیر میں دوسرے درجے کا شہری بن کر رہنا اذیت ناک بھی تھا اور چشم کشا بھی۔ جلد ہی انہوں نے بھی اس حقیقت کو پالیا کہ ترقی کا زینہ' مشکلات کا حل' صرف اور صرف مایا ہے...... انسان کی ساری جدوجہد' کوششیں' جھگڑے' فسادات' طاقت اور دولت کے گرد گھوم رہے ہیں۔ انہوں نے محنت کو اپنا شعار بنایا تو دست قدرت بھی مہربان ہوگیا تھا۔ پھر انہوں نے مڑ کر نہیں دیکھا...... وہ جس فیکٹری میں کام کرتے تھے ایک وقت ایسا آیا کہ اس کے مالک بن گئے۔

وہ تخلیقی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ ان کے ڈیزائن کردہ ملبوسات نے فیشن کی دنیا میں تہلکہ مچا دیا تھا۔ ہن برسنے لگا تو تعلقات میں بھی اضافہ ہوا۔ اثر و رسوخ نے کاروبار پر بھی بہترین اثر ڈالا۔ وہ وقتاً فوقتاً پاکستان کا بھی چکر لگاتے تھے اور چاروں بچے ان ہی دوروں کی یادگار تھے۔ اس وقت ان پر صرف ڈالر کمانے کی دھن سوار تھی۔ گھر والوں کو دنیا کی ہر نعمت سے فیض یاب کرنے کا جنون تھا۔ بچوں کو بہترین تعلیمی اداروں سے تعلیم دلوائی۔ بچوں کا مستقبل بہتر بنانے کے لیے اور محفوظ کرنے کے لیے پاکستان میں بھی سرمایہ کاری کی۔ بچے سمجھدار ہوئے تو انہیں الگ الگ کاروبار سیٹ کرکے دیا۔ بچے بھی ان کی طرح خوش قسمت نکلے بلکہ ان سے بھی زیادہ...... ان کے حصے کی ابتدائی مشقت بھی باپ نے جھیل لی تھی۔ انہیں بنا بنایا سیٹ اپ ملا۔ سرمایہ ملا اور اللہ کی مہربانی ملی۔ ذہانت اور ہوشیاری ورثے میں ملی تھی۔ پس باپ کی طرح انہوں نے بھی مڑ کر نہیں دیکھا' سب اپنی اپنی جگہ مالی طور پر آسودہ اور خوش تھے۔ چھوٹی عمروں میں ان کی شادیاں بھی کردی تھیں۔ ایک پرسکون زندگی جس کا خواب ہر انسان دیکھتا ہے ان کا

مقدر تھی۔

اب جا کر احمد کو احساس ہو رہا تھا کہ دولت تو مل گئی تھی مگر خوشیوں اور دوری کی قیمت پر۔ انہوں نے اپنے بچوں کے منہ سے پہلی دفعہ ڈیڈی کا لفظ سن کر نہال ہونے کی خوشی نہیں پائی‘ انہیں گھٹنوں گھٹنوں چلتے‘ لڑکھڑا کر گرنے اور گر کر پھر سنبھلنے اور کھڑے ہوتے نہیں دیکھا تھا۔ ان کی تعلیمی کامیابیوں پر ان کے چمکتے‘ مسکراتے فخریہ چہرے نہیں دیکھے تھے مگر اس کے باوجود ماضی میں خوشیاں محو رقص تھیں۔ تو کیا مادی چیزیں ہی خوشیوں کی بنیاد ہوا کرتی ہیں۔ محبت‘ ایثار‘ قربانی‘ گرم جوشی‘ اپنائیت‘ خلوص‘ دلداری...... سب سراب...... واہمہ؟



انہوں نے ڈرائنگ روم میں آ کر میز کی دراز کھولی اور کاغذ قلم سنبھال کر بیٹھ گئے۔ بہت دیر سوچتے رہے اور پھر لکھتے چلے گئے۔ پرچے کو لفافے میں ڈال کر چوکیدار کو دیا کہ جا کر بیرسٹر سیف کو دے آئے اور خود اندر جانے کے بجائے گھر کی داخلی سیڑھیوں پر ہی بیٹھ گئے۔ سر دروازے کی پشت سے لگایا اور آنکھیں بند کر لیں‘ مگر جلد ہی آنکھیں کھولنا پڑ گئیں۔

شیبا نے دھم سے ان کی گود میں وجدان کو ڈالا تھا۔ وہ چھ ماہ کا تھا اور وہ پہلی بار اسے گود میں لے رہے تھے۔ ان کا دل مسرتوں سے بھر رہا تھا۔ شیبا نے چوتھے بیٹے کو جنم دے کر انہیں مالا مال کر دیا تھا۔ باقی بچے ان کے اردگرد اچھل رہے تھے۔ کوئی کاندھے پر سوار ہو رہا تھا تو کوئی ان کے بالوں سے کھیل رہا تھا۔ وہ سب بڑھ بڑھ کر پوچھ رہے تھے۔

”ڈیڈی...... آپ ہمارے لیے کیا لائے ہیں؟“ اور احمد نے کھلونوں‘ کپڑوں‘ جوتوں‘ چاکلیٹس‘ ویڈیو گیمز اور نجانے کن کن چیزوں کا ڈھیر ان کے سامنے لگا دیا تھا۔ وہ خوشی سے اچھل رہے تھے۔ ہنس بول رہے تھے۔

احمد نے ایک پیار بھری نگاہ شیبا پر ڈالی۔ اس کے چہرے پر بے پایاں مسرت نے ڈیرا جما رکھا تھا۔ اس کی بھوری آنکھیں ہیرے کی کنی کی مانند چمک رہی تھیں۔ اس کی کوئی فرمائش نہیں تھی۔ کوئی مطالبہ بھی نہیں تھا۔ وہ صرف احمد کو مسکراتی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر فخریہ‘ ناز و ادا سے بھری ملکوتی مسکراہٹ تھی۔ حسن کو دو آتشہ کرنے والی مسکراہٹ‘ دل کا قرار لوٹ لینے والی مسکراہٹ۔ احمد کے چہرے پر بھی مسکراہٹ بکھری اور ہمیشہ کے لیے منجمد ہو گئی تھی۔



شیبا پہلی دفعہ اس گھر میں دلہن بن کر آئی تھیں‘ آج دوسری دفعہ بیوہ بن کر داخل ہو رہی تھیں۔ جب وہ دلہن بن کر آئی تھیں تو احمد نے بڑے فلمی انداز میں‘ بے حد رومانٹک اسٹائل میں ان کا استقبال کیا تھا۔ تب یہ گھر وسیع تو تھا مگر حسین نہیں تھا۔ کچی دیواریں‘ کچا فرش‘ مگر احمد کی محبت نے زندگی کو رنگوں سے بھر دیا تھا۔ دل کو نئے انداز سے دھڑکنا سکھایا تھا۔

وہ صرف دو ماہ کے لیے پاکستان آئے تھے اور یہ دو ماہ شیبا کی زندگی کے ناقابل فراموش دن تھے۔ عمر بھر کی لذت ان ہی دو ماہ میں پوشیدہ تھی۔ تبدیلی صرف شیبا کی زندگی میں نہیں آئی تھی۔ احمد کی زندگی میں بھی آئی تھی۔ دیار غیر میں انہوں نے خوب محنت کی اور پُرتعیش زندگی دے کر شیبا کو دوری‘ جدائی کا‘ محرومی کا احساس نہیں ہونے دیا۔

شیبا نے اس گھر کو ڈھا کر‘ نئے گھر کی بنیاد رکھی۔ اپنی مرضی کا دو منزلہ گھر تعمیر کرا لیا۔ اس کی سجاوٹ‘ ان کے ذوق سلیم‘ کی آئینہ دار تھی۔ ہر چیز سے امارت و نفاست ٹپک رہی تھی۔ وہ احمد اقبال کو حیران کر دینا چاہتی تھیں اور وہ واقعی حیران ہوئے تھے۔ بعد میں اس حیرانی میں فخر بھی شامل ہو گیا۔ شیبا نے ان کا پیسہ ضائع نہیں کیا تھا بلکہ اسے بڑی خوبی سے استعمال کیا تھا اور جی بھر کے داد پائی تھی۔

سیڑھیوں‘ کوریڈور‘ کچن‘ لان اور گھر کے مختلف گوشوں میں انہوں نے احمد کی محبت پاش نظروں سے حظ اٹھایا تھا۔ ان کے بازوؤں میں سمٹ کر دنیا کو بھلایا تھا۔ جگہ جگہ...... قدم قدم پر ان کی یاد بکھری تھی۔ محبت‘ گرم جوشی‘ سرگوشیاں‘ قہقہے...... ابھی میلہ لگا ہوا تھا ابھی سناٹا چھا گیا تھا۔

وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر پھوٹ پھوٹ کے رو دی تھیں۔

❀......◉......❀

ڈرائنگ روم میں گمبھیر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ چاروں بیٹے خاموش اور افسردہ تھے۔ انہیں باپ سے محبت تھی اس پر فخر تھا مگر جو کچھ ہوا تھا حالات جس نہج پر جا پہنچے تھے وہاں محبت پانی کا بلبلہ ثابت ہوئی تھی۔ شیبا بیگم کمرے میں داخل ہوئیں تو چاروں بیٹے اور بیرسٹر سیف الدین احتراماً کھڑے ہو گئے۔ شیبا نے ایک اچٹتی نگاہ بیرسٹر پر ڈالی۔

انہیں لگا جیسے بیرسٹر کی آنکھوں میں ان کے لیے تمسخر اور استہزا ہے کچھ نفرت سی ہے۔ اس کے ابرو تن گئے۔ جو کچھ بھی تھا بہر حال...... وہ ان کے ملازم تھے۔ ان کے شوہر احمد اقبال کے قانونی مشیر اور کاروبار کے مالی مفادات کو دیکھتے تھے۔ قانونی موشگافیوں سے بچنا اور قانون کو اپنے حق میں رکھنے پر انہیں مہارت حاصل تھی۔ وہ پچھلے بیس سال سے احمد کے ساتھ تھے اور اب ملازم کی جگہ انہوں نے ایک قابل اعتماد ساتھی کی لے لی تھی۔ احمد اقبال آنکھ بند کر کے ان کے مشوروں پر عمل کرتے تھے۔ بیرسٹر نے بھی ان کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائی تھی۔ قانونی ہیرا پھیری اپنی جگہ مگر بہر حال بجائے خود وہ ایک قابل قدر انسان تھے۔

شیبا نے ایک نگاہ اپنے بیٹوں پر بھی ڈالی۔ ان ہی کی محبت میں مبتلا ہو کر انہوں نے احمد کا دل توڑا تھا۔ اسے زک پہنچائی تھی۔ جدائی تو ازل سے طے ہے۔ لوٹ کر تو جانا ہی ہے یہ تو ہر ذی روح کا مقدر ہے مگر اس طرح...... یوں...... وشت ندامت میں بھٹکتے ہوئے ان کے آبلے رسنے لگے تھے۔ انہوں نے سر جھٹکا...... اب راکھ کرید نے سے کیا حاصل؟

"بیرسٹر صاحب...... جائیداد کی منتقلی کا جو بھی پروسس ہے اسے مکمل کیجیے۔ احمد نے جن لوگوں کے ماہانہ وظائف مقرر کر رکھے تھے جن اداروں اور انجمنوں کی مالی امداد کا بیڑہ اٹھا رکھا تھا۔ وہ اسی طرح جاری رہے گا۔ اس کے علاوہ جو کرنا ہے وہ آپ کیجیے۔" فلاحی کاموں کو جاری رکھنے کا عندیہ دے کر شاید وہ ندامت کے احساس کو کم کرنا چاہ رہی تھیں۔

"معاف کیجیے گا بیگم صاحبہ......" بیرسٹر نے کھنکھار کر گلا صاف کیا۔ "آپ کا حکم سر آنکھوں پر مگر میں سب سے پہلے احمد صاحب کی وصیت پر عمل کرنے کا پابند ہوں۔" شیبا نے استفہامیہ انداز میں انہیں دیکھا۔ سیف صاحب نے بات جاری رکھی۔

"احمد صاحب کی وصیت کے مطابق جائیداد کا بٹوارہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ کیس اپنے منطقی انجام کو نہ پہنچ جائے۔"

"احمد کی وفات کے بعد کیا کیس ختم نہیں ہو گیا؟"

"جی نہیں......" انہوں نے سلسلۂ کلام جاری رکھا۔ "احمد صاحب نے مجھے پاور آف اٹارنی دی ہے...... میں یہ کیس اس وقت تک لڑوں گا...... جب تک اس کا فیصلہ نہیں ہو جاتا۔"

"تم؟ دو ٹکے کے ملازم......" حسیب اور منجھلے بیٹے کامران کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ "تم ہم سے مقابلہ کرو گے...... تمہاری یہ جرأت......"

"نہیں...... میں نہیں لڑوں گا...... میں اپنی حیثیت سے واقف ہوں...... وقت لڑے گا۔"

"بات زیادہ نہ بڑھاؤ بیرسٹر۔" شیبا نے بیٹوں کو مشتعل دیکھ کر مداخلت کی۔

"پاور آف اٹارنی کو چیلنج بھی کیا جا سکتا ہے جو کچھ چاہیے لے لو اور جو میں نے کہا ہے وہ کرو۔"

"معافی چاہتا ہوں بیگم صاحبہ۔ میں احمد صاحب کا وفادار تھا ان کا ملازم تھا ان کے ہر حکم پر عمل کرنا میرا فرض ہے...... اور ہاں میرے خون کا رنگ ابھی بھی لال ہے۔" وہ ان کی طرف دیکھے بغیر دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ شیبا بیگم کا منہ بگڑ گیا۔ ملازم کا جوتا بڑی زور سے منہ پر لگا تھا۔ بیٹوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ مرنے کے بعد بھی باپ ثابت کر رہا تھا کہ باپ باپ ہی ہوتا ہے۔

❀......◉......❀

دس سال گزر گئے تھے۔ شیبا بیگم کی سدا بہار جوانی کا

اونٹ بڑھاپے کے پہاڑ کے نیچے آ ہی گیا تھا۔ بیٹے صاحب اولاد ہوگئے تھے۔ سب نے اپنی اپنی دنیا بسالی تھی۔ شیبا ان کے ساتھ رہتے ہوئے بھی تنہا تھیں۔ وجدان' بیوی' بچوں سمیت امریکہ شفٹ ہوگیا تھا۔

احمد اس خواب کے ساتھ وطن واپس آئے تھے کہ باقی ماندہ زندگی پوتے پوتیوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے' انہیں بہلاتے اور ان کے ناز اٹھاتے گزاریں گے۔ ان کے باقی ماندہ سال معصوم حرکتوں اور شرارتوں سے لطف کشید کرتے ہوئے گزاریں گے' مگر "اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔"

احمد پکا کام کرکے گئے تھے۔ امریکہ کے تمام اثاثہ جات بیچ کر انہوں نے پاکستان میں سرمایہ کاری کی تھی۔ بیرسٹر سیف الدین اور ان جیسے بے شمار ورکرز جنہیں وہ نہ صرف اولاد کی طرح عزیز رکھتے تھے بلکہ وقت پڑنے پر ثابت بھی کرتے تھے کہ سربراہ ایک باپ کی طرح ہوتا ہے...... وہی ورکرز ان کی عدم موجودگی میں ثابت کررہے تھے کہ اخلاص و محبت' خون سے مشروط نہیں اور ہر بیٹے کا خون سفید نہیں ہوتا۔ ان کا کاروبار ان کی وفات کے بعد بھی دن دگنی ترقی کررہا تھا۔ صرف احمد اقبال نہیں تھے باقی گلشن کا سارا کاروبار اسی شدومد کے ساتھ جاری تھا...... سب کچھ ویسے ہی چل رہا تھا۔

مگر شیبا اور اس کے بچوں کی زندگی بھنور میں پھنس گئی تھی۔ مقدمے کی طوالت نے ان کے کس بل نکال دیے تھے۔ باپ سے جھگڑا اور اس کی وجہ...... کاروباری حلقوں میں ان کی رسوائی کا سبب بن گیا تھا۔ ان کی عزت اور ساکھ بری طرح متاثر ہوئی تھی۔ وہ اس ٹنٹنے کو ختم کرنا چاہتے تھے' مگر کمبل جان نہیں چھوڑ رہا تھا۔ کاروباری رقابتیں الگ ذہنی پریشانی کا سامان تھیں۔

بالآخر وہ دن آ ہی گیا جب اس مقدمے کو فیصل ہوجانا تھا۔ شیبا بیگم گھر پر ہی تھیں جب حسیب نے انہیں فون پر اطلاع دی کہ مقدمہ احمد اقبال جیت گئے ہیں۔ قسمت ان پر ہمیشہ مہربان رہی تھی۔ خالص اور بے ریا' نیت اور اعمال کا مقدر جیت ہی ہوتی ہے وہ تو زندگی بھر جیتتے آئے تھے۔ آج ایک اور جیت ان کا مقدر بنی تھی۔ یہ کون سی انہونی بات تھی۔



تاریخ ایک بار پھر اپنے آپ کو دہرا رہی تھی شاید۔ ماحول پر اسی طرح گمبھیر خاموشی چھائی ہوئی تھی...... ڈرائنگ روم میں شیبا بیگم اور ان کے تینوں بیٹے موجود تھے۔ بیرسٹر سیف الدین نے کھنکھار کر گلا صاف کیا اور بولے۔

"دس سال پہلے بھی میں احمد صاحب کی وصیت پر عمل کرنے کا پابند تھا اور آج فیصلے کے بعد بھی ان کی وصیت پر عمل کرنے کا پابند ہوں۔ یہ کاغذات آپ دیکھ لیں' احمد صاحب کی وصیت کے مطابق تمام جائیداد چاروں بچوں اور آپ کے درمیان شرعی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے تقسیم کردی گئی ہے آپ کو حق ہے تمام کاروباری معاملات جس طرح چاہیں چلائیں۔ فلاحی کام جاری رکھیں یا بند کردیں جسے نوکری سے فارغ کرنا چاہیں' کردیں...... احمد صاحب نے تمام اختیارات بھی آپ کو سونپ دیے ہیں۔" احمد صاحب عدالت میں ہی نہیں جیتے تھے وہ اخلاق کے محاذ پر بھی سرخرو ٹھہرے تھے۔

شرافت نے کمینگی کو مات دے دی تھی۔ محبت سرخرو ہوئی تھی اور حرص وہوس منہ چھپاتے پھر رہے تھے۔ حالات بدلے تھے مگر احمد اقبال...... نہیں بدلے تھے۔ آج انہوں نے پھر ثابت کردیا تھا کہ باپ...... باپ ہی ہوتا ہے۔

سیف الدین خاموش ہوئے تو تینوں بیٹوں کے منہ کھل گئے۔

"یہ کیا کہہ رہے تھے سیف صاحب......!" انہوں نے شیبا بیگم کو دیکھا۔ شیبا کی آنکھیں بھر آئیں تو تینوں ان سے لپٹ کر دھاڑیں مار کر رونے لگے تھے۔

وہ آج یتیم ہوگئے تھے......!!



دھند کے پار

اُم زویا

ہم غم کو ان آنکھوں سے عبارت نہیں کرتے
لہجے سے بھی کوئی تو شکایت نہیں کرتے
ہم وقت کے ہاتھوں میں کھلونے کی طرح ہیں
اس واسطے دنیا سے بغاوت نہیں کرتے

چل چل کر حقیقتاً ان کے پیر دکھنے لگے تھے۔

"ہائے عینا کی بچی اللہ سمجھے گا تمہیں، کس کونے میں گھر لیا ہے کہ چلتے چلتے پیر گھس گئے لیکن تمہارا گھر نہیں آیا اب تک۔" انضاء نے دہائی دی تو نوین نے اسے گھورا۔

"اسے نہیں، اللہ تمہیں سمجھے گا جو تینتالیس ڈگری ٹمپریچر میں دوست کو سرپرائز دینے نکلی تھیں۔"

"میرا کیا قصور ہے، مجھے لگا ہم بغیر بتائے پہنچیں گے تو اس کی خوشی دوبالا ہو جائے گی۔" انضاء نے صفائی دی۔

"کیا کہنے آپ کی معصوم سی خواہش کے لیکن مجھے کیوں خوار کیا ساتھ میں؟ ڈیڑھ گھنٹے سے چل چل کر یہ حالت ہوگئی ہے کہ لگتا ہے منہ کھولوں گی تو الفاظ کے بجائے آگ کے گولے نکلیں گے۔" نوین کی برداشت اب جواب دیتی جا رہی تھی۔

"واہ جی واہ سارا الزام مجھ پہ، وہ تمہاری دوست نہیں ہے کیا؟ اب کیا کروں اس نے تو کہا تھا بڑا آسان ایڈریس ہے اس کے گھر کا، لیکن یہاں تو سرے سے اس علاقے کا نام ونشان ہی نہیں مل رہا۔" اس کے کہنے پہ نوین کو نئے سرے سے تپ چڑھی۔

"ایک تو علاقے کا نام اتنا عجیب سا ہے اوپر سے لوگ اور بھی عجیب ہیں۔ جس سے پوچھو بھائی 'خیابان بیابان' کہاں ہے بتیسی دکھا دیتا ہے۔ وہ بڑے میاں یاد ہیں، کیسے قہقہہ مار کے ہنسے تھے، میرے دل نے کہا کہ بولوں، بڑے میاں دانت نہیں رستہ دکھایئے۔" نوین نے دوپٹے سے پسینہ پونچھا کہ ٹشو کا تو پیکٹ ہی ختم ہو چکا تھا۔

"سچی نوی، سی ویو جاتے ہوئے مجھے یہ ایریا اتنا اچھا لگتا تھا لیکن آج تو نفرت سی ہو رہی ہے، کیسے بے مروت لوگ رہتے ہیں، ارے کوئی تو اپنی بالکونی یا لان میں کھڑا ہو کہ ہم رستہ ہی پوچھ لیں۔" انضاء نے سارا الزام علاقے پہ ڈال دیا۔

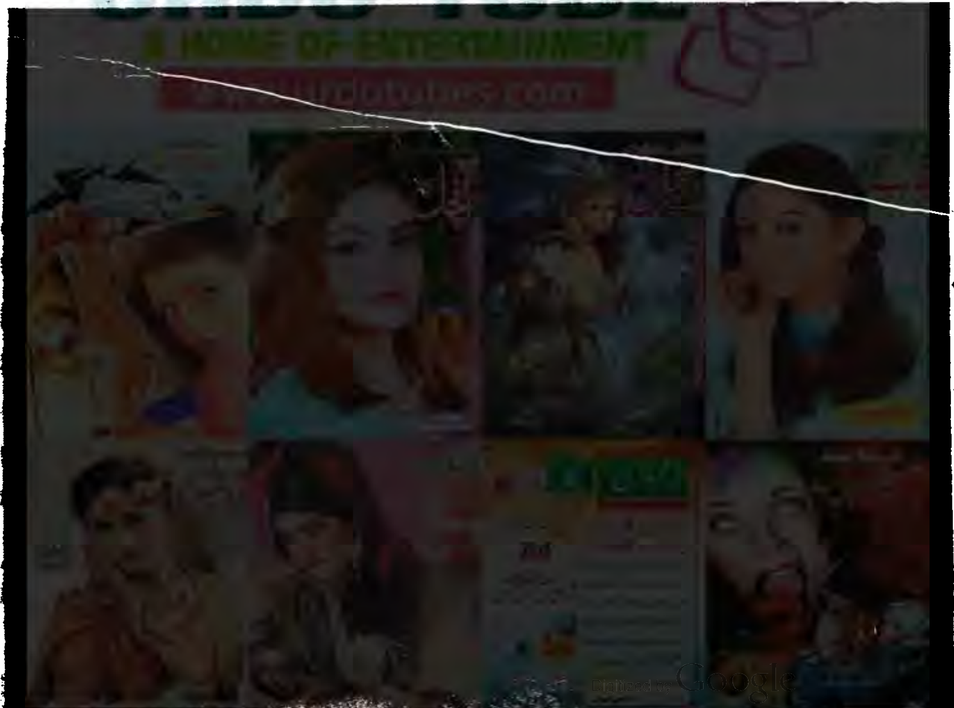
"بس کرو، اتنے لوگوں سے پوچھا ہے کسی نے بتایا اور دو لفنگے یاد ہیں ناں۔" اس نے انضاء کو بھی ڈرایا۔

انہیں اتنی گرمی میں مارچ کرتا دیکھ کر بائیک پہ سوار دو لڑکوں نے رک کر ان سے مسئلہ پوچھا۔ پہلے تو وہ جھجکیں، لیکن ان لڑکوں کا شائستہ انداز دیکھ کر نوین نے ہمت کی۔

"بھائی صاحب...... آپ بتا سکتے ہیں یہ 'خیابان بیابان' کس طرف ہے؟" اس کے پوچھنے پہ دونوں کی آنکھوں میں حیرت سی پھیلی لیکن آگے والا فوراً بولا۔

"جی ہاں، ایسا کریں آپ یہاں سے سیدھی چلی

جائیں، تقریباً بیس منٹ چل کر ایک پارک آئے گا اس کے ساتھ ہی ہے۔''
''خیابان بیابان......'' انضاء نے یقین دہانی چاہی۔
''نہیں خیابان رونق اور اس کے بعد آپ بائیں ہاتھ پہ آدھا گھنٹہ چلیں گی پھر آئے گا خیابان بیابان۔'' اس لڑکے نے پورا راستہ سمجھا دیا۔
''بہت شکریہ بھائی صاحب۔'' نوین نے عاجزی سے کہا اور وہ لوگ چلے گئے۔ ان دونوں نے پھر سے ہمت پکڑی اور چلنا شروع ہوئیں کہ وہی لڑکے پلٹ کر ان کے پاس سے کہتے ہوئے گزرے۔
''اور جب یہ دونوں خیابان مل جائیں تو ہمیں ضرور بتائیے گا۔'' اور قہقہے لگاتے چلے گئے۔ جبکہ ان دونوں کا غصے سے برا حال ہو گیا تھا۔
''ذلیل، کمینے، اللہ کرے اگلے سگنل پہ ہی چالان ہو جائے۔'' نوین نے تو باقاعدہ بددعائیں دی تھیں۔
آج انضاء اور نوین کی دوست عینا کی سالگرہ تھی۔ ان کی دوستی کالج میں ہوئی تھی اور اب ساتھ ہی بی بی اے کر رہی تھیں۔ عینا نے انہیں بہت دل سے مدعو کیا اور ڈرائیور بھیجنے کی بھی پیش کش کی، لیکن اسے سرپرائز دینے کی خاطر انضاء نے بہانہ بنا کر جانے سے منع کر دیا اور نوین کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا اور اب وہی سرپرائز انہیں بھاری پڑ گیا تھا۔ دوپہر ڈھلنے لگی تھی لیکن خیابان بیابان ہی نہیں آیا تھا تو اس میں عینا کے گھر پہنچنا تو بعد کی بات تھی اور اب تھک ہار کر نوین نے انضاء کو بے بھاؤ کی سنانا شروع کر دی تھیں اور وہ بھی کب تک سنتی، چڑ کر بولی۔
''ہاں بابا مانا، میں بہت بے وقوف ہوں تو تم کون سی عقل مند ہو، اپنا موبائل تک تو لائی نہیں کہ ہم اسے کال ہی کر لیتے۔'' اس کے طنز پہ نوین نے اسے شعلہ بار نگاہوں سے دیکھا۔
''تم سے ہر حال میں بہتر ہوں، موبائل لائی بھی ہو تو چارج نہیں ہے، کھلونے کی طرح بیگ میں پڑا ہے۔ لکھ کے دے رہی ہوں انضاء کاظمی، اگر آج میں گرمی سے مر گئی تو یہ قتل تمہاری گردن پہ ہوگا۔'' وہ اب روہانسی ہوئی تھی۔
انضاء نے بے بسی سے گہری سانس لی، اب تو ان



دونوں میں لڑنے کی ہمت بھی ختم ہوتی جارہی تھی۔ حد تو یہ تھی کہ کوئی رکشہ ٹیکسی بھی نہیں گزر رہے تھے کہ کم از کم گھر ہی واپس چلی جاتیں۔ اسی وقت ایک گاڑی آ کے رکی اُن دونوں نے چونک کر اس طرف دیکھا جہاں سلور گرے کار میں ایک نوجوان اور ایک معمر سی خاتون بیٹھے انہیں ہی دیکھ رہے تھے۔ وہ تھوڑی سی گھبرائیں اور خاتون ان کے پاس آئیں۔

"کیا بات ہے بیٹا' آپ لوگ کچھ پریشان لگ رہی ہیں؟" ان کے نرم لہجے پہ انہیں تسلی سی ہوئی۔

"آنٹی...... ہم اپنی دوست کے گھر جارہے تھے لیکن ایڈریس نہیں مل رہا۔" نوین نے آہستہ سے کہا۔

"اوہو تو، یہاں آپ لوگ کسی کا انتظار کرنے کے لیے رکی ہیں؟"

"نہیں آنٹی' اصل میں گرمی میں چلتے چلتے برا حال ہوگیا تھا۔" انضاء نے جلدی جلدی کہا' کلثوم بخاری نے ایک نظر ان دونوں کے دھوپ سے تپتے چہروں اور دوسری انضاء کے سرخ پیروں پہ ڈالی جہاں ایک سفید چھالا صاف نظر آرہا تھا۔ انہیں افسوس سا ہونے لگا۔

"آؤ آپ لوگ اندر آ کر بیٹھ جاؤ' پانی وانی پی لو پھر مجھے ایڈریس بتانا' شاید میں ہیلپ کرسکوں۔" انہوں نے خلوص سے آفر کی تو وہ مخمصے میں پڑ گئیں' ایک اجنبی خاتون کے گھر جانا' وہ بھی جب ان کے ساتھ ایک لڑکا بھی تھا' انہیں مناسب نہ لگا۔

"آجاؤ بیٹے' تم دونوں کا تو گرمی سے برا حال ہورہا ہے' کہیں بیمار نہ پڑ جاؤ۔" اتنے خلوص سے کہنے پہ ان دونوں نے منع کرنا مناسب نہ سمجھا اور اللہ کا نام لے کر ان کے ساتھ چل دیں۔ مین گیٹ یقیناً آٹومیٹک تھا کیونکہ وہاں کوئی گارڈ بیٹھا نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ دونوں ان خاتون کے پیچھے چلتی ہوئی اس بنگلے میں داخل ہوئیں جس پہ "بخاری مینشن" کی نیم پلیٹ لگی تھی۔

دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی سرخ روش نے ان کا استقبال کیا جس کے ایک طرف دو گاڑیاں پارک تھیں اور دوسری طرف بہت ہی خوب صورت لان تھا جس کے کناروں پر ترتیب سے لال گلاب' گیندے اور موتیا کے پودے لگے ہوئے تھے۔ تھوڑا آگے جا کر لان دائیں طرف کو مڑ رہا تھا جہاں ایک عدد چھوٹا سا سوئمنگ پول بنا ہوا تھا اس کے ساتھ کرسی میز کا ایک سیٹ رکھا ہوا تھا۔ پول سمیت اس پورے حصے پہ ٹینٹ لگا ہوا تھا جس سے اس حصے میں روشنی تو تھی لیکن دھوپ کی تمازت نہیں پہنچ رہی تھی۔

"آنٹی ہم یہیں بیٹھ جاتے ہیں۔" نوین نے کہا اور وہ لوگ وہیں بیٹھ گئے۔ تب ہی کار ڈرائیو کرنے والا لڑکا انہیں اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔ وہ قریب آیا تو مسز بخاری نے اس کا تعارف کرایا۔

"یہ میرا چھوٹا بیٹا سیف ہے' ارے میں نے تم دونوں کے نام تو پوچھے ہی نہیں۔" انہیں کہتے ہوئے خیال آیا تو نوین نے تعارف کی رسم نبھائی۔

"میرا نام نوین ہے اور یہ میری دوست انضاء ہے۔" اتنی دیر میں سیف کرسی سنبھال چکا تھا۔

"بہت خوشی ہوئی آپ لوگوں سے مل کر لیکن کیا میں جان سکتا ہوں کہ اس خوب صورت موسم میں آپ دونوں چہل قدمی کرنے کیوں نکلی تھیں؟" اس کے شرارت سے کہنے پہ نوین نے ناراضگی سے انضاء کی طرف دیکھا اور بتانے لگی۔

"اصل میں اس علاقے میں ہماری دوست کا گھر ہے۔ آج اس کی سالگرہ ہے۔ اس نے کہا تھا کہ ڈرائیور ہمیں لے جائے گا لیکن انضاء کا دل چاہا ہم خود سے جا کر اسے سرپرائز دیں...... لیکن...... دو گھنٹے ہوگئے ہیں اس کا گھر ہی نہیں مل رہا ہے اور سرپرائز دینے کے چکر میں چکرا کے رہ گئے ہیں۔" اس کے بتانے پہ مسز بخاری اور سیف کے چہروں پہ مسکراہٹ سی پھیل گئی۔

"آپ سیف کو ایڈریس بتادیں' یہ آپ کو وہاں ڈراپ کردے گا۔ کہاں رہتی ہیں آپ کی دوست؟" انہوں نے پوچھا تو اس سارے عرصے میں انضاء پہلی بار بولی۔

"خیابان بیابان میں۔"

"کیا......؟" سیف کے منہ سے نکلا اس کی حیرانی پہ انضاء نے اسے الجھ کر دیکھا۔

"مسٹر...... آپ کو کسی نے بے وقوف بنایا ہے اس نام کا تو کوئی ایریا ہے ہی نہیں۔"

"کیا......؟" اس بار کیا حیرت میں آنے کی باری انضاء اور نوین تھیں۔

"یہ صحیح کہہ رہا ہے؟ اس نام کا کوئی بورڈ ہی کبھی ہماری نظر سے نہیں گزرا۔" مسز بخاری نے بھی اس کی تائید کی تو نوین نے قتل کر دینے والی نظروں سے انضاء کو دیکھا جو ہکابکا سی بیٹھی تھی۔

"لیکن عینا نے تو...... آنٹی اگر آپ برا نہ مانیں تو...... کیا میں آپ کے گھر سے ایک فون کر سکتی ہوں۔ اصل میں میرے موبائل کا چارج ختم ہو گیا ہے تو......" انضاء نے انتہائی شرمندگی سے مدعا بیان کیا تو انہوں نے بیچ میں ہی ٹوک دیا۔

"بالکل بیٹا اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے؟ تم ایسا کرو اندر جا کے رائٹ پہ جو پہلا روم ہے وہاں فون رکھا ہوا ہے تم کال کر لو لیکن پہلے کچھ ٹھنڈا تو پی لو۔" انہوں نے یخ بستہ کولڈ ڈرنک کی طرف اشارہ کیا جو ابھی ملازمہ رکھ گئی تھی۔

"آنٹی میں فون کر لوں پھر آ کر پیتی ہوں۔" وہ کہہ کر اندر کی طرف بڑھی سرخ روش کے اختتام پہ بنی دو ماربل کی سیڑھیاں طے کر کے اس نے سنہری ہینڈل والا بھاری لکڑی کا دروازہ کھولا اور آگے بڑھی سرمئی اور گلابی گریفائٹ ٹائلز سے مزین خوب صورت بڑا سا لاؤنج اس کے سامنے تھا۔ اندر کے قدرے نیم تاریک اور خنک ماحول نے اس پہ بڑا خوشگوار تاثر قائم کیا آنٹی کے بتائے ہوئے کمرے میں پہنچ کر اس نے فون کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں یہ کمرہ شاید اسٹڈی کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ تین اطراف میں بڑی بڑی دیوار گیر الماریوں میں مختلف کتب رکھی تھیں۔ کمرے میں صرف ایک زیرو بلب آن تھا انضاء نے مزید روشنی کرنے کے بجائے اسی لائٹ میں قدرے غور سے دیکھا تو اسے اپنے دائیں طرف ٹیلی فون رکھا نظر آ گیا۔ اس نے تیزی سے آگے بڑھ کر فون اٹھایا اور عینا کا نمبر ڈائل کیا۔ تیسری بیل پہ اس نے فون اٹھایا۔

"ہیلو۔"

"ہیلو عینا میں انضاء۔"

"انضاء کہاں سے بول رہی ہو؟" ایک انجان نمبر سے اس کی کال دیکھ کر وہ چونکی۔

"ابھی تو اپنے منہ سے بول رہی ہوں لیکن اگر ایک مہربان آنٹی نہ مل گئی ہوتیں تو شاید میرے مرنے کی اطلاع تم تک آتی۔" مبالغہ آرائی کی حد کرتے ہوئے وہ جل کر بولی۔

"کیا مطلب یار...... کیا کہہ رہی ہو؟"

"مطلب کو گولی مارو یہ بتاؤ کہ تم نے اپنے گھر کا ایڈریس دیا تھا یا پاگل خانے کا جس سے پوچھو وہ ہنسنے لگتا ہے دو گھنٹے سے میں اور نوین خوار ہو رہے ہیں لیکن تمہارا خیابان بیابان مل کے نہیں دے رہا۔"

"کیا......؟" عینا زور سے چیخی۔ "اللہ کی بندی وہ تو میں نے مذاق میں کہا تھا میرا گھر تو خیابان مجاہد میں ہے۔"

"عینا میں...... میں تمہیں قتل کر دوں گی۔" انضاء کی آواز غصے سے لرزنے لگی۔

"جو کرنا ہے بعد میں کرنا پہلے یہ بتاؤ کہ اس وقت کہاں ہو؟"

"مجھے علاقے کا نہیں پتا بس اس گھر کے باہر 'بخاری مینشن' کی نیم پلیٹ لگی ہے تم فوراً یہاں پہنچو۔" اس نے حکم دیا۔

"لیکن مجھے......"

"لیکن ویکن مجھے نہیں پتا میں اب یہاں سے ایک قدم پیدل نہیں چلوں گی۔ میرے پیر میں سچ مچ کا چھالا پڑ گیا ہے۔ اب تم یہاں آؤ اور مجھے لے کے جاؤ۔" وہ روہانسی ہوئی۔

"اچھا...... اچھا غصہ مت کرو کچھ تو بتاؤ کہ آس پاس

کیا ہے تاکہ میں پہنچ تو سکوں۔" عینا نرمی سے پوچھنے لگی تو انضاء کو خیال آیا۔

"ہاں یہ گھر جس لین میں ہے اس کے شروع میں ایک ٹی سی ایس کا آفس ہے۔"

"او کے او کے' میں ڈرائیور کے ساتھ آتی ہوں' اگر کچھ پوچھنا ہوا تو اسی نمبر پہ دوبارہ کال کروں گی' تم فکر نہیں کرو۔" عینا نے لائن کاٹی' انضاء نے فون رکھ کر قدم باہر کی طرف بڑھائے تھے کہ جیسے کرنٹ کھا کر رک گئی' اتنی دیر یہاں رک کر آنکھیں ماحول سے مانوس ہو چکی تھیں۔ کمرے کا منظر واضح ہوا تو اس کی نظر کمرے کے بائیں طرف دیوار کے ساتھ رکھی میز کے پیچھے کرسی پہ بیٹھے اس شخص پہ پڑی تھی۔ اس کے چہرے کے محظوظ کن تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ اس کی ساری گفتگو سن چکا ہے۔ انضاء سے شرمندگی کے مارے بات کرنا مشکل ہو گئی۔

"وہ...... مجھے آنٹی نے یہاں سے فون...... آئی...... آئی ایم سوری میں نے آپ کو ڈسٹرب کیا۔" یہ کہہ کر جھپاک سے باہر نکل گئی جبکہ فون پہ گرجتی برستی لڑکی کو یوں بوکھلا کے بھاگتا دیکھ کر عمیس بخاری کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ در آئی تھی۔

وہ ایک ڈاکٹر تھا اور اس وقت ایک کیس اسٹڈی کرنے کے لیے مختلف کتب اور ویب سائٹس سے مدد لے رہا تھا جب دروازہ کھول کر ایک لڑکی اسٹڈی میں داخل ہوئی...... وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا' سی گرین اور پنک لان کے سوٹ میں ملبوس سر پہ سلیقے سے دوپٹا اوڑھے' وہ آنکھیں پھاڑے اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔ عمیس اس سے پوچھنے والا تھا کہ وہ کون ہے اور یہاں کیا کر رہی ہے کہ اسے فون اٹھاتا دیکھ کر رک گیا اور اس کی گفتگو سے سب سمجھ گیا' باتوں اور انداز سے وہ کافی غصے میں لگ رہی تھی لیکن اسے دیکھ کر وہ جس طرح حواس باختہ ہوئی تھی' عمیس کو لگا اس کا پہلا اندازہ غلط تھا۔ وہ سر جھٹک کے اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا۔

اِدھر انضاء ماتھے سے پسینہ پونچھتی باہر نکلی' اسے بہت شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔ ایک انجان لڑکے کی موجودگی میں وہ اتنی دیر اس کمرے میں رہی اور پھر اس کی ساری ٹیلی فونک گفتگو بھی یقیناً اس نے سن لی تھی۔ وہ باہر آئی اور پول کے قریب رکھی کرسیوں میں سے ایک پہ جا کر بیٹھ گئی۔ نوین کو اس نے بتا دیا کہ عینا بس انہیں لینے آ رہی ہے۔ اتنی دیر میں کلثوم نے ان دونوں سے ان کی فیملیز کے بارے میں پوچھا اور اپنے باقی بچوں کے بارے میں بتایا۔ ہلکی پھلکی سی بات چیت ہو رہی تھی' سیف ایک شوخ طبیعت لڑکا تھا۔ سیدھی سی بات بھی ایسے پیرائے میں کرتا کہ وہ دونوں بے اختیار مسکرا دیتے تھیں۔ کچھ دیر بعد عینا' انضاء کے بتائے ہوئے پتے پر پہنچ گئی تھی۔ عینا کو دیکھ کر انضاء اور نوین نے بے اختیار سکون کا سانس لیا۔ عینا وہیں بیٹھ گئی۔

"بیٹا آپ کی فرینڈز کو کوئی غلط فہمی ہو گئی تھی' بیچاریاں بہت پریشان ہوئیں آپ کا گھر ڈھونڈنے میں۔" مسز بخاری نے عینا کو بتایا تو وہ انضاء کو دیکھتے ہوئے افسوس سے سر ہلانے لگی۔

"ارے آنٹی...... آپ سے تین لین آگے میرا گھر ہے' اصل میں میرے گھر کے آس پاس تقریباً سات آٹھ پلاٹ خالی پڑے ہیں اور ہمارا گھر الگ ہی نظر آتا ہے تو میں نے علاقے کے سناٹے کی وجہ سے ایک دو دفعہ کہہ دیا کہ ہم تو خیابان بیابان میں رہتے ہیں' اب مجھے کیا پتا تھا کہ یہ اسے سچ مان کر بغیر ہاؤس نمبر کنفرم کیے نکل پڑیں گی۔" عینا کے بتانے پر سیف کی ہنسی چھوٹ گئی۔ مسز بخاری بھی زیرِلب مسکرائیں جبکہ نوین نے اسے شرر بار نگاہوں سے گھورا' جو سر جھکائے خفت زدہ سی بیٹھی تھی۔

"آپ کا بہت شکریہ' آنٹی کہ آپ نے ہماری اتنی ہیلپ کی۔" نوین کے کہنے پہ وہ مسکرا دیں۔ چلتے وقت انہوں نے انضاء کو تاکید کی۔

"دوبارہ ضرور آنا۔" وہ مسکرا کے سر ہلا گئی۔ وہ باہر آئیں جہاں بلیک کار میں ڈرائیور ان کا انتظار کر رہا تھا۔

"میری توبہ جو آئندہ کسی پلان میں تمہارا ساتھ دوں۔" گاڑی چلتے ہی نوین نے انضاء کی طرف دیکھ کر کان

پکڑے تو وہ جیسے پھٹ پڑی۔
"تم اکیلی تو خوار نہیں ہوئیں' میرا بھی تو حشر ہوگیا۔"
اس نے اپنے پیر کی طرف اشارہ کیا جہاں بڑا سا سفید چھالا نمایاں تھا۔
"اور تم...... میں تمہاری سالگرہ کے لیے اتنا خجل خوار ہوئی اور تمہیں میرا انداق اڑانے میں بہت مزہ آرہا تھا۔"
اب کہ اس نے عینا کو گھورا تو وہ اسے ٹھنڈا کرنے لگی۔
"اچھا بابا غصہ تھوک دو' تمہارا سرپرائز واقعی مجھے پسند آیا' دیکھو مجھے تمہارے آنے کی اتنی خوشی ہوئی کہ میں رضی بھائی سے باتیں ادھوری چھوڑ کر بھاگی بھاگی آئی۔"
"یہ رضی بھائی کون ہیں...... کہیں کے منسٹر لگے ہیں کیا؟" عینا کے رضی بھائی پہ زور دینے پہ انضاء نے چڑ کر پوچھا۔
"ہاں یار...... ہمارے خاندان کے تو منسٹر ہی سمجھ لو' میرے دور کے کزن ہوتے ہیں۔ ان کی والدہ کے انتقال کے بعد ان کے والد نے دوسری شادی کرلی اور باہر سیٹل ہوگئے' یہ بھی ان کے ساتھ ہی تھے۔ ابھی کچھ عرصے پہلے واپس پاکستان آکر اپنا بزنس سیٹ کیا ہے۔ کروڑ پتی ہیں' تقریباً ساری دنیا گھومے ہوئے ہیں۔ بہت ہی مغرور اور مصروف آدمی ہیں۔ میں تو حیران ہوں کہ میرے انوائٹ کرنے پہ آ کیسے گئے اور پتا ہے' مجھے گفٹ میں بہت مہنگا بریسلیٹ دیا ہے' میرا اندازہ ہے کم از کم پینتیس چالیس ہزار کا تو ہوگا۔" اس کے کہنے پہ نوین کے منہ سے چیخ نکلی۔
"کیا' صرف سالگرہ پہ چالیس ہزار کا بریسلیٹ تو تمہاری شادی پہ کیا تاج محل گفٹ کریں گے؟"
"اس میں حیرانی کی کیا بات ہے؟ کچھ لوگوں کے پاس اتنا پیسہ ہوتا ہے کہ ابل ابل کر گرتا ہے تو وہ اسے ایسے ہی خرچ کرتے ہیں۔" انضاء کے کہنے پہ عینا نے اسے دھپ لگائی۔
"جل ککڑی...... ایسی بات نہیں ہے' اصل میں جب تک ان کی والدہ حیات تھیں ہمارے ان لوگوں سے بہت قریبی ٹرمز تھے۔ یہ واقعی مجھے اپنی بہنوں کی طرح ٹریٹ کرتے تھے تو شاید وہی خیال آگیا ہو' کیونکہ اب تو وہ کافی چینج ہوگئے ہیں لیکن مجھ سے ویسے ہی ملے' ان سے باتیں ہی تو کررہی تھی جب تمہارا فون سن کر میں بھاگی' اب تک ان کا موڈ آف ہی نہ ہوگیا ہو۔" ان ہی باتوں میں عینا کا گھر آگیا۔ کار پورچ میں رکی تو وہ اندر چلی آئیں۔ کافی سارے مہمان آچکے تھے۔
"اب تم ہمیں اپنے روم میں لے چلو تاکہ ہم انسان کے بچوں والے حلیے میں آجائیں۔" نوین نے عینا سے کہا تو وہ ہنستے ہوئے انہیں اپنے روم میں لے آئی۔
"تم لوگ تیار ہوکر نیچے آجانا' میں ذرا مہمانوں کو دیکھ لوں۔" عینا کہہ کر باہر نکل گئی اور سیڑھیوں پہ ہی پاپا نے اسے روک لیا۔
"کہاں ہو تم عینا؟ سب تمہارا پوچھ رہے ہیں اور میں نے تم سے کہا تھا کہ رضی کو خاص اہمیت دینا' وہ بور نہ ہوجائے' وہ کہیں آتا جاتا نہیں...... بڑی بات ہے یہاں آگیا' ابھی میں نے روکا ورنہ واپس جارہا تھا۔" رضی نے انہیں اپنے نئے بزنس میں پارٹنر شپ کی آفر کی تھی۔ تب ہی وہ اس کا بہت خیال رکھ رہے تھے' عینا سر ہلا کے تیزی سے رضی کی طرف بڑھ گئی جو ڈرائنگ روم کے صوفے پہ شاہانہ انداز میں بیٹھا سگار پی رہا تھا۔
کچھ لوگ اپنی شخصیت سے ایسا تاثر قائم کرتے ہیں جیسے وہ اس دنیا کو فتح کرنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ ان کی لغت میں ہار، شکست یا ناکامی کے الفاظ موجود ہی نہیں ہوتے۔ دکھ' پریشانی یا تکلیف کے جذبات سے وہ یکسر انجان ہوتے ہیں۔ ان کا واسطہ تو فقط آسائش' ستائش اور پذیرائی سے ہی پڑتا ہے۔ رضی بھی انسانوں کی اسی قسم سے تعلق رکھتا تھا۔ بے تحاشا دولت کی چکا چوند اور اپنی شخصیت کے زعم نے اس کی گردن کو ایسا کلف لگا رکھا تھا کہ آدمی خوامخواہ اس سے مرعوب ہوجاتا اور لڑکیاں تو اس کے گرد پروانہ وار گھومتیں۔ اب جب پھل پک کر خود ہی گود میں گرنے لگے تو کس کو اعتراض ہوسکتا ہے۔ سو اس کے حلقہ احباب میں لڑکیوں کی خاصی تعداد موجود تھی تاہم وہ

ان سے دوستی ایک حد تک ہی رکھتا تھا۔
"سوری رضی بھائی! اصل میں میری دوست کو میرا ایڈریس نہیں مل رہا تھا تو میں اسے لینے چلی گئی تھی۔ اگین سوری کہ آپ کو اکیلے بیٹھنا پڑا۔" عینا نے اس سے معذرت کی۔
"اٹس آل رائٹ۔" اس نے سگار کی راکھ جھاڑتے ہوئے کہا پھر گھڑی پہ نگاہ ڈالی۔
"ویسے مجھے واقعی دیر ہو رہی ہے' میں اب چلتا ہوں۔" اس کے قطعیت سے کہنے پہ عینا پریشان سی ہوگئی۔
"رضی بھائی پلیز، بس آدھ گھنٹہ اور رک جائیں' صرف آپ کی وجہ سے ڈنر کے بجائے ہائی ٹی کا انتظام کیا ہے کہ رات کو آپ کو جلدی جانا تھا۔ سب مہمان آچکے ہیں' بس میں کیک کاٹنے ہی جا رہی ہوں' کچھ ریفریشمنٹ لے لیں پھر آپ چلے جائیے گا۔" اس نے درخواست کی لیکن اس کی بات سن کون رہا تھا' رضی تو ایک ٹک سامنے دیکھ رہا تھا' بلیک اور پنک فراک جس پہ کہیں کہیں سلور نگ چمک رہے تھے کے ساتھ کالا پاجامہ پہنے سج سج سیڑھیاں اترتی کون تھی وہ؟
رضی نے دنیا گھومی تھی' ہر طرح کا حسن دیکھا تھا لیکن اس لڑکی کے ملکوتی حسن نے جیسے اسے مبہوت سا کر دیا تھا۔ پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ اسے آس پاس کا کوئی ہوش نہیں رہا تھا' وہ ساکت کھڑا اس پری پیکر کو دیکھ رہا تھا جو چٹکیوں سے اپنی گھیر دار فراک سنبھالے نیچے اتر رہی تھی۔ عینا نے اس کی غائب دماغی نوٹ کرتے ہوئے اس کی نظروں کا تعاقب کیا تو سامنے کھڑی انضاء پہ نگاہ جا ٹھہری' اس نے پھر سے گردن موڑ کر رضی کو دیکھا لیکن وہ ہنوز انضاء کو ہی دیکھ رہا تھا۔ عینا مسکرا کے آگے بڑھی اور انضاء اور نوین کو وہیں لے آئی۔ یوں ہاتھ کھینچے جانے پہ انضاء چڑ سی گئی۔
"کیا ہے؟ آرہی ہوں ناں۔" جبکہ رضی بے خودی سے اسے اپنے قریب آتے دیکھ رہا تھا۔
"رضی بھائی' ان سے ملیں' یہ میری بیسٹ فرینڈز ہیں۔ انضاء اور نوین۔" ان دونوں کے سلام کرنے پہ رضی نے محض سر ہلا کے جواب دیا۔ اس کی چمکتی آنکھیں پھر سے انضاء پہ مرکوز ہوگئیں جبکہ وہ عینا سے کہنے لگی۔
"تم اپنے مہمانوں کو اٹینڈ کرو' ہم باقی دوستوں کے ساتھ بیٹھتے ہیں۔" وہ کہہ کر مڑ گئی۔ عینا کو لگا کہیں رضی اس کے رویے پر برا نہ مان جائے کہ اس نے دوسری کوئی بات بھی نہیں کی لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ انضاء کی یہ بے نیازی ہی رضی کو بھا گئی تھی۔ وہ زیر لب مسکرا دیا۔
تب ہی عینا کی امی نے کیک کاٹنے کے لیے آواز دی تو وہ رضی کو بھی آنے کا کہہ کر ٹیبل کی طرف چل دی۔ رضی کو ان سب بچگانہ باتوں میں کوئی دلچسپی نہیں تھی اور پھر اپنی شخصیت کا غرور بھی کچھ زیادہ ہی تھا کہ سب مہمانوں کو ٹیبل کے گرد اکٹھا دیکھ کر بھی وہ اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں۔ ویسے بھی اسے لگا کہ وہ یہاں سے اپنے گوہر مقصود پہ زیادہ اچھی طرح نظر رکھ سکتا ہے' اسے اپنی اس نئی کیفیت پہ بہت حیرانی ہو رہی تھی۔ اسی پل رضی نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس لڑکی کو اپنی زندگی میں شامل کر کے رہے گا اور وہ جانتا تھا کہ اس کے لیے اسے کوئی تگ و دو نہیں کرنا پڑے گی۔ اس کا نام' اسٹیٹس اور اس کی شخصیت ایسی تھی کہ اسے انکار کر دینا ممکن نہیں تھا۔



آج انضاء اتنا تھک گئی تھی کہ گھر پہنچ کے امی کو ساری روداد سنا کے جو پڑ کے سوئی تو اگلی صبح گیارہ بجے اٹھی۔ اتنی لمبی نیند کے بعد وہ خود کو کافی تازہ دم محسوس کر رہی تھی۔ وہ منہ ہاتھ دھو کر باہر چلی آئی۔ گھر میں حسب معمول خاموشی کا راج تھا۔ وہ اپنے والدین رؤف کاظمی اور نگہت کاظمی کی اکلوتی اولاد تھی۔ رؤف صاحب ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں اچھی پوسٹ پر فائز تھے اور ان کے گھر میں خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ نگہت خاتون خانہ تھیں۔ ان دونوں کی توجہ محبت کا بھرپور مرکز ہونے کی وجہ سے انضاء خاصی پُراعتماد لڑکی تھی۔ فطرتاً لیے دیے رہتی تھی لیکن جب کسی سے دوستی ہو جاتی تو آرام سے گھل مل جاتی تھی۔
بچپن سے ہی اسے کسی بہن یا بھائی کی کمی شدت سے

محسوس ہوتی تھی۔ اتفاق سے اس کی ایک ہی خالہ تھیں اور وہ ملک سے باہر رہائش پذیر تھیں۔ کبھی دو تین سال میں ایک چکر لگتا تو وہ ان کے بچوں سے کبھی دوستی ہی نہ کرسکی اور تایا کے بچے اس سے عمر میں اتنے بڑے تھے کہ ان سے تو ادب و تکلف کا فاصلہ قائم رہا۔ شروع شروع میں تو وہ اپنی ساری باتیں، سوچیں، خواہشات اور احساسات ماں سے شیئر کرتی لیکن بڑے ہونے کے بعد جب اس کا کمرہ الگ سیٹ کیا گیا تو اس نے ماں کو ڈسٹرب کرنے کے بجائے اپنی روزمرہ کی باتیں لکھنی شروع کیں اور اسے اس کام سے اتنا سکون ملا کہ ڈائری لکھنا اس کے معمولات کا لازمی جز بن گیا۔

کالج میں جب اس کی عینا اور نوین سے دوستی ہوئی، (جس میں پہل بھی ان کی طرف سے ہی ہوئی تھی) تو اسے لگتا تھا کہ اس کے ریزرو رویے سے الجھ کر شاید یہ دوستی زیادہ عرصہ نہ چل سکے، لیکن اس کا اندازہ غلط ثابت ہوا اور ان کی محبت اسے اتنی بھائی کہ اب اس دوستی کو پانچ سال ہوگئے تھے۔ انضاء اور نوین کے گھر پاس پاس ہی تھے جبکہ عینا کے والد نے ابھی کچھ عرصے پہلے ہی ڈیفنس میں گھر خریدا تھا اور ان کے شفٹ ہونے کے بعد کل پہلی بار یہ دونوں عینا کے گھر گئی تھیں۔ اب تو انہیں بی اے کے رزلٹ کا انتظار تھا تب ہی اپنی مرضی کا سونا جاگنا آج کل اس کا معمول تھا۔ وہ بال سمیٹتی ہوئی کچن میں چلی آئی، جہاں مما سبزی کاٹ رہی تھیں، اسے دیکھ کر مسکرائیں۔

"نیند پوری ہوگئی؟"

"شکر ہے پوری ہوگئی ورنہ کل تو میرا حشر ہوگیا تھا۔" وہ پھول گوبھی ٹونگتے ہوئے بولی۔

"اب آئندہ اس کے گھر جانا تو ڈرائیور کے ساتھ ہی جانا، تم اگر کل اسے آدھے رستے سے نہ بھیج دیتیں تو اتنی خوار نہ ہوتیں۔" انہوں نے سمجھایا۔

"ارے پاپا نے کہا انہیں ڈرائیور کی ضرورت ہے تو میں نے واپس بھیج دیا۔" اس نے معصومیت سے کہا تو نگہت نے اسے گھورا۔

"مگر تم انہیں یہ بتادیتیں کہ تم ایک انجان ایریا میں گھر ڈھونڈ رہی ہو تو وہ کبھی ڈرائیور کو واپس نہ بلواتے لیکن تم نے کچھ کہا ہی نہیں۔" ان کے کہنے پہ وہ خجالت سے سر کھجانے لگی۔

ناشتہ کرکے اس نے سوچا کہ آج اپنے کمرے کی تفصیلی صفائی کرلے ورنہ تو وقت ہی نہیں ملتا تھا۔ وہ کرسی پہ چڑھی الماری کے اوپر نئے اخبار بچھا رہی تھی کہ اس کا موبائل بجا۔ اس نے دیکھا تو اسکرین پہ کوئی انجان نمبر تھا۔ وہ نظر انداز کرکے اپنے کام میں مصروف رہی لیکن فون کرنے والا بھی خاصا مستقل مزاج تھا۔ لائن کاٹ ہی نہیں رہا تھا۔ وہ جھنجلا کے نیچے اتری اور کال ریسیو کی۔

"ہیلو۔"

"انضاء بات کررہی ہیں؟" بھاری مردانہ آواز میں استفسار کیا گیا تو وہ آواز نہ پہچانتے ہوئے الجھ کے بولی۔

"جی..... آپ کون؟"

"میں رضی بات کررہا ہوں۔" ٹھہرے ہوئے پُراعتماد لہجے میں جواب آیا۔

"کون رضی؟" اس نے حیرانی سے پوچھا تو دوسری طرف رضی کو جھٹکا سا لگا۔ کل کی ملاقات کے بعد سے اسے ایک پل کا چین نہیں تھا۔ اس نے صبح ہی عینا سے اس کا نمبر لیا اور اسے اس کا نام بھی یاد نہیں تھا۔

"ہیلو..... ہیلو۔" رضی کی خاموشی پہ انضاء اکتا کے بولی۔

"کل عینا کے گھر ہماری ملاقات ہوئی تھی، شاید اب آپ کو یاد آگیا ہو۔" اس کے بتانے پہ انضاء کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔

"جی یاد آگیا لیکن..... آپ نے مجھے کیوں فون کیا؟" اب اس کے سوال میں الجھن واضح تھی۔

"انضاء آپ مجھے بہت اچھی لگی ہیں۔"

"جی.....؟" اس کی حیرانی بجا تھی، اسے تو ٹھیک سے اس بندے کی شکل بھی یاد نہیں تھی اور وہ پسندیدگی کا دعویٰ کررہا تھا۔

''میں تقریباً پوری دنیا گھوم چکا ہوں لیکن جو کشش مجھے آپ میں محسوس ہوئی' وہ پہلے کبھی نہیں ہوئی' آپ کی بے نیازی' آپ کی خوب صورتی نے ایک ہی جھلک میں مجھے مسحور سا کردیا ہے' میں......''

''ایکسکیوزمی آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟'' اس کی باتوں پہ انضاء کے ماتھے کے بل گہرے ہوئے۔ اس نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

''میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔'' اس کی بات پہ انضاء خاموش سی ہوگئی۔

''ہیلو...... انضاء آپ سن رہی ہیں ناں؟''

''جی۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا؟''

''آپ...... میرے پیرنٹس سے مل لیجیے آپ کو جواب مل جائے گا۔'' انضاء کے جواب پہ ایک فاتحانہ سی مسکراہٹ اس کے لبوں پہ چمکی۔

''ان سے تو میں بعد میں ملوں گا' پہلے بتایئے کہ ہم کب اور کہاں مل سکتے ہیں؟'' اس نے مسکرا کے پوچھا تو انضاء چونکی۔

''مطلب؟ ہمیں ملنے کی کیا ضرورت ہے؟'' اس کی بات پہ وہ ایسے ہنسا جیسے کسی بچے کی بے وقوفانہ بات پہ ہنسا ہو۔

''یہ معصومیت تمہارے حسن کو دو آتشہ کردیتی ہے۔'' رضی کی بے تکلفی پہ انضاء کے رخسار تپ گئے۔ ''ہنی...... جب تک ہم ملیں گے نہیں تو ایک دوسرے کو جانیں گے کیسے؟ اب ساری لائف ساتھ گزارنے کے لیے ایک دوسرے کو سمجھنا تو ضروری ہوتا ہے ناں۔'' وہ چالاکی سے جال پھینک رہا تھا۔

''جی نہیں' میں اس بات کو نہیں مانتی اور نہ ہی میں آپ سے کہیں بھی ملنے آؤں گی۔ آپ نے مجھے دیکھ کر ہی پسند کیا ہے ناں تو ملنے کی کیا ضرورت ہے اور اگر شادی کرنا چاہتے ہیں تو اپنے پیرنٹس کو میرے گھر بھیجیے' دیٹس اٹ۔'' وہ قطعی لہجے میں بولی تو رضی کے ماتھے پہ شکنیں سی نمودار ہوئیں۔

''ڈونٹ بی ایموشنل سوئٹی' میری بات سمجھو' میں تمہیں بہت زیادہ چاہنے لگا ہوں اور تمہیں قریب سے جاننا چاہتا ہوں' شادی تو ہو ہی جائے گی لیکن اس سے پہلے کچھ خوشگوار لمحات' کچھ حسین پل تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔ تم اس بارے میں سوچنا' میں تمہیں دوبارہ کال کروں گا۔'' انضاء غصے سے اس کی بات کاٹنے والی تھی کہ رضی نے بات ختم کرکے لائن ڈراپ کردی۔

''اسٹوپڈ......'' اس نے زیرلب کہا اور موبائل ایک طرف رکھ کر پھر سے اپنے کام میں لگ گئی' لیکن دماغ اس خود پسند اور بدتمیز شخص کی باتیں سوچ سوچ کر کھول رہا تھا۔ اس نے سوچا کہ عینا کو اپنا نمبر دینے پہ ڈانٹے لیکن اس لیے رک گئی کہ وہ لازمی پوچھتی کہ رضی نے کیا کہا اور وہ یہ بات کسی سے ڈسکس کرنا نہیں چاہتی تھی۔



وہ گاڑی پارک کرکے اندر کی طرف بڑھا تو نگاہ پول میں کھیلتے' انس اور اس کی نگرانی کرتے سیف پہ گئی' ایک بے ساختہ مسکراہٹ نے اس کے لبوں کو چھوا۔ اسے اپنی اکلوتی بہن کا یہ بیٹا بہت عزیز تھا' اس کا نام بھی اس نے ہی رکھا تھا۔

کلثوم بخاری اور افضل بخاری کی تین اولادیں تھیں۔ سب سے بڑی بیٹی صبا' پھر عمیس اور سب سے چھوٹا سیف۔ صبا نے بی ایس سی کے بعد انٹیریئر ڈیکوریشن کا کورس کیا تھا اور اس کے فوراً بعد اس کی شادی ہوگئی تھی۔ انس اس کا ڈھائی سالہ بیٹا تھا اور ننھیال میں سب کا حد سے زیادہ لاڈلا بھی تھا۔ صبا کے بعد عمیس تھا جو ڈاکٹر تھا' وہ ایک سال پہلے ہی لندن سے اسپیشلائزیشن کرکے لوٹا تھا اور اپنا ذاتی اسپتال چلا رہا تھا اور سیف انجینئرنگ کے دوسرے سال میں تھا۔ ان کے والد افضل بخاری کا تین سال پہلے انتقال ہوگیا تھا۔

کلثوم بخاری اب عمیس کی شادی کرنا چاہ رہی تھیں لیکن وہ ابھی اپنے اسپتال کو کچھ اور وقت دینا چاہتا تھا۔ اس

کے مسلسل انکار سے انہیں لگا کہ شاید وہ کسی کو پسند کرتا ہے لیکن اس نے انہیں یقین دہانی کروائی تھی کہ وہ کچھ وقت اپنے ہاسپٹل کو ترقی دینے کے لیے چاہتا ہے لیکن پھر بھی وہ ہر تھوڑے دن بعد اس پہ زور دینے لگتیں اور خاص کر جب جب صبا آتی تو یہ موضوع اور زور پکڑ جاتا۔ وہ انس کو پیار کرتا اندر داخل ہوا۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام۔"

"کیسی ہیں اپیا؟"

"ٹھیک ہوں لیکن تم سے ناراض ہوں۔" صبا نے سنجیدگی سے کہا تو وہ چونکا۔

"کیوں بھئی، میں نے کیا کیا ہے؟" اس نے حیرانی سے پوچھا۔

"میرا دیور تم سے دو سال چھوٹا ہے اور اس کی اب ایک سال کی بیٹی ہے۔" صبا کی تمہید پہ وہ چوکنا ہوا۔

"ان دونوں باتوں میں میرا قصور کہاں نکلتا ہے؟" اس نے مسکرا کے پوچھا تو صبا چڑ گئی۔

"زیادہ اسمارٹ نہ بنو اور سن لو اب ہم تمہاری شادی کرنے ہی والے ہیں۔ تمہیں کوئی لڑکی پسند ہے تو بتادو ورنہ بعد میں شکایت نہ کرنا۔" اس کی باتوں کو غیر سنجیدگی سے سنتے ہوئے اچانک ایک شبیہ عمیس کے پردۂ ذہن پر لہرائی' دوپٹے کے ہالے میں ایک گھبرایا ہوا سا چہرہ...... اسے شدید حیرانی ہوئی کہ اس ذکر پہ وہ لڑکی اسے کیوں یاد آئی؟

"تمہاری خاموشی سے میں یہ سمجھوں کہ تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہے؟" اس پل وہ دماغی طور پر مکمل غیر حاضر تھا۔ ذہن میں بس وہی تشبیہ واضح ہوتی رہی جیسے کوئی دور سے چلتے ہوئے قریب آرہا ہو اور اسی کیفیت میں اس نے بغیر سوچے سمجھے صبا کے آخری دو الفاظ دہرائے۔

"نہیں ہے؟" وہ واقعی نہیں جانتا تھا کہ اس پل اس نے کیا کہا' جبکہ صبا کی خوشی سے چیخ نکل گئی۔

"سچی......!" اب کہ وہ چونکا۔

"کیا؟"

"کیا کیا؟ بس اب تم سب مجھ پہ چھوڑ دو اور بے فکر ہو جاؤ' ایسی پیاری بیوی ڈھونڈوں گی تمہارے لیے کہ دعائیں دو گے۔"

"ارے لیکن میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا۔" اس پل دو پل کی کیفیت سے نکل کر وہ پھر سے نارمل ہو چکا تھا۔ صبا نے اسے گھورا۔

"عمیس مجھے پاگل مت بناؤ' ابھی خود ہی تم نے کہا کہ تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہے اور اب پھر وہی پرانا راگ الاپ رہے ہو آخر مسئلہ کیا ہے تمہارے ساتھ؟" صبا نے چڑ کر پوچھا تو عمیس نے دل ہی دل میں اپنی بے اختیاری کو کوسا' جس کی بدولت صبا اس کی غیر ارادی حرکت کو اس کی رضامندی سمجھ بیٹھی۔ اس کی خاموشی پہ صبا اسے پیار سے سمجھانے لگی۔

"دیکھو عمیس...... ہر چیز اعتدال میں اور اپنے وقت پہ اچھی لگتی ہے۔ تم اپنے ہاسپٹل کو ٹائم دو' ضرور دو لیکن یہ سوچو کہ تم اس چکر میں گھر سے کتنے دور ہو گئے ہو' تمہاری جاب اور سیفی کی پڑھائی...... ممی کے بارے میں سوچا ہے؟ دن بھر بالکل اکیلی ہوتی ہیں۔ تمہاری بیوی آجائے گی تو دو سراہٹ ہو جائے گی اور......"

"اور آپ بھی ہاسپٹل سے بھاگ بھاگ کر جلدی گھر آیا کریں گے۔" سیف جو کچھ دیر پہلے ہی آ کر ساری باتیں سن رہا تھا' صبا کا جملہ اچک کر بولا تو عمیس نے اسے گھورا۔

"سیفی......" جبکہ صبا بے ساختہ ہنس دی۔ عمیس کو بھی لگا کہ وہ صحیح کہہ رہی ہے۔ اس کی منتظر نظروں کے جواب میں وہ دھیرے سے مسکرایا۔

"اوکے' جو آپ لوگوں کو اچھا لگے وہ کریں۔ اب خوش؟" اس نے جیسے ہار مان کر کہا تو کلثوم فکر مندی سے اسے دیکھنے لگیں۔

"ایسے کیوں کہہ رہے ہو عمیس' اگر تم دل سے راضی نہیں ہو تو فی الحال رہنے دو' سب سے زیادہ اہم تمہارا خوش

ہوتا ہے۔"
"ممی میں نے واقعی دل سے کہا ہے۔ میری طرف سے سگنل ہرا ہے اب باقی کا کام اپیا کا ہے۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا تو صبا پُر جوش سی ہو گئی۔
"ارے اس کی تم فکر ہی نہ کرو بس یہ بتاؤ کہ تمہاری کیا ڈیمانڈ ہے لڑکی کیسی ہو، کتنی پڑھی لکھی ہو؟" اس کے پوچھنے پہ عمیس سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا۔
"اپیا دو باتوں کا خیال رکھیے گا ایک تو زیادہ چھان پھٹک نہ کیجیے گا ورنہ جتنی لڑکیوں کے گھر آپ جائیں گی وہ سب آس سے آپ کے جواب کا انتظار کریں گے اور دوسرے یہ کہ...... مجھے خوب صورتی سے زیادہ خوب سیرتی اور کردار کی پختگی متاثر کرتی ہے۔" وہ کہہ کر اٹھا اور اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔ کلثوم بخاری نے فخر سے اپنے بیٹے کو دیکھا پھر صبا کو جو اس کی باتوں پہ سر ہلاتے ہوئے ہنس رہی تھی۔
"اس کی بیوی بڑی خوش قسمت ہوگی جسے اتنا کیئرنگ اور حساس شوہر ملے گا۔"
"ممی کیا آپ کی نظر میں کوئی لڑکی ہے؟"
"نہیں کوئی خاص تو میرے ذہن میں نہیں ہے یا یہ کہہ لو کہ عمیس مانتا ہی نہیں تھا تو میں نے کسی کو اس نظر سے دیکھا نہیں۔" انہوں نے سوچتے ہوئے کہا تو سیف پھر سے بول اٹھا۔
"ممی آپ کو انضاء جی یاد ہیں؟" اور اس کے کہنے پہ ان کی نظر میں وہ من موہنی سی صورت گھوم گئی۔
"یہ انضاء کون ہے بھئی؟" صبا حیران سی ہوئی تو کلثوم بخاری نے اسے انضاء سے ہونے والی ملاقات کی تفصیل بتائی۔
"اچھا...... تو ممی وہ دیکھنے میں کیسی ہے؟" اس نے اشتیاق سے پوچھا۔
"بہت پیاری ہے بھولی سی شکل ہے اور بات چیت بھی خاصے سلیقے سے کر رہی تھی۔" انہوں نے کھل کر تعریف کی۔
"سچ کہوں اپیا...... انہیں دیکھ کے میرے دل میں خیال آیا تھا کہ اگر بھائی مان جائیں تو ان دونوں کا کپل بہت زبردست لگے گا۔" سیف کو انضاء کچھ زیادہ ہی پسند آئی تھی۔
"تو اگر آپ دونوں کو وہ اتنی ہی پسند آئی ہے تو اس کا اتا پتا معلوم کرتے ہیں۔"
"ہاں لیکن پتا نہیں وہ عمیس کو پسند آئے یا نہیں تو تم دو تین لڑکیاں اور بھی نظر میں رکھو۔ میں انضاء کی دوست کیا نام تھا...... ہاں عینا وہ تین چار لین چھوڑ کر رہتی ہے اس سے انضاء کے بارے میں معلومات لے لیتی ہوں پھر ساری تصاویر عمیس کے سامنے رکھ دیں گے۔ دیکھو وہ کیا فیصلہ کرتا ہے۔" صبا سر ہلا گئی اور اگلے دن سے ہی تندہی سے اس مشن پر لگ گئی تھی۔



انضاء نے عینا یا نوین سے رضی کی کال کا ذکر نہیں کیا تھا اور خود بھی بھولنے کی کوشش کر رہی تھی کہ اس کی دوبارہ کال آ گئی۔ وہ سو رہی تھی تب ہی تواتر سے بجتی بیل پہ اس کی نیند ٹوٹی تھی۔ اس نے بند آنکھوں سے ہی فون اٹھا کر کان سے لگا لیا تھا۔
"ہیلو" اس نے غنودگی بھری آواز میں کہا۔
"بہت ہی ظالم ہو میرے دن رات کا سکون و قرار چھین کر خود آرام سے سو رہی ہو۔" مخمور لہجے میں کہے گئے الفاظ پہ اس کی آنکھیں پوری کی پوری کھل گئی تھیں۔ ناگواری کا شدید احساس ہوا۔
"دیکھیے مسٹر...... میں ایک بات کلیئر کردوں کہ مجھے اس طرح کی گفتگو قطعی پسند نہیں۔" اس نے انتہائی روکھے لہجے میں کہا تو وہ برجستہ بولا۔
"جب ہی تو میں چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے ملو تا کہ میں تمہاری پسند ناپسند جان سکوں انضاء میں کیسے بتاؤں...... تم...... تم نے مجھے دیوانہ بنا دیا ہے۔ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے مجھے اپنے آس پاس بس تم ہی دکھتی ہو وہ اس دن کی چند منٹ کی ملاقات نے مجھے تمہارا اسیر کر دیا ہے۔

میں......"

"اسٹاپ اٹ پلیز۔" اس کی عاشقانہ باتیں اب انضاء کی برداشت سے باہر ہوگئی تھیں سو وہ چیخ اٹھی۔

"میں آخری بار کہہ رہی ہوں کہ اگر آپ مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہیں تو اپنے پیرنٹس کو میرے گھر بھیجیں لیکن اگر آپ بغیر کسی رشتے کے 'جسٹ فار فن' مجھ سے تعلقات بڑھانے کے خواہاں ہیں تو بھول جائیے اس بات کو اور آئندہ مجھے فون مت کیجیے گا۔" وہ غصے سے بولی تو دوسری طرف چند لمحوں کے لیے خاموشی سی چھا گئی۔

"آج تک لڑکیاں میرے پیچھے بھاگتی تھیں اور میری ایک نظر کے لیے ترستی تھیں، تم وہ پہلی لڑکی ہو جس کے پیچھے میں بھاگ رہا ہوں اور تم کہتی ہو کہ تمہیں بھول جاؤں۔ ارے تمہیں تو اپنی خوش بختی پہ ناز ہونا چاہیے۔" وہ اپنی ذات کے نشے میں چور بولا تو انضاء نے اسے ٹوکا۔

"خوش بختی نہیں میری بدبختی تھی کہ آپ جیسے خود پسند اور گھمنڈی شخص سے ملاقات ہوئی اور پلیز آپ آج کے بعد مجھے کال مت کیجیے گا۔" اس نے کہہ کر لائن کاٹی اور پھر فون ہی آف کردیا۔

انضاء کا غصے کے مارے برا حال تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ کل عینا سے رضی کی شکایت کرے گی کہ وہ اسے سمجھا بجھا کے اس سے پیچھا چھڑوائے۔ اس کی باتیں سوچ کر وہ نئے سرے سے سلگ رہی تھی۔



وہ کھانا کھا کر اپنے کمرے میں نیم دراز کتاب پڑھ رہا تھا کہ کلثوم بخاری اس کے پاس چلی آئیں۔ وہ تیزی سے اٹھا کہ ٹانگوں کے درد کی وجہ سے وہ کم ہی سیڑھیاں چڑھتی تھیں۔

"ارے...... ممی مجھے بلوا لیا ہوتا ناں، آپ نے کیوں تکلیف کی؟" اس کے کہنے پہ وہ مسکرائیں۔

"جب کام میرا ہے تو آنا بھی مجھے ہی چاہیے ناں۔ یہ لو چند تصاویر ہیں، دیکھ لو اور اگر کوئی لڑکی پسند آتی ہے تو مجھے بتاؤ۔" انہوں نے پانچ چھ تصویریں اس کے سامنے رکھیں۔

"آپ لوگ تو فل اسپیڈ سے کام کررہے ہیں۔" وہ ہنسا اور تصویریں اٹھالیں۔ وہ سرسری سی نگاہ ان پہ ڈالنے لگا کہ چوتھی تصویر پہ نظر پڑتے ہی چونکا۔ اس نے غور سے دیکھا، وہی تھی، بس فرق یہ تھا کہ تصویر میں اس چہرے پہ گھبراہٹ کے بجائے بڑی خوب صورت سی مسکان پھیلی ہوئی تھی۔ وہ حیران سا ہوا کہ اس لڑکی کا ممی کو کیسے خیال آیا، تب ہی بے اختیار پوچھ بیٹھا۔

"ممی...... یہ...... یہ لڑکی......" جھجک کی وجہ سے وہ بات پوری نہیں کرپایا، جبکہ کلثوم بخاری خوش ہوگئیں۔

"سچ عمیس...... تم نے تو دل خوش کردیا، یقین کرو ہم تینوں کو بھی تمہارے لیے سب سے اچھی یہی لگی ہے۔" وہ بہت خوش نظر آرہی تھیں۔

"ممی یہ ہے کون؟" اس نے آہستہ سے پوچھا۔

"اس کا نام انضاء ہے، ایک بار ہمارے گھر آئی تھی۔" پھر انہوں نے اس دن کا واقعہ سنایا اور عمیس وہ دن، وہ ملاقات بھولا ہی کب تھا لیکن اس نے ماں پہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ انضاء کو دیکھ چکا ہے۔

"بس میں نے اس کی دوست سے اس کے بارے میں معلومات لیں اور اس کی ایک تصویر مانگی، اس نے انضاء کی امی کی اجازت سے مجھے یہ تصویر دی ہے، تمہیں پتا ہے سیفی کو تو وہ اتنی پسند آئی کہ کہہ رہا تھا میں نے تو دیکھتے ہی انہیں بھائی کے حوالے سے سوچا تھا۔" وہ ہونٹوں پہ مسکراہٹ سجائے ان کی باتیں سن رہا تھا۔

"بس اب کل ہی ہم اس کے گھر رشتہ لے کر جاتے ہیں۔ تم ریسٹ کرو، میں اس کی امی کو فون کردوں کہ ہم کل آئیں گے۔" وہ اس کا سر تھپک کر باہر چلی گئیں۔ عمیس نے پھر سے کتاب پڑھنا شروع کردی لیکن اب ہر ورق پہ وہی شبیہ ابھر رہی تھی۔ بھٹک کر اس کی سوچیں انضاء کی ذات کا طواف کرنے لگیں تو اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کتاب بند کی اور بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کے آنکھیں موند لیں۔ ایک بے اختیار بھرپور مسکراہٹ نے اس کے لبوں کو چھوا تھا۔

اگلی شام مسز بخاری صبا اور سیف کے ساتھ انضاء کے گھر پہنچیں۔ بنیادی تعارف کے بعد انہوں نے انضاء سے ملاقات کا واقعہ دوبارہ دہرایا۔ انہیں باتیں کرتے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ انضاء چائے لے کر اندر داخل ہوئی اور انہیں دیکھ کر بری طرح چونک گئی۔ بے اختیار اس کے منہ سے نکلا۔

"آنٹی آپ......!" دوسرے ہی پل سنبھل کے اس نے سلام کیا۔ "السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام۔" مسز بخاری نے ہنستے ہوئے اسے اپنے پاس بٹھایا اور نگہت سے کہنے لگیں۔

"دیکھیں بہن...... اپنی فیملی کے بارے میں تو میں سب کچھ آپ کو بتا چکی ہوں' پھر بھی آپ اپنی تسلی کے لیے عمیس کا یہ کارڈ اور تصویر رکھ لیجیے' ہمیں تو انضاء بہت پسند ہے' بس آپ اسے ہماری بیٹی بنادیں۔" انہوں نے بہت محبت سے اس کے گرد بازو پھیلاتے ہوئے کہا تو وہ محجوب سی ہو کر سر جھکا گئی۔ نگہت مسکرادیں۔

"میں عمیس کے بارے میں اس کے پاپا کو بتا دیتی ہوں' پھر جو بھی ان کا فیصلہ ہوگا' میں جلد ہی آپ کو بتادوں گی۔" انہوں نے سلیقے سے کہا۔

صبا کو بھی انضاء بہت پسند آئی تھی۔ ٹھہرے ہوئے لہجے میں باتیں کرتی' وہ اسے بالکل عمیس کے جوڑ کی لگی تھی۔ چائے پی کر وہ لوگ چلے گئے۔

انضاء نے عمیس کی تصویر دیکھتے ہی پہچان لیا کہ اسی سے اس کی اسٹڈی میں ملاقات ہوئی تھی۔ اپنی حماقت یاد کر کے اسے ہنسی آ گئی۔ اس نے اب ذرا تفصیل سے تصویر دیکھی۔ بلاشبہ وہ کافی وجیہہ شخصیت کا مالک تھا۔ اس کے چہرے پہ سب سے نمایاں اس کی بڑی بڑی ڈارک براؤن آنکھیں تھیں۔ انضاء کو وہ پسند آیا تھا۔ اب وہ انتظار میں تھی کہ پاپا کیا ردعمل ظاہر کریں گے۔ تصویر رؤف صاحب کو بھی اچھی لگی۔ ایک دو دن میں انہوں نے ضروری چھان بین کروائی اور ایک دفعہ وہ دونوں بخاری مینشن جا کر عمیس سے مل بھی آئے۔ سب کچھ بہت اچھا تھا سو انہوں نے اس رشتے کے لیے ہاں کر دی۔

انضاء کو اس فیصلے سے خوشی ہوئی تھی۔ اس کے ذہن میں شریک حیات کے حوالے سے جو مبہم سا خاکہ تھا۔ عمیس کافی حد تک اس پہ پورا اترتا تھا اور پھر اسے باقی گھر والے بھی کافی اچھے لگے تھے۔

انضاء نے عینا کو کال کی۔ سلام دعا کے بعد پوچھا۔

"کیسی ہو' کہاں غائب ہو؟"

"بس ٹھیک ہوں یار' آج کل ماما کی طبیعت تھوڑی ٹھیک نہیں ہے تو بس اسی لیے مصروف تھی۔"

"خیریت' کیا ہوا آنٹی کو؟"

"بس کبھی کبھی بی پی بہت ہائی ہو جاتا ہے تو بے ہوش ہو جاتی ہیں۔ ڈاکٹرز نے کچھ ٹیسٹ لکھے ہیں' ان کی رپورٹ آئے تو پتا چلے کہ مسئلہ کیا ہے۔"

"اللہ انہیں شفا دے' تم پریشان مت ہو' آنٹی جلدی ٹھیک ہو جائیں گی۔"

"تم سناؤ' آج کل تمہاری بڑی ڈیمانڈ ہے۔" عینا کے کہنے پہ وہ چونکی۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ جس کو دیکھو مجھ سے تمہارے بارے میں معلومات لے رہا ہے۔" وہ شرارت سے بولی۔ "پہلے رضی بھائی نے تمہارا نمبر مانگا' اب کچھ دن پہلے وہ آنٹی بخاری تمہاری تصویر مانگ رہی تھیں' کیا بات ہے آج کل بیری پہ بڑے پتھر آ رہے ہیں؟" اس کے چھیڑنے پہ انضاء قدرے سنجیدگی سے بولی۔

"مجھے تم سے اسی سلسلے میں بات کرنا تھی۔ عینا' یار تم اپنے کزن کو سمجھاؤ کہ مجھے تنگ نہ کریں۔"

"مطلب؟" عینا چونکی۔

"یار وہ عجیب قسم کی باتیں کرتے ہیں' عاجز کر دیا ہے مجھے۔" انضاء سخت جھنجلائی ہوئی تھی۔

"پر انضاء، رضی بھائی کوئی عام آدمی نہیں ہیں۔ مطلب

یہ کہ اگر وہ تم میں انٹرسٹڈ ہیں تو یار...... تمہارے تو مزے آ جائیں گے۔" عینا رشک سے بولی تو انضاء کو غصہ آ گیا۔
"ایسے مزوں سے میری توبہ اگر وہ انٹرسٹڈ ہیں تو رشتہ بھیجیں لیکن وہ چاہتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ گھوموں پھروں، ٹیلی فون پہ باتیں کیا کروں، ہم میں انڈراسٹینڈنگ ہو جائے پھر کہیں شادی کا ذکر آئے گا۔ کیا بے شرمی ہے اور اس پہ مجھے جتاتے ہیں کہ انہوں نے مجھے پسند کیا ہے تو یہ میری خوش نصیبی ہے۔ تم مجھے جانتی ہو ناں، یہ شادی سے پہلے بغیر کسی رشتے کے ملنا ملانا مجھے سخت ناپسند ہے اور اوپر سے ان کا انداز اور الفاظ انتہائی بے ہودہ ہوتے ہیں۔" وہ جیسے پھٹ پڑی ادھر عینا سخت شرمندہ ہوئی۔
"آئی ایم سوری انضاء...... مجھے بالکل اندازہ نہیں تھا کہ وہ یہ سب کریں گے، مجھے تو سخت حیرانی اور افسوس ہو رہا ہے۔"
"بس اب تم میرا ایک کام کر دو کہ ان سے کہو اب مجھے کال وغیرہ نہ کریں اور ویسے بھی اب میرا رشتہ طے ہو چکا ہے۔" اس نے دھیرے سے بتایا تو عینا چیخ اٹھی۔
"کیا......؟ بدتمیز اتنی اہم بات اتنی دیر سے بتا رہی ہو۔ کب، کہاں، کس سے، کون ہے، کیا نام ہے؟" اس کے پے در پے سوالات پہ انضاء کو ہنسی آ گئی۔
"آرام سے، آرام سے سانس تو لے لو بخاری آنٹی کے بڑے بیٹے ہیں ڈاکٹر عمیس بخاری، کہاں رہتے ہیں تم نے دیکھا ہوا ہی ہے اور خود کیسے دکھتے ہیں، وہ تم میرے گھر آ کر تصویر دیکھ لینا۔" انضاء اسے تفصیلات بتانے لگی۔
"ہائے انضاء...... میرا تو خوشی سے برا حال ہے، اچھا یہ تو بتاؤ کہ دیکھنے میں کیسے ہیں؟" اس کے چھیڑنے پہ انضاء کے ہونٹوں کو ایک شرمیلی سی مسکان نے چھوا۔
"اچھے ہیں۔"
"بس...... صرف اچھے ہیں یا بہت اچھے ہیں؟" عینا نے شوخی سے پوچھا تو اس نے ہنسی دبائی۔
"بکواس نہ کرو، خود آ کر تصویر دیکھ لینا۔"
"بالکل آؤں گی یار، بس ماما کی طبیعت تھوڑی سنبھل جائے، پھر فوراً آتی ہوں۔"
"ہاں ہاں بالکل، آنٹی کو میری طرف سے ضرور پوچھ لینا اور عینا...... پلیز یہ رضی والے معاملے سے میری جان چھڑاؤں یار۔" اس نے اسے یاددہانی کروائی تو عینا ہچکچاتے ہوئے بولی۔
"انضاء...... دیکھو میری بات کا برا نہ ماننا، اصل میں وہ اور پاپا بزنس پارٹنرز بن چکے ہیں، میں نے کچھ کہا تو رشتے داری تو خراب ہوگی ہی، ہمارا بزنس بھی متاثر ہو سکتا ہے، ہاں اگر تم کچھ کہو گی تو معاملہ تم دونوں کے بیچ ہی رہے گا۔ یار تم جس طرح چاہو انہیں ڈیل کرو لیکن پلیز مجھے انوالو مت کرو۔"
"ہوں، تم صحیح کہہ رہی ہو۔ او کے، اب اگر ان کا فون آیا تو میں ان کی طبیعت صاف کر دوں گی اور ہاں میں تمہارا انتظار کروں گی، جلدی آنا۔" اس نے بات مکمل کر کے فون بند کر دیا تھا۔



اگلے دن نوین اس سے ملنے آئی تو اسے بھی عمیس بہت پسند آیا تھا۔ دن بھر یہیں گزار کے وہ شام میں اپنے گھر گئی تھی۔ انضاء کا موڈ بہت اچھا تھا۔ کل رسم کے لیے ان لوگوں کو آنا تھا۔ مما اس کے لیے سوٹ اور جیولری وغیرہ لینے گئی ہوئی تھیں۔ انضاء کو اچانک خیال آیا تو اس نے عمیس کے ہاسپٹل کا نام گوگل پہ سرچ کیا۔ فوراً ہی کلفٹن میں واقع بخاری ہاسپٹل کا پیج کھل گیا تھا۔ وہ دلچسپی سے تفصیلات دیکھنے لگی۔ چھوٹے پیمانے پہ نہایت جدید آلات سے آراستہ وہ ایک اچھا ہاسپٹل تھا۔ وہ اس کے مختلف وارڈز کی تصاویر دیکھ رہی تھی کہ اس کا فون بج اٹھا۔ اس نے اسکرین پہ رضی کا نمبر دیکھا تو جیسے حلق تک کڑوا ہو گیا۔ اس نے بھی آج یہ قصہ ختم کرنے کے ارادے سے کال ریسیو کر لی۔
"جی فرمائیے۔"
"بہت غصہ آیا تھا اس دن تمہاری بات پہ لیکن دیکھ لو تمہاری چاہت نے کیا حال کر دیا ہے کہ میں نے ہی تمہیں

دوبارہ کال کی ہے۔" رضی کے الفاظ پہ اس نے دانت پیسے۔

"میں آج آخری بار آپ سے بات کررہی ہوں‘ وہ بھی صرف یہ کہنے کے لیے کہ میرا رشتہ طے ہوچکا ہے اور جلد ہی شادی ہونے والی ہے‘ تو آئندہ آپ مجھے کال مت کیجیے گا۔" انضاء کی بات پہ دوسری طرف سناٹا سا چھا گیا تھا۔

"جب میں نے تم سے کہا تھا کہ میں تمہیں چاہتا ہوں تو تم نے کسی اور رشتے کے لیے ہاں کیوں کی؟" اس کے درشت لہجے پہ انضاء کو اس کی دماغی حالت پہ شبہ ہوا۔

"تم صرف میرے لیے بنی ہو اور تم پہ صرف میرا حق ہے انڈر اسٹینڈ‘ یہ کسی اور سے شادی کے خواب دیکھنا چھوڑ دو‘ تم مجھے ابھی جانتی نہیں ہو۔" اس کی دھمکی پہ انضاء کا پارہ چڑھ گیا۔

"میں اچھی طرح جان گئی ہوں کہ آپ ایک سائیکو کیس ہیں‘ ایک ابنارمل آدمی۔ تو اپنی ہی جیسی کسی لڑکی کو ڈھونڈیں جو آپ کی عامیانہ باتیں سن کر خود پہ فخر کرے اور میری جان چھوڑیں۔" وہ شدید اشتعال میں گھری کہہ گئی۔

"تم حد سے بڑھ رہی ہو انضاء۔" وہ غرایا۔ جواباً وہ بھی چیخی۔

"نہیں، حد آپ نے کراس کی ہے، جب میں کہہ چکی ہوں کہ مجھے آپ ہرگز ہرگز پسند نہیں ہیں تو کیوں مجھے ڈسٹرب کررہے ہیں۔ اگر ذرا بھی شرم ہے آپ میں تو آئندہ مجھے فون مت کیجیے گا۔"

"مجھ سے پیچھا چھڑانے کا خیال ذہن سے نکال دو انضاء‘ میں نے آج تک جس چیز کو پسند کیا ہے‘ اسے ہر حال میں حاصل کیا ہے اور......" وہ رعونت سے کہہ رہا تھا کہ انضاء نے اس کی بات کاٹی۔

"لیکن میں کوئی چیز نہیں ہوں۔" اور لائن کاٹ کے موبائل آف کردیا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ اپنا نمبر ہی تبدیل کرلے گی۔ وہ ٹہل ٹہل کر اپنا غصہ ختم کرنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔



اگلی شام بخاری مینشن سے مسز بخاری‘ عمیس‘ صبا‘ اس کے شوہر جواد‘ انس اور سیف کے ساتھ چھوٹی سی رسم کرنے آئے تھے۔ انضاء آج ایک بہن کی کمی شدت سے محسوس کررہی تھی جو اسے تیار کرتی‘ مہمانوں کے سامنے لے جاتی‘ اس کے ساتھ ساتھ رہتی‘ وہ کافی نروس سی بیٹھی ہوئی تھی کہ ہلکی سی دستک دے کر صبا نے اندر جھانکا۔

"کیا میں اندر آسکتی ہوں؟" انضاء نے چونک کر اسے دیکھا اور تیزی سے آگے بڑھی۔

"آیئے ناں پلیز‘ آپ پوچھ کیوں رہی ہیں۔" وہ احترام سے بولی تو صبا اندر چلی آئی‘ انضاء کو دیکھ کے اس کی آنکھوں میں ستائش اتر آئی‘ فیروزی پشواز، پاجامے میں سلیقے سے دوپٹا سر پہ سیٹ کیے وہ بہت اچھی لگ رہی تھی۔ میک اپ کے نام پہ ہلکی سی پنک لپ اسٹک لگائی تھی اور ہاتھوں میں میچنگ چوڑیاں تھیں۔ نازک سے پیروں میں فیروزی اور پنک فلیٹ چپل بہت جچ رہی تھی۔ اس کا جائزہ لیتی صبا بے ساختہ بول اٹھی۔

"ماشاء اللہ بہت پیاری لگ رہی ہو۔" اسے جھینپتا ہوا دیکھ کر صبا ہنس دی۔

"اب چلیں‘ مجھے لگا کہ تمہیں اس وقت کسی دوست یا بہن کی کمی محسوس ہورہی ہوگی اسی لیے چلی آئی۔" اس کی بات پہ انضاء حیران ہوئی۔

"آپ کو کیسے پتا چلا؟" واقعی وہ ابھی یہی تو سوچ رہی تھی۔

"تجربہ جناب تجربہ‘ اپنی دفعہ میں بھی ایسے ہی نروس ہو رہی تھی‘ لیکن تمہاری دفعہ تو میں ہوں ناں۔" صبا نے پیار سے اس کا گال چھو کر کہا تو وہ مسکرادی۔

"تھینکس صبا باجی۔" اس کے کہنے پہ صبا نے اسے ٹوکا۔

"اوں ہوں...... آپیا‘ عمیس مجھے آپیا کہتا ہے۔" اس کے شرارت سے کہنے پہ انضاء سر جھکا کے مسکرادی۔

وہ دھڑکتے دل سے صبا کے ساتھ کمرے میں داخل

ہوئی تو پہلی نظر ہی عمیس پہ گئی جو اس کی طرف ہی متوجہ تھا۔ وہ بے ساختہ نظریں جھکا گئی۔ عمیس بھی قدرے سنبھل کر بیٹھ گیا۔ صبا نے انضاء کو اس کے برابر میں ہی بٹھایا۔ مسز بخاری نے بڑا خوب صورت لال دوپٹا انضاء کے سر پہ اوڑھا کر اسے مٹھائی کھلائی' پھر صبا نے اسے پھولوں کے کنگن پہنائے اور منہ میٹھا کرایا' سیف نے بھی اسے مٹھائی کھلائی اور آہستہ سے بولا۔

''میں نے کہا تھا ناں کہ آپ ہمارے گھر دوبارہ آئیں گی اور دیکھ لیں اب ہم آپ کو ہمیشہ کے لیے اپنے گھر لے جائیں گے۔'' اس کے شرارت سے کہنے پہ انضاء کا سر اور بھی جھک گیا۔ سیف کی آواز اتنی ضرور تھی کہ پاس بیٹھے عمیس نے بھی سن لی تھی اور اسی بات سے اسے حیا آمیز گھبراہٹ سی ہو رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد انضاء اپنے کمرے میں واپس آ گئی۔ جبکہ وہاں بڑوں میں ان کی شادی کی تاریخ طے کر دی گئی۔ ضروری معاملات طے کر کے خوش گوار ماحول میں کھانا کھایا گیا۔ انضاء دوبارہ باہر نہیں آئی تھی۔

نو بجے تک ان لوگوں کی واپسی ہوئی اور گھر پہنچ کر بھی اسی بارے میں باتیں ہوتی رہیں۔ عمیس کے چہرے پہ پھیلی مسکراہٹ نے کلثوم بخاری کو مطمئن کر دیا تھا۔ صبا تھوڑی دیر بیٹھ کر اپنے میاں کے ساتھ واپس چلی گئی تھی۔ کلثوم بھی سونے چلی گئیں تو عمیس اپنے کمرے میں چلا آیا۔ چینج کر کے بیڈ پہ بیٹھا ہی تھا کہ دستک دے کر سیف اندر آ گیا۔

''اگر آپ کو زیادہ تھکن نہ ہو رہی ہو تو آپ سے ایک کام تھا۔'' اسے خلاف عادت تھوڑا سنجیدہ دیکھ کر عمیس چونکا۔

''ہاں ہاں بولو۔''

''مجھے اپنے ایک دوست کا کیس آپ سے ڈسکس کرنا ہے۔ اس یو ایس بی میں اس کی ٹیسٹ رپورٹس اور کیس کی تفصیلات ہیں' آپ دیکھ لیں اور کل مجھے اس بارے میں تفصیل سے بتا دیجیے گا۔'' وہ کہہ کر اٹھنے لگا تو عمیس نے اسے روکا۔

''ارے تو میں ابھی دیکھ لیتا ہوں' تم بیٹھو۔''

''نہیں آپ آرام سے اسٹڈی کر لیں' ہم صبح بات کر لیں گے' گڈ نائٹ۔'' اس کے جانے کے بعد عمیس نے فوراً لیپ ٹاپ آن کیا' سیف کا رویہ اسے الجھا رہا تھا۔ اس نے یو ایس بی لگائی۔

اس میں سیریس پیشنٹ نام کا ایک ہی فولڈر تھا۔ اس نے کلک کیا تو آج کی رسم کی ساری تصاویر سامنے آ گئیں۔ عمیس بے ساختہ ہنس پڑا اور تصویریں دیکھنے لگا۔

بلاشبہ سیف نے بڑی اچھی فوٹو گرافی کی تھی۔ عمیس زیر لب مسکراتے ہوئے انضاء کی تصویر غور سے دیکھنے لگا جس کے چہرے پہ گھبراہٹ اور حیا کے تاثرات تصویر میں بھی نمایاں تھے۔ ایک تصویر پہ اس کی نظر ٹھہر سی گئی تھی۔ واحد تصویر تھی جس میں انضاء کا چہرہ مسکراتا ہوا آیا تھا۔ چند ثانیے تک وہ بنا پلک جھپکائے شرمیلی سی مسکان سے سجے اس کے چہرے کو دیکھتا رہا اس کے کانوں میں ایک آواز سی گونجی۔

''سوری، میں نے آپ کو ڈسٹرب کر دیا۔''

''ڈسٹرب تو آپ نے واقعی کر دیا ہے اور کافی زیادہ کر دیا ہے۔'' وہ اس کی تصویر سے زیر لب مخاطب ہوا اور مسکراتے ہوئے لیپ ٹاپ آف کر کے سونے لیٹ گیا۔ اگلے دن سیف سے کیسے نمٹنا تھا اس نے طے کر لیا تھا۔

صبح ناشتے کی میز پر سیف نے شرارت سے دیکھا اور پوچھا۔

''بھائی کیس اسٹڈی کیسی رہی؟ کچھ آپ کا انٹرسٹ ڈیولپ ہوا؟'' عمیس نے چائے پیتے ہوئے ایسا تاثر دیا جیسے بھول گیا ہو۔

''ارے نہیں یار' میں کل جلدی سو گیا تھا تو تمہارا کام نہیں کر سکا۔'' اور سیف کی شوخی پہ جیسے اوس سی پڑ گئی۔ وہ منہ پھلا کر ناشتہ کرنے لگا۔ اس نے اپنی شرارت سے ماں کو بھی آگاہ کر دیا تھا اور اب اس کا موڈ آف دیکھ کر وہ مسکرا رہی تھیں۔ عمیس ناشتہ کر کے نکلنے لگا لیکن دروازے کے

قریب پہنچ کر رکا۔
"سیفی....."
"جی۔"
"تم کافی اچھی فوٹو گرافی کرتے ہو۔" اس کی بات سمجھ کر سیف نے ایک زوردار نعرہ لگایا اور عمیس ہنستا ہوا باہر نکل گیا تھا۔



دونوں طرف شادی کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں۔ انضاء بازار کے چکر لگا لگا کر تھک گئی تھی۔ ادھر مما اسے ساتھ لیے پھرتیں تو ادھر اکثر ہی صبا اپنے ساتھ لے جاتی۔ اس نے لاکھ کہا کہ وہ اپنی پسند سے لے لیں لیکن صبا ہر چیز اس کی پسند سے لے رہی تھی۔ اتنی ملاقاتوں کے بعد ان میں کافی اچھی دوستی ہو گئی تھی۔ شادی کی دعوت دینے کے لیے انضاء نے عینا کو فون کیا تھا۔

"کیسی ہو عینا؟ آنٹی کی طبیعت کیسی ہے اب۔" اسے عینا آواز سے تھوڑی پریشان لگی تب ہی پوچھنے لگی۔

"یار...... مام کے دل کے دو والو کام نہیں کر رہے۔ انہیں ٹریٹمنٹ کے لیے باہر لے جانا پڑے گا۔" عینا نے پریشانی سے بتایا تو وہ بھی فکر مند ہو گئی۔

"ارے..... آنٹی تو اتنی ایکٹو رہتی ہیں، لگتا ہی نہیں کہ انہیں یہ پرابلم ہو گی۔"

"ہاں ناں، بس اچانک ہی ڈائیگنوز ہوا اب سرجری کے لیے ہم جلد ہی چاچو کے پاس لندن جا رہے ہیں۔"

"اچھا..... چلو اللہ بہتر کرے گا، تم لوگوں کی واپسی کب تک ہو گی؟" اس نے بے چینی سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے دو ڈھائی مہینے تو لگ ہی جائیں گے۔ ارے ہاں تمہاری شادی کی کیا ڈیٹ رکھی گئی ہے؟" عینا کو اچانک خیال آیا۔

"اگلے مہینے کی سولہ تاریخ ہے۔" اس کے بتانے پہ عینا افسردہ سی ہو گئی۔

"اوہ میں تو تمہاری شادی اٹینڈ ہی نہیں کر پاؤں گی۔ یاد ہے ہم لوگ ایک دوسرے کی شادیاں انجوائے کرنے کے کیسے کیسے پلان بنایا کرتے تھے۔" عینا کے لہجے میں اداسی واضح تھی۔

"چلو یار، دل خراب نہ کرو اللہ آنٹی کو صحت یابی عطا کرے اور تم خیریت سے واپس آؤ۔ ہم ان شاء اللہ تمہاری اور نوین کی شادیوں میں ویسے ہی ہلا گلا کریں گے۔" انضاء نے خوش دلی سے کہا تو عینا مسکرا دی۔

"ارے انضاء...... وہ رضی بھائی والے معاملے کا کیا ہوا؟" اسے اچانک یاد آیا۔

"ارے ان کا تو دماغ ٹھیک کر دیا میں نے۔" انضاء اسے تفصیل بتانے لگی۔

"اف...... یار، تمہاری ہمت ہے کہ تم نے ان سے یہ سب کہہ دیا۔" عینا حیران ہوئی۔

"تو اور کیا کرتی عینا" ان کی بے تکلفی حد سے بڑھ گئی تھی۔ سچ کہوں تو مجھے یقین نہیں تھا کہ وہ اتنی بے عزتی کے بعد بھی میرا پیچھا چھوڑیں گے، پر شکر ہے انہیں عقل آ گئی اور اس کے بعد سے فون نہیں کیا۔" اس نے خوشی سے کہا۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ اکثر اوقات گہری خاموشی اور جمود کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔



شادی میں چند ہی دن رہ گئے تھے۔ سب تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ نوین، انضاء اور نگہت کا ہر کام میں ساتھ دے رہی تھی۔ عینا اپنی فیملی کے ساتھ لندن جا چکی تھی۔ رضی کی طرف سے بالکل ہی خاموشی تھی جس پر انضاء نے شکر ادا کیا تھا اور بے فکر تھی جبکہ دل اب عمیس کے نام پر نئے احساسات کے ساتھ دھڑک رہا تھا۔ نوین بھی اسے عمیس کے نام پر چھیڑتی رہتی تھی۔

جس دن شادی تھی۔ عمیس ممی کو بتا کر زاویار کی طرف چلا آیا تھا۔ زاویار سے اس کی دوستی زیادہ پرانی نہیں تھی۔ ایک حادثے میں وہ زخمی حالت میں اس کے پاس علاج کے لیے آیا تھا اور پھر وقتاً فوقتاً ان دونوں کی ملاقات دوستی میں بدل گئی تھی۔ وہ ایک دو بار پہلے بھی اس کے گھر آ چکا تھا، گارڈ اسے پہچانتا تھا جب ہی اسے اندر جانے دیا۔ دو ہزار

گزرے بنے اس گھر میں زاویار اکیلا رہتا تھا۔ عمیس کو ہمیشہ ہی یہاں کے سناٹے سے الجھن سی ہوتی تھی۔ جتنی بار بھی وہ یہاں آیا تھا اسے زاویار پہلے سے زیادہ قابل رحم لگتا تھا۔ آسائشات کی فراوانی اور دولت کی ریل پیل کے باوجود وہ اتنا اکیلا تھا۔ خوب صورت و بیش قیمت ساز و سامان سے آراستہ ہونے کے باوجود اس گھر کے در و دیوار سے وحشت و اداسی ٹپکتی تھی۔ ملازم نے اسے ڈرائنگ روم میں بٹھایا۔ اس کے بیٹھتے ہی دوسرا ملازم کولڈ ڈرنک لے آیا۔

''صاحب ایک ضروری کام سے آفس گئے ہیں۔'' اس کے مطلع کرنے پہ عمیس جھنجلا گیا۔ عجیب بے وقوف تھا۔ باہر سے ہی بتا دیتا۔ وہ مایوس سا ہو کر اٹھنے لگا تو ملازم نے اسے روکا۔

''آپ اگر رک سکتے ہیں تو تھوڑا انتظار کرلیں۔ صاحب نے کہا تھا کہ ایک گھنٹے میں آجائیں گے۔'' عمیس سوچ میں پڑ گیا۔

''ٹھیک ہے میں اس کا انتظار کرلیتا ہوں۔''

''جی صاحب' آپ کے لیے کچھ اور لاؤں؟ کافی یا اسنیکس وغیرہ؟'' وہ مستعدی سے پوچھنے لگا۔

''ارے نہیں بھئی' تم اپنا کام کرو' مجھے کچھ چاہیے ہوگا تو بتادوں گا۔''

''او کے سر۔'' کہہ کر وہ اندر چلا گیا۔

عمیس وقت گزاری کے لیے میگزین پڑھنے لگا۔ اسے خیال آیا کہ اس وقت گھر میں اس کی غیر موجودگی پہ صبا کتنا غصہ کررہی ہوگی' وہ زیر لب مسکرانے لگا۔ ذہن کی رو بھٹکی تو پھر سے ایک پری چہرہ مختلف روپ میں اپنی جھلک دکھانے لگا۔ عمیس کتنی ہی دیر اسے سوچے گیا۔ یہ خیال ہی دل میں عجیب سی ہلچل مچا رہا تھا کہ وہ آج ہمیشہ کے لیے اس کی ہوجائے گی۔ ایک سرشاری سی اس کے رگ و پے میں دوڑنے لگی تھی۔ اسے اس بات کی بڑی خوشی تھی کہ پہلی بار جس لڑکی کے لیے اس کا دل مختلف انداز میں دھڑکا تھا' وہ بغیر کسی رکاوٹ و پریشانی کے اس کی ہونے جارہی تھی۔ ان ہی خیالات میں گم اس نے گھڑی پہ نظر ڈالی تو ایک گھنٹہ پورا ہونے میں ابھی بیس منٹ باقی تھے۔ عمیس اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے سوچا کسی ملازم سے کہہ کر زاویار کا دوسرا نمبر لے کر اس سے بات کرے کیونکہ اس کے پاس جو نمبر تھا اس پہ تو پاور آف کی ریکارڈنگ چل رہی تھی۔ وہ ڈرائنگ روم سے باہر نکلا' پورے گھر میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا مختلف کمروں میں دیکھنے لگا لیکن سارے ہی کمرے مقفل تھے۔ چلتے ہوئے اسے ایک کمرے کا دروازہ کھلا نظر آیا تو وہ دستک دے کر اندر داخل ہوا۔ یہ کمرہ شاید زاویار نے فراغت کے اوقات میں لطف اندوز ہونے کے لیے سجایا تھا۔ اس وسیع و عریض کمرے میں ایک طرف ٹیبل پہ ایک لیپ ٹاپ اور کچھ کتابیں رکھی تھیں۔ جبکہ سامنے دیوار پہ پلازما ٹی وی لگا تھا۔ ٹی وی سے منسلک ایک بہترین اسٹیریو سسٹم بھی رکھا ہوا تھا۔

عمیس کے داخل ہونے پہ کتابیں سیٹ کرکے رکھتا ملازم چونکا بلکہ عمیس کو ایسا لگا جیسے وہ کچھ پریشان سا ہوگیا ہو۔ وہ تیزی سے آگے آیا۔

''جی صاحب......''

''تم یا تو میری زاویار سے بات کروادو یا مجھے اس کا نمبر دے دو' میں خود بات کرلوں' میرے پاس جو نمبر ہے وہ تو بند مل رہا ہے۔'' ملازم کی بے چینی نوٹ کرتا ہوا اس نے کہا۔

''صاحب...... آپ ڈرائنگ روم میں تشریف رکھیے' میں آپ کو سپروائزر صاحب سے نمبر لے کر دیتا ہوں۔''

''اٹس او کے، میں یہیں ویٹ کررہا ہوں۔'' اب کہ ملازم کے چہرے پہ پریشانی کے آثار اتنے واضح تھے کہ عمیس بے اختیار پوچھ بیٹھا۔

''کوئی مسئلہ ہے کیا؟ نمبر دینے پہ پابندی ہے؟'' اس کے پوچھنے پہ وہ کھسیاتے ہوئے بولا۔

''نہیں صاحب...... وہ اصل میں بات یہ ہے کہ یہ صاحب کا انتہائی پرائیویٹ روم ہے اور یہاں کسی کو بھی آنے کی اجازت نہیں...... یہاں کی صفائی صرف میں کرتا ہوں' ورنہ یہ لاک رہتا ہے۔ آپ برا مت مانیے گا لیکن اگر صاحب کو پتا چلا کہ آپ یہاں...... تو...... پھر میری تو

نوکری گئی۔" وہ شرمندگی سے بتانے لگا۔

"او کے او کے، تو پہلے بتادیتے' اس میں پریشانی کی کیا بات ہے' میں زاویار سے ذکر نہیں کروں گا کہ میں یہاں آیا تھا' اب تم مجھے نمبر لادو تاکہ تم بھی اپنا کام کرو اور میں بھی جاسکوں۔"

"جی صاحب۔" ملازم بادل نخواستہ باہر نکل گیا' وہ بے چارا اتنا گھبرایا ہوا تھا کہ ہاتھ میں پکڑی کتاب لیے لیے ہی چلا گیا۔

عمیس نے اس کے جانے کے بعد کمرے کا از سر نو جائزہ لیا اور پھر ٹھٹک سا گیا۔ دروازے کے قریب ایک سفید کاغذ پڑا تھا' عمیس نے پاس جاکر دیکھا تو اسے اندازہ ہوا کہ وہ کسی تصویر کا پچھلا رخ ہے اور اس پہ کچھ لکھا ہے' فطری تجسس کے تحت عمیس نے وہ تصویر اٹھالی جس کی پشت پہ لکھا تھا۔

تم سے بچھڑ کر پہروں سوچتا ہوں
اب میں کیوں اور کس کی خاطر زندہ ہوں
جیتی جاگتی دنیا کے ہنگاموں میں
یوں لگتا ہے جیسے میں ایک سایہ ہوں
کھویا ہے جیسے ہاتھ کی لکیروں میں
ایسا اپنے ہاتھ کو تکتا رہتا ہوں
ریزہ ریزہ ٹوٹ چکا ہوں اندر سے
گھر سے باہر گردن تان کے چلتا ہوں

عمیس سمجھ گیا کہ یقیناً اسی لڑکی کی تصویر ہے جس کے عشق کا روگ زاویار کو اندر ہی اندر ختم کررہا تھا۔ اس نے بڑے اشتیاق سے تصویر پلٹی کہ دیکھے آخر وہ کون ہے جس نے ایک انسان کو زندگی سے بیزار کردیا تھا اور تصویر پلٹتے ہی وہ ساکت رہ گیا۔

نہ کوئی دھماکا ہوا تھا نہ زلزلہ آیا تھا لیکن عمیس کی پوری ہستی لرز کر رہ گئی تھی۔ اپنی تمام تر خوب صورتی کے ساتھ مسکراتی ہوئی انضاء اس کے سامنے تھی' اس نے بے یقینی سے تصویر کو دیکھا اور آنکھیں بند کرلیں' اس یقین کے ساتھ کہ وہ دوبارہ آنکھیں کھولے گا تو تصویر میں کوئی اور ہی لڑکی نظر آئے گی لیکن...... دوبارہ دیکھنے پر وہی چہرہ سامنے تھا۔

انضاء کاظمی...... جس سے آج اس کی شادی تھی۔

جسے وہ پہلی بار دیکھنے کے بعد بھول ہی نہ سکا تھا' لیکن آج اس کا یہ روپ دیکھنا عمیس کے لیے ناقابل برداشت تھا۔ اس کی رگوں میں جیسے پارہ دوڑنے لگا تھا۔

"مجھے کردار کی پختگی متاثر کرتی ہے۔" اس کے اپنے کہے الفاظ اس کا مذاق اڑا رہے تھے۔ غصے سے عمیس کی آنکھیں سرخ انگارہ ہورہی تھیں۔ اس نے بمشکل خود کو وہ تصویر ریزہ ریزہ کرنے سے باز رکھا اور ایک تنفر و حقارت بھری نگاہ ڈال کر اس تصویر کو وہیں پھینکا اور باہر نکل گیا۔ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا گاڑی میں آکر بیٹھا اور فل اسپیڈ میں گاڑی بھگانے لگا۔ وہ اس وقت قطعی حواس میں نہ تھا۔ بس ایک ہی خیال کچوکے لگا رہا تھا کہ اتنا بڑا دھوکا...... ایسی بھولی صورت کے پیچھے کیسی مکروہ سیرت چھپی تھی۔ عمیس نے طے کرلیا تھا کہ وہ کسی بھی قیمت پر یہ شادی نہیں کرے گا۔ وہ کسی بھی حال میں ایک بدکردار لڑکی کو اپنی زندگی میں شامل نہیں کرسکتا تھا۔

"آئی ایم سوری میں نے آپ کو ڈسٹرب کیا۔" ایک مدھری آواز اس کی سماعت میں گونجی تو اس نے نفرت سے مکا اسٹیئرنگ پہ دے مارا۔

"آئی ہیٹ یو' اپنے بھولے چہرے اور گھٹیا اداؤں سے نجانے کتنوں کو تم نے بے وقوف بنایا ہوگا لیکن میں تمہارے جال میں پھنسنے والا نہیں ہوں۔" وہ زیرلب بڑبڑایا۔ گھر پہنچ کر وہ تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا ممی کے کمرے تک پہنچا لیکن وہاں صبا اور سیف کو پریشان دیکھ کر چونکا۔

"کیا ہوا؟"

"ممی کا بی پی بہت ہائی ہوگیا ہے۔" صبا نے پریشانی سے بتایا تو وہ تیزی سے آگے بڑھا۔

کلثوم بخاری ایک عرصے سے بلڈ پریشر کی مریضہ تھیں' شروع میں تو یہ بیماری اتنی سیریس نہ تھی لیکن جب

سے انہیں انجائنا کا اٹیک ہوا تھا تب سے خاص احتیاط کی جاتی کہ ان کا بی پی نارمل رینج سے بالکل تجاوز نہ کرے اور اس کے لیے انہیں روزانہ بی پی کی دوا کھانی ہوتی تھی۔ آج شادی کی مصروفیات میں وہ دوا کھانا بھول گئی تھیں اور اب ان کا بی پی کافی ہائی ہو رہا تھا۔

"آپ نے آج دوا کھائی تھی؟" عمیس نے ان کی طرف دیکھا اور بی پی چیک کیا۔

"نہیں، پتا نہیں کیسے میرے ذہن سے نکل گی۔" انہوں نے نقاہت سے کہا۔

"ممی...... آپ کو خیال رکھنا چاہیے تھا نہ بلکہ اس میں قصور آپ کا نہیں ہمارا ہے، ہمیں آپ کو دوا ٹائم پہ دینی چاہیے۔" وہ تاسف سے بولا تو وہ دھیرے سے مسکراتے ہوئے بولیں۔

"بس آج سے میرا خیال رکھنے والی آجائے گی نہ۔ پھر تمہیں کوئی شکایت نہیں ہوگی۔" عمیس نے ہونٹ بھینچ لیے۔ ممی کی حالت ہرگز ایسی نہیں تھی کہ وہ ان سے شادی سے انکار کی بات کرتا۔ ڈاکٹر کی حیثیت سے وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اس وقت کوئی بھی ٹینشن ان کے لیے کتنی نقصان دہ ہوسکتی تھی۔ اسے تناؤ کی کیفیت میں دیکھ کر کلثوم پیار سے بولیں۔

"تم پریشان مت ہو عمیس، میں نے دوا کھالی ہے، ابھی تھوڑی دیر آرام کرکے ٹھیک ہوجاؤں گی اب تم لوگ جاکے تیاریاں کرو، ہم ان شاء اللہ مقررہ ٹائم پر ہی نکلیں گے۔" انہوں نے بات مکمل کرکے آنکھیں موند لیں تو وہ تینوں کمرے سے باہر آگئے۔

"تمہارے کپڑے استری کرکے ہینگ کردیے ہیں، تھوڑا ریسٹ کرکے تیاری شروع کردینا۔" صبا عمیس سے کہتی آگے بڑھ گئی تو وہ بے بسی سے لب کاٹتا کمرے میں چلا آیا۔

دروازہ کھولتے ہی تازہ گلاب کے پھولوں کی خوشبو نے اس کا استقبال کیا۔ اس کی غیر موجودگی میں حنیف نے اس کا کمرہ ڈیکوریٹ کروادیا تھا۔ انضاء کے جہیز کا فرنیچر دو دن پہلے ہی یہاں سیٹ ہوچکا تھا۔ کمرے کے وسط میں رکھے بیڈ پہ خوب صورت میرون ریشمی چادر بچھی تھی جس کے کناروں پہ سنہری جھالر لٹک رہی تھی۔ بیڈ کے تین اطراف میں گلاب اور موتیے کی لڑیاں لٹک رہی تھیں۔ سائیڈ ٹیبل پہ انضاء اور عمیس کی منگنی کی تصویر فریم کرواکے رکھ دی تھی۔ دوسری سائیڈ ٹیبل پہ گلابوں کا بہت ہی خوب صورت گلدستہ رکھا تھا۔

عمیس کو اپنے کمرے سے وحشت سی ہونے لگی۔ ایک ان چاہی ہستی کو زندگی میں شامل کرنے کا احساس اسے اندر سے کاٹ رہا تھا۔ اس نے سائیڈ ٹیبل سے فریم شدہ تصویر اٹھائی اور اپنے کمرے سے ملحقہ چھوٹی سی اسٹڈی میں اچھال دی۔ وہ بے بسی سے اپنے بال مٹھیوں میں جکڑے بیٹھا تھا۔ ایک پل کو اس نے سوچا کہ ممی کو صاف صاف بتادے کہ وہ یہ شادی نہیں کرنا چاہتا لیکن شاید یہ دھچکا ان کا کمزور دل برداشت نہ کرتا' اس نے گویا کانچ کے ٹکڑوں پہ چلتے ہوئے فیصلہ کیا۔

"تمہیں اپنی ماں کی جان کے صدقے اس گھر میں لا رہا ہوں لیکن...... تمہاری حیثیت ایک بے جان چیز سے زیادہ نہیں ہوگی انضاء کاظمی! ایک بدکردار لڑکی جو غیر مردوں سے مراسم رکھتی رہی ہو میری چاہت اور توجہ نہیں صرف اور صرف نفرت کی حقدار ہے' تمہیں میرا نام تو مل جائے گا لیکن اس کے علاوہ میں تم پہ تھوکوں گا بھی نہیں۔" وہ شدید نفرت اور حقارت سے تصور میں اس سے مخاطب تھا' واقعی اس کے ساتھ تو قسمت نے عجیب مذاق کیا تھا۔ اس نے ہمیشہ یہی خواہش کی تھی کہ جیسی صاف ستھری زندگی اس نے گزاری ہے' کبھی کسی لڑکی سے غیر ضروری بات چیت یا دوستی نہیں کی' ویسے ہی اس کی بیوی بھی صاف ستھرے کردار کی مالک ہو اس کے دل و دماغ پہ کسی غیر مرد کی پرچھائیں بھی نہ رہی ہو لیکن اب ایک ایسی لڑکی اس کی بیوی بن رہی تھی جو ایک غیر مرد سے محبت جتاتی رہی تھی۔ اس کے خیالات و احساسات قطعاً بھی پاک نہ تھے۔ نجانے کون سے گناہ کی سزا کے طور پر عمیس کو ایسی شریک حیات مل رہی

تھی۔ یہی سب سوچتے ہوئے اس نے ایک بے زار نظر کمرے پہ ڈالی جس کی ہر چیز اسے خود پہ ہنستی نظر آرہی تھی۔ وہ جلتا کلستا نہانے چلا گیا اور شاور کھول کر پانی کے ذریعے اپنے اندر کی آگ بجھانے کی کوشش کرنے لگا تھا۔



"تم اتنی خوب صورت لگ رہی ہو کہ میری نیت خراب ہو رہی ہے۔ سچی، اگر میرا کوئی بڑا بھائی ہوتا ناں تو میں تمہیں اغوا کر کے اپنی بھابی بنا لیتی۔" نوین اس کے عروسی روپ کو رشک وستائش سے دیکھتے ہوئے بولی تو انضاء شرمیلی سی ہنسی ہنس دی۔

"آہستہ بولو ایسا نہ ہو کہ تمہارے ارادے سن کر ڈاکٹر صاحب غصے میں آ کر تمہیں کوئی غلط انجیکشن دے دیں۔" ان کی ایک یونیورسٹی فیلو نے نوین کو چھیڑا تو وہ اسے گھورنے لگی۔ ان کی نوک جھونک جاری تھی کہ بارات آنے کا شور اٹھا۔ تھوڑی ہی دیر میں نکاح کی رسم ادا ہوئی اور وہ انضاء کاظمی سے انضاء عمیس بخاری بن گئی۔

عمیس نے خود کو اتنا مجبور پہلے کبھی محسوس نہ کیا تھا۔ دستخط کرتے وقت تک اس کا دل چاہا کہ تمام مصلحتیں بالائے طاق رکھ کر اس شادی سے انکار کردے اور بھری محفل میں اس دھوکا باز لڑکی کی پول کھول دے پر کوشش کے باوجود اس خواہش پہ عمل نہ کرسکا' لیکن ہر گزرتے پل کے ساتھ اس کے دل میں انضاء کے لیے نفرت بڑھ رہی تھی۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ جیسی بے سکونی اور وحشت وہ محسوس کررہا ہے اس سے دگنی وہ انضاء کی زندگی میں بھر دے گا۔

اگر وہ زندگی اپنی مرضی سے نہیں گزار پائے گا تو وہ بھی پل پل خود کو بیڑیوں میں جکڑے قیدی کی طرح پائے گی۔ ان ہی منتقمانہ سوچوں میں گھرے تقریب کب ختم ہوئی اور رخصتی کروا کے وہ لوگ گھر پہنچے' اسے کوئی ہوش نہیں تھا۔ چونکا تو تب جب صبا اسے اس کے کمرے کے دروازے تک لا کے نیگ مانگنے لگی' اس کے ناسمجھی سے دیکھنے پہ صبا نے اس کی آنکھوں کے آگے چٹکی بجائی۔

"کیا ٹکر ٹکر دیکھ رہے ہو؟ اتنی خوب صورت دلہن رخصت کروا کے لائے ہو' نیگ لیے بغیر تو میں تمہیں اس کی شکل نہیں دیکھنے دوں گی۔" عمیس نے بدقت مسکراتے ہوئے اپنا والٹ اس کے حوالے کیا تو وہ خوش ہوگئی۔

"واہ بھائی ہو تو ایسا' دل خوش کردیا۔ چلو چلو اب رات بہت ہوگئی ہے' میں چلتی ہوں' تم بھی اندر جاؤ۔"

اس کے کہنے پہ عمیس نے کمرے کا دروازہ کھولا جہاں قدم رکھتے ہی اسے اپنا خون کھولتا ہوا محسوس ہوا۔ اس نے اندر آ کر دروازہ بند کیا تو بیڈ پہ گھونگھٹ نکالے بیٹھی انضاء کی دھڑکنیں بے ہنگم ہونے لگیں۔ سماعت میں سہیلیوں کے کہے شوخ فقرے گونجے تو شرمیلی سی مسکان ہونٹوں پہ سج گئی۔ وہ لرزتی ہتھیلیوں کو آپس میں جکڑے سر جھکائے منتظر تھی جبکہ عمیس کا دل چاہ رہا تھا کہ اس سجے سجائے کمرے کو تہس نہس کردے اور سب سے پہلے تو اس لال گٹھڑی کو اٹھا کر باہر پھینک دے۔ خوش کن خیالات اور حیا آمیز احساس میں گھری انضاء چونکی جب ایک ڈبہ اچھل کر اس کے پاس آ گرا۔

"اسے اٹھاؤ اور بیڈ خالی کرو' مجھے نیند آرہی ہے۔" انتہائی روکھے اور درشت لہجے میں کہے گئے الفاظ نے اسے اتنا حیران کیا کہ وہ بے اختیار ساری شرم وحیا بھلائے جھٹکے سے سر اٹھا کر عمیس کو دیکھنے لگی کہ کیا واقعی یہ سب اس نے انضاء سے ہی کہا ہے' جبکہ عمیس اسے دیکھ کر چند ثانیے اسے دیکھتا ہی رہ گیا تھا۔

دلہن بن کر تو عام سی لڑکی پہ بھی نکھار آ جاتا ہے' وہ تو پھر خوب صورتی میں اپنی مثال آپ تھی۔ گہرے سرخ راجستھانی لہنگے میں اس کی رنگت خوب دمک رہی تھی۔ پور پور سجی وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے عمیس کو دیکھ رہی تھی۔ اس کا یہ روپ دیکھ کر عمیس کو اپنی خوش بختی پہ ناز ہوتا اگر جو وہ اس کے پیچھے چھپے بہروپ سے واقف نہ ہو چکا ہوتا۔ اس کی بے یقینی پہ عمیس زہرخند لہجے میں بولا۔

"اگر تم یہ توقع کررہی تھیں کہ میں تمہارے اس بناوٹی کھوکھلے حسن کی پذیرائی کروں گا تو اپنی غلط فہمی دور کرلو' مجھے

صرف باطنی حسن اور کردار کی خوب صورتی متاثر کرتی ہے یہ شادی میں نے صرف اپنے گھر والوں کے کہنے پہ کی ہے میرے بس میں ہوتا تو تم جیسی لڑکی کو تو اپنے آس پاس بھی نہ پھٹکنے دیتا۔ امید ہے اب تک تمہاری ساری توقعات کی تشفی ہو چکی ہوگی۔ اب ہٹو یہاں سے تمہاری موجودگی میں میں یہاں نہیں بیٹھ سکتا۔" اتنی تحقیر پہ جیسے انضاء کے آنسو بھی ٹھٹھر گئے تھے۔ بے جان ہوتے جسم سے وہ بیڈ سے اتری چوڑیوں اور پازیب کی چھن چھن سے کمرے کی تلخ فضا میں ارتعاش سا پیدا ہو کر تھم گیا۔ وہ کھڑی ہو کر اندازہ کررہی تھی کہ کس طرف جائے کہ عمیس بول اٹھا۔

"اس طرف اسٹڈی ہے آج سے تم اپنا ٹھکانہ وہیں کرو اور ہاں یہ بات اس کمرے تک ہی رہے گی۔ دنیا والوں کی نظر میں ہم میاں بیوی کی طرح ہی ہو کریں گے۔ یہ بات یاد رکھنا کہ اگر تم نے کسی سے ہمدردی بٹورنے کے چکر میں کوئی رونا رویا تو میں یہ نام نہاد رشتہ بھی ختم کردوں گا۔ ناؤ گیٹ لاسٹ۔" انضاء خود کو گھسیٹتی ہوئی اندرونی دروازہ کھول کر اسٹڈی میں چلی آئی۔ اسے لگا اس کے حواس کام نہیں کررہے کیا وہ کوئی بھیانک خواب دیکھ رہی تھی؟ یا وہ اتنی سخت جان تھی کہ شادی کی پہلی رات اپنے شوہر کے ایسے تذلیل آمیز رویے کو سہہ کر بھی اپنے پیروں پہ کھڑی تھی۔

دماغ کچھ سوچنے کے قابل ہوا تو سب سے پہلے یہی خیال آیا کہ ہمیشہ خود کو اور اپنے جذبوں کو سینت سینت کر رکھنے کا یہ صلہ ملا تھا اسے؟ اس نے تو دل و دماغ کے سلیٹ کو ہمیشہ کورا رکھا تھا کہ اس پہ صرف اپنے شوہر کا نام ہی نقش کرے گی لیکن...... لیکن اس کا شوہر تو اسے دیکھنے تک کا روادار نہ تھا ابھی رشتے کی شروعات تھی اور وہ انتہائی بے رحمی سے توڑنے کی بات کررہا تھا۔

اس کے پیروں میں اب اس کا وزن اٹھانے کی طاقت ختم ہوتی جارہی تھی سو وہ وہیں زمین پہ بیٹھتی چلی گئی اور ہاتھ دونوں گھٹنوں کے گرد باندھ کے چہرہ گھٹنوں پہ ٹکالیا۔ آنکھیں جو اب تک آنسوؤں پر بند باندھتے تھک چکی تھیں آنسوؤں کو رستہ دے بیٹھیں۔ وہ وہیں بیٹھی بے آواز روتی رہی۔ وہ اس بات پہ حیران تھی کہ ان دونوں کی تو کبھی بات یا باضابطہ ملاقات بھی نہیں ہوئی پھر اسے کیا بات بری لگ گئی جو وہ ایسا برتاؤ کررہا تھا۔ اسے لگا شاید عمیس کسی اور کو پسند کرتا ہو اور مجبوراً اس سے شادی کرلی ہو لیکن اس میں بھی انضاء کا کیا قصور تھا؟ سوچ سوچ کر اس کا ذہن تھک گیا لیکن اس الجھن کا کوئی سرا ہاتھ نہیں آیا تھا۔ روتے ہوئے وہ سوچتی رہی اور وہیں بیٹھے نجانے کب اس کی آنکھ لگ گئی تھی۔



عمیس کی بھی پوری رات انتہائی بے چینی میں گزری تھی۔ انضاء سے ایسا سلوک کرنے کے بعد بھی اسے جیسے قرار نہیں آیا تھا۔ کروٹیں بدلتے ہوئے رات کے پچھلے پہر آنکھ لگی تھی۔ صبح دس بجے اس کی آنکھ کھلی تو اپنا سر بری طرح دکھتا ہوا محسوس ہوا۔ وہ کچھ دیر ایسے ہی لیٹا رہا پھر ایک خیال آنے پہ تیزی سے اٹھا اور اسٹڈی کی طرف بڑھا اس نے دروازے پہ ہلکی سی دستک دی اندر سے جواب نہ آنے پہ وہ چڑ کر اندر داخل ہوا اور زمین پہ سوئی انضاء کو دیکھ کر بری طرح چونکا۔ وہ بیٹھے بیٹھے ہی سوگئی تھی تو جھکتے ہوئے اس کا سر زمین سے جا لگا تھا اور دیکھنے میں ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ گری ہوئی ہو۔ عمیس تیزی سے آگے بڑھا لیکن اس سے دو قدم کے فاصلے پہ رک گیا۔ اس کی نارمل چلتی سانس سے عمیس کو اطمینان سا ہوا اس نے قریب رکھی میز کا شیشہ بجایا انضاء ہڑبڑا کے اٹھی۔ وہ ابھی تک رات والے حلیے میں ہی تھی۔ بس ٹیکا لڑھک کر سائیڈ پہ آ گیا تھا اور رونے سے سارا میک اپ ختم ہوگیا تھا۔ عمیس نے ایک نظر ڈال کر اسے مخاطب کیا۔

"اس سے پہلے کہ کوئی آئے، اپنا حلیہ صحیح کرکے چہرے پہ سے ماتم کے آثار صاف کرو۔" وہ حکم دیتا پلٹا اور انضاء حلق میں پھنستے نمکین گولے کو واپس دھکیلتی بھاری شرارہ پکڑے ڈریسنگ روم میں چلی آئی۔ آئینے میں اپنے روپ پہ نظر پڑی تو پھوٹ پھوٹ کر رونے کو دل چاہنے لگا

لیکن رات بھر اتنا روئی تھی کہ آنکھیں دکھنے لگی تھیں اس نے ایک ایک کر کے سارے زیورات اتارے اور نہانے چلی گئی۔ شاور کے بہتے پانی میں اس کے آنسو بھی شامل ہونے لگے۔ نہا کر اس نے ڈریسنگ میں لٹکا ہوا رائل بلیو فراک پاجامہ پہن لیا۔ ستے ہوئے چہرے اور روئی روئی آنکھوں کو نارمل کرنے کے لیے ہلکا سا میک اپ کیا اور بال سلجھا کر گیلے بالوں کی ہی چوٹی باندھ لی۔ دوپٹا لے کر وہ باہر نکلی تو عمیس سے نظر ٹکرائی جو اس پہ ایک کٹیلی نگاہ ڈال کر منہ پھیر گیا تھا۔ وہ ہمت کر رہی تھی کہ اس سے اپنی خطا تو پوچھے کہ دروازے پہ دستک ہوئی اس نے دروازہ کھولا تو صبا کا مسکراتا چہرہ نظر آیا۔

"ارے واہ تم تو تیار بھی ہو گئیں ماشاء اللہ بہت پیاری لگ رہی ہو۔" اندر آتی ہوئی وہ اسے پُرستائش نظروں سے دیکھ کر بولی۔

"لیکن کوئی جیولری تو پہنو اور بال بھی کھولو اچھا...... ادھر بیٹھو۔" انضاء کے ہچکچانے کی پرواہ کیے بغیر وہ اس کا ہاتھ کھینچ کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے لے آئی اور گولڈ کا بھاری سا سیٹ پہنا کر اس کے بال کھول کر پن سے سیٹ کر دیئے وہ اس کی لپ اسٹک ڈارک کر رہی تھی جب عمیس واش روم سے باہر نکلا اور آئینے میں جھلکتے اس کے عکس کو دیکھ کر رک سا گیا۔ گھنے کالے بالوں نے اس کی پشت گھیر رکھی تھی۔ ہونٹوں پہ چمکتی سرخ لپ اسٹک نے جیسے اس کا چہرہ جگمگا دیا تھا۔

"کیوں بھئی، کیسی لگ رہی ہے ہماری بھابی؟" صبا نے اٹھلا کر اس سے پوچھا تو خاموش بیٹھی انضاء کا دل دھڑک اٹھا کہ جانے وہ کیا کہہ دے وہ مسکرا کے بولا۔

"آپا ناشتہ کروا دیں خالی پیٹ تو تعریف بھی نہیں کی جائے گی۔" یہ سن کر صبا ہنس دی۔

"اچھا میں ابھی ناشتہ لاتی ہوں۔" تو وہ اسے ٹوک گیا۔

"ہم نیچے چل کر سب کے ساتھ ہی ناشتہ کریں گے۔" یہ کہہ کر وہ باہر نکل گیا تو صبا بھی انضاء کا ہاتھ تھام کر چل دی۔

ٹیبل پہ ناشتے کے لوازمات سیٹ کرواتی کلثوم بخاری نے ان دونوں کو صبا کے ساتھ آتے دیکھا تو مسکرا دیں۔ آخری سیڑھی پہ انہوں نے انضاء کو اپنے بازو کے گھیرے میں لے لیا۔ اس نے دھیرے سے سلام کیا تو وہ اسے پیار سے جواب دے کر میز تک لے آئیں اور کرسی کھینچ کر اسے بٹھایا۔ سیف بھی ناشتہ کرنے آیا تو اسے وہاں دیکھ کر خوش ہو گیا۔

"السلام علیکم! اور آپ کے گھر میں پہلی گڈ مارننگ بھابی۔" اس کے دلار سے کہنے پہ انضاء نے دھیرے سے مسکرا کے سلام کا جواب دیا۔ ہلکے پھلکے ماحول میں ناشتہ ہوا پھر مسز بخاری عمیس سے مخاطب ہوئیں۔

"جاؤ عمیس انضاء کو اس کا گھر تو پورا دکھاؤ۔" اور عمیس اپنی کیفیت چھپاتے ہوئے لاپروائی سے بولا۔

"اس کی کیا ضرورت ہے ممی آہستہ آہستہ خود ہی دیکھ لیں گی۔" جبکہ انضاء اس کا گریز سمجھ کر سر جھکا گئی۔

"ارے بھابی آئیں میں آپ کو آپ کے گھر سے متعارف کرواتا ہوں۔" سیف نے دوستانہ لہجے میں کہا تو وہ شکر ادا کرتی جھٹ سے اٹھ گئی۔ پھر وہ اسے مختلف کمرے لان پول کچن سب دکھاتا رہا۔ جب تک وہ دونوں واپس لاؤنج میں پہنچے عمیس واپس کمرے میں جا چکا تھا اور انس اٹھ کر ناشتہ کر رہا تھا انضاء کو داخل ہوتے دیکھ کر چونکا۔

"دلہن......" وہ بے یقینی سے بولا پھر جیسے ماں کو اطلاع دینے والے انداز میں بولا۔ "مما دیکھیں دلہن گھر میں آ گئی۔" اس کے کہنے پہ صبا اور سیف ہنس دیئے وہ رخصتی سے پہلے ہی سو گیا تھا سو اسے انضاء کے آنے کی خبر ہی نہیں ہوئی تھی جب ہی وہ اس وقت اسے یہاں دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔

"انس یہ مامی ہیں یہ اب یہیں رہیں گی۔" صبا کے بتانے پہ انس کے چہرے پہ خوشی سی پھیلی۔

"سچی میں؟"

”ہاں بالکل۔“ صبا نے اس کے بال سہلائے‘ وہ تیزی سے چلتا ہوا انضاء کے پاس پہنچا جو صوفے پہ بیٹھی اس کی باتیں سن رہی تھی۔ اس کے قریب پہنچ کر وہ رکا جیسے کچھ کہنے میں جھجک رہا ہو۔ انضاء نے مسکرا کے کہا۔

”انس‘ میرے پاس آؤ۔“ اور وہ ایک دم بے تکلفی سے اس کی گود میں چڑھ کر بیٹھ گیا۔ انضاء بے اختیار ہنس دی۔ صبا شرمندہ سی ہوئی۔

”انس بیٹا‘ صوفے پہ بیٹھو مامی کے کپڑے خراب نہیں کرو۔“ تو وہ نفی میں سر ہلانے لگا۔

”نہیں نہیں میں مامی دلہن کے پاس بیٹھوں گا۔“ اس کے دیے ہوئے نئے نام پہ انضاء نے اس کے گال پہ پیار کیا اور صبا سے بولی۔

”بیٹھنے دیں ناں اپیا‘ اسی طرح تو ہماری دوستی ہوگی۔“ اس کے کہنے پہ صبا مسکرا دی۔

پھر وہ کافی دیر تک انس سے باتیں کر کے اپنا اداس‘ تھکا ہوا دل و دماغ بٹاتی رہی‘ وہ سوچ رہی تھی کہ عمیس سے بات کر کے مسئلہ پوچھے گی‘ شاید وہ کسی غلط فہمی کا شکار ہو گیا ہو اور وہ اس کا دل صاف کر سکے‘ تھوڑی دیر بعد مسز بخاری نے ہی کہا۔

”انس جاؤ بیٹا‘ اب کپڑے بدل لو اور انضاء تم بھی اب تھوڑا ریسٹ کر لو بیٹا‘ پھر پارلر جانا ہوگا۔“ وہ فرماں برداری سے سر ہلاتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف چلی آئی‘ باہر رک کر اپنا اعتماد بحال کیا اور اندر داخل ہوئی۔ لیپ ٹاپ پہ کام کرتے عمیس نے چونک کر اسے دیکھا اور ناگواری سے بولا۔

”تمہیں کسی نے ناک کر کے آنا نہیں سکھایا؟“ انضاء ہمت کر کے بولی۔

”اپنے کمرے میں آنے کے لیے کون ناک کرتا ہے؟“ اس کی بات پہ عمیس نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔

”تمہارا کمرہ‘ اچھا مذاق ہے۔ تمہارا کمرہ تمہاری حدود اور تمہاری اوقات وہ ہیں جو میں نے تمہیں رات میں بتا دی ہیں۔ یہ کمرہ صرف میرا ہے‘ کسی خوش فہمی میں رہنے کی ضرورت نہیں۔“ اس کے اکھڑ لہجے اور سخت الفاظ پہ انضاء ہمت مجتمع کر کے بولی۔

”آپ...... آپ مجھ سے ایسے کیوں بات کر رہے ہیں؟ اپنی ناراضی کی وجہ تو بتا دیں۔ میں تو کچھ بھی سمجھ نہیں پا رہی ہوں۔“ اس کی بات پہ عمیس کو پتنگے لگ گئے۔ وہ اس پر نظر جما کے درشتی سے بولا۔

”میں تمہارے کسی سوال کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھتا اور مجھ سے آئندہ کوئی فضول بات کرنے کی کوشش بھی نہ کرنا‘ تم صرف یہ بات اپنے ذہن میں بٹھا لو کہ تمہاری اس گھر میں حیثیت ایک کیئر ٹیکر کی ہے۔ ممی‘ سیف‘ اپیا‘ سب کا خیال رکھنا تمہارا کام ہے اور اگر ان کی خدمت یا گھر کی دیکھ بھال میں تم سے کوئی کوتاہی ہوئی تو میرے کہے بغیر ہی اس گھر سے نکل جانا۔“ وہ کہہ کر اپنے کام میں لگ گیا تو وہ پھر سے اسٹڈی میں چلی آئی۔

اب اتنی واضح بات کے بعد وہ اور کیا کہتی‘ اس نے بے دلی سے اسٹڈی کا جائزہ لیا۔ یہ عمیس کی پرسنل اسٹڈی تھی‘ ایک چھوٹا سا کمرہ جس میں دو دیوار گیر الماریوں میں مختلف کتب رکھی تھیں۔ سائیڈ میں ایک صوفہ کم بیڈ تھا اور ایک رائٹنگ ٹیبل رکھی تھی۔ وہ دھیرے سے چلتی ہوئی صوفہ کم بیڈ پہ بیٹھ گئی اور کل سے اب تک کے حالات پہ غور کرنے لگی۔ اسے صاف لگ رہا تھا کہ عمیس بہانے ڈھونڈ رہا ہے کہ اس سے کوئی غلطی ہو اور وہ اس بنیاد پہ یہ رشتہ ختم کر دے‘ لیکن انضاء نے سوچ لیا تھا کہ وہ اسے ایسا کوئی موقع ہی نہیں دے گی‘ اپنی پوری توجہ‘ محبت اور چاہت سے اس گھر اور گھر والوں کو اپنائے گی اور کیا پتا گزرتے وقت کے ساتھ عمیس کے دل میں بھی جگہ بنانے میں کامیاب ہو جائے۔

شام میں ولیمے کا فنکشن تھا۔ انضاء اسٹیج پہ بیٹھی بے چینی سے مما پاپا کا انتظار کر رہی تھی۔

(آخری حصہ ان شاءاللہ اگلے ماہ)



ھومیو گائیڈ

طلعت نظامی

ملیریا (Malaria)

لفظ Malaria (ملیریا) اطالوی (Atalian) زبان سے لیا گیا ہے جو کہ دو الفاظ سے ماخوذ ہے Mala کے لغوی معنی Bad اور Aria کے معنی "ہوا" کے ہیں یہ لفظ سب سے پہلے اٹلی میں استعمال ہوا ان کے مطابق یہ وہ بیماری ہے جو کہ دلدلی علاقوں کی کثیف ہوا سے پھیلتی ہے۔

1880ء میں ایک فرانسیسی ڈاکٹر (Laveran) لیورن نے یہ ثابت کیا کہ یہ ایک خاص قسم کی مادہ مچھ (Anopheles) نامی کے کاٹنے سے انسان کے جسم میں داخل ہو کر اس کے خون میں رہتا ہے۔

ملیریا کی تعریف: ملیریا ایک متعدی مرض ہے جو کہ خون میں ایک خاص قسم کے کرم کی موجودگی سے پیدا ہوتا ہے بخار کا ہونا تلی اور جگر کا بڑھ جانا اور کمزوری وغیرہ اس مرض کی خاص علامات ہیں۔

ملیریا ایک ایسی اصطلاع ہے جو کہ چند ایک قسم کے شدید بخاروں کے لیے استعمال ہوتا ہے جن کا سبب پروٹوزوا قسم کے جراثیم طفیلی Parasites ہیں ان جراثیم کے اصطلاحی نام حسب ذیل ہیں۔

پلازموڈیم ملیریائی (Plasmodium Malariae) پلازموڈیم وائی ویکس (Plasmodium Vivax) پلازموڈیم اوویل (Plasmodium Ovale) پلاموڈیم فالسی پیرم (P.Falci Patum) ان چاروں جراثیم کو ملیریا کے جراثیم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ملیریا کے یہ جراثیم خاص قسم کے مچھروں کے کاٹنے سے جسم انسان میں داخل ہو کر اس کے خون میں پرورش پاتے ہیں لیکن مچھر کے توسط کے بغیر یہ جراثیم مریض ملیریا کے جسم سے تندرست آدمی کے جسم میں داخل نہیں ہو سکتے پس ان جراثیم ملیریا کی زندگی کے دو دور ہیں ایک دور انسانی جسم میں اور دوسرا دور مچھر کے جسم میں۔ انسان ان جراثیم کا مستقل میزبان ہے اور مچھر ان کا متوسط میزبان۔

ملیریا کا کرم صرف انسانی خون میں ہی نہیں پایا جاتا بلکہ اس سے ملتے جلتے کرم کتے، مینڈک، چمگادڑ، مرغی وغیرہ کے خون میں بھی پائے جاتے ہیں پرندوں کے خون کا کرم ملیریا بہت حد تک انسانی خون کرم ملیریا سے مشابہت رکھتا ہے ایک عرصہ تک محققین کی یہی رائے تھی کہ دونوں کرم ایک ہی قسم کے ہیں لیکن اب یہ بات پوری طرح واضح ہو چکی ہے کہ انسانی خون میں مذکورہ تین قسم کے ہی کرم ملیریا پائے جاتے ہیں۔

ملیریا زمانہ قدیم سے ہی انسان کا خونخوار دشمن چلا آ رہا ہے قدیم یونانی اور رومی اطباء نے اس کا ذکر کیا ہے حکیم بقراط (460 ق م) اور رومی حکیم کلسوس (25 ق م) اور حکیم جانیوس وغیرہ نے ملیریائی بخاروں کا ذکر کیا ہے یہ مرض دنیا کے تمام حصوں میں موجود ہے شروع میں اس کا سبب خراب اور زہریلی ہوا کو سمجھا جاتا تھا لیکن بعد میں بعض لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ ملیریا اور مچھر کا کچھ نہ کچھ تعلق ضروری ہے اٹلی کے کاشتکار ایک عرصہ سے اس بات کو جانتے ہیں کہ جب وہ نمناک سبزہ دار اور دلدلی زمینوں میں جاتے ہیں تو وہاں پر ایک خاص قسم کے مچھر کے کاٹنے سے انہیں بخار ہو جاتا ہے آخر کار 1880 میں ڈاکٹر لیورن نے جراثیم ملیریا کو دریافت کیا اور 1895 میں ڈاکٹر راس (Ross) نے یہ عقدہ حل کیا کہ ایک خاص قسم کا مچھر ان جراثیم کو انسان کے جسم میں داخل کرتا ہے۔

پلازموڈیم وائیویکس:۔
ان جراثیم کے پھیلائے ہوئے ملیریا کا دورہ 48 گھنٹے کے بعد Repeat ہوتا ہے یا بخار ہر تیسرے دن چڑھتا ہے اس وجہ سے اسے (Tertian Fever) بھی کہتے ہیں۔

پلازموڈیم ملیریا:۔
اس جراثیم کے پھیلائے ہوئے ملیریا میں بخار 72 گھنٹے بعد دوبارہ چڑھتا ہے اس وجہ سے اس کو Quarten Fever کہتے ہیں۔

پلازموڈیم فیلسی پیرم:۔
اس جراثیم کے پھیلائے ہوئے ملیریا کا دورہ 40 سے 48 گھنٹے کے بعد دوبارہ Repeat ہوتا ہے بعض اوقات یہ وقفہ 15 سے 20 گھنٹے کا رہ جاتا ہے یا پھر بعض حالتوں میں وقت کی بالکل قید نہیں ہوتی اس وجہ سے اس کو Irregular Fever بھی کہتے ہیں۔
ملیریال پیرا سائٹ کے دو میزبانَ (Hosts) ہوتے ہیں۔

انسان اور دوسرا مادہ انوفلیز مچھر۔
جراثیم ملیریا (Malarial Parasite)
اگر مریض ملیریا کے خون کے ایک قطرہ کو خوردبین کے نیچے ایک خاص طریقہ سے دیکھا جائے تو خون کے سرخ دانوں کے اندر سیاہ رنگ کے چھوٹے چھوٹے نقطے نظر آتے ہیں جو مختلف اشکال کے ہوتے ہیں یہی نقطے ملیریا کے جراثیم ہوتے ہیں جو خون کے سرخ دانوں میں رہتے ہیں۔
جراثیم ملیریا کی پیدائش تولد سے بھی ہوتی ہے اور تناسل سے بھی چنانچہ طریق تولد سے تو یہ انسان کے خون میں بڑھتے ہیں اور بطریق تناسل مچھر کے جسم میں جو جراثیم بطریق تولید بڑھتے ہیں انہیں جراثیم تولدی (Sporocytes) کہتے ہیں اور جو بطریق تناسل بڑھتے ہیں انہیں جراثیم تناسل (Gamocytes) کہتے ہیں۔

!انسانی جسم میں ملیریا کے جراثیم کا دورہ حیات
(A Sexual Life Cycle)
جب کوئی مادہ انوفلیز مچھر (Female Anopheles Mosquito) جس کے Salivary Glands میں ملیریا پیرا سائٹ موجود ہوں کسی صحت مند انسان کو کاٹتی ہے تو زخم کے اندر ملیریل پیرا سائٹ داخل کردیتی ہے ان کو Sporo Zoites کہتے ہیں یہ باریک دھاگوں کی شکل کی ہوتے ہیں ان کے دونوں سرے نوکدار ہوتے ہیں اور درمیان میں نیوکلیکس ہوتا ہے اسپوروزوائٹ خون میں شامل ہوکر جگر میں داخل ہوجاتے ہیں جگر کے خلیات میں تین چار یوم رہتے ہیں وہاں ان کی شکل تبدیل ہوتی رہتی ہے اور یہ بار بار تقسیم ہوتے ہیں تین چار دن کے بعد جن کو ہم (Cryptozoites) کہتے ہیں واپس خون میں آجاتے ہیں اور خون میں موجود Red Blood Cells میں داخل ہوجاتے ہیں جب پیراسائٹ RBC میں ہوتے ہیں اس وقت ان کو Trophozoites کہتے ہیں جو کہ RBC کی شکل میں گول ہوتے ہیں RBC کی موجودگی کے دوران یہ اپنی شکلیں تبدیل کرتے ہیں پہلے ان میں خلا بنے گا اور نیوکلیکس ایک طرف کو چلا جاتا ہے اس کو Ring Stage کہتے ہیں۔

(جاری ہے)



بیاض دل

میمونہ رومان

ارم کمال...... فیصل آباد

ہر ابتداء سے پہلے ہر انتہا کے بعد
ذات نبی بلند ہے ذات خدا کے بعد
دنیا میں احترام کے قابل ہیں جتنے لوگ
میں سب کو مانتا ہوں مگر مصطفیٰ ﷺ کے بعد

عائشہ پرویز...... کراچی

میں اپنی تنہائیوں سے تنگ آ کر
بہت سے آئینے خرید لایا ہوں

ملالہ اسلم...... خانیوال

عمر بھر کا حساب کر ڈالا
اس نے پھر لاجواب کر ڈالا
ہم خزاں کا اجاڑ منظر تھے
چھو کے اس نے گلاب کر ڈالا

ماریا سلیم...... کورنگی

میرے حصے میں کتابیں نہ کھلونے آئے
تلاش رزق میں گزر گیا میرا بچپن

فیاض اسحٰق مہانہ...... میانوالی

اشعار یوں تو میرے زمانے کے لیے ہیں
کچھ شعر فقط ان کو سنانے کے لیے ہیں
یہ علم کا سودا یہ رسالے یہ کتابیں
اک شخص کی یادوں کو بھلانے کے لیے ہیں

کوثر خالد سودا...... فیصل آباد

پھولوں کی جستجو تجھے گمراہ کر نہ دے
اس چلچلاتی دھوپ میں اک سائبان ہوں
منہ پھیر کر وہ چل دیے ہوں پھر بھی مطمئن
اشرف میں اس رویے پہ بھی شادمان ہوں

رمشا ملک...... ٹمن

کوئی ہاتھ بھی نہ ملائے گا جو ملو گلے ملو تپاک سے
یہ نئے مزاج کا شہر ہے ذرا فاصلے سے رہا کرو

پروین افضل شاہین...... بہاولپور

شہر میں وہ معتبر میری گواہی سے ہوا
پھر مجھے اس شہر میں نامعتبر اس نے کیا
شہر کو برباد کرکے رکھ دیا اس نے منیر
شہر پر یہ ظلم میرے نام پر اس نے کیا

ماہا بشیر حسین...... ٹنگہ

پت جھڑ کی دہلیز پہ بکھرے
بے چہرے پتوں کی صورت
ہم کو ساتھ لیے پھرتی ہے
تیرے دھیان کی تیز ہوا

سحر تبسم سحری...... مغل پورہ

ان اندھیروں سے کوئی کیسے ملے
وہ اندھیرے جو روشنی سے ملے

مدیحہ نورین مہک......گجرات

عجب چراغ ہوں دن رات جلتا رہتا ہوں
میں تھک گیا ہوں ہوا سے کہو بجھائے مجھے

عثمان عبداللہ......کراچی

تیری صورت سے کسی کی نہیں ملتی صورت
ہم جہاں میں تیری تصویر لیے پھرتے ہیں

ایم ڈی۔ دائود احمد...... کھلتی شریف

میری داستان حسرت وہ سنا سنا کے روئے
مجھے آزمانے والے مجھے آزما کے روئے
تیری بے وفائیوں پر، تیری کج ادائیوں پر
کبھی سر جھکا کے روئے کبھی منہ چھپا کے روئے

ثنا جویریہ...... کراچی

محبت کا تعلق ٹوٹنے میں دیر لگتی ہے
ہماری اور ان کی دوستی برسوں چلی اچھی

مدیحہ کنول...... چشتیاں

حکایت غم دنیا طویل تھی، کہہ دی

حکایت غم دل مختصر ہے کیا کہیے
جدائیاں تو یہ مانا بڑی قیامت ہیں
رفاقتوں میں بھی دکھ کس قدر ہیں کیا کہیے

سمیعہ رانی...... ملتان

بچھڑا تو دوستی کے اثاثے بھی بٹ گئے
شہرت وہ لے گیا مجھے رسوائی دے گیا

ادم لوز گل...... سرگودھا

تیری زندگی کی کتاب میں میرے نام کا اک باب ہے
مجھے پوری زندگی پہ محیط کر یا میرا نام نصاب سے نکال دے

بینش عباس...... جھنگیر آباد

کبھی روٹھے ہوئے بچے کو دیکھا ہے
بس اس طرح سے روٹھی ہے میری زندگی مجھ سے

انعم زہرہ...... جھنگیر آباد

رنج پہ رنج نیا دیتے ہیں
اور رونے کی وجہ پوچھتے ہیں
اف یہ بے درد زمانے والے
مجھ سے جینے کی وجہ پوچھتے ہیں

این چوہدری...... کمالیہ

نگاہوں سے قتل کر ڈالو نہ ہو تکلیف دونوں کو
تمہیں خنجر اٹھانے کی ہمیں گردن جھکانے کی

سباس گل...... رحیم یار خان

ابھی تک نیند ہے آنکھوں میں باقی
کوئی سپنا ادھورا رہ گیا ہے

ثمینہ فرحان...... ملتان

وقت کی اپنی عدالت بھی ہوا کرتی ہے
آج اس شہر میں قانون تمہارا ہی سہی

سکینہ انور...... خانیوال

ہم اپنے قرب کے کم زور دھاگے
جھٹک کے توڑ دیں ہمت نہیں ہے
یہ زہراب پی ہی لیں جرأت نہیں ہے
کبھی سچ بول دیں عادت نہیں ہے

پروین مہک...... پھول نگر

ہم ہی نہیں تھے ہماری طرح کے اور بھی لوگ
عذاب میں تھے جو دنیا سے سوچتے تھے الگ

کلثوم رانی...... لاہور

میرے لیے وہی سقراط کا پیالہ کیوں
یہ پی چکا ہوں کوئی اور انتظام کریں
میں باقی عمر پرندوں میں رہنا چاہتا ہوں
میرے لیے کسی پنجرے کا انتظام کریں

فریال تالپور...... لاڑکانہ

باقی جو چپ رہو گے تو اٹھیں گی انگلیاں
ہے بولنا بھی رسم جہاں بولتے رہو

ہما حمید...... لاہور

وہ بات ذرا سی جسے کہتے ہیں غم دل
سمجھانے میں اک عمر گزر جائے ہے پیارے

نجمہ نور انصار...... بھلوال نگر

زندگی کی دھوپ میں اس سر پہ اک چادر تو ہے
لاکھ دیواریں شکستہ ہوں پر اپنا گھر تو ہے
جو بھی آئے گا یہاں دستک تو دے کر آئے گا
اک حد دیوار تو ہے اک حصار در تو ہے

عابدہ احمد بیگ...... گجرات

اس وقت کا کون حساب کرے
وہ وقت جو تجھ بن بیت گیا

علیمہ خان...... ٹی جی خان

محبت اس طرح معلوم ہو جاتی ہے دنیا کو
کہ یہ معلوم ہوتا ہے نہیں معلوم ہوتی ہے

رضیہ سہیل...... وہاڑی

شب بہار میں تاروں سے کھیلنے والے
کسی کی آنکھ بھی شب بھر ستارہ بار رہی



biazdill@aanchal.com.pk

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

چکن کوئلہ کڑاہی

اشیاء:

مرغی کا گوشت	ایک کلو
ٹماٹر	آدھا کلو
ادرک	باریک کٹی ہوئی دو کھانے کے چمچے
کٹا زیرہ	ایک کھانے کا چمچہ
نمک	حسب ذائقہ
قصوری میتھی	ایک چائے کا چمچہ
پیاز	ایک (بڑے سائز کی)
لہسن پسا ہوا	ایک کھانے کا چمچہ
کٹی لال مرچ	ایک کھانے کا چمچہ
کٹا دھنیا	ایک کھانے کا چمچہ
ہری مرچ	آٹھ سے دس عدد
تیل	آدھا کپ

ترکیب:

ایک پتیلی میں دو کھانے کے چمچے تیل ڈالیں۔ جب تیل گرم ہو جائے تو اس میں کٹے ہوئے ٹماٹر شامل کر دیں اور اچھی طرح پکائیں، جب ٹماٹر گل جائیں تو اس کو گرائنڈر میں پیس لیں اور اس پیسٹ کو ایک پیالے میں نکال لیں۔ ایک پتیلی میں تیل گرم کریں۔ جب تیل گرم ہو جائے تو اس میں میتھی دانہ ڈالیں۔ جب میتھی دانہ کڑکڑانے لگے تو باریک کٹی شامل کر دیں اور پیاز کو فرائی کریں۔ جب پیاز ہلکی براؤن ہونے لگے تو اس میں پسا لہسن شامل کر دیں اور تین منٹ فرائی کریں۔ پھر چکن ڈال کر تیز آنچ پر چار سے پانچ منٹ تک فرائی کریں اور اس میں نمک اور کٹی لال مرچ شامل کر دیں۔ دو منٹ مزید پکائیں اور اس کے بعد ٹماٹر کا پیسٹ شامل کر دیں اور پکنے دیں۔ چکن گل جائے اور شوربہ تیار ہو جائے تو اس میں کٹا زیرہ اور کٹا دھنیا شامل کر دیں۔ ساتھ باریک کٹی ادرک اور قصوری میتھی بھی ڈال دیں۔ اب کوئلہ سلگائیں اور تیار کڑھائی میں ایک پیاز کا ٹکڑا رکھیں اور اس پر کوئلہ رکھ دیں۔ کوئلہ پر چند قطرے تیل کے ڈالیں اور ڈھک کر پانچ سے سات منٹ کے لیے رکھ دیں۔ اس کے بعد کوئلہ اور پیاز کا ٹکڑا نکال کر پھینک دیں۔ گرم گرم نان کے ساتھ پیش کریں۔

ارم صابرہ..... تلہ گنگ

چکن تکہ بریانی

اشیاء:

چکن تکہ پیس	تین پاؤ

میرینیشن

لیموں کا رس	دو کھانے کے چمچے
سرخ مرچ پاؤڈر	ایک کھانے کا چمچہ
بھنا زیرہ	آدھا چائے کا چمچہ
اجوائن	ایک چٹکی
ٹاٹری	ایک چٹکی

چاول کے لیے:

چاول	چار سو گرام
پانی	چار کپ
تیل	آدھا کپ
آلو	تین عدد
ٹماٹر	ایک پاؤ
سرخ مرچ پاؤڈر	ایک کھانے کا چمچہ
ہرا دھنیا کٹا ہوا	تین کھانے کے چمچے
ادرک لہسن	دو کھانے کے چمچے
نمک	حسب ذائقہ
ہلدی	آدھا کھانے چمچہ
سفید مرچ پاؤڈر	ایک چوتھائی چائے کا چمچہ
جائفل جاوتری	ایک چٹکی

تیل حسب ضرورت

نمک حسب ضرورت

پیاز دو عدد

ادرک لہسن ایک کھانے کا چمچہ

نمک حسب ذائقہ

پیپریکا ایک چوتھائی چائے کا چمچہ

ترکیب: چکن تکے کے لیے:

میرینیشن کی تمام اشیاء ملائیں، پھر چکن تکوں پر لگا کر گرل کرلیں۔ چاول ایک کنی ابال کا نتھار لیں۔

چاول کے لیے:

ایک پتیلی میں تیل گرم کریں۔ پیاز سنہری تل لیں اور ادرک لہسن ڈالیں۔ اب آلو اور تھوڑا پانی ڈال کر آدھا گلالیں۔ پھر اس میں ٹماٹر پیوری اور مسالے ڈال کر پکائیں۔ یہاں تک کہ آلو گل جائیں اور مسالہ بھن جائے۔ ایک الگ دیگچی میں مسالے کی تہ لگائیں۔ پہلے چاول ڈالیں، ہرا دھنیا چھڑکیں اور گولڈن ران تکے رکھ کر تھوڑا تیل ڈال کر دم پر رکھ دیں۔ ڈش میں نکال کر سجائیں۔ رائتے کے ساتھ پیش کریں۔

صبا ایشل...... بھاگووال

اسپائسی میکرونی چاٹ

اشیاء:

میکرونی آدھا کپ

ٹماٹر دو عدد

نمک حسب ذائقہ

چاٹ مسالہ ایک چائے کا چمچہ

آلو دو عدد

پیاز ایک عدد

چلی ساس چار چائے کے چمچے

ہرا دھنیا تھوڑا سا

ترکیب:

میکرونی کو اچھی طرح ابال کر چھان لیں۔ آلو ابال کر چوکور کاٹ لیں۔ پیاز اور ٹماٹر چوپ کرلیں۔ ایک پیالے میں میکرونی، پیاز، آلو ٹماٹر اور نمک ڈال کر مکس کردیں۔ چلی سوس اور چاٹ مسالہ ڈال کر اچھی طرح مکس کردیں۔ ہرا دھنیا باریک کاٹ کر ڈال کر پیش کریں۔

تہہ دار فرائیڈ سینڈوچز

اشیاء:

ڈبل روٹی کے توس چھ عدد

پودینے کی چٹنی چوتھائی کپ

پنیر دو سلائس

ٹماٹو پیسٹ چوتھائی کپ

انڈا ایک عدد

دودھ تھوڑا سا

ترکیب:

ڈبل روٹی کے سلائسز کے سخت کنارے کاٹ کر علیحدہ کردیں۔ دو سلائسز پر پودینے کی چٹنی لگا کر رکھ دیں۔ دو سلائسز ٹماٹو پیسٹ لگا کر رکھ دیں۔ پودینے والے سلائسز پر ٹماٹو پیسٹ والی سلائس اس طرح رکھیں کہ ٹماٹو پیسٹ والا سائڈ اوپر رہے۔ اس پر پنیر رکھو اور تیسرا سلائس بھی رکھ کر ہاتھ سے دبا دیں۔ ان سینڈوچز کو اس طرح کاٹیں کہ چار حصوں میں تقسیم ہوجائیں۔

ایک کپ میں نمک اور آدھا چائے کا چمچہ سفید زیرہ پاؤڈر ڈال کر تھوڑا دودھ ملا کر پھینٹ لیں اور ساتھ ہی ایک عدد انڈا بھی ملا دیں اور اچھی طرح پھینٹ لیں۔

اس آمیزے میں سینڈوچز کو ڈبو ڈبو کر ڈیپ فرائی کرلیں۔ سنہرا ہونے پر نکال کر ٹشو پیپر پر رکھیں اور ٹماٹو کیچپ کے ساتھ پیش کریں۔ سینڈوچز کو کاٹنے پر اندر سبز اور سرخ دھاریاں دکھائی دیں گی جو خوب صورت لگتی ہیں۔ بچوں کو لنچ باکس میں اسکول کے لیے دے سکتے ہیں اور شام کو چائے کے ساتھ بھی پیش کیے جاسکتے ہیں۔

عریشہ سہیل...... کراچی

ٹرکس سینڈوچز

اشیاء:

میدہ اونس

مکھن		ایک اونس
یخنی		چار اونس (آدھا کپ)
چکن کے ریشے		چھ اونس
کریم		چار اونس
کش شدہ پیاز		ایک چائے کا چمچہ
بریڈ سلائیسز		تین عدد
مکھن		تھوڑا سا

ترکیب:
مکھن گرم کر کے میدہ بھونیں (ایک کھانے کا چمچہ میدہ) پھر آنچ سے ہٹا کر یخنی ملا دیں اور خوب چمچہ چلاتے ہوئے اس میں کریم ملا دیں۔
ہلکی آنچ پر پکائیں، قدرے گاڑھا ہونے پر چکن کے ریشے، نمک، سیاہ مرچ پاؤڈر اور پیاز ملا دیں۔ سلائیز کو ٹوسٹ کر کے مکھن لگائیں اور پھر مکھن والی سائیڈ پر مرکب لگا دیں۔
ہر سینڈوچ پر کھیرے کا قتلہ اور پودینے کی پتی سے سجا دیں۔ ٹرکس سینڈوچز تیار ہیں۔

ماورا طلحہ..... سعودی عرب

چپلی کباب

اشیاء:
گائے کا پسا ہوا قیمہ باریک		آدھا کلو
نمک		حسب ذائقہ
کارن فلاور		آدھا کپ
زیرہ (بھون کر کوٹ لیں)		ایک کھانے کا چمچہ
لال مرچ (کٹی ہوئی)		ایک کھانے کا چمچہ
ٹماٹر (باریک کاٹ لے)		دو عدد
پیاز (باریک کاٹ لیں)		دو عدد
ثابت دھنیا (بھون کر کوٹ لیں)		دو کھانے کے چمچے
انار دانہ (باریک کوٹ لیں)		آدھا کپ

ترکیب:
قیمہ میں تمام چیزیں ملا کر ایک گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔ سیدھے توے پر کباب بنا کر تل لیں۔ اوپر ایک گول کٹا ہوا ٹماٹر رکھ دیں۔ پودینے کی چٹنی کے ساتھ پیش کریں۔

(تبسم بشیر حسین..... ڈنگہ)

گارلک چلی پرانز

اشیاء:
زیتون کا تیل		چار کھانے کے چمچ
سرخ مرچ		چار عدد
لہسن		دو پوتھی
جھینگے بڑے سائز کے		سولہ عدد
تازہ پارسلے		ایک کھانے کا چمچہ (کاٹ لیں)
نمک، سیاہ مرچ		حسب ضرورت
لیموں		دو عدد

ترکیب:
لہسن چھیل کر پیس لیں۔ سرخ مرچ بھی پیس لیں۔ پارسلے کو بھی پیس لیں۔ کسی فرائی پین میں تیل گرم کریں اور اس میں پسا ہوا لہسن، مرچ ڈال کر ایک منٹ تک فرائی کریں۔ اس دوران لہسن سنہری مائل ہو جائے گا۔ جھینگوں کو صاف کر لیں اور اس صاف شدہ جھینگوں کو لہسن اور مرچ کے ساتھ شامل کر کے تین منٹ تک پکائیں اس کے بعد اس میں پارسلے شامل کر دیں۔ اس کے بعد جھینگوں کو چولہے سے اتار لیں اور گرم گرم لیموں کے رس کے ساتھ پیش کریں۔

(نجم انجم اعوان..... کراچی)



نیرنگ خیال

ایمان وقار

نعت رسول مقبول ﷺ

جو ٹھنڈی میٹھی ہوا چلی ہے
میری زبان پر نبی نبی ہے
وہ جس کی دھوم ہے عرش پر ہی
وہ جس کا چرچا گلی گلی ہے
عرب سے سارے جہاں ہی پھیلا
وہ نور نورِ محمدی ہے
وہ آ گیا ہے سجانے محفل
یہ دنیا جس کے لیے بنی ہے
جدا نہیں ہے خدا سے لیکن
خدا خدا ہے نبی نبی ہے
یہ بادشاہت ہے دو جہاں کی
جو ان کے در کی گداگری ہے
کرو خدا کے نبی کی باتیں
دلوں کی کھیتی ہری بھری ہے

محبت

سنا تھا ہم نے لوگوں سے
محبت چیز ایسی ہے
چھپائے چھپ نہیں سکتی
یہ چہرے سے جھلکتی ہے
یہ لہجے میں مہکتی ہے
یہ آنکھوں کو رلاتی ہے
مگر......!
یہ سب اگر سچ ہے
تو ہمیں اپنے رب سے
بھلا کیسی محبت ہے
نہ چہرے سے جھلکتی ہے
نہ لہجے میں مہکتی ہے
نہ راتوں کو جگاتی ہے
نہ آنکھوں کو رلاتی ہے
یہ کیسی محبت ہے
بھلا کیسی محبت ہے......

(تابی کھرل...... جڑانوالہ، فیصل آباد)

غزل

عقل پہ پتھر پڑے آنکھوں کی بینائی گئی
وحشتیں سر پہ چڑھیں، چہرے سے رعنائی گئی
جب ہماری ہی ہمیں تحریر دکھلائی گئی
لیلیٰ مجنوں کی وہی تاریخ دہرائی گئی
رہ گئی ہیں حسرتوں میں ڈھل کے ساری خواہشیں
خواہش کی بات تو اب ہوگئی آئی گئی
ایک وہ دن تھے کہ پہلو میں بٹھاتے تھے ہمیں
بدلے یوں حالات کہ ان سے شناسائی گئی
عمر بھر پہنے رہے افسوس بوسیدہ لباس
مر گئے ہم تو نئی پوشاک پہنائی گئی
وقت رخصت بے رخی نے کردیا بے آسرا
بزم میں تو ڈور خوب الفت کی الجھائی گئی
یوں ہمیں لوٹا ہے نیر ہجر نے کہیے تو کیا
یوں میاں مجنوں بنے افسوس دانائی گئی

(نیئر رضوی...... لیاقت آباد کراچی)

غزل

ہر بار مجھے زخم جدائی نہ دیا کر
تو میرا نہیں ہے تو دکھائی نہ دیا کر
سچ جھوٹ تیری آنکھوں سے ہوجاتا ہے ظاہر
قسمیں نہ اٹھا اتنی صفائی نہ دیا کر
معلوم ہے تو مجھ سے رہتا ہے گریزاں
پاس آکے محبت کی دہائی نہ دیا کر
توفیق نہیں تجھ کو گر وعدہ نبھانے کی
اوروں کو یوں درس بھلائی نہ دیا کر

لوٹ کے کب آتا ہے جو اڑ جائے علیشہ
ہر بار پرندوں کو رہائی نہ دیا کر
(کائنات صابر...... حویلیاں ایبٹ آباد)

غزل

زمانے سے سنا تھا کہ محبت ہار جاتی ہے
جو چاہت ہو یک طرفہ وہ چاہت ہار جاتی ہے
کہیں پر دعا کا ایک لفظ بھی بے اثر نہیں ہوتا
کہیں پھر بھروسے کی عبادت ہار جاتی ہے
محبت کب کسی کو دشمنی کا درس دیتی ہے
محبت کی بازی میں عداوت ہار جاتی ہے
ہمیں کتنے بھی شکوے ہوں اس کی جفاؤں کے
پر اس کے سامنے ہر بار شکایت ہار جاتی ہے
ایک آرزو ہے کہ اس کو بھول جائیں ہم
پھر اس کی یاد آتے ہی یہ خواہش ہار جاتی ہے
(رمشاء ملک...... ثمن)

تصویر

کل اک تصویر دیکھی تو
زندگی تھم گئی پل کو
کوئی پورنور چہرہ تھا
بڑا گل رنگ چہرہ تھا
مسکراتی ہوئی آنکھوں میں
اک احساس ٹھہرا تھا
ان مسکراتی ہوئی آنکھوں میں
اک اصرار گہرا تھا
خواہش کے آسمان پر
کوئی مہتاب چمکا ہو
جیسے ترسی نگاہوں نے
پھر کوئی خواب دیکھا ہو
جیسے پھر کسی کو دیکھ کر
محبت مسکرائی ہو
کہ جیسے پھر کسی دل کو
محبت راس آئی ہو
ان مسکراتی ہوئی آنکھوں میں
ہر احساس روشن تھا
یوں لگتا تھا ان آنکھوں میں
کسی کا عکس روشن تھا
اور بعد مدت ان ہی آنکھوں کو
آئینے میں دیکھا تو
بڑی حیرت ہوئی مجھ کو
بہت بے نور تھیں آنکھیں
غموں سے چور تھیں آنکھیں
کسی بھٹکے مسافر سی
بہتر رنجور تھیں آنکھیں
ہوئی مدت ان ستاروں کو
جگمگاتے نہیں دیکھا
میں نے خاموش آنکھوں کو
مسکراتے نہیں دیکھا
یوں لگتا ہے اب ان آنکھوں میں کوئی لمحہ
کبھی روشن نہیں ہوگا
انعم ان آنکھوں میں کسی کا عکس
کبھی کروٹ نہیں لے گا
کل اک تصویر دیکھی تو
زندگی تھم گئی پل کو
(انعم زہرہ...... جہانگیر آباد ملتان)

نظم

وہ جو شہر دل تھا اجڑ گیا
وہ جو خواب تھا بکھر گیا
کبھی موسم کی نظر لگی
کبھی منزلوں کے سراب نے
ہمیں راستوں میں دی دغا
کبھی زندگی کی کتاب سے
ہمیں جس نے چاہا مٹا دیا
بس اسی لیے
جانے والے کو نہ دی صدا

اسے روکتے بھی تو کس لیے

(حافظہ سدرہ احمد..... سمندری)

غزل

کس نے دیکھا ہے دل کی قبروں پر
نام لکھا ہے اب کتابوں پر
جھیل جیسی ہیں اس کی آنکھیں بھی
چاند اترا ہے جیسے جھیلوں پر
لوگ سارے اداس لگتے ہیں
اک اداسی ہے سب کے چہروں پر
سوکھنے والی ہے یاد شاخوں کی
دھوپ اتری ہے سبز پیڑوں پر
موت جھٹکا ہے سہہ نہیں سکتے
کیا بھروسہ ہے اپنی سانسوں پر
ہم نے تمثیلہ لطیف لکھی ہے
اک ادھوری سی نظم آنکھوں پر

(تمثیلہ لطیف)

احساس

معلوم نہیں مجھ کو
کیوں اچھی لگتی ہے
سردیوں کی شاموں اور راتوں میں
کافی اور کتاب
شاید احساس کی بولی
میرے دل کو بھاتی ہے
تب ہی تو سرِ شام کبھی آدھی رات کو
میں کافی کا مگ لیے
کتابوں کو پڑھتی ہوں
جب کہانی ختم ہوتی ہے
کافی ٹھنڈی ہو جاتی ہے

(نرمین سرھیو)

سنگ لے جاؤ

رکو لہرو انہیں بھی سنگ لے جاؤ......
میرے دامن سے کہیں دور لے جاؤ......
مجھے یہ غم تیری یادوں سے......
پل پل آشنا کرتے ہیں......
مجھے جینے نہیں دیتے......
مجھے رونے نہیں دیتے......
نہیں دیتے مجھے سونے......
مجھے الجھا کے رکھتے ہیں......
بہت ہی تنگ کرتے ہیں......
یہ میرے سنگ رہتے ہیں......
انہیں تم ساتھ لے جاؤ......
مجھے چند خوشیاں دے جاؤ......
سنو لہروں میرے غموں کو سنبھل کر لے جانا......
کے اس میں کہیں اجنبی لوگوں کی کچھ یادوں کے سلسلے ہیں......
بے معانی وعدے ہیں اس کا کچھ احساس باقی ہے۔
کہے جو الفاظ جانے سے قبل ایک لمحہ پہلے......
خدا حافظ کے وہ الفاظ باقی ہیں......

سودا

یہ سودا دست بدست ہے
پھر گھاٹے کا خوف کیوں؟
خدارا اعتبار رکھو
محبت کے عوض
محبت ہی ملے گی
اور نفرت بھی
تم ہی پہ منحصر ہے

اقرا حفیظ..... کھلابٹ ٹاؤن شپ، ہری پور

عشق تماشا

عشق تماشا ہووے گا
تب جگ بھی سارا دیکھے گا
کسی رات کی رانی کی خاطر
کوئی دن کا راجہ رووے گا
اور رات نگر کے رستے میں
کوئی سانپ ہلکو لے لےوے گا

باغوں میں کھلے گا پھول فقط
گر کانٹا ساتھ نبھاوے گا
پھر الٹی ہوں گی مشقیں سب
اور کچھ نہ ہاتھ آوے گا
ہمدردی کا پرچار بہت
پر کون جو ساتھ نبھاوے گا
مہر و وفا کا انجام برا
ہر شخص یہی بتلاوے گا
جب روگ محبت لگ جاوے
چین کہاں پھر آوے گا
بس شور ہی ہوگا نگر نگر
پس سوگ منایا جاوے گا
جب عشق تماشا ہووے گا
تب جگ بھی سارا دیکھے گا

صبغہ احمد

اداس آنکھیں

اداس آنکھیں غزال آنکھیں
جواب آنکھیں سوال آنکھیں
ہزار راتوں کا بوجھ اٹھائے
وہ بھیگی پلکیں وہ لال آنکھیں
وہ صبح کا وقت نیند کچی
خمار سے بے مثال آنکھیں
بس اک جھلک کو تڑپ رہی ہیں
رہین شوق وصال آنکھیں
جھکی جھکی سی مندی مندی سی
امین ناز جمال آنکھیں
وہ ہجر کے موسموں سے الجھی
تھکی تھکی سی نڈھال آنکھیں
نہ جانے کیوں کھوئی کھوئی سی ہیں
بجھی بجھی پر خیال آنکھیں
ہیں شوخیوں سے چھلکنے والی
محبتوں سے نہال آنکھیں
اگر نگاہوں سے مل گئیں تو
کریں گی جینا محال آنکھیں
چھپے ہوئے ہیں ہزار جذبے
بلا کی ہیں یہ کمال آنکھیں

شاعرہ اسریٰ رضوی

خود فریبی

میرے بستر پر
نیند رکھی ہے
بس ذرا بستر پر جاؤں
تو سو جاؤں گی......
یہی سوچ کر روز
بستر پر میں جاتی ہوں
تکیہ سیدھا کرتی ہوں
پھر کروٹ لے کر
لیٹ جاتی ہوں
نیند......
اٹھ کر اسی وقت
میرے پہلو سے
نکل جاتی ہے
اور سامنے رکھی
کرسی......
پر پاؤں رکھ کے
بیٹھ جاتی ہے
گھٹنوں پر بازو لپیٹ
کر مجھے دیکھتی ہے
مسکراتی ہے
میں رات آنکھوں میں
کاٹ لیتی ہوں
وہ کرسی پر اونگھتی ہے
اور سو جاتی ہے!

فرح بھٹو...... حیدرآباد



biazdill@aanchal.com.pk

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

آنکھوں سے دُور مگر دل کے قریب رہنے والوں کے نام

السلام علیکم۔ آنچل مصنفین اور قارئین، کئی ماہ سے آپ لوگوں سے بذریعہ قلم مخاطب نہیں ہوئی مگر آپ سب کو باقاعدگی سے پڑھتی رہی ہوں اور فیس بک پر تو ملتے ہی رہتے ہیں سب، بالخصوص میم ریحانہ آفتاب، جو نہ صرف ایک بہترین لکھاری ہیں بلکہ پاکستان کے لیے فخر کا باعث ہیں، کیونکہ دورِ حاضر میں اپنے قلم سے شعور پھیلانے والے کم ہیں۔ بہت سارا پیار آپ کے لیے۔ اور بہت ساری محبتیں نزہت جبیں، قرۃ العین سکندر، حرا قریشی، کوثر ناز، عائشہ تنویر، اور اطلحہ صبا ایشل، سعیدہ نثار، مدیحہ نورین، نادیہ احمد اور پیاری کوثر خالد آنٹی کے لیے۔ آپ سب مجھ سے واقف نہیں، لیکن میں آپ سب سے محبت کرتی ہوں اور آپ سب کو شوق سے پڑھتی ہوں۔ پیاری ملالہ اسلم، تم سناؤ کیسی ہو؟ سسٹر زینت دلبر اعوان، دوستی پکی۔ نرمین سرمیئ صائمہ سکندر، پلیز ہم حیدرآباد والیوں کو بھی خطوط میں یاد کرلیا کرو۔ پروین آپی، ہمارے بھائی سے کہیے کہ ایک اور سالی کا اضافہ کرلیں۔ ماہم نور کو اپنی چاہتوں میں، محبتوں میں، دعاؤں میں اور آنچل وحجاب میں ضرور یاد رکھیے گا۔ آپ سب کے جواب کی منتظر۔ اللہ حافظ۔

(ماہم نور انصاری...... حیدرآباد)

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو آپ سب؟ طیبہ رانا، صائمہ مشتاق، اقرا امتیاز اور باقی جتنے بھی ہمارے بھاگٹانوالہ سے ہیں، کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی؟ میں سب کے جواب کی منتظر رہوں گی اور آنٹی نزہت جبیں ضیاء صاحبہ، آپ کو پوتوں کی بہت بہت مبارک ہو۔ کیا نام رکھے ہیں؟ طیبہ رانا، آپ انکل جی ایم کی بیٹی تو نہیں ہیں؟ بتانا ضرور۔ باقی سب کو سلام اللہ حافظ۔

(نگہت نواز...... بھاگٹانوالہ)

پیارے بھائی عدنان اور کیوٹ سے

بھانجے سعد کے نام

السلام علیکم، یکم دسمبر کو عدنان بھائی آپ کی سالگرہ ہے، آپ کو میری طرف سے بہت مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو لمبی زندگی دے۔ آپ کو مزید ترقی دے۔ آپ محمد سمیع، فوزیہ بھابی اور گھر والوں کے ساتھ ایک مثالی زندگی گزاریں۔ بھائی کے نام......

اندھیرا تیرے پاس کبھی نہ آنے پائے
گزر ہو کامیابیوں کی راہ گزر سے تیرا

13 دسمبر کو پیارے بھانجے محمد سعد کی سالگرہ ہے، سعد کو سالگرہ مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ سعد کو لمبی زندگی دے۔ سعد میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں اور آپ کو بہت مس کرتی ہوں، جلدی جلدی آیا کرو نا۔

(شبنم حنیف...... لاہور)

آنچل کی پریوں کے نام اور دھڑکن کے نام

السلام علیکم۔ آنچل کی تمام پریو! کیسی ہو؟ سب ٹھیک ٹھاک تو ہو نا؟ میری دعا ہے سب اپنی اپنی زندگی میں خوش رہو۔ میں آنچل میں اپنی فرینڈز سے ناراض بھی ہوں۔ میں پانچ ماہ غیر حاضر رہی، کسی نے بھی غیر حاضر ہونے کی وجہ نہیں پوچھی اور نہ کسی نے دل سے یاد کیا۔ یار کیسی فرینڈز ہو؟ اچھا اب میں آپ کو یہ بتادوں کہ میری شادی ہوگئی ہے۔ میری بارات 10 جولائی کو تھی۔ مجھے کوثر خالد آنٹی نے یاد کیا، آنٹی آپ کیسی ہیں؟ اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔ آنٹی، میں آپ کو دوبارہ اپنی تحریریں لکھ کر بھیج دوں گی۔ مونا قریشی، ہم سب آزاد کشمیر کے لیے صرف دعا کرسکتے ہیں۔ پروین آنٹی آپ کیسی ہیں؟ اللہ عزوجل آپ کی ہر خواہش پوری کرے اور اللہ آپ کو اولاد سے نوازے۔ سیدہ لوبا سجاد، میں بھی آپ کے شہر میں آگئی ہوں۔ آپ کیسی ہو؟ میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ ڈاکخانہ کہروڑ پکا شہر میں کس جگہ پر ہے۔ پلیز ضرور بتا دینا۔ اب نہ کچھ لکھنے کو دل کرتا ہے اور نہ پڑھنے کو۔ میں اپنی زندگی میں 2018ء کا سال کبھی نہیں بھول سکتی، خاص طور پر مارچ سے جولائی تک۔ یہ مہینے میری زندگی کے لیے بہت برے تھے۔ اب تو جینے کو بھی دل نہیں کرتا۔ کائنات آئی مس یو۔ اب تو تم خوش ہو نا، میں تم سے دُور چلی گئی ہوں۔ اب اجازت چاہتی ہوں، اللہ حافظ۔

(روبینہ کوثر...... بستی ملوک)

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! آنچل فرینڈز' سین ارشاد (احسان پور) میں بالکل ٹھیک ہوں' آپ کیسی ہیں؟ بیٹی کی بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی فیملی کو ہمیشہ خوش رکھے اور آپ کو دینی و دُنیاوی امتحانات میں ہمیشہ کامیاب کرے (آمین)۔ میرے لیے بھی دعا کرنا اللہ مجھے بھی اولاد کی نعمت سے نوازے۔ میں بھی شادی کے بعد تھوڑی بزی ہوگئی تھی' لکھنے کا ٹائم نہیں ملتا تھا۔ البتہ آنچل ہر ماہ لیتی ضرور تھی۔ اگست میں میرے میاں مسقط سے آئے ہوئے تھے تو ہم ساری فیملی کراچی گئے ہوئے تھے۔ میں نے بہت انجوائے کیا۔ مجھے کراچی بہت پسند آیا۔ میرا تو اتنا دل تھا آنچل کے آفس ہی پہنچ جاؤں لیکن جہاں ہم تھے' وہاں سے بہت دُور تھا۔ نوشابہ زینت (باشنہ) جی میں ہی طیبہ نذیر تھی جو اَب طیبہ خاور بن چکی ہوں۔ مجھے مس کرنے کا شکریہ۔ مجھے بہت اچھا لگا آپ کا انداز۔ فریدہ فری جی اینڈ شگفتہ خان جی میں بالکل بھی آپ کو نہیں بھولی تھی۔ میں آنچل فرینڈز کو بھول نہیں سکتی۔ آپ دونوں کیسی ہیں؟ مدیحہ نورین' آپ کیسی ہیں؟ فوزیہ سلطانہ' عظمیٰ فرید' عظمیٰ شاہین' کہاں لاپتا ہیں؟ (آہم)۔ قسیم ناز صدیقی جی' میں نے آپ کو بہت مس کیا۔ آپ کہاں چلی گئی تھیں؟ آپ کے میاں کے بارے میں جان کے بہت افسوس ہوا' اللہ تعالیٰ آپ کے میاں کو جنت میں اعلیٰ مقام سے نوازیں (آمین)۔ ارم کمال' پروین افضل' نجم انجم' آپ تینوں کیسی ہیں؟ سعدیہ حورعین حوری' ماہ رخ سیال' وعلیکم السلام۔ سدا خوش رہیں۔ ریشب اعوان' ارقا اعوان' سیالکوٹ' آپ دونوں بہنوں کے نام بہت کیوٹ ہیں۔ مجھے آپ دونوں کی دوستی قبول ہے۔ سوری لیٹ جواب دے رہی ہوں۔ کوثر خالد جی' سمیرا سواتی' ایس انمول' مدیحہ کنول سرور' انیلا طالب' عائشہ نور محمد' عائشہ خان' انا احب' دُعائے سحر' سارہ یہ چوہدری' سباس گل' نازیہ کنول نازی' دلکش مریم' ایس بتول شاہ' کرن ملک' تحریم اکرم' تسلیم شہزادی' زندگی تنویر خلیل' بشریٰ باجوہ' بختاور ناز' کائنات عابد' ملالہ اسلم' روشی وفا' روبی علی' نورین انجم' اقراء لیاقت' سیّدہ جیا عباس' شمع مسکان' پرنسز انائیہ' حسینہ ایس ایچ' گل مینا خان' صباز رلرز' ذکاء زرگر' ماریہ کنول ماہی' نذیر نجمہ' پارس شاہ' تمنا بلوچ' آنسہ شبیر' فائزہ بھٹی' آپ سب بہنوں کے لیے بہت سی دعائیں۔ اور اینڈ پر بھائی عمر فاروق اور بھابی نیلم' آپ دونوں کو شادی کی مبارک باد۔ ہمیشہ ہنستے مسکراتے رہیں۔ اللہ آپ دونوں کی جوڑی کو سلامت رکھے (آمین)۔ اللہ حافظ' پلیز سب مجھے دعاؤں میں شامل رکھیے گا۔

(طیبہ خاور سلطان......عزیز چک' وزیر آباد)

شھیلا کے نام

السلام علیکم! شاہ میں تمہیں' بے وفا بھی نہیں کہہ سکتی۔ وہ الفاظ کیسے کہوں جو تمہاری ذات کو مجرم ٹھہرائیں۔ آج ہمیں بچھڑے ہوئے پانچ سال تین ماہ اور پچیس دن ہوگئے ہیں مگر وہ غم روزِ اوّل کی طرح تازہ ہے۔ ایک بار پلٹ کے پکارا نہیں تم نے۔ میں تمہارے لیے ہر پل دعا گو ہوں اور سدا رہوں گی۔ فاصلے نہ میرا پیار مٹا سکتے ہیں نہ وفا۔ میں آج بھی اس اُمید پر زندہ ہوں کہ کبھی تو تمہیں میرا خدا میرے سامنے لائے گا۔ مدت سے مجھے کوئی کندھا میسر نہیں آیا' جس پر سر رکھ کر میں اپنا درد بہا سکوں۔ اگر میری یہ سطور تمہاری نظر سے گزریں تو رابطہ ضرور کرنا۔ اللہ تمہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے اور تمہیں دُنیا کی ہر خیر و خوبی کے ساتھ ساتھ آخرت کی خیر و خوبی بھی عطا فرمائے۔ سدا مسکراتی رہو (آمین)۔ اللہ نگہبان۔

(ماہ روشے فلک......گوجر خان)

پیاری فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسے مزاج ہیں تمام فرینڈز اور رائٹرز کے؟ میرا اسلام اور نئے سال کی ایڈوانس مبارک ہو۔ سب سے پہلے ہما احمد آپ کا وڈا والا تھینک یو جی' آپ مجھے اپنی محفل میں شامل کرلیتی ہیں۔ پتا نہیں میمونہ رومان کو کیا ہے جو مجھے اپنی محفل کے دروازے تک بھی نہیں پہنچنے دیتیں۔ کوئی گل نئیں' میرا نہیں تو اس معصوم دل کا تو خیال کرلیا کریں پلیز۔ بینا خالد اور مائی ڈیئر سویٹ فرینڈ سدرہ' آپ دونوں کی سالگرہ 14 نومبر کو ہے۔ میری طرف سے سالگرہ مبارک ہو۔ ثقلین بھائی' 15 نومبر کو آپ کی سالگرہ ہے' مبارک ہو اب کیک کھلا دو یار چاکلیٹ والا۔ سرپرائز کی بات مت کرو' آنچل کے ذریعے وش کیا ہے۔ اس سے بڑا کوئی سرپرائز نہیں' سمجھے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو زندگی کی ہر خوشی نصیب فرمائے' آمین۔ سمیرا سواتی' آپ نے پورا نام نہیں لکھا' اگر میرا نام لکھا ہے تو یاد رکھنے کا شکریہ۔ آپ کے لیے نیک تمنائیں۔ اقرا امتیاز اور نجم

انجم یو آر سو سویٹ‘ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر سرد و گرم سے محفوظ رکھے‘ آمین۔ کوثر خالد! آپ نے قرآن کی تعلیمات کا سلسلہ شروع کیا ہے‘ اللہ تعالیٰ آپ کو اس مقصد میں کامیاب فرمائے‘ آمین۔ سعدیہ منظور! آپ تو میری دعاؤں میں ہر وقت شامل ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کرے۔ او کے جی! اچھی بات کے ساتھ تمام فرینڈز حنا ارشد‘ حسینہ ایچ ایس‘ پروین افضل شاہین‘ نورین انجم‘ روشی وفا‘ مدیحہ مہک‘ دلکش مریم اور سدرہ ریاض کو خدا حافظ۔ اندھیروں سے مت گھبراؤ‘ کیونکہ رات کتنی بھی گہری ہو اس کی صبح روشن ہوتی ہے۔

(رقیہ ناز...... میلسی‘ وہاڑی)

شہناز باجی کے نام

مائی لولی اینڈ سویٹ شہناز باجی! آپ آنچل میں اپنے نام پیغام دیکھ کر حیران تو ضرور ہوں گی۔ میں نے سوچا‘ چلو کچھ سرپرائز دیتے ہیں اور سب لڑکیو! کیسی ہو؟ کرن شہزادی‘ سمیعہ کنول‘ سمیرا سواتی‘ مشی خان‘ مدیحہ نورمہک‘ اقراء ممتاز‘ اقراء جٹ‘ کوثر خالد اور جن کے نام رہ گئے‘ ان سے معذرت۔ کرن شہزادی آج کل کہاں مصروف ہیں؟ کئی ماہ سے غائب ہیں؟ کہیں کوئی آنچل سے ناراضی تو نہیں ہیں؟ آخر میں میری اسکول فرینڈز مہر عروج‘ اقراء‘ زینب‘ رمشہ‘ شانزہ اور پوری کلاس کو پیار بھرا اسلام‘ اپنا خیال رکھیے گا‘ خدا حافظ!

(علشبہ خان...... بھیرکنڈ)

عزیز بہن ثمینہ سجاد کے نام

السلام علیکم! پیاری بہن ثمینہ سجاد! امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گی اور نئے رشتوں میں خوش۔ 17 اگست کو آپ کی شادی انجام پائی تو میں خوش بھی تھی اور اداس بھی کہ ہر موڑ پر میرا ساتھ دینے والی دوست جیسی بہن مجھ سے جدا ہو گئی۔

ثمینہ تم میری بہن ہی نہیں بہترین دوست بھی ہو۔ میں تم کو بہت یاد کرتی ہوں۔ اُمید ہے تم بھی مجھے یاد کرتی ہو گی۔ عزیز بہن ثمینہ! میں بھی آپ کو تہمینہ کی طرح بہن کہوں گی کیونکہ میں نے آپ کو بڑی بہن سمجھا‘ جتنی عزت تہمینہ کے دل میں آپ کے لیے ہے‘ میں بھی آپ کی اتنی ہی عزت کرتی ہوں۔ میں نے اور تہمینہ نے آپ کے لیے یہ پیغام لکھا ہے بڑے خلوص سے۔ آپ دلہن کے روپ میں بے حد اچھی لگ رہی تھیں۔ اللہ آپ کو نظر بد سے بچائے۔ ہماری طرف سے آپ کے لیے دعا: خدا آپ کو صحت و تندرستی والی لمبی زندگی عطا کرے‘ غموں کو آپ کے پاس سے گزرنے کی مجال نہ ہو۔

ثمینہ کے نام:

تمہارے دل میں ہر اِک سمت پھول کھل جائیں
خدا کرے کہ تمہیں زندگی کی سب خوشیاں
رہِ حیات میں مانگے بغیر مل جائیں

بھائی سجاد! میری بہن کا خاص خیال رکھیے گا۔ ندا اور تہمینہ کی طرف سے (نئے جوڑے) سجاد اینڈ ثمینہ کے لیے نیک تمنائیں اور شادی مبارک۔ خدا آپ دونوں کو خوش رکھے‘ خدا حافظ۔

(ندا افتخار‘ تہمینہ عباس...... چشتیاں)

بھانجی پرنسس انابیہ اینڈ فرینڈز کے نام

السلام علیکم! ڈیئر فرینڈز‘ کیسے ہو آپ سب؟ حسینہ‘ شادی کی مبارک باد اور نئی زندگی کی شروعات کے لیے ڈھیروں دعائیں۔ سمیرا سواتی‘ آپ نے یاد کیا اور ہم حاضر ہو گئے۔ ویسے ہمیں یاد کرنے کا شکریہ۔ گلشن چودھری گل‘ کیا کریں‘ ہمیشہ شائلہ آپی کسی نہ کسی کام پر لگا ہی دیتی ہیں۔ ہم بھی خاموشی سے ان کی بات ماننے میں ہی عافیت محسوس کرتے ہیں۔ آپ نے دوستی کے لیے ہاتھ بڑھایا‘ جو کہ میں نے تھام لیا۔ اب خوش۔ نجم انجم اعوان‘ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔ ہمیشہ شاد و آباد رہیں۔ لٹل سسٹر نورین انجم کے لیے ڈھیروں پیار۔ ارم کمال‘ اب کیسی طبیعت ہے آپ کی؟ ہم آپ کے لیے دعا گو ہیں‘ خدا آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے‘ آمین۔ اقراء جٹ‘ آپ کے اخلاق کے تو ہم گرویدہ ہو گئے ہیں۔ مون قریشی‘ ہم اپنے کشمیری بہن بھائیوں کے دُکھ درد میں برابر کے شریک ہیں اور دعا گو ہیں کہ خدا وہ دن جلد لائے جب کشمیر بھی آزاد ہو پاکستان کا حصہ ہو‘ آمین۔ علشباء نور‘ ہندکو میں تحریر کردہ آپ کا خط پڑھ کر اچھا لگا۔ صائمہ مشتاق‘ تھینکس فار دی کمپلیمنٹ۔ حفصہ نور‘ دیا یہ درست آیڈ آپ کو بھی بزم آنچل میں خوش آمدید۔ پرنس انائیہ‘ مشی خان‘ عابدہ مغل اینڈ اقراء ممتاز‘ آپ کے لیے ڈھیروں دعائیں۔ شازیہ ہاشم میواتی‘ اسما صدیقہ‘ پروین افضل شاہین‘ انعم زہرہ‘ میری نگارشات پسند کرنے کا شکریہ۔ نگہت فرید‘ تمہیں نکاح کی مبارک باد۔ مریم عالم‘ کہاں چلی گئی ہو؟ نہ کوئی اتا پتا نہ کوئی

فون نمبر۔ پلیز اگر تم یہ سطریں پڑھ رہی ہو تو مانسہرہ آنا ہو تو ہمارے گھر ضرور آنا۔ مومنہ اینڈ عروج' آئی مس یو یار۔ مسرت بشیر' بھتیجے کی پیدائش مبارک ہو۔ خدا عمر دراز کرے' آمین۔ عالی بجو اینڈ شاہی اپیا' میں آپ دونوں کو بہت مس کرتی ہوں۔ پرنسس انابیہ 7 نومبر کو تمہاری برتھ ڈے ہے تو آنی کی طرف سے ہیپی برتھ ڈے ٹو یو اینڈ مینی مینی ہیپی ریٹرن آف دا ڈے۔ پرنسس اینڈ ابوبکر کو بہت سارا پیار۔ آخر میں اتنا کہوں گی خدا ہمارے وطن کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے' آمین۔ پاکستان زندہ باد۔

(کرن شہزادی...... مانسہرہ)

سب دوستوں اور دل کے قریب رہنے والوں کے نام

السلام علیکم! دوستو! کیسے ہیں سب لوگ' ٹھیک ہوں گے۔ سب سے پہلے حسینہ ایچ ایس' شادی مبارک۔ کتنی بے وفا ہو' انوائٹ بھی نہیں کیا۔ خیر خوش رہو' آباد رہو۔ کیوٹ سی فرینڈ نیناں' منگنی مبارک ہو۔ 7 ستمبر کو تمہاری منگنی' ہم نے بہت انجوائے کی' بہت مزہ آیا ہمیں۔ کرن شہزادی' جب بھی تمہاری طرف آتے ہیں' بہت مزہ آتا ہے۔ میں اتنا عرصہ آنچل وحجاب سے غائب رہی' کسی نے یاد بھی نہیں کیا۔ کتنے بے مروت ہیں آپ لوگ' اس لیے اب ہمت کر کے تم لوگوں کو یاد کر رہی ہوں۔ مدیحہ نورین کیسی ہیں' طیبہ خاور پر مرنے کے بعد زندہ ہونے والی شاہ زندگی سے بھی تعارف ہو جائے ...... پروین افضل آنٹی' ارم کمال آنٹی' کوثر خالد' عائشہ پرویز آپی' شادی مبارک ہو' جو کافی پرانی ہو چکی ہے مگر موقع آج ملا ہے' اس لیے۔ انیلا طالب اوروں کا تو پتا نہیں یار مگر' ہم لوگ ایج فیلو ہیں اس لیے دوستی پکی سمجھو۔ مونا شاہ قریشی' آپ کا نام بہت اٹریکٹو ہے۔ اقرا جٹ' تھینک یو ہمیشہ یاد کرنے کا۔ فائزہ بھٹی' ریشب اعوان' زرقا اعوان' نئے دوستوں' خوش آمدید۔ سمیرا سواتی چھا گئی ہو تم تو' عرشیہ ہاشمی' رائٹر عائشہ نور محمد' نازیہ کنول نازی آپی' آپ کے ناول ''عشق سفر کی دھول'' نے تو ایسا جکڑ رکھا ہے کہ نکل نہیں پا رہے اس سحر سے۔ ویل ڈن۔ نجم انجم آپی' پرنسس انائیا' یار کیوں خود کو ہلکان کر رہی ہو چیلنج لانے کی خاطر؟ سمجھو نا تین عدد پہچان کے ساتھ' ہاہا...... ویسے چیلنج تو آیا ہے۔ گھور کیوں رہی ہو' منگنی کا بول رہی ہوں۔ سمیہ کنول' دعا ہے جلد شادی کی بھی مبارک اسی طرح دوں۔ ہاہاہا۔ وقاص عمر آپ نے تو جیسے آنچل میں گھر بنا لیا ہی۔ قبضہ مافیا۔ نیور مائنڈ بھائی۔ شاہی رحمان' مسرت باجی کراچی' حنا' عابدہ باجی' ارے میرے بھانجے کی سالگرہ ہے 26 اکتوبر کو پورے 7 سال کا ہو جائے گا۔ ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ ''جنگل میں منگل تیرے ہی دم سے' سب نے یہ شور مچایا ہے' سالگرہ کا دن آیا ہے'' یہ جملے میرے آر جے فیصل عرفان اور طاہر عباس کا ہے' طاہر عباس 17 اکتوبر کو آپ کی سالگرہ ہے۔ مینی مینی ہیپی برتھ ڈے۔ آپ کیا گئے FM109 سے پورے کا پورا چینل ہی فلاپ ہو گیا۔ فیصل عرفان چھچھوروں جیسی حرکتیں بھی سوٹ کرتی ہیں آپ پر۔ مس یو چاچا شبلی' اور باقی سب جن کے نام رہ گئے ہیں' سب کو کچھ نہ کچھ مبارک۔ بھئی اب کیا پتا کس کو کیا خوشی ملی ہے' اس لیے کسی کو اچھے مارکس کی مبارک' کسی کو منگنی' کسی کو شادی کی مبارک' کسی کو اس کے بعد آنے والی خوشیوں کی مبارک۔ دیکھ لیں' میں نے سب کو یاد کر لیا۔ اب کوئی بھولے نہ مجھے' ورنہ میں بھی دوستوں کی محفل میں شامل نہیں ہوں گی۔ سمجھے کہ نہیں...... اللہ حافظ۔

(مشی خان سواتی...... بھیر کنڈ' مانسہرہ)

سسٹرز اور دوستوں کے نام

السلام علیکم! کیسے ہو آپ سب؟ امید ہے ٹھیک ہوں گے۔ ستارہ' ثمرہ' عابدہ باجی' رابعہ رحمان' کیسے ہو آپ سب؟ اور سعدیہ' تم سناؤ کیسی ہو؟ مما بننے کی مبارک باد۔ 18 ستمبر کو تمہاری فرسٹ اینورسری تھی' میں نے مبارک باد بھیجی تھی لیکن میرا خط لیٹ ہو گیا۔ چلو اب پھر سے مبارک باد قبول کرو۔ اللہ تمہیں اور تمہارے گھر والوں کو لمبی عمر عطا فرمائے' آمین۔ باقی آنچل کی پریاں فائزہ بھٹی (پتوکی)' اقراء تبسم (اوکاڑہ)' مونا شاہ (کبیروالا)' صائمہ مشتاق (سرگودھا)' میزاب اور ڈاکٹر ازارا (قصور)' ارم کمال (فیصل آباد)' مہربان شاہ (نوشہرہ) آپ سب تو آنچل کی جان ہیں آپ سب کو سلام۔

(افشاں سراج...... عارف والا)

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! جی جناب کیا حال ہے آنچل فرینڈز؟ بھئی آپ کی گلشن چودھری آئی ہے۔ اقراء جٹ' گل مینا حسینہ' اقرا حفیظ' نورین انجم' انعم زہرہ' کرن شہزادی' پرنسز انائیا' لیلیٰ رب نواز' ایس این کھرل' دلکش مریم' تبسم شہزادی' مدیحہ نورین' ذکا زرگر (کیا آپ لالہ موسیٰ اور ڈنگہ کے قریب جوڑہ کی ہو؟) سعدیہ

حورین، عائشہ پرویز، تبسم حسین (آپ ڈنگہ، جو کولیاں کے قریب ہے، وہاں کی ہو؟) سدرہ مغل پورہ، تابی کھرل، کیسی ہیں آپ سب ٹھیک ہیں تو دوستی قبول کی میری آپ لوگوں نے؟ جواب ضرور دینا۔ نجم آنی، پروین آنی، کوثر خالد آنی، فریدہ آنی، ارم کمال، آپ لوگ کیسی ہیں؟ اس چھوٹی سی لڑکی گلشن کی دوست بنیں گی؟ جواب ضرور دینا۔ مجھے 7 ماہ ہوگئے آنچل میں شامل ہوئے۔ آنچل کی رائٹر سب اچھی ہیں، سب کی تحریریں پڑھ کر مزہ آتا ہے۔ انعم زہرہ، کرن شہزادی، اقراء جٹ، آپ کو میری تحریر اچھی لگی، شکریہ۔ میری کزن حفصہ بھی میرے کہنے پر شامل ہو رہی ہے، اس کا بھی ویلکم کریں۔ حفصہ میری طرف سے آنچل میں ویلکم مائی فرینڈ، اچھا اب اجازت دیں، خدا حافظ۔

(گلشن چوہدری...... گجرات)

دوست کا پیغام آئے

السلام علیکم! کیسی ہیں ڈیئر فرینڈز؟ مجھے امید ہے کہ آپ اور آپ کے گھر والے خیر خیریت سے ہوں گے۔ بے فا فرینڈز، کبھی تو یاد کرلیا کرو۔ شازیہ بتول یار تم تو چکر لگالیا کرو، صرف ایک انسان کی وجہ سے خود پر اور ہم پر جبر کر رہی ہو اور مصباح نسیم، میں تمہیں جتنی بھی گالیاں دوں، کم ہیں۔ تمہیں احساس ہے میں نے بھائیوں کی شادی پر کتنا ویٹ کیا تھا۔ نہ جی موصوف نے نہ آنے کی قسم کھا رکھی تھی۔ ماریہ ستار، اب تو تمہاری شادی ہوچکی ہوگی اور ہمیں بھول چکی ہوگی۔ ایک ہم ہیں جو سب بے وفاؤں کو یاد بھی کرتے ہیں اور ملنے کی تمنا بھی کرتے ہیں۔ کائنات، تم تو بس سبحان اور ناز اور بھائی ندیم کی ہی ہوکر رہ گئی ہو اور ماموں ببل ڈببل سے جب بات کروں تو وہ مرچیں چبائے رکھتے ہیں۔ اب تو مجھے ان سے دُور ہو کے بھی ڈر لگتا ہے۔ بقول فرینڈ ماموں ببل کے ''ہر طرف عجیب خاموشی چھائی ہوئی ہے۔'' اپنی اپنی ضد میں کوئی کسی کو یاد کرنا گوارہ نہیں کرتا۔ مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ اللہ حافظ۔

(رابعہ روشن...... ڈیرہ غازی خان)

سب پڑھنے والوں کے نام

ہماری طرف سے دل کی گہرائیوں سے سب پڑھنے والوں کو پیار بھرا سلام اور بہت سی دعائیں۔ امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گی اور سب کو اسلامی نیا سال بہت بہت مبارک ہو۔ دعا ہے کہ یہ نیا سال سب کے لیے خوشیاں لے کر آئے، آمین۔ ہماری سب سے گزارش ہے کہ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے نماز ہم سب پر فرض ہے، جسے ادا کرنا بھی ہم سب پر فرض ہے۔ جب بھی آپ کے گھر میں کوئی تقریب ہوتی ہوگی تو آپ کے گھر میں اس تقریب پر کتنے ہی لوگ بلائے جاتے ہوں گے لیکن آتے وہی ہیں جن کا آپ سے خاص تعلق ہوتا ہے، اسی طرح اذان بھی دعوتِ عام ہے اللہ کے گھر کی جانب، اللہ کی طرف سے۔ بلائے سب جاتے ہیں مگر آتے وہی ہیں جو خاص ہوتے ہیں۔ سوچیے گا ضرور کہ آپ خاص ہیں یا عام۔

(ثوبیہ سحر حسین...... بستی ملوک)

اپنوں کے نام

السلام علیکم! آپی ہما احمد اور آنچل کی تمام شہزادیو، کیا حال ہے؟ امید ہے موسم کو انجوائے کر رہے ہوگے آپ سب۔ سب سے پہلے تو میری سویٹ سی میزاب، تمہیں بہت بہت مبارک ہو 10 نومبر کو تمہارا برتھ ڈے ہے، سو ایڈوانس میں میری طرف سے ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ چلو اب وعدے کے مطابق اپنے ہاتھ سے چاکلیٹ کیک بنا کر کھلاؤ۔ نومبر کا مہینہ تمہارے لیے بہت ہی لکی ہے نا؟ آپی تبسم، سحر تبسم سحری، صغریٰ شہزادی، ماریہ سلیم اختر، ثروت عزیز اور میری سویٹ میزاب آپ سب نے میرے تعارف کو پسند کیا، بے حد خوشی ہوئی۔ تھینک یو اگین۔ آپی نور الشال آپ آج کل کہاں گم ہیں؟ لائبہ تھوڑا بولا کرو، بوڑھی ہوجاؤ گی۔ شفق کھیسٹا، رام جلدی سے بڑی ہوجاؤ۔ زرش تھوڑا کھایا کرو بھئی۔ آنٹی عصمت، اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہارے بچوں کو صحت دے، آمین۔ آنٹی عدیلہ، کیا حال ہے؟ آپی طیبہ موٹی ہوگئی ہو، ساتھ گڈو کو بھی کرلیا ہے۔ مون تم کب بڑے ہوگے؟ انوشہ کبھی پڑھ بھی لیا کرو۔ اور شانزہ حاجن کیسی ہو؟ آپی جازبہ عباسی، آپ مجھ سے دوستی کروگی؟ اوکے جی چلتی ہوں۔ اپنا خیال رکھیے گا اور خوش رکھیں، خوش رہیں۔ اللہ حافظ!

(ڈاکٹر زار تعبیر...... قصور)



dkp@aanchal.com.pk

یادگار لمحے

جویریہ سالک

آخرت کا گھر

ترجمہ: "یہ آخرت کا گھر تو ہم ان لوگوں کے لیے مخصوص کرتے ہیں جو نہ تو زمین میں اقتدار و اختیار کے خواہاں ہیں اور نہ ہی فساد مچانا چاہتے ہیں۔" (سورۃ القصص: آیت ۸۳)

یہاں پر اقتدار کی طلب اور ہوس کی مذمت ہے نہ کہ بوقت ضرورت کی ذمہ داری سنبھالنے کی۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انقلابی جدوجہد کے نتیجے میں مدینہ کی چھوٹی سی ریاست وجود میں آ گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے سربراہ کی حیثیت سے ذمہ داری سنبھالنا پڑی۔ لیکن نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدوجہد کا مقصد حصول اقتدار تھا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی۔ چنانچہ اقتدار کی خواہش نہ ہونے اور اقتدار کی ذمہ داری نبھانے کے لیے آمادہ ہو جانے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس حوالے سے یہاں پر واضح کیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یقیناً آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے مخصوص کر رکھا ہے جو اس کے دین کی سربلندی کے لیے جدوجہد میں خود کو کھپا رہے ہیں۔ لیکن اس کٹھن راستے کے مسافروں کو اس حقیقت سے آگاہ ہونا چاہیے کہ اگر اس جدوجہد کے دوران دل کے کسی گوشے میں ہوس اقتدار کی کوئی کونپل پھوٹ پڑی یا اپنا نام اونچا کرنے کی خواہش نے نفس کے کسی کونے میں جڑ پکڑ لی تو اللہ کے ہاں ایسا "مجاہد" نااہل قرار پائے گا اور اس کی ہر "جدوجہد" مسترد کر دی جائے گی۔

اریبہ مظہر......کراچی

شہر مکہ سے محبت

ترجمہ: "اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) یقیناً جس نے آپ پر قرآن کی ذمہ داری ڈالی ہے، وہ آپ کو پہنچا کے رہے گا ایک بہت اچھی لوٹنے کی جگہ۔" (سورۃ القصص آیت ۸۵)

ہجرت کے دوران جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار ثور میں تین راتیں گزارنے کے بعد مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو چونکہ تعاقب کا اندیشہ تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احتیاطاً ایک ایسا غیر معروف پہاڑی راستہ اختیار فرمایا جو آگے جا کر مکہ سے مدینہ جانے والے معروف راستے سے مل جاتا تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے چلتے جب اس معروف راستے پر پہنچے تو وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بڑی جذباتی اور رقت آمیز صورتِ حال پیدا ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم راستوں کے ملاپ کی جگہ پر کھڑے تھے۔ دائیں طرف کا راستہ مدینہ کو جاتا تھا جب کہ بائیں جانب مکہ تھا۔ اس وقت مکہ اور خانہ کعبہ کی جدائی کے غم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل سے ایک ہوک اٹھی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کیفیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے آپ کے اطمینان کے لیے یہ آیت نازل فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دل گرفتہ نہ ہوں، ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور مکہ واپس لے کر آئیں گے۔ اگر چہ اب تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے مجبور ہو کر نکلے ہیں لیکن عنقریب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل کرنے والے ہیں۔ بعض روایات کے مطابق ایسی ہی کیفیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ سے روانگی کے وقت بھی طاری ہوئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ سے لپٹ کر فرمایا تھا۔ "اے کعبۃ اللہ! مجھے تجھ سے بہت محبت ہے، مگر میں کیا کروں، یہاں کے لوگ مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔"

شاہدہ بتول......ملتان

انمول موتی

☆ جو شخص تمہارے سامنے دوسروں کی برائی کرتا ہے جان لو کہ وہ تمہاری برائی دوسروں کے سامنے کرتا ہے۔

☆ جب دلوں میں فرق آ جائے تو تعلق نبھائے نہیں گھسیٹے جاتے ہیں۔

☆ زندگی کی الجھنیں شرارتوں کو کم کر دیتی ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے ہو چکے ہیں۔

☆ آنسوؤں کو بہہ جانے دو۔ یہ غموں کو مایوسیوں میں

تبدیل ہونے سے روکتے ہیں۔
☆ دل ایک کانچ کی مانند ہے۔ اس کا ٹوٹ کر جڑنا ناممکن ہے۔ کسی کا دل نہ توڑو۔
☆ رشتے خون کے ہی نہیں، احساس کے بھی ہوتے ہیں۔ اگر احساس ہو تو اجنبی بھی اپنے اور اگر احساس نہ ہو تو اپنے بھی بے گانے بن جاتے ہیں۔
(نازیہ عباس دیا...... موسیٰ خیل)

ادبی لطائف

ایک اعلیٰ عہدے دار پطرس بخاری سے ملاقات کے لیے آئے۔ پطرس نے کہا۔
''تشریف رکھیے!''
ان صاحب کو یوں محسوس ہوا کہ کچھ بے اعتنائی برتی جا رہی ہے چنانچہ انہوں نے کہا۔''میں محکمہ برقیات میں ڈائریکٹر ہوں۔''
پطرس مسکرائے اور پھر کہا چلیں۔ آپ دو کرسیوں پر بیٹھ جائیں۔''
☆......☆......☆
ایک دفعہ مولانا محمد حسین آزاد پنڈت سے نہرو نے پوچھا کہ جب میں سر کے بل کھڑا ہوتا ہوں تو خون سر کی طرف جمع ہو جاتا ہے، مگر جب میں پاؤں کے بل کھڑا ہوتا ہوں تو ایسا نہیں ہوتا۔
مولانا نے جواب دیا۔''جو چیز خالی ہو گی خون اسی طرف جائے گا۔
اقراء وکیل (للیانی) سرگودھا

زندگی اور استاد

زندگی اور استاد بہت کچھ سمجھاتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ۔
زندگی......
امتحان لے کر سبق دیتی ہے۔
استاد......
سبق دے کر امتحان لیتا ہے۔
(طیبہ سعید...... نواز چوک، گوجرانوالہ)

امید

جس طرح موسم بدلنے کا ایک وقت ہوتا ہے، اسی طرح وقت کے بدلنے کا بھی ایک موسم ہوتا ہے۔ حالات بدلتے ہی رہتے ہیں، حالات کے ساتھ حالت بھی بدل جاتی ہے۔ رات آجائے تو نیند بھی کہیں سے آ ہی جاتی ہے۔ وہ انسان کامیاب ہوتا ہے جس نے ابتلا کی تاریکیوں میں امید کا چراغ روشن رکھا۔
امید اس خوشی کا نام ہے جس کے انتظار میں غم کے ایام کٹ جاتے ہیں۔ امید کسی واقعہ کا نام نہیں۔ یہ صرف مزاج کی ایک حالت ہے۔ فطرت کے مہربان ہونے پر یقین کا نام امید ہے۔
(عمارہ شاہ...... کوہاٹ)

چندا سی بہنا کا بھائی کو پیغام

گال پر غازہ نہ ہو پلکوں پر مسکارا نہ ہو
در حقیقت چاند ہو مصنوعی سیارہ نہ ہو
دھیمے سر میں بولتی ہو چال ہو باد نسیم
دیکھنا بھیا کہیں وہ جیٹ طیارہ نہ ہو
باحیا ہو باوفا ہو سانولی ہو خیر ہے
چھت سے کنکر مارتی ہو ایسی فنکارہ نہ ہو
اس قدر شیریں نہ ہو کہ اوہ ہنی کہنا پڑا
بس ذرا نمکین ہو لیکن نمک پارہ نہ ہو
(انتخاب: پروین افضل شاہین۔ بہاولنگر)

یادیں

☆ یاد رکھنا بھی ملاقات کی ایک صورت ہوتی ہے۔
☆ دوستی کی شیرینی کو ایک دفعہ کی رنجش کی یاد ہمیشہ زہر آلود کرتی رہتی ہے۔ بچپن کی یادیں بڑھاپے کے لے ایک دلچسپ مشغلہ ہیں۔
☆ مرنے والوں کو برائی سے یاد نہ کرو، کیونکہ وہ اپنے انجام تک پہنچ چکے ہیں۔
☆ خوبصورت یادیں ایک قیمتی اثاثہ ہوتی ہیں۔
(ماریہ سلیم اختر...... کورنگی)

گڈگورننس اور قواعد و ضوابط کا احترام

یہ 1930 تا 35ء کی درمیانی کہانی ہے۔ لی جنڈ پطرس بخاری تب پنجاب ٹیکسٹ بک کمپنی کے چیئر مین تھے۔
جب ایک اور لی جنڈ فیض احمد فیض ان سے ملنے گئے۔ وہاں ایک ضخیم فائل پر نظر پڑی، جس پر جلی حروف میں لکھا تھا۔
''Office cat'' فیض صاحب یہ عنوان دیکھ کر

متجسس ہوئے اور پطرس بخاری صاحب سے پوچھا۔
"یہ کیا ہے؟"
جس پر بخاری صاحب نے فرمایا۔ "قصہ کچھ یوں ہے کہ ایک دن میرے آفس میں بلی آ گئی۔ مجھے اچھی لگی تو میں نے کسی سے کہا اسے تھوڑا سا دودھ لا دو۔ پھر وہ بلی ہر روز آنے لگی۔ ہر روز اسے دودھ بھی باقاعدگی سے ملنے لگا۔ مہینے کی آخر میں سپرنٹنڈنٹ نے دفتر کے اخراجات کا بل مجھے بھیجا تو اس کے ساتھ ایک تحریری سوال بھی منسلک تھا کہ بلی کے دودھ پر چودہ روپے چھ آنے کی جو رقم خرچ ہوئی ہے وہ کس مد میں جائے گی؟ میں نے لکھ بھیجا کو چینسز یعنی متفرق خرچ میں ڈال دو۔ چند روز بعد اکاؤنٹنٹ جنرل نے بل لوٹا دیا اور نوٹ لکھا کہ کونٹینسی کی مد دفتر کے ساز و سامان اور دیگر غیر جان دار اشیاء کے لیے مخصوص ہے۔ بلی جان دار شے ہے۔ جس کے اخراجات اس میں شامل کرنا رولز کی خلاف ورزی ہے۔ اس پر آفس سپرنٹنڈنٹ نے مجھ سے تحریری ہدایت طلب کی۔ میں نے لکھا اگر جان دار غیر جان دار کا مسئلہ ہے تو اسٹیبلشمنٹ یعنی عملے کی مد میں ڈال دو۔ بل دوبارہ خزانے کو بھیجا گیا۔ اور تھوڑے دنوں میں لوٹ آیا اور اس بار طویل مراسلے میں یہ استفسارات تھے کہ اگر یہ خرچا عملے کی مد میں جائے گا تو واضح کیا جائے کہ اس رقم کو تنخواہ تصور کیا جائے گا کہ الاؤنس۔ اگر تنخواہ ہے تو بھی قاعدہ ضابطہ نمبر فلاں فلاں، دفتر کی پیشگی منظوری درکار ہے اور اگر یہ الاؤنس ہے تو بموجب رولز اینڈ ریگولیشن فلاں فلاں متعلقہ افسر سے اس کی تصدیق لازمی ہے۔
چنانچہ یہ فائل چھ مہینے سے چل رہی ہے اور اس میں ایسے ایسے باریک انتظامی قانونی نکتے بیان ہوئے ہیں جن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔"
(ایمان رضوان...... کراچی)

کھلتی کلیاں

☆ سنجیدہ رہنے والا ہمیشہ عزت پاتا ہے۔
☆ نفس کے خلاف جہاد، جہاد اکبر ہے۔
☆ ماں باپ کی خدمت دونوں جہاں میں عظمت ہے۔
☆ مرنے والے سے عبرت حاصل کرو۔
☆ جس نے صبر کیا اس نے سب کچھ پالیا۔
☆ جو چپ رہا اس نے نجات پائی۔
☆ گناہ سے بچنا سب سے بڑی نیکی ہے۔
(مدیحہ نورین مہک...... برنالی)

حسد

حسد ایک زہر ہے جسے انسان خود پیتا ہے اور توقع دوسرے کے مرنے کی کرتا ہے۔
(ماہا بشیر حسین...... ڈنگہ)

اقوال زریں

☆ انسان کو بولنے میں دو سال لگتے ہیں، لیکن کون سا لفظ کہاں بولنا ہے یہ سیکھنے میں پوری زندگی گزر جاتی ہے۔
☆ اپنے دوستوں کا انتخاب کرتے ہوئے خوب غور کر لیجیے۔ کیونکہ درحقیقت آپ اپنے جنازے کی پہلی صف کا انتخاب کر رہے ہوتے ہیں۔
☆ آپ کی آنکھیں اکثر وہی لوگ کھولتے ہیں جن پر آپ آنکھیں بند کر کے اعتبار کرتے ہیں۔
☆ اگر آنسو نہ ہوتے تو آنکھوں میں اتنی خوبصورتی نہ ہوتی۔ اگر درد نہ ہوتے تو خوشی کی کوئی قیمت نہ ہوتی۔
☆ زندگی میں اگر بے وفائی نہ ہوتی تو وفا کی بھی چاہت نہ ہوتی۔ اگر سوچنے سے ساری مرادیں پوری ہو جاتیں تو دعا کی بھی ضرورت نہ ہوتی۔
(نجم انجم اعوان۔ کراچی)

وجہ

ایک لڑکا نیا نیا انگلش میڈیم اسکول میں داخل ہوا۔ وہ انگلش میں کمزور تھا۔ ایک روز اسکول نہ آیا تو اگلے دن استانی نے نہ آنے کی وجہ پوچھی تو اس نے وجہ کچھ اس طرح بتائی۔
"میڈم! وین آئی کم، رین واز چھم چھم، واٹر از گوڈے گوڈے، مائی لیگ سلپ اینڈ آئی دھڑام ان کھڈا۔"
"دس از صورت حال اینڈ وجہ۔"
(نمرہ آزاد...... خیر پور ٹامیوالی)



yaadgar@aanchal.com.pk

آئینہ

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو بڑا مہربان' نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اس دفعہ بیشتر قارئین نے پرچے کی صحت پر خفگی کا اظہار کیا ہے۔ اللہ کرے کہ حالات بہتر ہوں اور یہ دوبارہ صحت مند ہوجائے آمین۔ آیئے چلتے ہیں اپنی بزم کی جانب' جہاں آپ کے کھٹے میٹھے تبصرے ہمارا مزاج پوچھ رہے ہیں۔

سحر تبسم سحری...... **مغل پورہ**۔ پیاری راج دُلاری' مما کی آنکھوں کی تاری' آپ کی سحری' ایک بار پھر تبصرے کے ساتھ حاضر ہے۔ اُمید ہے کہ سب نے مجھے مس کیا ہوگا۔ (کسی اور نے نہ سہی' شہلا باجی نے تو ضرور کیا ہوگا) آ ہمم...... آنچل 23 کو ملا۔ ٹائٹل پر براجمان رانیہ خان بہت پسند آئی۔ اس دفعہ تو سرورق نے دل خوش کردیا۔ اس کے بعد آنی کی (سرگوشیاں) سنیں' جو کہ حکمرانوں سے بے زار نظر آئیں۔ (اب کیا کریں کہ ہماری حکومت ہی ایسی ہے کہ ہنس مکھ بندہ بھی انہیں دیکھ کر بچوں کی طرح رونے لگے)۔ اس کے بعد مشبیح رحمانی کی حمد' سبحان اللہ' بہت بہت خوب صورت الفاظ...... عنایت علی کی نعت بھی بہت پسند آئی' ماشاء اللہ۔ (درجواب آں) میں اس دفعہ آنی نے میرے خط کا جواب دے کر دل ٹوٹنے سے بچالیا۔ آنی کے مشورے پر میں نے ڈھیروں ڈھیر ناولز پڑھنا شروع کردیے ہیں۔ دعا کی کہ ایک عدد اچھی سی تحریر بھی لکھ پاؤں۔ اس کے بعد ہمیشہ کی طرح (الکوثر) پڑھا' جو کہ بے حد پسند آیا۔ اس کے بعد سلسلے وار کہانیاں آرام سکون سے پڑھنے کے لیے بچالیں۔ سب سے پہلے (آئینہ) پڑھا۔ واؤ...... یہاں تو نئے تبصرہ کرنے والوں کے ساتھ ساتھ پرانے بھی شامل تھے' بہت خوشی ہوئی۔ ماہا بشیر' عطیہ ندیم' طیبہ خاور' علشبہ خان' افشاں سراج' شائستہ یاسین' ڈاکٹر زارا' ماریہ نشاء کے تبصرے مختصر رہے لیکن پڑھ کر مزہ آیا۔ اقرا ممتاز (ڈیئر آتی جاتی رہا کرو)' نجم انجم اعوان (آپ بھی بڑے دنوں بعد آئیں)' تبسم بشیر حسین (ونڈرفل)' فائزہ بھٹی (تمہارا تبصرہ بھی پسند آیا' جو اعتراض تمہاری بہن کو ہے' وہ مجھے بھی ہے) طیبہ شیریں' کرن شہزادی' لبنیٰ شکیلہ' رقیہ ناز' علشبہ خان' انعم زہرہ آپ سب کے تبصرے بہت پسند آئے۔ ہر ماہ اس محفل میں آیا کریں۔ (اُم فروا) تمہارا تبصرہ بھی پسند آیا۔ خوش رہو' ہمیشہ آباد رہو۔ اس کے بعد (یادگار لمحے) پڑھے' جویریہ سالک ہر ماہ یہ سلسلہ بہت خوب صورت ترتیب دیتی ہیں۔ اقراء لیاقت' ثناء جویریہ اور عنبر فاطمہ کے جوکس پسند آئے۔ اس کے علاوہ مدیحہ مہک ہمیشہ اچھا لکھتی ہیں۔ سمیرا سواتی' نور فاطمہ' انعم' رابعہ بھٹی' حنا ارشد' شہزادی کھرل' شبانہ کوثر' ارم کمال' کرن ناز' سب نے زبردست لکھا۔ اقراء ممتاز' اقرا جٹ' اقرا حفیظ' ارم کمال' مینا اور حسینہ' وقاص عمر بھائی' کیسے ہیں آپ سب؟ (نیرنگ خیال) میں نازیہ کنول نازی (ونڈرفل) سباس گل' فریدہ فری' وقاص عمر' فہمیدہ غوری کا لکھا بے حد پسند آیا۔ آپ سب ایسے ہی لکھتے رہیں' مجھے آپ کی سب کی شاعری بہت پسند ہے۔ تمثیلہ لطیف بھی میری فیوورٹ ہیں لیکن یہ کم کیوں لکھتی ہیں؟ نجم انجم اعوان اس دفعہ غائب تھیں؟ (بیاضِ دل) میں نگہت غفار' پروین' عذبہ' شزا' سیدہ لوبا سجاد' ہاجرہ' جاذبہ عباسی' وقاص عمر' ہالہ سلیم' ولید عزیز' تقریباً سب ہی نے زبردست اشعار کا انتخاب کیا۔ (کام کی باتیں) ہمیشہ کی طرح معلوماتی رہیں۔ باقی ''ڈش مقابلہ'' ''آپ کی صحت'' ''ہومیو کارنر'' بھی اوکے اوکے تھے۔ (تیری زلف کے سر ہونے تک) اقرا کا ناول تو میرا فیورٹ ہے۔ بر (اکائی) از عشنا کوثر' ذرا بھی پسند نہیں آرہا' پلیز اس کا جلدی سے اینڈ کریں۔ مکمل ناول (عشق سفر کی دھول) پہلے آخری حصہ لکھا تھا' اب پھر اگلے ماہ؟ خیر قسط اچھی رہی۔ اس ماہ ہماری فیورٹ رائٹر یاسمین نشاط بھی محفل میں چلی آئیں (دل کی آواز بھی سن) زبردست رہا۔ نادیہ رضوی (وفا کے دیپ) ایک رومانٹک ناول' جو دل کو بھا گیا۔ ''جمال ہم نشیں'' بھی اچھی تحریر تھی۔ افسانوں میں (گھر کی ملکہ) سب سے زیادہ پسند آیا۔ رابعہ' یو آر مائی فیورٹ۔ باقی تحریریں بھی پسند آئیں۔ ''چور مینا'' زیادہ مختصر تھا اور اس ماہ آپ نے کہانی کے اسکیچ کو کیا

کردیا؟ بے چارے سارے ہی اندھیرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ لگتا ہے کہ بجلی کا بل نہیں بھرا تب ہی یوں دب کر اور اندھیرے میں تھے۔ ہمیں یہ دبے ہوئے لوگ پسند نہیں آئے۔ پلیز آنچل پر اسکیچ ویسے ہی دیا کریں جیسے پہلے یعنی 2016ء اور 2017ء میں تھے۔

☆ پیاری تبسم! بے شک ہم اپنے مستقل لکھنے والے قارئین کی کمی محسوس کرتے ہیں مگر یہ آپ نے باجی کس حساب میں لکھا ہے؟ شمائلہ کہہ رہی ہیں افطاری کب آئے گی۔ اسکیچز کا تعلق بجلی سے نہیں فوٹو گرافر سے ہے۔ وہ شریف آدمی بیوی کو تو کچھ کہہ نہیں سکتا لہٰذا ساری بھڑاس ان معصوم اسکیچز پر نکال دی۔

مدیحہ نورین مہک...... گجرات۔ سردیوں کی شروعات ہو چکی ہے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں۔ 20 کو آنچل ملا ماڈل بہت پیاری تھی میک اپ ڈریسنگ ہیئر اسٹائل ٹاپس تھے۔ نادیہ فاطمہ رضوی جب بھی لکھتی ہیں کمال کا لکھتی ہیں۔ "وفا کے دیپ" زبردست تھا بہت مزہ آیا پڑھ کے۔ اس ناول کا کردار علیشبہ بہت نیگیٹو تھا اور زرش کے ساتھ شاویز نے جو کیا بہک کے اس کی معافی کے لیے اس سے شادی کرنے کا فیصلہ کیا یہ بھی خوب تھا۔ اچھا سبق دیا علیشبہ نے شاویز کو کہ ماڈرن لباس پہن کر ضروری نہیں کہ ذہن میں گند ہو جیسے زرش بس لباس سے ماڈرن تھی دل کی صاف۔ حمیرا علی کا ناولٹ "جمال ہم نشیں" بھی بہت ہی اچھا تھا۔ حمیرا شعیب کا افسانہ "میری زہرہ جبیں" حور عین کی جوڑی ڈاکٹر تیمور سے خوب بنی۔ "محرم رشتہ" ماورا طلحہ کا افسانہ بہت ہی اچھا تھا۔ طارق کی امی کی سوچ اور تجربہ اعلیٰ تھا۔ "چور مینا" اُم ہانی کا مختصر سا افسانہ اتنا گہرا سبق دے گیا ہر کسی کو اپنے ہی نظریے سے نہیں دیکھنا چاہیے کبھی کبھی اگلے بندے کی آنکھوں سے اس کی بے بسی بھی دیکھنی چاہیے بہت اچھا افسانہ تھا۔ "دل کی آواز بھی سن" یاسمین نشاط کا ناول اچھا تھا آہ سبیکا کی الفت اور فائزہ کا غصہ طیب اور رومی کا جس طرح رشتہ طے ہوا مزے کا سین تھا۔ رابعہ افتخار کا افسانہ "گھر کی ملکہ" زبردست تھا اور ہانیہ اور طالب کی محبت بھی کمال کی تھی۔ بیاض دل میں شزا بلوچ سمیرا سواتی پروین افضل ارم کمال کے اشعار دل کو بھائے۔ نیرنگ خیال میں وقاص عمر فریدہ فری ارم ریاض کی شاعری پسند آئی۔ یادگار لمحے میں ایس این کھرل شہزادی حنا ارشد کا انتخاب پسند آیا۔ ہم سے پوچھیے میں علیشبہ نور سحر تبسم سحری کے سوالات مزے کے تھے۔

ماہا بشیر حسین...... ڈنگہ۔ اس دفعہ کا شمارہ 25 کو ملا۔ اس دفعہ ٹائٹل بڑا ہی خوب صورت دیا آپ لوگوں نے۔ ویری گڈ۔ اس کے بعد "سرگوشیاں" پڑھیں اس ملک کا تو کچھ نہیں ہو سکتا ہے اگر ایک بندہ بھی سدھر جائے نا تو ٹھیک پر یہاں کی عوام ہی ایسی ہے تو حکمران کیا خاک اچھے ہوں گے آگے بڑھے اور حمد و نعت سے دل و دماغ کو روشن کیا۔ "در جواب آں" کہیں خوشی تو کہیں غم۔ "تیری زلف" اور "اکائی" بالکل بورنگ ناولز ہیں۔ ان کا اینڈ ہونا چاہیے اور نئے ناولز شروع ہونے چاہئیں۔ "عشق سفر کی دھول" آخری حصہ آتے آتے پھر ٹل گیا؟ اب مکمل ہونے پر ہی پڑھوں گی۔ ہم سے نہیں ہوتا انتظار۔ "دل کی آواز بھی سن" یاسمین کا ناول کچھ متاثر نہ کر سکا پوری اسٹوری بڑی مشکل سے ختم کی۔ اس کے بعد "وفا کے دیپ" نادیہ کا ناول بیسٹ لگا۔ ویری گڈ۔ ناولٹ "جمال ہم نشیں" بے حد پسند آیا بہت اچھا لکھا حمیرا علی نے۔ افسانے "چور مینا" غریبوں کے ساتھ ہمیشہ سے ہی برا ہوتا آیا ہے جس کے پاس پیسہ ہے وہ اپنا ہے باقی پیسے نہیں تو "تو کون اور میں کون"۔ "گھر کی ملکہ" رابعہ کا افسانہ ونڈرفل رہا۔ عورت واقعی گھر کی ملکہ ہوتی ہے۔ "محرم رشتہ" ماورا تو میری فیورٹ ہیں ان کی تحریر بھی بے حد پسند آئی۔ "میری زہرہ جبیں" بس سو سو تھی۔ "تلخ و شیریں" ایک زبردست سلسلہ شروع کیا ہے آپ نے مجھے تو بے حد پسند آیا۔ فاطمہ آفاق نے برے حالات کا اچھے سے مقابلہ کیا ویری گڈ۔ ان کے جوابات پسند آئے۔ نئے سلسلوں کا بے صبری سے انتظار ہے۔ شمائلہ آپ تو بندے کو بے عزت ہی کر دیتی ہیں مذاق ہلکا پھلکا اچھا لگتا ہے۔ کوثر خالد کہاں ہیں جلدی سے انٹری دیں آئی مس یو سو مچ۔ آپ کی کمی بہت محسوس ہوتی ہے۔

گلشن چودھری حفصہ نور...... گجرات۔ ٹائٹل بہت پیارا تھا۔ سرگوشیاں پڑھیں حمد و نعت پڑھی اور سیدھی چھلانگ لگائی "عشق سفر کی دھول" پر۔ فنٹاسٹک بہت خوب صورت اسٹوری ہے۔ امیزنگ۔ آپ کے پچھلے ناولز کی طرح یہ ناول بھی لاجواب ہے نازیہ آنی مگر اس اسٹوری کا اہم کلیو تو غائب ہے۔ عمار نے شفاء کو طلاق کیوں دی یہ ایز دکے

ساتھ برامت کریں۔ اس کے بعد پڑھا "جنوں سے عشق تک" پلیز سمیرا آنی! فگن اور شہرینہ کی لڑائی ختم کروادیں جب دیکھو ان کی لڑائی ہوتی رہتی ہے۔ پھر پڑھا "تیری زلف کے سر ہونے تک۔" "اکائی" الجھتے ہوئے آگے بڑھ رہا ہے۔ ناولٹ اور افسانے سب ہی اچھے تھے لطف دیتے ہوئے۔ آنچل فرینڈز آپ کو دوستی کی آفر کی تھی آپ نے قبول ہی نہیں کی۔ خیر تو ہے؟ اقراء جٹ آپ نے مجھے یاد رکھا اس کے لیے تھینک یو۔ فرینڈ شپ کریں گی؟ نورین انجم میری بہن کبھی تو جواب دیا کریں دو بار آپ کے نام لکھ چکی ہوں میں آپ کی ہی ایج کی ہوں آپ ہوں گی تیرہ یا چودہ سال کی اور میں ہوں پندرہ سال کی تو دوستی تو بنتی ہے۔ بولیں میری کزن حفصہ سے کریں گی یا نہیں؟ باجی نجم انجم آنی آپ کیسی ہیں؟ نیرنگ خیال بیاض دل بیوٹی گائیڈ ڈش مقابلہ یادگار لمحے آئینہ اور مائی فیورٹ ہم سے پوچھیے سب اچھے تھے۔ شمائلہ آپی سوری میری ساس تو ہے ہی نہیں پھر ہاتھی کے دانتوں کے زیور کہاں سے لائیں گی ابھی تو میں بچی ہوں پندرہ سال کی آہم آہم آہم۔ خدا حافظ اگلے ماہ پھر ملیں گے۔

عائشہ پرویز...... کراچی۔ اس بار آنچل اخبار والے موٹے انکل جلدی دے گئے۔ حیرت ہے۔ ویسے ٹائٹل اچھا تھا مگر ٹائٹل گرل تھوڑا غصے میں لگی۔ خیر ہم نے کون سا ان کے غصے کی پروا کی جلدی سے چھلانگ لگا کر قیصر آپا کی سرگوشیاں سنیں۔ ہمارے ملک پاکستان کے حالات جلد از جلد ٹھیک ہوں اور ہمارا ملک اس نفرت و انتشار کی آگ سے باہر نکلے اور کامیابی و ترقی کی راہوں پر گامزن ہو آمین۔ اس کے بعد حمد و نعت سے فیض یاب ہوتے ہوئے دانش کدہ پر پہنچے۔ اللہ پاک تمام مسلمانوں کو دشمنوں سے محفوظ رکھے آمین۔ نیا سلسلہ تلخ و شیریں کبھی آنکھ میں آنسو بن کر کبھی لب پر پھول کھلائے۔ سلسلہ وار ناول "تیرے زلف کے سر ہونے تک" مبارک ہو سودہ اور زید کی شادی ہوگئی پر آپی آپ سے ایک گلہ اگر ان کی شادی پر ہمیں بھی بلا لیتیں تو کیا تھا؟ اور اب زید کو ماما زبوائے نہ بنایئے گا پلیز یہ شاہ زیب نے کیا گیم کھیلا ہوگا اگلی قسط میں پتا لگے گا۔ اور ادھر نوفل اور انشراح کو بھی ملا دیں نہیں تو انشراح کا سر پھاڑ دوں گی (سوری)۔ "اکائی" اس ماہ کی قسط اچھی تھی جیسے جیسے کہانی آگے بڑھ رہی ہے مزید دلچسپ ہوتی جارہی ہے۔ مکمل ناول "عشق سفر کی دھول" یہ شفاء کے ساتھ کیا کردیا آپ نے؟ آپ کو کس نے کہا تھا وزان کو ہیرو بنا ئیں۔ اگر میں ہوتی تو میں نے تو اسے ولن بھی نہ بنانا تھا اور ذرا ایزد صاحب ہاتھ ہولا رکھا کریں عورت کی اتنی تذلیل برداشت نہیں ہوتی۔ "دل کی بھی آواز سن" پڑھ کر جانے کیوں خلش سی محسوس ہوئی۔ "وفا کے دیپ" "خواب گھروندے ٹوٹے ہیں تو خواب یوں بکھرتے ہیں کہ ان کو سمیٹنا اپنے بس میں نہیں رہتا مگر پھر بھی لڑکیاں حوصلہ مندی کے ساتھ اپنے دکھوں کو اپنے دل میں چھپا کر ہنستی رہتی ہیں۔ لڑکیوں کے دکھ بھی عجیب ہوتے ہیں اور سکھ بھی عجیب۔ ناولٹ "جمال ہم نشیں" ہائے کاش میرے میاں بھی مجھے ایسے ہی ڈائجسٹ کے ڈھیر گفٹ کرتے تو کتنا اچھا لگتا۔ طالعہ کا رول اچھا لکھا۔ التمش کا دماغ ٹھکانے لگا پڑھ کر مزہ آیا۔ افسانے "گھر کی ملکہ" اگرچہ موضوع پرانا لیکن رابعہ نے اپنا رنگ خوب جمایا۔ "چوربینا" چھوٹی تحریر بڑی بات سمجھا گئی۔ "محرم رشتہ" نادر اطلحہ نے مشرقی تربیت کو اجاگر کیا زبردست کاوش۔ "میری زہرہ جبیں" ہم سب کو اپنے اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہیے کسی چیز کو ناکارہ نہیں کہنا چاہیے۔ "بیاض دل" میں لگتا ہے سب ہی مقابلے میں اترے ہوئے تھے۔ ۱۹۶۰ء کی غمزدہ ہیروئنیں۔ "یادگار لمحے" امر ہوتے ہیں بھئی۔ "دوست کا پیغام آئے" میں جنہوں نے سلام بھیجا ان پر بھی سلامتی ہو اور جن بہن نے پوچھا تھا کہ میں آنٹی ہوں کہ آپی تو بہن میری اماں نے چھوٹی عمر میں شادی جیسے بندھن میں باندھ دیا سو میں ابھی آپی ہی ہوں۔ "آئینہ" میں ہمارے نہ ہونے کی وجہ سے رونق نہ تھی۔ آنے والے لوگ جانے والوں سے زیادہ اچھے اور قابل ہوتے ہیں...... اور...... ہمیں نئے آنے والوں کے لیے جگہ چھوڑنی ہی چاہیے۔ "ڈش مقابلہ" پنجابی یخنی کسی پنجابی سے بنوا کر کھاؤں گی۔ "ہم سے پوچھیے" میں شمائلہ آپی کی طرح کرارے جواب دینے لگی تھی کہ امی کا وائپر لگا اس کے بعد میں سیدھی ہوگئی۔ "کام کی باتیں" اپنے میاں کو پڑھانے جارہی ہوں اس امید کے ساتھ آپ سب جہاں رہیں خوش رہیں۔

☆ پیاری عائشہ! کام کی باتوں کے ساتھ ساتھ یخنی پلاؤ کی ترکیب بھی شوہر کو ہی پڑھوا دیں اب کہاں کسی پنجابی کو ڈھونڈیں گی جب گھر میں ایک کام کا بندہ موجود ہے تو پھر؟

رقیہ ناز...... میلسی۔ تمام آنچل فرینڈز اور شہلا آپی کو نئے سال کی بہت بہت مبارک ہو۔ ۱۸ تاریخ سے آنچل کا

انتظار شروع ہوجاتا ہے کیونکہ شہر کوئی جائے تو لے آئے۔ اللہ اللہ کرکے میرے بھائی ثقلین کو مجھ پر رحم آ ہی گیا' ۲۲ کو میرا آنچل مجھے لادیا۔ تھینک یو سو مچ بھائی۔ کامیابی تمہارے قدم چومے آمین۔ آئی ایم سوری' ماڈل کچھ خاص نہیں لگی۔ پلیز آپی میری آپ سے ایک ریکویسٹ ہے کہ سردیوں کی ماڈل کو بلیک سردیوں کے ڈریس کے اوپر پیاری سی کیپ اور ہاتھ میں چائے کا مگ پکڑا دیجیے گا پلیز۔ سب سے پہلے آیت مبارکہ پڑھی' اس کے بعد قیصر آراء کی سرگوشیاں پڑھیں۔ واقعی تبدیلی آئی ہے' ہر چیز کے دام بڑھ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو ہدایت دے' آمین۔ اس کے بعد حمد و نعت سے دل کو منور کیا۔ در جواب آں میں قیصر آپا کو سب کے سوالات کا جواب دیتے پایا۔ ارم کمال' میری دعا ہے کہ اللہ آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔ دلکش مریم' شادی کی ایڈوانس مبارک ہو۔ دانش کدہ' الکوثر سے دل کو منور کیا۔ تلخ و شیریں پر پہنچے' واقعی سچ کہتے ہیں کہ ہر کامیاب مرد کے پیچھے ہر کامیاب عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔ ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' او بلے بلے اوشاوا شاوا' اتنی خوش میں کیوں ہوں؟ جانتے ہو؟ نہیں تو جان لو یار...... سودہ کا نکاح زید سے ہوگیا ہے۔ امید ہے کہ انشراح کی شادی نوفل سے ہونے والی ہے' مزہ ڈبل ہوجائے گا۔ تھینک یو اقراء جی' آپ نے دل کی بات سن لی۔ ''گھر کی ملکہ'' واقعی ہی عورت چاہے تو گھر کو جنت بنادے چاہے تو جہنم بنادے۔ ''عشق سفر کی دھول'' ہمارا شک صحیح نکلا' اوہ یس...... اللہ کرے اب ایزد اور امرحہ کی شادی ہوجائے۔ دوسری طرف شفاء کے ساتھ یہ کیا ہوگیا' بے چارے احد کی محبت اُجڑ گئی۔ ہر بار ویسا تھوڑی ہوتا ہے' جیسا ہم چاہتے ہیں۔ ''چور مینا'' اُم ہانی نے سچ بیان کیا ہے' آج کل ایسا ہی ہوتا ہے کہ ہمیں پتا بھی نہیں ہوتا کہ ہمارے اردگرد لوگ کیسے اپنی زندگی بسر کررہے ہیں۔ ''دل کی آواز سن'' یاسمین نشاط کی کہانی میں مجھے سبیکا کا کردار بہت پسند آیا۔ سوری ''اکائی'' نہیں پڑھی۔ ''محرم رشتہ'' ماورا طلحہ کی تحریر اچھی تھی۔ ''میری زہرہ جبیں'' حمیرا شعیب سچ کہتی ہیں دُکھ اپنی مدت تک ہی ہماری زندگی میں شامل رہ کر آزمائش کا سبب بنتے ہیں۔ جو لوگ صبر کا دامن تھام کر انہیں جھیلتے ہیں' وہی کامیاب ہوتے ہیں۔ ''جمال ہم نشیں'' میں طالعہ مراد پر بہت پیار آیا' واقعی جو ہمارے ساتھ ہوتا ہے' ہم اس کا بدلہ ان معصوم لوگوں سے لینا چاہتے ہیں جو اس کے حقدار بھی نہیں ہوتے' جیسا آتش نے کیا۔ ''وفا کے دیپ'' بہت سبق آموز ناول تھا' جب تک انسان چاہے اپنی عزت محفوظ رکھ سکتا ہے دوسروں کے توقع سے کچھ ہاتھ نہیں رہتا۔ ہومیو کارنر نہیں پڑھا۔ بیاض دل میں پروین افضل شاہین' ارم کمال' انعم زہرہ' نورین مسکان' جاذبہ عباسی' ہالہ سلیم اور اقصیٰ اشمل کی شاعری میری ڈائری کی زینت بن گئی۔ ڈش مقابلہ نہیں پڑھا۔ نیرنگ خیال ایس گوہر طور' یاسمین کنول' وقاص عمر اور راشد ترین' دوست کا پیغام مدیحہ مہک' اقراء ممتاز' ابن چوہدری' رمشاء ملک' سالگرہ مبارک ہو۔ نیرنگ خیال تو سارا ہی میری ڈائری کی زینت بن جاتا ہے۔ آئینہ' اقراء ناز' نجم انجم اور کرن شہزادی چھا گئیں۔ ہم سے پوچھیے' شمائلہ آپی رحم کیا کریں بچیوں پر۔ کام کی باتیں واقعی کام کی ہوتی ہیں۔

☆ پیاری رقیہ! بہت اچھا تبصرہ کیا ہے۔ شمائلہ کیا رحم کرے وہ تو خود ان بچیوں جیسی معصوم بچی ہے اور ماڈل کو چائے کا کپ تو پکڑا دیں گے مگر یہ تو آپ نے بتایا ہی نہیں کہ کپ میں چائے بھی ہوگی یا وہ خالی ہوگا۔

شانزہ پرویز شانو...... ایبٹ آباد۔ آئینہ خانہ میں دوسری دفعہ شرکت کررہے ہیں مگر پہلا تبصرہ اور تعارف ردی کی ٹوکری کی نذر ہوگیا شاید۔ شہلا آپی' آپ نے تو پہلی دفعہ ہی میرا دل زوردار چھناکے سے توڑ دیا۔ خیر' ہم کون سے باز آگئے۔ ہمیں تو آنچل 22 کو ہی مل جاتا ہے کیونکہ ہم خود لینے جاتے ہیں اپنا کیوٹ آنچل۔ ٹائٹل گرل خاص اچھی نہیں لگی' بس ہیئر اسٹائل اچھا لگا۔ ''سرگوشیاں'' دی بیسٹ۔ بناء اخبار کے ہی ملکی حالات کا پتا چل جاتا ہے۔ آنی کا کوئی ثانی نہیں۔ ''حمد و نعت'' سب سے بیسٹ۔ کاش ہمیں بھی مدینے سے بلاوا آجائے اور ہم وہیں کی خاک بن جائیں۔ ''در جواب آں'' میں خود کو متعدد بار ڈھونڈا' بار بار سب کو دکھایا مگر ہم کہیں بھی نہیں تھے۔ آنی' آپ نے نہ ہمارا تعارف لگایا' نہ کوئی تحریر۔ دل ٹوٹ گیا۔ شاید اس دفعہ رحم کھالیں۔ سب سے پہلے سلسلہ وار ناول ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' ویلڈن آپی' زید اور سودہ ایک ہوگئے۔ ویری ویلڈن۔ اب انشی اور نوفل کو بھی ملادیں پلیز۔ شکر ہے شاہ زیب نے ہاں نہیں کی' ورنہ سودہ تو زید کے ہاتھوں سے نکل جاتی۔ ''اکائی'' بھی دی بیسٹ رہی۔ اگر میں فاطمہ ہوتی تو دادی جان کی رتی بھر پروانہ کرتی۔ خیر ہم نے اپنی دادی نہیں دیکھی ہوئیں' ہمارے آنے سے پہلے ہی وہ اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ ''عشق سفر کی دھول'' مجھے پتا تھا کہ امرحہ کو ایزد نے ہی

اغوا کیا ہے اور پروپوز بھی کر دیا' واؤ......اب آگے دیکھتے ہیں۔ "وفا کے دیپ" بھئی زرش بھی کیا خوب نکلی۔لڑکیوں کو اتنی بھی فرینڈلی نیچر زیب نہیں دیتی۔ "دل کی آواز بھی سن" یاسمین نشاط مائی فیورٹ، آپ کے لکھے ہر لفظ سے محبت ہے۔ "جمال ہم نشین"، "گھر کی ملکہ"، "چور مینا"، "محرم رشتہ"، "میری زہرہ جبین" سب بیسٹ رہیں۔ "یادگار لمحے" ہمیشہ کی طرح یادگار ہیں۔ "دوست کا پیغام آئے" ہمارا پیغام سب نے پڑھنا ہے پلیز۔ "نیرنگ خیال" مائی فیورٹ۔ "ڈش مقابلہ" میں کشمیری چکن پلاؤ اچھا لگا' بلکہ لذیذ بھی۔ "کام کی باتیں" بھی بہت اچھی لگیں۔علم میں اضافہ ہوجاتا ہے اور معاشرے سے برائیاں بھی ختم ہوجاتی ہیں' اگر کوئی عمل کرے۔ "آپ کی صحت" میرے کام کا نہیں ہوتا' سو کبھی کبھی ہی پڑھتی ہوں۔ "بیاضِ دل" میں آپی پروین افضل شاہین' ڈیئر مدیحہ نورین مہک' سعدیہ حورین' اقراء جٹ' صبا زرگر' ہاجرہ نعیم کے اور بھائی وقاص عمر کے اشعار بیسٹ رہے۔ باقی سب کے بھی اچھے تھے۔ "ہومیو کارنر" میرا سب سے پسندیدہ ٹاپک' کیونکہ مجھے بھی ڈاکٹر بننے کا بہت شوق ہے۔ "ہم سے پوچھیے" پچھلی باتیں تو چھوڑیں شمائل اپیا نے ہمارے سوالات کو اپنی محفل کی زینت نہیں بنایا۔اب کی بار اگر ردی میں ڈالا تو پھر بھی پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔ ہاہاہا۔ ارم کمال (نانو جی) آپ ہماری فیورٹ ہیں مگر مدیرہ آپی نے آپ کی بات پر ایسا عمل کیا کہ تعارف کا سلسلہ ہی ختم کر ڈالا۔ ہم نے اپنا تعارف بھیجا' سب سے فرینڈشپ کی ریکویسٹ بھی کی مگر تعارف ہی غائب ہوگیا۔ ارم کمال آپی' آپ نے ہی کہا تھا کہ سب کے تعارف پڑھ کے بور ہوجاتے ہیں' تعارف نہیں پڑھو گے تو پہچانو گے کیسے؟ مجھے تو نیا سلسلہ بالکل بھی پسند نہیں آیا۔ جس کے پاس نہیں ہیں تلخ بیان کرنے کے لیے وہ کیا کرے؟ ہمیں تو بس "ہمارا آنچل" ہی پسند ہے۔ اور ہاں' سب رائٹرز' ریڈرز قبیلے سے دوستی کرنا چاہتی ہوں' کرو گے؟ آئی ایم ویٹنگ۔

☆ پیاری شانزہ! اللہ نہ کرے کہ آپ کی یا کسی اور کی زندگی میں کوئی تلخی آئے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان کی زندگی میں تھوڑی سی خوشی تھوڑا سا غم' تھوڑی سی راحت' تھوڑی سی مصیبت' پریشانی ہوتی ہے۔ خواتین پریشانی سے جلد گھبرا جاتی ہیں مگر کچھ خواتین پریشانیوں کا حوصلے سے سامنا کرتی ہیں۔ یہ سلسلہ ایسی ہی حوصلہ مند خواتین کو خراجِ تحسین پیش کرنے کا سلسلہ ہے۔ رہا "ہمارا آنچل" تو وہ بند نہیں کیا۔ اسی سلسلے کو "حجاب" میں "آنگن کی چڑیا" کے نام سے شروع کیا ہے اور تعارف کا انداز ذرا بدل دیا ہے۔ اس سلسلے میں ہماری ساری قارئین شامل ہوسکتی ہیں اور آپ تو خاص طور پر اپنا تعارف لکھ کر بھیجیں۔ وعدہ ہے پہلی فرصت میں شائع کریں گے۔ خوش۔

نازیہ ثروت نازی عرف ثنا' رویزٹ۔ دھڑکتے دل کے ساتھ آج ہم نے بھی آنچل ڈائجسٹ کی تنقید و تعریف کے لیے قلم اُٹھا ہی لیا۔ اور ہاں یہ بھی بتاتے چلیں کہ ہم میں اتنی ہمت آئی کیسے۔ ارے بھئی اس مہینے آنچل کے سلسلے "دوست کا پیغام آئے" میں ہمارا نام مبارک جو پورے طمطراق سے جگمگا رہا تھا (اپنے نام کو دیکھ کر کیا کیفیات تھیں' بعد میں ڈسکس کریں گے)۔ اب ہوجائے آنچل پر تبصرہ...... ٹائٹل گرل نے اپنی سادگی سے دل موہ لیا۔ اس کے بعد ہم نے حمد و نعت سے دل کو منور کیا۔ اس کے بعد آپی کی سرگوشیاں پڑھیں۔ آپی' آپ کے بات کرنے کا انداز' ملکی مسائل' مہنگائی' وسائل کی کمی' ان سب باتوں نے ہمارے دل کو پریشان کردیا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کی حفاظت کرے' ہمیں ہر قسم کی پریشانی سے بچائے' آمین۔ اس کے بعد "الکوثر" سے استفادہ کیا۔ آنچل کا یہ سلسلہ ہمارے علم میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔ اس بار آنچل میں جو نئی تبدیلی مجھے بالکل اچھی نہیں لگی وہ ہے "تلخ و شیریں" سلسلے کا آغاز۔ ارے بھئی "ہمارا آنچل" اتنا ونڈرفل جارہا تھا' آپ نے اسے کیوں ختم کردیا؟ پلیز اس سلسلے کو دوبارہ شروع کریں۔ افسانے سب بہت اچھے تھے' لیکن جس نے ہمارے دل کو چھولیا' وہ "چور مینا" اُم ہانی کا' واہ کس طرح انہوں نے چھوٹے سے افسانے سے بہت بڑی بات سمجھادی۔ بعض اوقات انسان واقعی حقیقتوں سے دیر سے آگاہی حاصل کرتا ہے۔ ہمیں اپنے اردگرد موجود غریب لوگوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ مکمل ناول "یاسمین نشاط' بازی لے گئیں۔ بہت مزے کی اسٹوری' ہر لحاظ سے مکمل اور طیب ہمدانی کا کردار بہت پسند آیا۔ ویل ڈن یاسمین آپی۔ "عشق سفر کی دھول" نازیہ آپی! آخری حصے کا بے تابی سے انتظار ہے' بہت بہترین کاوش ہے۔ "تیرے زلف کے سر ہونے تک" اور "اکائی" میں نے یہ دونوں ناول نہیں پڑھے' سو ان کے بارے میں کچھ کہہ نہیں سکتی' وجہ بھی بتاتی چلوں' میں نے تین' چار ماہ ہوئے آنچل باقاعدہ منگوانا اور پڑھنا شروع کیا ہے' اس سے پہلے دو' تین ماہ کے بعد پڑھنے کو مل جاتا تھا' اس لیے میں

نے یہ دونوں ناول شروع سے نہیں پڑھے۔ ''نیرنگ خیال'' میں سب کی شاعری پسند آئی۔ میں نے بھی اپنی تخلیق بھیجی تھی' پتا نہیں کیا بنا؟ ''دوست کا پیغام آئے'' یہ سلسلہ تو لگتا ہے کہ میرا اپنا ہے' اس میں میرا پیغام جو آیا ہے۔ میں آنچل کی کوئی دس سال پرانی قاری نہیں' بلکہ ایک' دو سال ہوئے ہیں اس سے شناسائی حاصل کی ہے' البتہ اتنا ضرور آنچل کے بارے میں کہوں گی کہ ''آنچل ڈائجسٹ'' ایک عمدہ ترین اور بہترین پرچا ہے۔ اس میں ہماری زندگی کے ہر پہلو سے متعلق مواد موجود ہے۔ اس کا ہر سلسلہ بے مثال ہے۔ آنچل A to Z ویل ڈن ہے۔ اور ہاں' شمائلہ آپی' ہم بھی کبھی اپنے اوٹ پٹانگ سوالات کے ساتھ آپ کی محفل میں آئیں گے۔

☆ پیاری نازیہ! ''تلخ وشیریں'' میں کم ہمت لوگوں کے لیے پیغام ہے۔ دھیان سے پڑھیں گی تو ہمارا مقصد سمجھ میں آئے گا۔ اور ''ہمارا آنچل'' کے لیے اتنا دل برداشتہ نہ ہوں' اسے ''حجاب'' میں ''آنگن کی چڑیا'' کے نام سے شروع کیا ہے۔ ''ہمارا آنچل'' میں تعارف کا انداز دوسرا تھا' اب سوالات کے ذریعے آپ کا تعارف حاصل کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہماری نئی نسل کیا سوچتی ہے' کیا کرنا چاہتی ہے۔ سوالات کے ذریعے آپ کی شخصیت کو جاننے کی کوشش کی ہے۔ امید ہے یہ سلسلہ بھی آپ کو پسند آئے گا اور آپ خود بھی اس میں حصہ لیں گی۔

پارئیہ عبدالرؤف...... سیالکوٹ۔ پیاری پیاری شہلا اپیلا' ذرا بوجھیں تو میں نے پیاری پیاری کی تکرار کیوں کی' کیونکہ آپ کے جوابات اور نئے لکھاری اور قارئین کی جس طرح حوصلہ افزائی کرتی ہیں' اس سے اندازہ ہوتا ہے یقیناً آپ بہت پیاری ہیں۔ ''آنچل'' کے سب ہی سلسلے زبردست ہیں۔ ''سرگوشیاں'' سے لے کر ''کام کی باتیں'' تک ہم چاٹ لیتے ہیں۔ سلسلہ وار ناول ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' کے کیا کہنے' بھئی فنٹاسٹک۔ نازیہ جی کا ناول بھی بہت اچھا جا رہا ہے' لیکن ایزد کو امرحہ سے شادی نہیں کرنی چاہیے۔ اس ماہ افسانے بھی سبق آموز تھے۔ عشنا کوثر نے ''اکائی'' میں فلسفہ زیادہ سمو دیا ہے اور کہانی بہت سلوموشن میں چل رہی ہے۔ آپ سے یہ بھی پوچھنا ہے کہ خط کا شامل ہونے کے لیے کس تاریخ تک پوسٹ ہونا ضروری ہے؟ ''ڈش مقابلہ'' اس دفعہ بہت اچھا رہا۔ ''ہم سے پوچھیے'' میرے نزدیک بالکل فضول ہے' اسے ختم کرکے کوئی اچھا سلسلہ شروع کیجیے۔ یہ نعت بھیج رہی ہوں اسے ''نیرنگ خیال'' کی زینت بنا کر شکریہ کا موقع دیں۔ میں کہانی بھی بھیجنا چاہتی ہوں' اگر آپ اجازت دیں۔ میرے خط کا جواب ''در جواب آں'' میں دیجیے گا۔

☆ پیاری پارئیہ! یہ جو آپ نے ہماری تعریف کی ہے ناں' اوہ خدا! آج تو پوری رات نیند نہیں آئے گی۔ گھر والوں کو زبردستی آپ کا خط پڑھوائیں گے۔ اور اجازت کی کیا ضرورت؟ آنچل آپ کا اپنا ہے' بلاتکلف اور بلاجھجک بھیجیے۔ معیاری تحریروں کے تو ہم بڑے قدردان ہیں۔ ویسے آپس کی بات ہے شمائلہ سے کوئی خاص دشمنی ہے۔

انیقہ احمد...... تلہ گنگ' کوٹ سارنگ۔ ٹائٹل گرل پیاری تھی' پر مجھے اس کا ڈریس کچھ خاص نہیں لگا۔ پیپرز ہونے والے ہیں' اس کے باوجود ''آنچل'' سارا پڑھ ڈالا۔ یہ ہی تو زندگی کا مزہ ہے۔ آنٹی قیصر آراء کی سرگوشیاں سنیں' ملک کے حالات کو اللہ بہتر کریں (آمین)۔ حمد و نعت پڑھ کر ایمان کو تازہ کیا' دل کو سکون ملا۔ ''در جواب آں'' میں جھانکا' شاید ہماری بھی کوئی جھلک ہو (ہاہاہا)۔ ''دانش کدہ'' سے فیض یاب ہوئی۔ نازیہ کنول نازی کا ناول ''عشق سفر کی دھول'' کمال ہے' جب بھی لکھتی ہیں دل خوش کر دیتی ہیں۔ سمیرا شریف طور کی بہت زیادہ کمی محسوس ہوئی۔ پلیز ایک اور دلچسپ ناول کے ساتھ دوبارہ انٹری دیں۔ اقراء صغیر احمد کا ناول ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' بھی بہترین جا رہا ہے۔ پہلے شکر ادا کیا کہ ''دلن'' دبئی چلا گیا لیکن پھر دل کی دھڑکن تیز ہوگئی جب یہ کہا گیا کہ سودہ کا نکاح شاہ زیب سے کر دیتے ہیں۔ شکر ہے کہ سودہ کی شادی زید سے ہوگئی' ابھی یہ تجسس ہے کہ کیسے ہوئی۔ ویل ڈن آپی۔ مکمل ناول دونوں بہترین ہیں۔ افسانوں میں ''محرم رشتہ'' ٹاپ پر رہا۔ ''بیاض دل'' سب ہی اشعار اچھے تھے۔ ''نیرنگ خیال'' میں نازیہ کنول نازی چھا گئیں۔ ''دوست کا پیغام'' پڑھا' رمشاء ملک نے یاد کیا' وعلیکم السلام۔ میری طرف سے بھی سب کو پیار بھرا اسلام۔ ''یادگار لمحے'' میں سب بہترین تھا۔ ''آئینہ'' سب ہی کے تبصرے بہترین تھے۔

☆ پیاری انیقہ! خوب دل لگا کر پڑھیں' اللہ پاک آپ کو ہر امتحان میں سرخرو اور کامیاب کرے' آمین۔

انعم زہرہ...... ملتان۔ آنچل اس بار 28 کو ملا۔ رانیہ خان مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ خوب جچ رہی تھیں سرورق پر۔ رفعت سراج' آپ میری پسندیدہ رائٹرز میں سے ایک ہیں۔ آپ کی علالت کا جان کر بہت دُکھ ہوا' خدا سے دعا گو ہوں کہ آپ کو آپ کے شوہر کو شفائے کاملہ عطا فرمائے اور آپ بہت جلد اپنی نئی تحریر کے ساتھ "آنچل" میں نظر آئیں (آمین)۔ ارم کمال آپ کی غیر حاضری کا سبب جان کر دُکھ ہوا' خدا آپ کو صحت وتندرستی عطا فرمائے (آمین)۔ اور "در جواب آں" میں اپنے نام خط دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ آپ کا اور آنچل کا ساتھ میرے لیے بہت بڑی نعمت ہے۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔ اب آتے ہیں اقراء آپی کے ناول (تیری زلف کے سر ہونے تک) کی طرف' کمال کردیا اقراء آپی' مائرہ کی جذباتیت کا صحیح وقت پر صحیح فائدہ اُٹھایا ہے۔ پل بھر کے لیے تو آپ نے ڈرا ہی دیا تھا کہ سودہ' شاہ زیب صاحب کی نہ ہوجائیں' پر خوب رخ موڑا ہے کہانی کا محبت کی طرف۔ اگلی قسط کا شدت سے انتظار رہے گا۔ اب آتے ہیں عشناء کوثر سردار آپی کے ناول (اکائی) کی جانب' خوب صورت لفظوں سے سجا آپ کا یہ بہترین ناول زبردست جارہا ہے۔ بہت گہرائی سے لکھا ہے آپ نے ہر کردار کو' محبت بھی ہے' احتیاط بھی اور گریز بھی۔ پہلی قسط کا وہ پہلا منظر' جہاں فاطمہ تنہا کھڑی ہیں' میرا دل وہیں اٹکا ہوا ہے کہ فاطمہ وہاں اکیلی کیوں ہیں اور دوسری جانب دادی جان اور ان کے محاورے' دونوں ہی کمال کے ہیں۔ دیکھتے ہیں پاکستان کے لیے مس فاطمہ بی بی کیا کردار ادا کرتی ہیں۔ "عشق سفر کی دھول" نازیہ آپی' کیا ظالم کہانی لکھی ہے اور کیا ہی دھواں دھار انداز تحریر ہے آپ کا۔ اگلی قسط کا انتظار رہے گا۔ نادیہ فاطمہ رضوی' آپ نے "وفا کے دیپ" میں نہایت ہی محتاط انداز میں معاشرے کے بگاڑ پر روشنی ڈالی ہے۔ بے حد حساس ٹاپک پر آپ کا خوب صورت ناول بہت پسند آیا۔ "بیاضِ دل" میں پروین افضل شاہین' ارم کمال' اقراء جٹ' جاذبہ عباسی اور اپنا شعر پسند آیا اور "نیرنگ خیال" میں نازیہ کنول نازی' سباس گل' وقاص عمر' نزمین سرھیو' یاسمین کنول چوہدری' راشد ترین' تمثیلہ لطیف کی شاعری پسند آئی۔ اقراء رشید' میں ٹھیک ہوں' آپ کی دعا سے آپ کیسی ہیں؟

نجم انجم اعوان...... کراچی۔ آنچل کا نیا شمارہ میرے ہاتھ میں ہے۔ سرگوشیاں پڑھ کے دل اداس ہوگیا۔ پاکستان کے حالات بہتر ہونے کے بجائے اور خراب ہوگئے ہیں۔ "عشق سفر کی دھول" کے تین حصے پڑھنے شروع کیے' آخر میں بقیہ حصہ آئندہ دیکھ کر غصہ آیا۔ حسن بانو کی پنکھے سے لٹکتی لاش کئی دنوں تک میرے خوابوں میں آتی رہی۔ امرحہ نے ایزد کے ساتھ جو کیا' اس کا انجام بھی ویسا ہی ہوا۔ بے گناہ کو سزا دلوا کے امرحہ کو کیا مل گیا؟ بہرحال یہ تحریر یادگار رہے گی۔ "اکائی" بھی زبردست تحریر جارہی ہے۔ پہلی قسط کی فاطمہ یاد ہے' اب وہاں تک یہ لڑکی نجانے کیسے پہنچے گی۔ "آنچل" کے پچھلے حصے میں کنجوسی نظر آئی' ہر جگہ مختصر تحاریر پڑھنے کو ملیں' خاص مزہ نہیں آیا۔ ایک "آئینہ" کی محفل تھی' جس میں اجازت تھی دل کھول کے لکھنے کی۔ اب صفحات کی کمی کی وجہ سے اس میں مختصر لکھو' اشعار سے بے نیاز "آئینہ" بس ٹھیک ہی تھا۔ "دوست کا پیغام" میں جن بہنوں نے یاد کیا' شکریہ۔ "نیرنگ خیال" زبردست تھا۔ یاسمین کنول' فریدہ جاوید فری' منزہ ہاشمی کی شاعری اچھی تھی۔ سب سے زیادہ خوب صورت غزل وقاص عمر کی تھی' جسے اپنی ڈائری کی زینت بناڈالا۔ "کام کی باتیں" شمائلہ کاشف خوش رہو' ہر چیز مہنگی ہوگئی ہے لہٰذا اب کریلے کھانا بند کردو۔ آخر میں آنچل والوں کو مشورہ دینا چاہوں گی کہ آنچل کو اخبار کی طرح بنالیں' صرف دو صفحے۔ ہم صبر کرلیں گے (غصے سے کہہ رہی ہوں)۔

☆ پیاری انجم! اتنا غصہ...... ہمارا کیا قصور ہے۔ کاغذ کی دست یابی بہت بڑا مسئلہ ہے۔ آپ کو کیا معلوم ہم کیسے اس کا انتظام کرتے ہیں۔ بس اللہ سے دعا کریں کہ حالات بہتر ہوں۔ شمائلہ کہ ہے کنجوس تم مجھے ہری مرچ کی چٹنی پیس کردے گئی تھیں وہ ہی کھا رہی ہوں۔

ارم کمال...... فیصل آباد۔ میری طبیعت اب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور آپ سب کی دعاؤں سے بہت بہتر ہے۔ مزید دعاؤں کی طلب گار ہوں۔ آنچل کا شمارہ بروقت موصول ہوا۔ ٹائٹل پسند نہیں آیا۔ "در جواب آں" پڑھ کر دل شاد باغ ہوگیا۔ "دانش کدہ" سے سورہ کوثر کی مکمل تفسیر سے آگاہی ہوئی' بلاشبہ دانش کدہ بہت ہی ایمان افروز سلسلہ ہے۔ نیا سلسلہ "تلخ وشیریں" اچھا لگا' مگر اس میں ہاؤس وائف تو حصہ نہیں لے سکیں گی؟ سلسلہ وار ناول "تیری زلف کے سر ہونے

تک" میں سودہ بالآخر زید کی ہو ہی گئی۔ دل خوشی سے جھوم اُٹھا۔ اب دیکھیں انشراح کا کیا بنتا ہے؟ "گھر کی ملکہ" رابعہ افتخار کی زبردست تحریر تھی' لیکن کئی جگہ معاشی مجبوریاں گھر کی ملکہ کو باہر نکلنے پر مجبور کردیتی ہیں' تب بھی وہ گھر کی ملکہ ہی رہتی ہے۔ "عشق سفر کی دھول" نازیہ کنول نازی جب بھی آتی ہیں' چھا جاتی ہیں۔ اُم ہانی کی "چور مینا" نے ...... کے رکھ دیا۔ "دل کی آواز بھی سن" یاسمین نشاط کی اے ون تحریر تھی۔ سلسلے وار ناول "اکائی" میں وقارالحق نے بہت مایوس کیا' جب نکاح کیا ہے تو نبھانا بھی چاہیے نا! بی اماں کا غصہ تو اب لمبا ہی چلے گا۔ "محرم رشتہ" مادر اطلحہ کی تمام ماؤں کے لیے الارمنگ تحریر تھی۔ "میری زہرہ جبیں" حمیرا شعیب کی تحریر نے الجھا کر رکھ دیا۔ اتنی نفرت' حقارت اور الزامات کے بعد یکا یک شادی' عجیب سا فیل ہوا۔ "بیاضِ دل" میں مسز نگہت غفار' سیدہ لوبا سجاد اور وقاص عمر اے ون رہے۔ "نیرنگ خیال" میں ایس گوہر طور' فریدہ فری' وقاص عمر اور تمثیلہ لطیف کی شاعری غضب کی تھی۔ "ہم سے پوچھیے" میں سب کے کرارے کرارے سوال و جواب چنا چاٹ کا مزا دے گئے۔ میری طرف سے آنچل کے تمام اسٹاف کو اور تمام بہنوں کو ربیع الاوّل کی بہت بہت مبارک۔

☆ پیاری ارم! "تلخ و شیریں" پر ملا جلا ردعمل آیا ہے۔ اس کے اختتام پر کوئی نیا سلسلہ شروع کریں گے' جس میں ہاؤس وائف حصہ لے سکیں۔

ماریہ سلیم اختر ...... کورنگی' کراچی۔ ہر بار کی طرح اس بار بھی آنچل 19 تاریخ کو ملا۔ سرورق بہت خوب صورت تھا۔ "سرگوشیاں" بہترین "حمد و نعت" ہمیشہ کی طرح بہترین رہیں۔ "الکوثر" موسٹ فیورٹ ٹاپک ہے میرا۔ "دانش کدہ" میں قرآن کریم کی آیتوں کے بارے میں پڑھ کر دل کو بہت سکون ملتا ہے۔ "ہمارا آنچل" کی جگہ "تلخ و شیریں" کے نام سے جو سلسلہ شروع کیا گیا ہے' بہت زبردست ہے۔ یقیناً یہ سلسلہ اُن خواتین کے لیے حوصلے اور ہمت کا باعث بنے گا' جو اپنی کم ہمتی کے باعث کوئی بھی بڑا قدم اُٹھانے سے ڈرتی ہیں۔ سلسلے وار ناولز میں "تیری زلف کے سر ہونے تک" بہت امیزنگ قسط تھی۔ ہاؤ آ بگ سرپرائز ...... سودہ اور زید کا نکاح ہوگیا۔ بہت زبردست۔ "اکائی" بھی دلچسپ تھی۔ "عشق سفر کی دھول" اگلی قسط میں امرحہ اور ایزد حسن کا نکاح بھی کنفرم ہے۔ اسٹوری بہت خوب صورتی اور دلچسپی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ مکمل ناولز میں "دل کی آواز بھی سن" یاسمین نشاط ہر بار کی طرح سپر اسٹوری لے کر آئیں۔ "وفا کے دیپ" نادیہ فاطمہ رضوی نے کس قدر خوب صورتی سے ایک ایسے موضوع کو قلمبند کیا' جو ہمارے معاشرے کا سرفہرست موضوع ہے۔ اس وقت انسان کتنا بھی ماڈرن ہوجائے' اسے اپنی دینی تعلیمات کو نہیں بھولنا چاہیے۔ حد سے زیادہ آزادی اور بولڈنیس انسان کو بعض مقامات پر بہت مہنگی پڑتی ہے۔ "جمال ہم نشین" بہت عمدہ اسٹوری تھی۔ افسانے میں "چور مینا" واہ بہت خوب موضوع تھا' بہت اچھا لگا مجھے۔ "میری زہرہ جبیں" شکر ادا کریں وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے مکمل انسان بنایا ہے۔ "گھر کی ملکہ" بہت عمدہ افسانہ تھا۔ "محرم رشتہ" بھی بہترین انداز میں لکھی ہوئی خوب صورت کہانی تھی۔ "ہومیو کارنر" ہر بار کی طرح معلومات میں اضافے کا باعث بنا۔ "بیاضِ دل" اشعار کا چناؤ بہت زبردست تھا۔ "نیرنگ خیال" میں نازیہ کنول نازی کے قلم سے لکھی گئی نظم بہت اچھی تھی۔ "یادگار لمحے" میں تمام اقتباسات کافی انٹرسٹنگ تھے۔ "ڈش مقابلہ" میں کشمیری چکن پلاؤ اور شاہی ٹکڑے کی ریسپی بہت مزیدار تھی۔ "آئینہ" میں تمام ریڈرز کے تبصرے بہت خوب صورتی سے جھلملا رہے تھے۔ "کام کی باتیں" میں تمام باتوں نے معلومات کے خزانے کو مزید وسیع کردیا۔ اور پڑھنے والوں کو ترقی کی راہ پر گامزن کرے (آمین)۔

صغریٰ' ایس این شہزادی کھرل ...... جڑانوالہ۔ اس دفعہ حسب معمول 25 کو آنچل مل گیا کیونکہ اگلے دن 26 کو چھٹی اور چھٹی والے دن ڈائجسٹ مل جائے تو مزہ آجاتا ہے۔ ہمیشہ کی طرح سادہ سا ٹائٹل پسند تو آیا ہے لیکن کبھی کبھی ماڈل سر پر بھی آنچل اوڑھ لیا کرے۔ سب سے پہلے لسٹ دیکھی آگے گئے حدیث پڑھی' سرگوشیاں سنیں۔ اف مہنگائی مہنگائی ...... لیکن ایک بات یہ ہوئی ہے کہ بازار ہمارے شہر کے تو کھلے ہوگئے ہیں' بہت تنگ تھے۔ مطلب دکانداروں نے آدھی سے زیادہ اشیاء باہر دکان کے آگے سجائی ہوئی تھیں' تو ہمارے حکمران صاحب نے ساری چیزیں اُٹھوا کر دکان کے اندر کروادی ہیں تو یہ تبدیلی بہت اچھی لگی۔ کھلے کھلے بازار۔ خیر آگے حمد و نعت سے مستفید ہوتے ہوئے دانش کدہ سے معلومات لیں۔ ہیں ...... یہ کیا "ہمارا آنچل" کدھر گیا؟ اس کی جگہ جو نیا سلسلہ "تلخ و شیریں" آیا' وہ اچھا تو ہے آپی' لیکن پلیز تھوڑی سی گنجائش

نکالیں، خالی سا آنچل اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ "ہمارا آنچل" شامل کریں۔ "تلخ وشیریں" کے بعد سیدھی چھلانگ لگائی موسٹ فیورٹ ناول "تیری زلف کے سر ہونے تک" شکر ہے اچھے میاں سے سودہ بیچاری بچ گئی۔ آپی اقرا جی! آپ نے دو پیارے دلوں کو ملا دیا ہے، بہت اچھا کیا۔ سپر ہٹ جارہا ہے۔ اس کے بعد "عشق سفر کی دھول" نازیہ کنول نازی آپی جی! آپ تو جب بھی آتی ہیں، کوئی بہت اچھی اسٹوری لے کر آتی ہیں۔ بہت اچھا ناول جارہا ہے۔ اس کے بعد بتادوں، باقی ناول، افسانے نہیں پڑھے۔ "بیاضِ دل" میں پہنچے اپنی تھوڑی سی کمی محسوس ہوئی۔ چلیے، خیر کوئی بات نہیں۔ "نیرنگ خیال" میں ایس گوہر طور، عائشہ اختر بٹ، نازیہ کنول، یاسمین کنول، ارم ریاض، فہمیدہ غوری کے انتخاب پسند آئے۔ "دوست کا پیغام آئے" میں جن فرینڈز نے یاد رکھا ان کا بے حد شکریہ اور جنہوں نے نہیں یاد رکھا ان کے لیے ڈھیر ساری دعائیں۔ اللہ آپ کو یونہی ہنستا مسکراتا، شاد باد، صحت مند رکھے (آمین)۔ اقراء ممتاز، جب میں نے پوچھا تھا کہ تم کہاں گم ہو تب تم واقعی ہی گم تھیں، اب مجھے اپنی آنکھوں سے نظر آگیا ہے تم ادھر ہی ہو۔ اور یہ معصوم پریاں (حافظہ اقراء جاوید، بشریٰ جاوید بشی) کدھر ہیں؟ "یادگار لمحے" میں سب کے ہی انتخاب پسند آئے، بہت اچھا لکھا ہوا تھا۔ اس دفعہ تو دل خوش ہوگیا۔ ویسے ایس این شہزادی کھرل کے اندر کوے کس نے ڈالے تھے، وہ پسند نہیں آئے (ہاہاہا ہی ہی ہی)۔ "ہم سے پوچھیے" کی محفل میں آپی شمائلہ بہت جاندار جواب دے رہی تھیں۔ مدیحہ نورین، تمہارے سوالات بہت دلچسپ ہوتے ہیں اور "کام کی باتیں" تو واقعی ہی کام کی باتیں ہوتی ہیں۔ مستقل سلسلوں میں سے ایک سلسلہ غائب تھا، وہ کہاں ہے بیوٹی ٹپس؟ یہ والی آپی بیمار ہیں یا یہ سلسلہ بھی بند کردیا ہے اور ایک بات آپی جی! آنچل کی قیمت میں اب اور اضافہ مت کیجیے گا، اتنی ہی قیمت بہت ہے، زیادہ افورڈ نہیں کرسکتے۔ اپنی جیب بھی تو دیکھنی ہے، جہاں سے پیسے نکال کر ڈائجسٹ لینا ہے۔

☆ پیاری شہزادی! آنچل کی ساری پریاں اتنی خوب صورت ہیں کہ انہیں کسی بیوٹی ٹپس کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ لہٰذا یہ سلسلہ بند کردیا۔ جب بیس سال بعد آپ لوگوں کو اس کی ضرورت پڑے گی تو دوبارہ سے شروع کردیں گے۔ ٹینشن نہ لیں۔

افشاں سراج...... عارف والا۔ آنچل 23 کو ملا۔ معصوم سی ماڈل اچھی لگ رہی تھی۔ لسٹ دیکھ کر سب سے پہلے پڑھا "تیری زلف کے سر ہونے تک" واؤ آپی! ویری نائس۔ بہت مزہ آیا پڑھ کے۔ اس کے بعد "عشق سفر کی دھول" نازیہ آپی سے سفارش ہے کہ ایزد کو کہیں بندے کا پتر بن جائے، جب امرحہ نے معافی مانگ لی تھی تو دل بڑا کرلیتا اور عائشہ کو ایزد پر اعتبار ہونا چاہیے تھا۔ یہ کیا کہ سنی سنائی باتوں پر یقین کرلیا۔ "دل کی آواز بھی سن" یاسمین نشاط صاحبہ، ویری نائس، بہت خوب لکھا آپ نے۔ "وفا کے دیپ" نادیہ جی! نے بہت اچھی بات کی کہ لڑکیوں کو اپنے لباس کا بے حد خیال رکھنا چاہیے۔ "جمال ہم نشیں" حمیرا علی! آپ کی اسٹوری بہت پسند آئی۔ طالعہ کا کردار بہت زبردست تھا۔ اینڈ زبردست تھا۔ بہت خوب۔ "گھر کی ملکہ" رابعہ افتخار بہت زبردست افسانہ تھا۔ "چور مینا" اُمّ ہانی کی اچھی کوشش۔ "محرم رشتہ" ماورا جی! بہترین۔ بہت خوب۔ "میری زہرہ جبیں" حمیرا شعیب جی! کیا خوب لکھا آپ نے۔ حورعین کی طرح ہر لڑکی کو اپنے آپ کو مضبوط کرنا چاہیے۔ بہت اچھی کوشش۔ "اکائی" کے بارے میں یہ کہوں گی کہ میں نے ابھی تک اس کی ایک بھی قسط نہیں پڑھی، پتا نہیں کیوں۔ آنچل کا نیا سلسلہ "تلخ و شیریں" کچھ خاص پسند نہیں آیا۔ "ہمارا آنچل" زیادہ بہتر تھا۔ باقی تمام سلسلے خوب تھے۔ اللہ تعالیٰ آنچل کو ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم ودائم رکھے اور بہت ترقی عطا فرمائے آمین۔

ماریہ نشاء...... مانگا منڈی، لاہور۔ ٹائٹل اچھا لگا۔ ماڈل کا سوٹ مجھے بہت پسند آیا۔ خود بھی یہ ڈیزائن بنواؤں گی۔ "سرگوشیاں" میں ہر پاکستانی کی آواز تھی۔ مہنگائی کا رونا رویا جارہا ہے۔ کاش یہ حکومت وعدے پورے کردے ورنہ دل ٹوٹ جائے گا۔ "سورۃ الکوثر" ہمارا ایمان ہے۔ جس نے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کی، وہ تباہ وبرباد ہی ہوگا۔ "تلخ و شیریں" فاطمہ آفاق کی ہمت کو سلام ہے۔ افسانوں میں "گھر کی ملکہ" رابعہ افتخار نے اچھا لکھا۔ بچوں اور گھر داری کے ساتھ ساتھ نوکری کرنا بڑا ہمت کا کام ہے۔ "چور مینا" چھوٹا سا افسانہ اچھا لگا۔ مکمل ناول میں "دل کی آواز بھی سن" "عشق سفر کی دھول" اچھے لگے۔ منزہ ہاشمی کی نظم "شہرِ دل" تو نوٹ کرلی، باقی غزلیں بھی اچھی تھیں۔ "یادگار لمحے" پڑھ کر مجھے "بیو یات" پر بڑی ہنسی آئی۔ "در جواب آں" سے بہت رہنمائی ملتی ہے کہ کہانی کیسی لکھنی چاہیے۔

منحہ رمشہ ہنی...... فیصل آباد۔ مجھے جس چیز نے تبصرہ لکھنے پر مجبور کیا تو وہ نازیہ کنول نازی ہیں جو کہ میری موسٹ فیورٹ رائٹر ہیں۔ ان کے ناول ''پتھروں کی پلکوں پر'' ''جھیل کنارہ'' ''کنکر'' ''برف کے آنسو'' اور ''شب ہجر کی پہلی بارش'' میرے فیورٹ ناولز ہیں اور اب ''آنچل'' ڈائجسٹ میں جاری ''عشق سفر کی دھول'' بہت آسم جا رہا ہے۔ نازیہ آپی ایک ریکویسٹ ہے کہ آپ اپنے ناول کے ہیرو کو ذرا شوخ اور کھلنڈرا بھی لکھا کریں۔ ایزد کو اتنا بے رحم نہ بنایئے اور شفاء اور عماد کو آپس میں ملایئے گا۔ ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' اچھا جا رہا ہے۔ آپی اقراء خدا خدا کرکے آپ نے زید اور سودہ کا تو نکاح کروادیا' اب نوفل اور انشراح کا بھی کروادیں۔ افسانوں میں ''محرم رشتہ'' اور ''چور مینا'' پسند آئے۔ یاسمین نشاط کا مکمل ناول ''دل کی آواز بھی سن'' اچھا تھا اور نادیہ فاطمہ رضوی کا ''وفا کے دیپ'' زبردست تھا۔

سمیعہ رانی...... ملتان۔ اس دفعہ کا آنچل 26 کو ملا۔ سرورق پر براجمان رانیہ خان دلکش آنکھیں' لبوں پر اسمائل سجائے دل میں گھس گئی۔ مدیرہ اپیا کی سرگوشیاں غور سے پڑھیں' ملکی حالات پہلے سے بھی خراب۔ پتا نہیں ینگ جنریشن کے خواب اُمیدوں سے نکل کر کب منزل پا سکیں گے' یا پھر یونہی منزل کی راہ میں بھٹکتے رہیں گے۔ یہ فیصلہ تو حکومت کرے گی۔ حمد و نعت پڑھ کر دل نے دعا کی' خدا سب کو مدینہ دکھائے (آمین)۔ بہنوں کی محفل میں مائی فیورٹ رائٹر رفعت سراج اینڈ جو بھی بہنیں بیمار ہیں' اللہ سب کو صحت کاملہ عطا فرمائے (آمین)۔ الکوثر ابھی پڑھی نہیں۔ ''تلخ و شیریں'' اچھا سلسلہ ہے لیکن اس طرح صرف وہی بہنیں شرکت کرسکتی ہیں' جو حالات سے لڑکر معاشرے میں اپنا مقام بنا پائیں۔ اب چلتے ہیں نوابوں کے محل میں' نواب صاحب دیکھتے ہیں آپ محبت کو جیت کر فاطمہ کا دل توڑتے ہیں یا پھر...... فاطمہ بی بی گھبرایئے مت' اپنے رنجیت سنگھ ہیں ناں' جو روشنی کی تلاش میں سرگرداں ہیں' انہیں روشنی دکھا دیجیے ناں! ''عشق سفر کی دھول'' نازیہ جی' ہم آخری حصے کے انتظار میں تھے مگر یہ تو ابھی جاری ہے۔ ''دل کی آواز بھی سن'' آخر سبیکا کو کہنا ہی پڑا......

سوچ کے چھوڑی ہے محبت کی کہانی
کب تک میں یہاں ثانوی کردار میں رہتا

اور روبینہ کو آخر ڈرائیور کے دل کی آواز سننا پڑی۔ ''وفا کے دیپ'' زرش کی زندگی میں وفا کے دیپ کیا جلے' زندگی گل و گلزار ہوگئی۔ واقعی فیشن ایک حد میں ہونا چاہیے ورنہ معاشرتی بگاڑ پیدا ہوتے ہیں۔ ''جمال ہم نشیں'' کمال ہم نشیں' طالعہ مراد کو آخر اس کے صبر کا اجر ملا۔ ''گھر کی ملکہ'' وہی ہوتی ہے جو گھر کو بناتی و سنوارتی ہے۔ ''چور مینا'' ہر غریب شخص برا نہیں ہوتا' یہ ہم ہی جیسے لوگ ہوتے ہیں جو ظاہر دیکھتے ہیں' باطن نہیں۔ ''محرم رشتہ'' وہی ہوتا ہے جو معتبر ہو۔ ''میری زہرہ جبیں'' اِک ذرا ہاتھ کا نقص اتنا بڑا نہیں تھا جو بنیاد بنا کر حورعین کی زندگی کا مذاق بنایا گیا' آخر کار آسمان والے نے اس کا جوڑ بھیج ہی دیا۔ ''بیاضِ دل'' سب نے دل سے دل کی زباں بیان کی۔ ''ڈش مقابلہ'' میں زعفرانی پلاؤ ٹرائی کریں گے (اگر ہوگیا تو)۔ ''نیرنگ خیال'' سبحان اللہ' نظمیں بھی اچھی لگیں' سپاس گل صبر سے دوستی کرنی پڑتی ہے۔ منزہ ہاشمی' شہر دل کی دولت اُجڑنے پر ماتم کناں مت ہوں۔ ''یادگار لمحے'' ہم ہمیشہ یاد رکھتے ہیں۔ ''آئینہ'' سب نے ہی اچھا تبصرہ کیا مگر اپنا نام نہ پا کر سر پر ہاتھ رکھ لیا۔ اتنی محنت کی اور وہ آرام سے ردی کی ٹوکری کی نذر ہوگئی۔ شمائلہ کاشف' کیا کرارے جواب تھے۔ کبھی ہم بھی عزت افزائی کے لیے تشریف لائیں گے۔ اپیا پلیز ''بیوٹی ٹپ'' کا تو ایک پیج رہنے دیتے اور آخر میں نجم انجم آپی' آپ بہت اچھی غزلیں لکھتی ہیں۔ انیلا طالب' محبتیں کب قرض ہوتی ہیں' محبت صرف دینے کا نام ہے' لینے کا نہیں۔ پھر بھی آپ نے مجھے محبت دی' اس کے لیے شکریہ۔ اقرا جٹ' انعم زہرا' پرنسز انا' سیّہ فائزہ بھٹی اور دلکش مریم' آپ سب دوستوں کو سلام۔

اس دعا کے ساتھ اجازت چاہتے ہیں کہ اللہ سبحان و تعالیٰ ہم سب کو اپنے اور دوسروں کی ساتھ انصاف کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے ملک میں قانون کی حکمرانی ہو۔ آمین۔



aayna@aanchal.com.pk

ہم سے پوچھئے

شمائلہ کاشف

این چوہدری ...... کمالیہ

س: شمائل آنی میں نے ویلکم کرنے کو کہا تھا اور آپ نے مجھ سے پوچھا چائے پیو گی یا کافی لیکن عرض ہے میں دونوں ہی نہیں پیتی، اگر آپ کوکا کولا کے ساتھ ایک عدد زنگر برگر منگوا دیں تو بڑی نوازش ہوگی۔ آپ کی (ہاہاہا)۔

ج: ابھی منواتی ہوں، بس تم پیسے تیار رکھو۔

س: اپیا مجھے ہر بات پر غصہ کیوں آتا ہے؟

ج: کیونکہ تم جل ککڑی جو ہو۔

س: اپیا مجھ سے سارا کام کروالیں، لیکن برتن مت دھلوائیں برتنوں سے مجھے اتنی چڑ کیوں ہے؟

ج: کیونکہ چمکنے کے بعد وہ تمہاری صورت جو دکھاتے ہیں۔

س: اپیا آپ کا سوٹ تو بہت پیارا ہے کس کا چوری کیا (سچی بتانا؟)

ج: میرا تو اپنا ہے البتہ چوری کی نیت سے تو تم دیکھ رہی ہو۔

س: خدا گنجے کو ناخن نہ دے، اس کا کیا مطلب ہوا بھلا؟ تم بتاؤ ناں۔

ج: ایمان سے مجھے خود نہیں پتا۔

س: اپیا میری کوئی بیسٹ فرینڈ نہیں ہے۔ آپ مجھ سے دوستی کریں گی کیا؟

ج: میں کنجوسوں کی ملکہ سے دوستی نہیں کرسکتی۔ بے عزتی خراب ہوجائے گی ناں۔

س: مجھے کوئی پیارا سا یونیک سا نام دیں پلیز؟

ج: چھنکی۔ خوش۔

س: اپیا ہمیشہ خوش رہیں اور اپنی چھوٹی بہن کو بھی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ جاتے جاتے کوئی دعا میرے لیے پلیز۔

ج: اللہ کو مانو اماں جی! میں تھوڑا فری کیا ہوگئی تم نے تو عمر ہی چھپالی۔ خوش رہو اپنے خرچے پر۔

این چودھری، فضیلت، حمنہ، شازمہ ...... کمالیہ

س: باادب ہوشیار! ہم تشریف لارہی ہیں (شمائل آنی کھڑی ہوجاؤ)

ج: نہ صرف کھڑی ہوگئی ہوں بلکہ پھرتی سے اپنی چیزیں بھی چھپالی ہیں۔ تمہارا کیا بھروسا۔

س: شمائل اپیا کیسی ہیں آپ؟

ج: ہم فٹ اینڈ فاٹ۔

س: شمائل اپیا آپ بھی کہیں ارم کمال کی طرح نانی تو نہیں؟ (ہی ہی ہی)

ج: نہیں نہیں پر تمہاری نواسی ضرور ہوں۔

س: شمائل اپیا میرے وہ ہاتھی جیسے ہیں بلکہ ہاتھی ہی ہیں (ہاہاہا) اب جواب دیں۔

ج: تم چیونٹی بن جاؤ۔

س: یار آپی یہ مدیحہ نورین مہک جو ہے اس کے ہر سوال میں ٹنڈ، کالی، موٹی کا ذکر ہی کیوں ہوتا ہے۔ کہیں یہ خود (ہاہاہا)

ج: آئینے کے سامنے کھڑی ہوکر تو سوال نہیں کرتی یہی ناں۔

س: شمائل اپیا آپ کے لیے۔

کل چودھویں کی رات تھی، شب بھر رہا چرچا تیرا
کچھ نے کہا یہ چاند ہے کچھ نے کہا چہرہ تیرا......
(ہم)

ج: شکریہ۔ پھر کب آؤ گی۔

طیبہ خاور سلطان ...... عزیز چک، وزیر آباد

س: کیا حال ہے آپی جی؟

ج: ہائے ظالم کیا پوچھ لیا۔

س: آپی میں کراچی آئی ہوئی تھی، سن کے آپ کو کیسا لگا؟
ج: سن کے کہاں مجھے تو تمہیں کراچی کے چڑیا گھر میں بندر کے پنجرے میں دیکھ کر خوشی ہوئی تھی۔
س: میرا، بہت دل تھا آپ سے ملنے کا، لیکن ہم لانڈھی سے آگے کینٹ پر اترے تھے؟
ج: اور وہاں سے سیدھی تم اپنی اصل جگہ پہنچ گئیں۔
س: میرے میاں جی کے تایا کی فیملی ہوتی ہے کراچی اور میری نند کی شادی ہوئی ہے وہاں محمود آباد میں رہتے ہیں وہ؟
ج: اب چھوٹی کہانیاں مت بناؤ واپس اپنے گھر جاؤ۔
س: ان شاء اللہ اب آتی جاتی رہوں گی کراچی، آپ کی طرح آپ کا کراچی بھی مجھے بہت پسند آیا، اجازت دیں اب اللہ حافظ۔
ج: ڈرانے والی باتیں نہ کرو۔

عریشہ زاھد عرشی...... ثمن تله کنگ

س: پیاری شمائلہ آپی مجھے خوش آمدید کہیں، کیسی ہیں آپ؟
ج: ویسی ہی ہوں جیسے تھی۔
س: شعر کا جواب شعر سے دیجیے گا۔
ہم بھی شوقین پینے کے ہیں مگر
جب بھی پیتے ہیں چائے پیتے ہیں
ج: ہم تو سمجھے تھے خون پیتے ہو
چائے کا سن کر کچھ قرار آیا
س: مسکراہٹ، تبسم، ہنسی، قہقہے
سب کے سب کھو گئے، ہم بڑے ہو گئے
ج: عقل پھر بھی نہیں آئی دادی جان۔
س: پیاری آپی اگر آپ کو جن چمٹ جائے تو آپ کیا کریں گی (ٹیل می)
ج: کیسے بتاؤں مجھے شرم آرہی ہے۔

س: بہت ناز ہے ناں تجھے اپنے حسن پر، فرصت ملے تو شناختی کارڈ والی تصویر دیکھ لینا۔
ج: ابھی تو میری بالی عمریا ہے۔ شناختی کارڈ بنے گا تو دیکھا جائے گا۔
س: پیاری آپی مجھے اپنی بزم میں جگہ ضرور دیجیے گا۔
ج: نہیں دوں گی تو کیا کرلوں گی۔

این چوهدری...... کمالیه ٹوبه ٹیك سنگھ

س: اپیا جی کیا حال ہے؟
ج: اب ہر بار اپنے منہ سے کیا تعریف کروں بس سمجھ جاؤ، ہمیشہ کی طرح ہوں۔
س: اپیا جی آپ ہمارے سوالات پڑھتے ہوئے ہنستی ہیں یا پھر روتی ہیں؟
ج: سر پیٹتی ہوں، ارے اپنا نہیں خیالی دنیا میں تم سب کا۔
س: اپیا جی آپ کی اسمائل ہے ہی اتنی پیاری یا میری نظر کمزور ہوگئی ہے؟
ج: اب نظر مت لگا دینا۔ ویسے ہم نے تو کبھی تمہیں چشمہ لگائے نہیں دیکھا۔
س: اپیا جی دور کے ہی ڈھول کیوں سہانے ہوتے ہیں؟
ج: دور کے تو ستار اور طبلے بھی سہانے ہوتے ہیں۔
س: اپیا جی آپ کی برتھ ڈے کب ہے؟
ج: پوچھنے کا فائدہ تم نے کون سا گفٹ بھیجنا ہے۔
س: کس نے، کس کو، کس کی۔ بھلا اس کا کیا مطلب ہوا؟
ج: بے شرم...... اب ایسے سوال پوچھو گی۔
س: آج کل میں آئینہ نہیں دیکھتی بھلا کیوں؟
ج: تم میں تبدیلی جو نہیں آئی اس لیے۔
س: اپیا جی رات کی باسی بریانی اور کوفتے ٹیسٹی کیوں نہیں لگتے؟

ج: کیونکہ تم باسی منہ کے ساتھ کھاتی ہو اس لیے۔
س: آپی جی وہ اتنی روٹیاں کھا گئے، اتنی روٹیاں کھا گئے کہ میں تھک گئی اور آٹا ختم ہوگیا۔ بھلا کون؟
ج: تمہارے میکے والے۔
س: آپی جی ہر شاپ پر ہمیں ادھار مانگ کر شرمندہ مت کریں؟ یہ کیوں لکھا ہوتا ہے جب کہ ہم تو ادھار نہیں مانگنے جاتے؟
ج: خود ہی بتا رہی ہو خود ہی مکر رہی ہو۔ کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا۔
س: اپیا جی! یہ عمران خان نے ہر طرف ادھم کیوں مچا رکھا ہے۔ بھلا وزیراعظم کا یہ مطلب تھوڑی ہوتا ہے؟
ج: ارے کہاں! تیسری کے بعد تو سکون سے بیٹھا ہے۔
س: چلیں جی مزید تنگ نہیں کرتی۔ میرے لیے اچھی سی دعا پلیز۔
ج: اللہ تمہیں عقل دے۔

شازیہ ہاشم میواتی...... کھڈیاں خاص

س: دل کے چار چیمبر ہیں فرض کریں کہ ایک میں آپ تو باقی تین میں کون ہیں؟
ج: بہت سارے کرائے دار ہیں۔
س: شعر کا جواب شعر سے دیں۔
جسے خود ہی نہیں فرصتیں، جسے دھیان اپنے جمال کا
اسے کیا خبر میرے شوق کی، اسے کیا پتا میرے حال کا

ج: گو میں رہا رہین ستم ہائے روزگار
لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا

س: میری سوچوں کا محور؟
ج: صرف ایک خوب صورت ڈیکوریٹڈ بنگلہ اور ایک شاندار گاڑی۔
س: اپنی تعریف کریں، تھری ورڈز میں؟
ج: خوب صورت اسٹائلش اسمارٹ۔

س: اب بتائیں مجھ میں اور آپ میں کیا فرق ہے؟
ج: وہ تم خود دیکھ لو۔

نجم انجم اعوان...... کورنگی کراچی

س: نومبر میں میری سالگرہ ہے کوئی اچھی سی دعا سے نوازدیں۔
ج: اللہ تمہارے شوہر کے دل میں سوکن لانے کا خیال کبھی نہ لائے۔ سب کہو آمین۔
س: آنکھیں حسین خواب دیکھ رہی ہوں اور کوئی جگادے تو؟
ج: اس کے کان کے پیچھے ایک لگا کر اس کے چودہ طبق روشن کردو۔
س: میرے بغیر بھی آپ کی محفل میں رونق لگی رہتی ہے تو پھر میں یہ کیوں سمجھتی ہوں کہ آپ کی محفل کی رونق مجھ سے ہے؟
ج: خواتین ایسی ہی باتوں سے خود کو خوش کرتی ہیں۔ رونق تو چائے سے ہے اب تم چائے ہی اتنی اچھی پلاتی ہو تو پھر رونق تو تم سے ہوئی ناں۔
س: اگر میں آپ کی محفل میں آنا ہی چھوڑ دوں تو کیا شکر ادا کریں گی۔ یا واپس آنے کو کہیں گی؟
ج: ادھار واپس کرنے آؤ گی تو شکریہ ادا کروں گی۔
س: آپ کی محفل میں اتنا زیادہ رش کیوں لگا ہے کیا کسی کا ولیمہ ہے۔
ج: ولیمہ تو نہیں ہے البتہ جمعرات ہے۔
س: تنگ کرلیا آپ کو اب جارہی ہوں، مگر دوبارہ ضرور آؤں گی ہی ہی ہی۔
ج: دھمکیاں مت دو۔ میں کوئی ڈرتی ورتی نہیں ہوں۔ بس خوف کھاتی ہوں تمہارے وجود سے۔



آپ کی صحت

نورانک سے لکھتی ہیں کہ میرے بال بہت گرتے ہیں میں نے نیٹ سے نکالا ہر ٹوٹکا استعمال کیا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا سردیوں میں کیسٹر آئل بھی لگایا مگر بال مزید گرنے لگے اور دوسرا مسئلہ میرے چہرے کا ہے پہلے رنگت ٹھیک تھی دوست کے مشورے پر میں نے گولڈ پرل کریم لگانا شروع کی پہلے رنگت صاف ہوئی پھر زیادہ کالی ہوگئی سر میں بھی درد رہتا ہے آنکھیں بھی کمزور آپ کوئی مناسب حل بتائیں۔

محترمہ آپ بالوں کے لیے ہمارے کلینک سے ایفروڈائٹ اور ہیئر گروور منگوالیں اس کی قیمت 700 روپے ہے بذریعہ منی آرڈر یا ایزی پیسہ کرسکتی ہیں اور چہرے کے لیے آپ BERBERIS AQUIFALIUM Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں 3 بار پئیں۔ ان شاء اللہ تمام مسائل حل ہوجائیں گے۔

اریبہ ناز دہاڑی سے لکھتی ہیں کہ مجھے لیکوریا کی بہت زیادہ شکایت ہے آنکھوں کی رنگت بھی زردی مائل رہتی ہے اور چہرے پر براؤن بلیک تل ہیں اور میری گردن میں گلہڑ ہے برائے مہربانی ان سب کا مناسب حل بتائیں بہت امید سے خط لکھا ہے ناامید مت کیجیے گا۔

محترمہ آپ BOREX 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں 3 بار پئیں کھانے سے پہلے اور JODIUM 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں 3 بار کھانے کے بعد انشاء اللہ جلد بہتری آئے گی۔

فاطمہ ساہیوال سے لکھتی ہیں کہ سب سے پہلے میں ڈاکٹر ہاشم مرزا کی شکر گزار ہوں جنہوں نے آنچل میں آپ کی صحت کا کالم شروع کیا اس سے ہم مستفید ہو رہے ہیں اللہ ان کے درجات بلند کرے ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے آمین۔ میرا مسئلہ یہ کہ میرے پاؤں کے ناخن پہلے ٹھیک حالت میں تھے گلابی رنگ کے تھے اب ان کی حالت کھردری اور ناخن کے اوپر لکیریں بن گئی ہیں ہاتھوں کے ناخن بھی ٹوٹ جاتے ہیں پھر کئی ماہ اسی حالت میں رہتے ہیں بڑھتے نہیں ان کا مناسب حل بتائیں میں نے آپ کی برتھ کنٹرول دوا استعمال کی ماشاء اللہ بہت فائدہ ہوا اس کے لیے جزاک اللہ دوسرا مسئلہ میری امی کا ہے ان کے پیٹ میں بائیں طرف مٹھی برابر جگہ میں درد ہوتا رہتا ہے الٹرا ساؤنڈ بھی کرایا مگر کوئی مسئلہ نہیں آیا بس درد رہتا ہے بادی چیز سے اضافہ ہوتا ہے۔

محترمہ آپ SILICEA 6 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں 3 بار استعمال کریں ان شاء اللہ ناخن ٹھیک ہوجائیں گے دوا 6 ماہ تک جاری رکھیں اور اپنی والدہ کو CHELIDONIUM کے 5 قطرے دن میں 3 بار پلائیں چکنائی مرچ مصالحہ سے احتیاط رکھیں۔

صدف شاہین ساہیوال سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترمہ آپ مبلغ 900 روپے کا منی آرڈر ہمارے کلینک کے نام پتے پر ارسال کریں۔ APHRODITE HAIR INNIBETOR OIL آپ کے گھر پہنچ جائے گا اور خالہ کو BERBERIS AQUIFALIUM Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں 3 ٹائم پلائیں ان شاء اللہ شفایابی ہوگی۔

حوریہ گل فتح پور سے لکھتی ہے کہ میری عمر 20 سال ہے میرا مسئلہ یہ ہے کہ میری کمر اور کندھوں پر بازو پر دانے نکلتے ہیں چھالے نما جب یہ ختم ہوتے ہیں تو گہرے کالے نشان چھوڑے جاتے ہیں ناخن پر وائٹ نشان بنتے ہیں اور میری والدہ والا مسئلہ بغیر شائع کیے جواب دیں آپ کی مہربانی ہوگی۔

محترمہ آپ SULPHUR 30 کے 5 قطرے

آدھا کپ پانی میں دن میں 3 بار پئیں اور صفائی کا بہت خیال رکھیں مرغن اشیا سے پرہیز کریں اور والدہ کو SEPIA 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں 3 ٹائم پلائیں اور گرم اشیا سے احتیاط کرائیں جلد بہتری آئے گی۔

فرحت ناز فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ اپنی الٹرا ساؤنڈ رپورٹ بھیج رہی ہوں مہربانی فرما کر میری رپورٹ دیکھ کر مجھے دوا تجویز کریں۔

محترمہ آپ کی رپورٹ دیکھ لی ہے آپ کو کوئی خاص مسئلہ نہیں بس تھوڑی سی سوجن ہے آپ SEPIA 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں 3 بار پئیں ان شاء اللہ جلدی آرام آجائے گا۔

حمیرا ارشد ملتان سے لکھتی ہیں کہ میری 2 بیٹیاں ہیں ایک 22 سال کی ایک 25 سال کی دونوں جسمانی طور پر بالکل ٹھیک ہیں مگر نسوانی حسن نہ ہونے کے برابر جس کی وجہ سے دونوں بہت شرمندہ رہتی ہیں مہربانی فرما کر کوئی مناسب حل بتائیں آپ کی بہت نوازش ہوگی۔

محترمہ آپ مبلغ 1200 روپے کا منی آرڈر ہمارے کلینک کے نام پتے پر ارسال کریں APHRODITE BREAST BEAUTY OIL آپ کے گھر پہنچ جائے گا اس کے ساتھ ہی انہیں SABAL SERRULATA Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں 3 بار پلائیں اگر دوا آپ کے علاقے میں میسر نہ ہو تو ہمارے فون نمبر پر رابطہ کریں۔

حنا لاہور سے لکھتی ہیں میرا بیٹا 8 سال کا ہے بہت کمزور ہے اور تتلا کے بولتا ہے سب کہتے ہیں کہ وقت کے ساتھ ٹھیک ہوجائے گا مگر یہ وقت کے ساتھ بڑھ رہا ہے کوئی مناسب دوا تجویز کریں جس سے میرا بچہ مکمل ٹھیک ہوجائیں۔

محترمہ آپ بیٹے کو BOVISTA 30 کے 5 قطرے سے آدھا کپ پانی میں دن میں 3 بار پلائیں اور اس کے اپنا زیادہ وقت دیں ان شاء اللہ جلد بہتری آئے گی۔

مہوش حنیف اسلام آباد سے لکھتی ہیں کہ میرے بھائی کی عمر 25 سال اسے بچپن سے ہی ناک کے غدود کا مسئلہ ہے آپریشن بھی کرایا مگر پھر وہی حالت ہوگئی ہے سونگھنے کی حس ختم ہوگئی ہے سانس میں بدبو آتی ہے ہر وقت نزلہ بہتا رہتا ہے نتھنوں میں رینگنے کا احساس رہتا ہے چھینکیں آتی ہے آنکھوں سے بھی پانی آنے لگتا ہے اور اس کے کان میں بھی سرسراہٹ ہوتی ہے درد رہتا ہے مہربانی فرما کر دوا تجویز کریں کہ ہمارے بھائی کو اس تکلیف سے نجات مل جائے۔

محترمہ آپ اپنے بھائی کو TEUCRIUM MARUM 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں 3 بار پلائیں دوا جرمنی کی WILLMAR SEHWABE کی لیں اور 6 ماہ تک جاری رکھیں ٹھنڈی اشیا اور وہ اشیا جن سے بلغم بنے یعنی دودھ، چاول، کیلا ان اشیا سے پرہیز کرائیں ان شاء اللہ جلد ہی بھائی کو مکمل شفا ہوگی۔

ہانیہ یوسف پنجاب سے لکھتی ہیں کہ میں فرسٹ ایئر کی طالبہ ہوں جب کالج سے گھر آتی ہوں تو میرے سر میں درد ہوجاتا ہے دھوپ سے کوئی دوا کھالوں تو وقتی آرام آجاتا ہے مگر دوسری دن گھر آنے کے بعد پھر وہی تکلیف شروع ہوجاتی ہے کوئی مناسب حل بتائیں کہ میری یہ پریشانی ختم ہو۔

محترمہ آپ NATRUM MURE 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں 3 بار استعمال کریں ان شاء اللہ جلد بہتری آئے گی۔

ملاقات اور منی آرڈر کرنے کا پتا۔

صبح 10 تا ایک شام 6 تا 9 ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان نمبر C-5 کے ڈی اے فلیٹ فیز 4 شادمان ٹاؤن نمبر 2 سیکٹر 14B نارتھ کراچی 75850۔فون کلینک 02136997059۔ ایزی پیسہ اکاؤنٹ 0349-4900800

خط لکھنے کا پتا آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ باکس 75 کراچی۔



موسم کی باتیں

حنا احمد

گھروں کو پھولوں سے سجانے کا موسم آگیا

پاکستان میں موسم سرما کے آغاز سے ہی پھولوں کا موسم شروع ہوجاتا ہے اور مئی تک رنگارنگ پھول اپنی بہار دکھاتے ہیں اور دلوں کو لبھاتے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل پھول صرف باغوں یا سرکاری دفاتر تک ہی محدود تھے مگر اب سب ہی بڑے شہروں میں شہروں کی خوب صورتی اور ماحول کو آلودگی سے صاف رکھنے کے لیے عوام نے پھول پودے لگانے شروع کردیئے ہیں جو ایک انتہائی عمدہ روایت ہے، صبح سویرے اپنے کام کاج پر جانے والوں کی آنکھوں کو یہ پھول اپنی تروتازگی اور خوب صورتی کی وجہ سے خیرہ کرتے ہیں اب لوگ بھی اپنے گھروں میں پودے اور پھول اگانے میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ موسم سرما کے آغاز میں ہی گیندے، گل کلغہ اور گل داؤدی اپنی بہار دکھانا شروع کردیتا ہے۔ یہ پودے چونکہ اب گملوں میں پھول دے رہے ہیں اس لیے آپ ان کے چند گملے خرید کر اپنے گھر کو قدرتی حسن سے مالا مال کرسکتے ہیں۔

اب موسم آگیا ہے کہ آپ گملوں یا کیاریوں میں پھول اگائیں، جو اگلے ہفتہ ہی ان شاءاللہ آپ کے گھر کو قدرتی حسن سے مالا مال کردیں گے اور اپنی دلکشی اور رعنائی سے آپ کے گھر کو دوسرے گھروں سے ممتاز بھی کریں گے اور آپ کی خوشیوں اور مسرتوں میں اضافہ بھی کریں گے۔

موسم سرما میں یوں تو بہت سے پھول اگائے جاتے ہیں جو مہنگے بھی ہوتے ہیں اور سستے بھی مگر ہم یہاں آپ کو چند ایسے پھولوں سے متعارف کروارہے ہیں جس سے آپ بہت سستے انداز سے اپنا شوق پورا کرسکتے ہیں اور پورے گھر کو پھولوں سے بھر سکتے ہیں۔ موسم سرما میں چونکہ دھوپ میں حدت نہیں ہوتی اس لیے تھوڑی سی توجہ سے آپ مطلوبہ نتائج حاصل کرسکتے ہیں اور ان کو آپ گملوں میں لگا کر بیرونی دیواروں، برآمدوں اور اگر کیاریاں موجود ہیں تو ان کو خوب صورت بنا سکتے ہیں۔

گل اشرفی

بہت ہی خوب صورت پھول ہے گملوں میں بڑی آسانی سے اگایا جاسکتا ہے۔ نرسریوں میں آج بھی اس کی پنیری دستیاب ہے اگر تو گھر میں جگہ زیادہ ہے تو پنیری لے آئیں اور کیاریوں میں لگالیں ورنہ نرسری سے چند ایک چھوٹے گملوں میں لگے خرید لیں، سارا سیزن پھول اپنی بہار دکھاتے رہیں گے۔

نیسٹرشیم

اس کو بھی اسی طرح گملوں یا کیاریوں میں لگایا جاتا ہے اور یہ بھی مئی تک پھول دیتا رہتا ہے اس کے بھی آپ چند گملے خرید سکتے ہیں۔

پٹونیا

بہت ہی خوب صورت پھول ہے دنیا کا کوئی رنگ ایسا نہیں جو اس میں شامل نہ ہو۔ رنگ برنگے پھول آپ کو ہمیشہ ہشاش بشاش رکھیں گے، اسی طرح آپ گملوں میں یا کیاریوں میں لگا سکتے ہیں اور یہ بھی سارا سیزن پھول دیتا رہتا ہے اس کے بھی آپ چند گملے خرید سکتے ہیں۔

السی

اکثر گھروں میں اس کا استعمال ہوتا ہے، آپ کسی بھی پنساری کی دکان سے اس کے بیج پانچ دس روپے کے خرید لیں اور کیاریوں یا گملوں میں بیج دیں، سخت جان پودا ہے۔ آسانی سے اُگ جائے گا اور سارا سیزن پھول کھلتے رہیں گے۔

پھولوں سے خوب صوت بنیے

رنگ برنگے خوب صورت، تروتازہ اور فضا کو معطر

کرنے والے خوش بودار پھول صدیوں سے مصر، یونان اور روم میں پرفیوم بنانے میں استعمال کیے جاتے رہے ہیں۔ مصریوں نے ہی صدیوں پہلے اروما تھراپی سے متعارف کروایا جسمانی اور نفسیاتی صحت کی بہتری، خوب صورتی اور اچھا محسوس کرنے کے لیے پودوں کے ذریعے حاصل ہونے والے خالص تیل کو استعمال کرنا اور ان کی خوش بو کو اپنے سانس کے ذریعے اندر اتارنے کے عمل کو اروما تھراپی یا خوش بو کے ذریعے علاج کرانا کہلاتا ہے۔

دنیا بھر کے لوگ کافی تعداد میں خوش بو کے ذریعے علاج کے لیے صابن، لوشن، کینڈلیس، اسکریز اور ماسک کا استعمال کررہے ہیں تاکہ قدرتی تروتازگی کے احساسات پیدا ہوسکیں۔ خوش گوار کیفیت اور پرسکون رہنے کے لیے پھولوں، پتیوں اور ان کے تیل کا استعمال ہمیں نیچر کے قریب کردیتا ہے۔

ہر جلد قدرتی طور پر نرم اور خوب صورت ہوتی ہے اور اسی فطری خوب صورتی کو برقرار رکھنے کے لیے ہمیں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت پڑتی ہے تمام کاسمیٹک انڈسٹریز پھولوں، درختوں کی پتیوں اور ان کے تیل سے ہی کاسمیٹکس کی مختلف مصنوعات تیار کرتی ہیں۔ ٹیلکم پاؤڈر، موئسچرائزر، پرفیومز، ہیئر آئل، شیمپوز، فیس پیک اور اسکریز وغیرہ میں پھولوں اور پتیوں کا عرق ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ عام طور پر سبزیاں، پھل، جڑی بوٹیاں اور پھول ہی جلد کی قدرتی طریقہ سے دیکھ بھال کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ پھولوں اور پتیوں کے تیل جو زیادہ تر استعمال کیے جاتے ہیں ان میں گلاب، جیرینیم، ایلڈر فلاور، بالسم، چنبیلی، لیونڈر، کیمومائیل، کمفرے، روز میری، ہائی بسکس، میری گولڈ، گیلی نولا، گل داؤدی، سورج مکھی، مساج فلاور وغیرہ ہیں۔ یہ کھلتے ہوئے پھول اپنی خوش بو، رنگ، ذائقہ اور قدرتی وٹامنز ہماری جلد کو تروتازہ، روشن، چمک دار اور ہلکا پھلکا احساس عطا کرتے ہیں۔

پھولوں کی خوش بو اور تیل کے مساج کرنے سے تناؤ اور ٹینشن سے بچاؤ ہوتا ہے۔ اپنے جسم، دماغ اور اسکن کا سکون پہنچانے کے لیے پھولوں کے غسل اور تیل کے مساج سے بڑھ کر اور کچھ نہیں ہوسکتا ہے پر ٹھہریئے! یہاں آپ چند مسائل کا شکار ہوسکتی ہیں کیونکہ ضروری نہیں ہے کہ تمام قسم کے پھولوں اور ان کے تیل کا اروما آپ کو سوٹ کرے کچھ آپ کو بے سکونی اور ناگوار احساس پیدا کرکے بیمار کرسکتے ہیں اس لیے یہ استعمال کرنے سے پہلے آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کوئی تیز اثرات کے ہومیو پیتھک علاج تو نہیں کروارہی ہیں اگرچہ لطیف اور نرم خوشبوئیں مکمل طور پر محفوظ ہوتی ہیں پر تیز اثرات کے حامل تیل ادویات کے اثرات کو زائل کردیتے ہیں۔ اروما تھراپی ایک خوش گواریت کا احساس اور سکون فراہم کرتی ہے پر یہ میڈیکل کیئر کا نعم البدل ہرگز نہیں ہے۔



مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ حاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابل اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے پہلے صفحہ پر کہانی اور اپنا نام لکھیں اور آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا اور رابطہ نمبر خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 7، فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔